اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَ اِنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (الحدیث)

تحقیق عیسیٰؑ ابھی تک نہیں فوت ہوئے اور تحقیق وہ تمہاری طرف قیامت سے قبل لوٹیں گے

قادیانی شبہات کے جوابات

جلد دوم

حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

ترتیب

مناظر ختم نبوت
حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

تصحیح تخریج

حضرت مولانا غلام رسول دین پوری صاحب
شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

اعتراف ومعافی	۱۵۳
قادیانیوں سے گفتگو کے لئے رہنما اصول	۱۵۵
باب اوّل ...... تمہیدات خمسہ	۱۵۹
تمہید اوّل: رفع ونزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اور آنحضرت ﷺ کا فرض منصبی	۱۵۹
تمہید دوم: نزول مسیح علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی جلالت شان	۱۶۸
تمہید سوم: امکان رفع کی بحث	۱۶۹
تمہید چہارم: رفع ونزول کی حکمتیں	۱۷۳
تمہید پنجم: رفع ونزول مسیح پر چند گزارشات	۱۷۴
باب دوم ...... حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قرآنی دلائل	۱۷۸
دلیل نمبر:۱......وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کی تفسیر	۱۷۸
آٹھ تفسیری شواہد	۱۸۵
قادیانی اعتراضات کے جوابات	۱۸۷
اعتراض نمبر:۱......مسیح کی شکل دوسرے شخص پر کیسے	۱۸۷
اعتراض نمبر:۲......مسیح کی شکل دشمن پر	۱۸۷
اعتراض نمبر:۳......بل ابطالیہ کیسے؟	۱۸۷
اعتراض نمبر:۴......رفع سے مراد عزت کی موت	۱۸۸
اعتراض نمبر:۵......رفع روحانی	۱۸۹
اعتراض نمبر:۶......آسمان کا ذکر کہاں ہے	۱۹۰
اعتراض نمبر:۷......صلیب کا معنی صلیب پر مارنا	۱۹۲
اعتراض نمبر:۸......آسمان پر کیسے؟ درمیان میں کئی کرے ہیں	۱۹۲
حیات موسیٰ علیہ السلام پر قادیانی اہم حوالہ	
اعتراض نمبر:۹......اس حوالہ پر قادیانی اشکالات کے جوابات	۱۹۵
اعتراض نمبر:۱۰......ثُمَّ اَقْبَرَهٗ کا جواب	۱۹۵
اعتراض نمبر:۱۱......تواضع العبد کا جواب	۱۹۶
دلیل نمبر:۲......وان من اهل الكتاب	۱۹۷

آیت کی تفسیر قول اوّل	۱۹۷
تفسیر بالحدیث وقول ثانی	۱۹۹
دونوں اقوال میں تطبیق	۲۰۰
گیارہ تفسیری شواہد	۲۰۱
آیت پر قادیانی اعتراضات کے جوابات	
اعتراض نمبر:۱......تمام اہل کتاب کیسے ایمان لائیں گے؟	۲۰۵
اعتراض نمبر:۲......قبل موتهم کا جواب؟	۲۰۶
اعتراض نمبر:۳......نزول کے وقت کے اہل کتاب کیسے؟	۲۰۹
اعتراض نمبر:۴......''بہ'' کی ضمیر میں اختلاف کا جواب؟	۲۱۰
اعتراض نمبر:۵......القینا بینهم العداوة کا جواب؟	۲۱۰
اعتراض نمبر:۶......جب سب مومن تو غلبہ کن کافروں پر کا جواب؟	۲۱۳
دلیل نمبر:۳......ومکروا ومکر اللّٰہ	۲۱۳
چودہ تفسیری شواہد	۲۱۳
چیلنج	۲۱۷
آیت پر قادیانی اعتراضات کے جوابات	
اعتراض نمبر:۱......مسیح کا ہم شکل کون تھا؟	۲۱۷
اعتراض نمبر:۲......یہود نے یہ تدبیر کیوں کی؟	۲۱۸
اعتراض نمبر:۳......مکر سے مراد قتل ہے؟	۲۱۸
اعتراض نمبر:۴......ماکرین کو عذاب؟	۲۱۹
اعتراض نمبر:۵......تدبیر کے مقابلہ میں قدرت؟	۲۲۱
اعتراض نمبر:۶......ہو بہو شکل کیسے؟	۲۲۱
اعتراض نمبر:۷......آسمانوں پر کیوں؟	۲۲۱
قادیانیوں سے سوال	۲۲۲
دلیل نمبر:۴...... یا عیسی انی متوفيك	۲۲۲
لفظ توفی کی تحقیق	۲۲۳
توفی کا لغوی معنی	۲۲۴
توفی کا حقیقی معنی موت نہیں	۲۲۵
موت وحیات کا تقابل	۲۲۶
توفی کا مجازی معنی موت کہاں؟	۲۲۶

بیس تفسیری شواہد	۲۳۰
دلیل نمبر:۵......وانه لعلم للساعة	۲۳۶
تفسیری شواہد	۲۳۶
تفسیر نبوی چھ حوالہ جات	۲۳۸
اس آیت پر قادیانی اعتراض نمبر ایک ’’انہ‘‘ کی ضمیر میں اختلاف	۲۴۰
قادیانی اعتراض نمبر:۲	۲۴۱
مضحکہ خیز قادیانی تفسیر	۲۴۳
اس آیت کی تصدیق از انجیل	۲۴۵
دلیل نمبر:۶......واذ کففت بنی اسرائیل عنك	۲۴۶
تفسیری شواہد	۲۴۸
قادیانی اعتراض نمبر:۱	۲۵۱
قادیانی اعتراض نمبر:۲	۲۵۳
دلیل نمبر:۷......وجیها فی الدنیا والآخرة	۲۵۵
قرآنی تفسیر	۲۵۶
تفسیری شواہد	۲۵۷
قادیانی نظریہ کی حقیقت	۲۵۹
دلیل نمبر:۸...... اذ علمتك الکتاب والحکمة	۲۶۱
تفسیری شواہد	۲۶۱
دلیل نمبر:۹...... یکلم الناس فی المهد وکهلا	۲۶۲
تفسیری شواہد	۲۶۳
دلیل نمبر:۱۰...... لیظهره علی الدین کله	۲۶۵
تفسیر نبوی ﷺ	۲۶۵
تفسیری شواہد	۲۶۶
دلیل نمبر:۱۱......ایدناه بروح القدس	۲۶۸
تفسیری شواہد	۲۷۰
دلیل نمبر:۱۲......وجعلنا لهم ازواجًا وذرية	۲۷۱
تفسیر نبوی ﷺ	۲۷۱
باب سوم ...... حیات مسیح علیہ السلام احادیث کی روشنی میں	۲۷۳
حدیث نمبر:۱......الانبیاء اخوة	۲۷۳

حدیث نمبر:۲......ان عیسٰی لم یمت	۲۷۳
حدیث نمبر:۳......اذا نزل ابن مریم فیکم	۲۷۳
حدیث نمبر:۴......ینزل اخی عیسٰی بن مریم من السماء	۲۷۳
حدیث نمبر:۵......فیتزوج ویولد	۲۷۳
حدیث نمبر:۶......یدفن عیسٰی مع رسول اللّٰہ ﷺ	۲۷۳
حدیث نمبر:۷......کیف تھلك امة انافی اولھا	۲۷۳
حدیث نمبر:۸......قصہ ابن صیاد	۲۷۳
حدیث نمبر:۹......حدیث معراج	۲۷۳
حدیث نمبر:۱۰......آنحضرت ﷺ کا انصاری سے مباحثہ	۲۷۳
باب چہارم ...... حیات عیسٰی علیہ السلام اور اجماع امت	۲۹۹
باب پنجم ...... مرزا قادیانی اور عقیدہ حیات عیسٰی علیہ السلام کے تین دور	۳۰۱
تیس قادیانی استدلال کے جوابات	۳۰۱
پہلی آیت:’’انی متوفیك ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۱۰
دوسری آیت:’’بل رفعه اللّٰه ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۱۵
تیسری آیت:’’توفیتنی ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۱۶
چوتھی آیت:’’لیومنن به قبل موته ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۲۲
پانچویں آیت:’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۲۴
چھٹی آیت:’’وما جعلناھم جسد الا یاکلون ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۲۶
ساتویں آیت:’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۲۹
آٹھویں آیت:’’وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۳۱
نویں آیت:’’تلك امة قد خلت ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۳۲
دسویں آیت:’’اوصانی باالصلٰوة والزکٰوة مادمت حیا ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۳۳
گیارھویں آیت:’’یوم ولدت ویوم اموت ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۳۵
بارھویں آیت:’’ومنکم من یرد الٰی ارزل العمر ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۳۷
تیرھویں آیت:’’ولکم فی الارض مستقر ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۳۸
چودھویں آیت:’’ومن نعمره ننکسه فی الخلق ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۴۱
پندرھویں آیت:’’اللّٰه الذی خلقکم من ضعف ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۴۲
سولھویں آیت:’’انما مثل الحیٰوة الدنیا ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۴۳
سترھویں آیت:’’ثم انکم بعد ذالك لمیتون ‘‘میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۴۴

اٹھارھویں آیت:''الم تر ان اللّٰہ انزل من السماء''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۴۴
انیسویں آیت:''لیاکلون الطعام ویمشون''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۴۵
بیسویں آیت:''اموات غیر احیاء''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۴۶
اکیسویں آیت:''ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۴۸
بائیسویں آیت:''فاسئلوا اهل الذکر''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۵۱
تیئیسویں آیت:''فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۵۶
چوبیسویں آیت:''ثم یمیتکم ثم یحییکم''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۵۷
پچیسویں آیت:''کل من علیها فان''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۵۸
چھبیسویں آیت:''ان المتقین فی جنّٰت ونهر''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۵۹
ستائیسویں آیت:''ما اشتهت انفسهم وهم فیها خٰلدون''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۶۰
اٹھائیسویں آیت:''اینما تکونوا یدرکم الموت''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۶۱
انتیسویں آیت:''ما آتاکم الرسول فخذوه''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۶۲
تیسویں آیت:''اوترقٰی فی السماء''میں قادیانی تحریف کا جواب	۳۶۴
باب ششم ...... حیات مسیح اور بزرگان امت	۳۶۶
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	۳۶۶
حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۷
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۹
حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	۳۶۹
حضرت علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۰
حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۱
حضرت امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۱
حافظ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۲
ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۳
ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۳
علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (الیواقیت والجواہر)	۳۷۴
حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۵
حضرت امام جبائی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۷
حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۸
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۸
حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۹

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ	۳۷۹
باب ہفتم ...... متفرق قادیانی شبہات کے جوابات	۳۸۳
قادیانی سوال نمبر:۱......نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں گے یا نہ؟	۳۸۳
قادیانی سوال نمبر:۲......نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کس شریعت پر عمل کریں گے؟	۳۸۳
قادیانی سوال نمبر:۳......نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوا تو باب نبوت بند نہ ہوا؟	۳۸۴
قادیانی سوال نمبر:۴......نزول عیسیٰ کے وقت سیڑھی کیوں؟	۳۸۵
قادیانی سوال نمبر:۵......نزول عیسیٰ علیہ السلام کی شہریت کس ملک کی ہوگی؟	۳۸۶
قادیانی سوال نمبر:۶......کیا عیسیٰ علیہ السلام خنزیروں کو قتل کریں گے؟	۳۸۶
قادیانی سوال نمبر:۷......غیر معقول بات؟	۳۸۸
قادیانی سوال نمبر:۸......نزول عیسیٰ کے بعد رفع کی آیات کا کیا بنے گا؟	۳۸۸
قادیانی سوال نمبر:۹......قتل دجال تلوار سے یا قلم سے؟	۳۸۹
قادیانی سوال نمبر:۱۰......دجال کہاں قتل ہوگا؟	۳۸۹
قادیانی سوال نمبر:۱۱......انزلنا الحدید میں نزول سے پیدائش مراد؟	۳۹۰
قادیانی سوال نمبر:۱۲......علامات مسیح اور مرزا قادیانی	۴۰۰
قادیانیوں سے دس سوال	۴۰۱
قادیانی سوال نمبر:۱۳......نزول کے وقت کیفیت کیا ہوگی؟	۴۰۲
قادیانی سوال نمبر:۱۴......دو فرشتوں سے مراد؟	۴۰۲
قادیانی سوال نمبر:۱۵......عیسیٰ علیہ السلام کے دم سے کافر مریں گے؟	۴۰۳
قادیانی سوال نمبر:۱۶......سر سے پانی ٹپکے گا؟	۴۰۳
قادیانی سوال نمبر:۱۷...... بیت اللہ کا طواف؟	۴۰۴
قادیانی سوال نمبر:۱۸......کسر صلیب؟	۴۰۴
قادیانی سوال نمبر:۱۹......شادی کریں گے؟	۴۰۵
قادیانی سوال نمبر:۲۰......قتل دجال سے مراد دجالی فتنہ رو بزوال؟	۴۰۵
قادیانی سوال نمبر:۲۱......عیسیٰ علیہ السلام کی جائے تدفین اور مرزا قادیانی؟	۴۰۶
قادیانی سوال نمبر:۲۲......روضہ طیبہ کھولا جائے گا؟	۴۰۷
قادیانی سوال نمبر:۲۳......عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تصریحات؟	۴۰۸
قادیانی سوال نمبر:۲۴......مومن کی قبر فراخ کا جواب؟	۴۱۰
قادیانی سوال نمبر:۲۵......آنحضرت ﷺ زمین پر عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر؟	۴۱۱
قادیانی سوال نمبر:۲۶......آنحضرت ﷺ کی حفاظت زمین اور مسیح کی آسمانوں پر؟	۴۱۳
قادیانی سوال نمبر:۲۷......یاجوج ماجوج؟	۴۱۳

قادیانی سوال نمبر:۲۸......اہل دجال کا گدھا؟	۴۱۴
قادیانی سوال نمبر:۲۹......آسمانوں پر عیسیٰ علیہ السلام کیا کھاتے ہوں گے؟	۴۱۴
قادیانی سوال نمبر:۳۰......حیات مسیح پر بحث کے لئے اصرار کا جواب؟	۴۱۷
قادیانی سوال نمبر:۳۱......عیسیٰ علیہ السلام میدان حشر میں؟	۴۱۷
قادیانی سوال نمبر:۳۲......لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین؟	۴۱۸
قادیانی سوال نمبر:۳۳......لا مهدی الا عیسیٰ؟	۴۲۰
قادیانی سوال نمبر:۳۴......علامات قیامت موجود تو مہدی کون؟	۴۲۳
قادیانی سوال نمبر:۳۵......دمدار ستارہ؟	۴۲۶
قادیانی سوال نمبر:۳۶......رفع کا حقیقی معنی؟	۴۲۶
قادیانی سوال نمبر:۳۷......اللہ فاعل ذی روح مفعول باب توفی؟	۴۲۸
قادیانی سوال نمبر:۳۸......آپ ﷺ کا رفع مسیح علیہ السلام جیسا؟	۴۳۰
قادیانی سوال نمبر:۳۹......حدیث اقول کما قال العبد الصالح؟	۴۳۱
قادیانی سوال نمبر:۴۰......علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل کا تقاضہ ہے کہ مسیح نہ آئیں؟	۴۳۳
قادیانی سوال نمبر:۴۱......تمام روئے زمین کے لوگ سو سال میں مرجائیں گے؟	۴۳۴
قادیانی سوال نمبر:۴۲......ینزل فیکم سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم؟	۴۳۴
قادیانی سوال نمبر:۴۳......مبشراً برسول یاتی من بعدی سے مراد وفات؟	۴۳۵
قادیانی سوال نمبر:۴۴......معراج کی رات؟	۴۳۵
قادیانی سوال نمبر:۴۵......زمین وآسمان کی طویل مسافت؟	۴۳۶
قادیانی سوال نمبر:۴۶......عقل میں نہیں آتا؟	۴۳۷
قادیانی سوال نمبر:۴۷......ایلیاء کی پیش گوئی یحییٰ سے پوری ہوئی؟	۴۳۷
قادیانی سوال نمبر:۴۸......طبری میں کتبہ قبر مسیح کا ذکر ہے؟	۴۳۹
قادیانی سوال نمبر:۴۹......عمر مسیح علیہ السلام پر اختلاف؟	۴۴۰
قادیانی سوال نمبر:۵۰......کرہ ناریہ سے گزر کیسے؟	۴۴۲
قادیانی سوال نمبر:۵۱......بعض اکابر کی عبارات؟	۴۴۳
قادیانی سوال نمبر:۵۲......حلیے دو؟	۴۴۳
قادیانی سوال نمبر:۵۳......عیسیٰ علیہ السلام مخصوص کیوں؟	۴۴۴
قادیانی سوال نمبر:۵۴......قبور انبیاء سجدہ گاہ؟	۴۴۵
قادیانی سوال نمبر:۵۵......مسلمانو! عیسیٰ علیہ السلام کو اتار لاؤ؟	۴۴۶
قادیانی سوال نمبر:۵۶......حضرت عیسیٰ حضرت مہدی کس فرقہ سے ہوں گے؟	۴۴۷
قادیانی سوال نمبر:۵۷......تقدیم وتاخیر	۴۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتراف قصور وطلب معافی

محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم واحسان وتوفیق، عنایت ومہربانی سے ’’قادیانی شبہات کے جوابات‘‘ کی دوسری جلد پیش خدمت ہے۔ یہ جلد حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر مشتمل ہے۔ قادیانی شبہات کے جوابات کی جلد اوّل رجب ۱۴۲۰ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اب جمادی الاوّل ۱۴۲۵ھ میں دوسری جلد شائع ہورہی ہے۔ چار سال دس ماہ کی طویل مدت تک رفقاء کو انتظار کرنا پڑا۔ پہلی جلد کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے پاکستان میں اس وقت تک متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ مخدوم محترم حضرت مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند نے اس پر نظر ثانی فرماکر اسے ہندوستان سے بھی شائع کیا۔ دارالعلوم دیوبند کے ’’درجہ تخصص فی ختم النبوۃ‘‘ میں اسے شامل کورس کیا گیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام شعبان میں منعقدہ ’’سالانہ ردقادیانیت وعیسائیت کورس‘‘ چناب نگر میں اسے پڑھایا جاتا ہے۔ رفقاء نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کی قدردانی اور فقیر کی حوصلہ افزائی کی۔ متعدد حضرات نے حیات مسیح علیہ السلام پر دوسری جلد کی اشاعت کا تقاضہ کیا۔ لیکن فقیر راقم احتساب قادیانیت شائع کرنے کے کام میں ایسا مستغرق ہوا کہ اس کی تو ۱۳ جلدیں شائع ہوگئیں۔ مگر قادیانی شبہات کے جوابات کی جلد ثانی مکمل نہ کرپایا۔ حالانکہ مسودہ تقریباً تیار تھا۔ اب گزشتہ دو ماہ سے تبلیغی اسفار کے باوجود اسے ترجیحاً شائع کرنے کا نظم بنایا۔ مسودہ پر نظر ثانی کی اور عجلت میں کمپوزنگ کے لئے بھجوادیا۔ عجلت اس لئے ہوئی کہ آج سے دس دن بعد سفر برطانیہ درپیش ہے۔ سفر برطانیہ سے واپسی پر چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس وکورس کا کام سرپر سوار ہوگا۔ یہ رہ گئی تو سال بھر اس کی اشاعت مؤخر ہوجائے گی۔ پہلے بھی یہی ہوا اب بھی اسی کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جو کچھ ہوسکا پیش خدمت ہے۔ یہ کام عجلت میں ہوا اور بہت ہی عجلت میں ہوا۔ اس میں بہت ساری خامیاں ہیں۔ مزید محنت درکار تھی جو نہیں ہوسکی۔ اس میں بعض مقامات پر آپ کو تکرار ملے گا۔ بعض جگہ تو اجمال وتفصیل کے باعث تکرار ناگزیر تھا اور بعض مقامات پر عجلت کے باعث تکرار رہ گیا۔ جوکسی

کتاب کے لئے بدنما داغ کی حیثیت رکھتا ہے۔اس پر میں اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہوں۔اللہ رب العزت اوراس کے بندوں سے معافی چاہتا ہوں۔کاش! حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی مدظلہ،حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری،حضرت مولانا محمد عابد مدظلہ،حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،حضرت مولانا محمد ابراہیم واسوی، پروفیسر مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن (ٹنڈوآدم) ایسا کوئی محسن اس پر نظر ثانی سے توجہ فرما کر اس کے جھول دور کر کے تکرارات کو حذف اور مفید اضافے کردے۔''بہتر نقش ثانی از نقش اوّل'' ہوجائے۔ وما ذالك على الله بعزيز!

اس کے سات ابواب ہیں۔حیات مسیح پر قرآنی دلائل میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ کی کتاب ''حیات مسیح'' کو اور آیات قرآنی میں قادیانی تحریفات کے جوابات کے لئے حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصورپوری ؒ کی کتاب ''غایت المرام'' کو بنیاد بنا کر اس پر اضافے کئے ہیں۔ان شاءاللہ العزیز تمام تر کوتاہیوں کے باوصف اس موضوع پر یہ کتاب تمام قدیم ماخذ ومحنت بزرگان کا نچوڑ ثابت ہوگی۔

جوکچھ مواد ہے یہ بزرگوں کی محنت ہے۔فقیر اس کا جامع یا مرتب ہے۔مانگ تانگ سے کشکول گدائی بھر گیا تو صاحب ہم بھی مصنف ہوگئے۔(معاذاللہ) اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔

سراپا تقصیر مجموعہ خطاء،امت محمدیہ کا سیاہ دل وسیاہ رو اس کے علاوہ اور کیا عرض کرسکتا ہے۔اے باری تعالیٰ اپنے عاجز ومسکین گنہگار بندہ کی خطاؤں کو معاف فرما اور قادیانی شبہات کے جوابات کی تیسری جلد ''کذب قادیانی'' بھی مرتب کرنے کی توفیق سے مالا مال فرمائیں۔

آمين. بحرمة النبى الكريم خاتم النّبيين!

فقیر: اللہ وسایا (دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

حضوری باغ روڈ ملتان

۱۱رجمادی الاوّلیٰ ۱۴۲۵ھ، بمطابق یکم رجولائی ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانیوں سے گفتگو کے لئے رہنما اصول

قادیانیوں سے گفتگو کرنی ہو تو ہماری پہلی ترجیح یہ ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی کے کذب پر گفتگو ہو۔ اس موضوع سے قادیانی اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح شکار تیر سے۔ اس لئے کہ قادیانی کتب سے مرزا قادیانی کی جو بھیانک صورت اجاگر ہوتی ہے اس سے قادیانیوں کو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ بدیں وجہ قادیانیوں کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ کو آڑ بنا کر، تحریف کے نشتر چلا کر، استعارہ کی اوٹ لے کر اور بات کا بتنگڑ بنا کر مرزا قادیانی کی حقیقت پر پردہ پوشی کریں۔ لہٰذا حیات مسیح علیہ السلام پر جب گفتگو کرنی پڑے تو اس کتاب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز یہ مفید اور کارگر ہتھیار ثابت ہوگی۔ قادیانی تمام شبہات کا اس میں جواب موجود ہے۔ لیکن جب آپ گفتگو کریں تو قادیانیوں اور سامعین پر واضح کریں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اسے نازل ہوئے چودہ صدیاں بیت گئیں۔ آیا اسے آج تک کسی نے سمجھا بھی ہے یا نہیں؟ یقیناً اس کا وہ جواب ہاں میں دیں گے، تو پھر آپ مؤقف اختیار کریں کہ قرآن مجید کی جس آیت کا ترجمہ و مفہوم سمجھنا ہو امت کے قدیم مفسرین، مجددین و محدثین کی تفہیم کی روشنی میں ہم اسے سمجھیں گے۔ یعنی جو آیت زیر بحث ہو اس کا ہم یا قادیانی جو ترجمہ و مفہوم بیان کریں وہ چودہ سو سالہ امت کی رائے کے خلاف نہ ہو۔ اگر ہم نیا ترجمہ کرتے ہیں تو لازم آئے گا کہ چودہ سو سال میں امت میں سے قرآن مجید کو کسی نے نہیں سمجھا اور یہ محال ہے۔ مرزا قادیانی کے فتنہ کو سو سال ہوگئے۔ اس سے اختلاف ہوا۔ اس سے قبل جو امت کے مفسرین، مجددین یا محدثین ہیں وہ تو متفقہ ہیں۔ اس لئے فریقین جو آیت پیش کریں اس کا ترجمہ و مفہوم امت کی سابقہ تفسیروں سے دکھائیں۔ جو تفسیر فریقین کے نزدیک مسلم ہو اس کو مدار بنائیں۔ ایک نہیں دس سابقہ قدیم تفاسیر کو مدار بنا کر گفتگو کریں جو ترجمہ و مفہوم ہو ہم ان تفاسیر میں دکھانے کے پابند ہوں اور قادیانی بھی ''جی بسم اللہ'' قادیانی کسی ایک قدیم تفسیر یا تفاسیر جتنی چاہیں ان کے نام بتائیں۔ جس آیت کا ترجمہ و مفہوم پوچھنا ہو ان سے پوچھیں گے۔ اس نکتہ پر قادیانی کبھی نہ آئیں گے تو ان کا بار بار کہنا کہ قرآن سے، قرآن سے، قرآن سے، بحث کریں۔ وہ سامعین پر واضح ہو جائے گا کہ یہ جو قرآن کا نام لے کر قرآن مجید پر الحاد کا کلہاڑا چلانا چاہتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ لغت سے ترجمہ نہ ہو۔ لیکن لغت میں ایک لفظ کے کئی معنی ہیں، یہاں کون سا معنی مراد ہے۔ اس کے لئے قدیم مفسرین پر فیصلہ کی فریقین پابندی کریں۔ آخر قدیم مفسرین بھی تو لغت جانتے تھے۔ آج کے دور میں فہم قرآن پر ہم پابندی نہیں لگا رہے۔ بلکہ اپنے فہم کو امت مسلمہ کے چودہ سو سالہ سلسلۃ الذہب سے منسلک کر رہے ہیں تاکہ الحاد سے بچ جائیں۔

۲...... ہمارے نزدیک ہر صدی میں مجدد یا مجددین کا ہونا صحیح ہے۔ لیکن وہ کون ہے؟ کوئی بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن قادیانیوں نے از خود مرزا قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد بنانے کے لئے تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست شائع کر دی ہے۔ جو یہ ہے:

''پہلی صدی میں اصحاب ذیل مجدد تسلیم کئے گئے ہیں: (۱) عمر بن عبدالعزیز۔ (۲) سالم۔ (۳) قاسم۔ (۴) مکحول۔ علاوہ ان کے اور بھی اس صدی میں مجدد مانے گئے ہیں۔ چونکہ جو مجدد جامع صفات حسنیٰ ہوتا ہے وہ سب کا

سرداراور فی الحقیقت وہی مجدد فی نفسہ مانا جاتا ہے۔

دوسری صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) امام محمد ادریس ابوعبداللہ شافعی۔ (۲) احمد بن محمد بن حنبل شیبانی۔ (۳) یحییٰ بن معین بن عون عطفانی۔ (۴) اشہب بن عبدالعزیز بن داؤد قیس۔ (۵) ابوعمر مالکی مصری۔ (۶) خلیفہ مامون رشید بن ہارون۔ (۷) قاضی حسن بن زیاد حنفی۔ (۸) جنید بن محمد بغدادی صوفی۔ (۹) سہل بن ابی سہل بن رنحلہ شافعی۔ (۱۰) بقول امام شعرانی حارث بن اسعد محاسبی ابوعبداللہ صوفی بغدادی۔ (۱۱) اور بقول قاضی القضات علامہ عینی۔ احمد بن خالد الخلال، ابوجعفر حنبلی بغدادی۔ (نجم الثاقب ج۲ ص۱۴، قرۃ العیون ومجالس الابرار)

تیسری صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) قاضی احمد بن شریح بغدادی شافعی۔ (۲) ابوالحسن اشعری متکلم شافعی۔ (۳) ابوجعفر طحاوی ازدی حنفی۔ (۴) احمد بن شعیب۔ (۵) ابوعبدالرحمٰن نسائی۔ (۶) خلیفہ مقتدر باللہ عباسی۔ (۷) حضرت شبلی صوفی۔ (۸) عبیداللہ بن حسین۔ (۹) ابوالحسن کرخی صوفی حنفی۔ (۱۰) امام بقی بن مخلد قرطبی مجدد اندلس اہل حدیث۔

چوتھی صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) امام ابوبکر باقلانی۔ (۲) خلیفہ قادر باللہ عباسی۔ (۳) ابوحامد اسفرانی۔ (۴) حافظ ابونعیم۔ (۵) ابوبکر خوارزمی حنفی۔ (۶) بقول شاہ ولی اللہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم نیشاپوری۔ (۷) امام بیہقی۔ (۸) حضرت ابوطالب ولی اللہ صاحب قوت القلوب جو طبقہ صوفیا سے ہیں۔ (۹) حافظ احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی۔ (۱۰) ابواسحٰق شیرازی۔ (۱۱) ابراہیم بن علی بن یوسف فقیہ ومحدث۔

پانچویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) محمد بن ابوحامد امام غزالی۔ (۲) بقول عینی وکرمانی حضرت راعونی حنفی۔ (۳) خلیفہ مستنظہر بالدین مقتدی باللہ عباسی۔ (۴) عبداللہ بن محمد انصاری ابواسماعیل ہروی۔ (۵) ابوطاہر سلفی۔ (۶) محمد بن احمد ابوبکر شمس الدین سرخسی فقیہ حنفی۔

چھٹی صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) محمد بن عمر ابوعبداللہ فخرالدین رازی۔ (۲) علی بن محمد۔ (۳) عزالدین ابن کثیر۔ (۴) امام رافعی شافعی صاحب زبدہ شرح شفا۔ (۵) یحییٰ بن جبش بن میرک حضرت شہاب الدین سہروردی شہید امام طریقت۔ (۶) یحییٰ بن اشرف بن حسن محی الدین لوذی۔ (۷) حافظ عبدالرحمٰن ابن جوزی۔ (۸) حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سرتاج طریقہ قادری۔

ساتویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) احمد بن عبدالحلیم تقی الدین ابن تیمیہ حنبلی۔ (۲) تقی الدین ابن دقیق السعید۔ (۳) شاہ شرف الدین مخدوم بھائی سندی۔ (۴) حضرت معین الدین چشتی۔ (۵) حافظ ابن القیم جوزی شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن القیم الجوزی درعی دمشقی حنبلی۔ (۶) عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان بن خلاج ابومحمد عفیف الدین یافعی شافعی۔ (۷) قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی حنفی دمشقی۔

آٹھویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) حافظ علی بن حجر عسقلانی شافعی۔ (۲) حافظ زین الدین عراقی شافعی۔ (۳) صالح بن عمر بن ارسلان قاضی بلقینی۔ (۴) علامہ ناصرالدین شاذلی ابن سنت میلی۔

نویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) عبدالرحمٰن بن کمال الدین شافعی معروف بامام جلال الدین سیوطی۔ (۲) محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی۔ (۳) سید محمد جون پوری مہدی۔

اور بقول بعض دسویں صدی کے مجدد ہیں۔

دسویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) ملاعلی قاری۔ (۲) محمد طاہر فتنی گجراتی محی الدین محی السنۃ۔

(۳) حضرت علی بن حسام الدین معروف بعلی متقی ہندی مکی۔

گیارھویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) عالمگیر بادشاہ غازی اورنگ زیب۔ (۲) حضرت آدم بنوری صوفی۔ (۳) شیخ احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین فاروقی سرہندی۔ معروف بامام ربانی مجدد الف ثانی۔

بارھویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان نجدی۔ (۲) مرزا مظہر جانِ جاناں دہلوی۔ (۳) سید عبدالقادر بن احمد بن عبدالقادر حسنی کوکیانی۔ (۴) حضرت احمد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔ (۵) امام شوکانی۔ (۶) علامہ سید محمد بن اسماعیل امیر یمن۔ (۷) محمد حیات بن ملا ملا زیہ سندھی مدنی۔

تیرھویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں: (۱) سید احمد بریلوی۔ (۲) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ (۳) مولوی محمد اسماعیل شہید دہلوی۔ (۴) بعض کے نزدیک شاہ رفیع الدین صاحب بھی مجدد ہیں۔ (۵) بعض نے شاہ عبدالقادر کو مجدد تسلیم کیا ہے۔ ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ بعض ممالک میں بعض بزرگ ایسے بھی ہوں گے جن کو مجدد مانا گیا ہو اور ہمیں ان کی اطلاع نہ ملی ہو۔" (عسل مصفّٰی ص۱۶۲ تا ۱۶۵، خدا بخش مرزائی تصدیق شدہ از مرزا غلام احمد قادیانی)

لیجئے! اس فہرست میں جو حضرات فریقین کے ہاں مسلم ہوں ان پر اتفاق کر لیا جائے۔

(الف)...... جس آیت کا وہ جو ترجمہ کریں دونوں فریق قبول کریں۔

(ب)...... وہ فرما دیں کہ مسیح علیہ السلام زندہ تو ہم دونوں فریق قبول کریں۔ وہ کہہ دیں فوت ہو گئے تو بھی فریقین قبول کریں۔

(ج)...... وہ ختم نبوت کے مسئلہ پر جو موقف رکھتے ہوں فریقین مان لیں۔ قادیانیوں کو اس کا پابند کریں۔ فیصلہ آسان ہوگا۔ قارئین یقین فرمایئے تیرہ صدیوں کا ایک بھی مسلمہ مفسر و مجدد ایسا نہیں جو حیات مسیح کا منکر یا اجرائے نبوت کا قائل ہو۔ قادیانی اس پر آجائیں۔ لیکن قادیانی اس سے بھاگیں گے۔ اس پر نہیں آئیں گے۔ حیات مسیح، ختم نبوت پر ان بزرگوں کے جو وہ حوالہ جات دیتے ہیں سب میں تحریف کرتے ہیں۔ کانٹ چھانٹ اور ہیر پھیر سے کام لیتے ہیں۔ دجل کرتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں ایک بھی مسلمہ بزرگ ان مسائل میں امت کے خلاف مؤقف نہیں رکھتا۔ جیسا کہ آپ اس کتاب میں ملاحظہ کریں گے۔

۳...... قادیانی اس پر کبھی نہ آئیں گے۔ تو پھر آپ ان سے سوال کریں کہ تیرہ صدیوں کے مسلمہ مجدد حیات مسیح اور ختم نبوت کے قائل۔ چودھویں صدی کا ایک آپ کا نام نہاد مجدد مرزا قادیانی ان کا منکر۔ آیا تیرہ صدیوں کے مجدد صحیح ہیں یا یہ ایک؟ اس لئے کہ ایک مسئلہ پر تیرہ صدیوں کے مسلمہ بزرگوں کی رائے ایک ہے۔ اکیلے مرزا قادیانی کی ایک طرف۔ اگر تیرہ صدیوں کے حضرات حق پر ہیں تو مرزا قادیانی حق پر نہ ہوا۔ اگر مرزا قادیانی حق پر ہے تو تیرہ صدیوں کے حضرات حق پر نہ ہوئے۔ اب مرزائی تیرہ صدیوں کے مسلمہ مجددین کا انکار کریں یا ایک کا؟ اس سے بھی سامعین اور انصاف پسند قادیانی سمجھ جائیں گے کہ حق کس طرف ہے۔

۴...... ذیل میں چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ ان پر گفتگو کے وقت نظر رہے۔ نیز سابقہ نکات کی تائید کے لئے بھی یہ کارآمد ہیں۔

<u>حوالہ نمبر۱:</u> "مومنوں کو قرآن کریم کا علم اور نیز اس پر عمل عطا کیا گیا ہے۔" (شہادۃ القرآن ص۵۵، خزائن ج۶ ص۳۵۱)

<u>حوالہ نمبر۲:</u> "ایسے ائمہ اور اکابر کے ذریعہ سے جن کو ہر ایک صدی میں فہم قرآن عطا ہوا ہے۔ جنہوں نے قرآن شریف کے اجمالی مقامات کی احادیث نبویہ کی مدد سے تفسیر کر کے خدا کے پاک کلام اور پاک تعلیم کو ہر ایک زمانہ میں

تحریف معنوی سے محفوظ رکھا۔‘‘ (ایام الصلح ص ۵۵، خزائن ج۱۴ ص ۲۸۸)

حوالہ نمبر۳: ’’مگر وہ باتیں جو مدار ایمان ہیں اور جن کے قبول کرنے اور جاننے سے ایک شخص مسلمان کہلا سکتا ہے وہ ہر زمانہ میں برابر طور پر شائع ہوتی رہیں۔‘‘ (کرامات الصادقین ص ۲۰، خزائن ج۷ ص ۶۲)

حوالہ نمبر۴: ’’غرض برخلاف اس متبادر مسلسل معنوں کے جو قرآن شریف میں ...... اول سے آخر تک سمجھے جاتے ہیں۔ ایک نئے معنی اپنی طرف سے گھڑنا یہی تو الحاد اور تحریف ہے۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچاوے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۷۴۵، خزائن ج۳ ص ۵۰۱)

حوالہ نمبر۵: ’’کسی اجماعی عقیدہ سے انکار و انحراف موجب لعنت کلی ہے۔‘‘ (انجام آتھم ص ۱۴۴، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

ان حوالہ جات سے جو نتائج برآمد ہوئے وہ یہ ہیں:

(الف) مومنوں کو قرآن کا علم وعمل عطا کیا گیا۔

(ب) ہر صدی میں ائمہ واکابر قرآن مجید کے فہم کو جاننے والے موجود رہے۔

(ج) مدار ایمان چیزیں ہر زمانہ میں شائع (مشہور عام) رہیں۔

(د) متبادر مسلسل معنوں کے خلاف قرآن میں معنی گھڑنا الحاد و تحریف ہے۔

مرزا قادیانی کے ان حوالوں کی روشنی میں قادیانی گزشتہ صدیوں کے ائمہ واکابر کے فہم کے قرآن کے خلاف نئے معنی گھڑ کر الحاد و تحریف اختیار کرنے کی بجائے ہمارے ساتھ تمام مختلف فیہ مسائل میں تمام قرآنی آیات جو پیش ہوں وہ ترجمہ کریں۔ اس فہم کو پیش کریں جو مرزا قادیانی سے پہلے ہے گزشتہ صدیوں کے ائمہ واکابر کی تفاسیر سے معلوم ومتعین ہیں۔ تاکہ بات کسی نتیجہ پر پہنچ سکے۔

اختلاف تفاسیر: قادیانی تفاسیر کی آراء کے اختلاف کی بابت سوال کریں تو ان سے کہا جائے کہ امت کے اکابر نے دیانت داری سے جتنے اقوال وتشریحات ہوسکتی ہیں سب کو بیان کردیا۔ ان آراء کے باوجود جو مختار، راجح بلکہ ارجح معنی ومفہوم تھا۔ اسے بھی بیان کیا۔ اس کے مطابق جو عقیدہ اختیار کیا اس کو ماننا چاہئے۔ اب حیات مسیح، ختم نبوت پر جوامت کے اکابر وائمہ کا عقیدہ ہے اسے مانیں۔ وہ سب حیات مسیح اور ختم نبوت کے قائل تھے۔ ہاں اگر اختلاف اقوال کو دیکھا جاسکتا ہے تو وہ مختلف حضرات کے مختلف اقوال تھے۔ مختلف آیات کی ہر ایک نے ترجمہ وتفسیر کی۔ جس آیت کی جتنی تشریح یا جو جو آیت کا مفہوم ہوسکتا تھا بیان کیا۔ لیکن کسی نے ایک ہی مسئلہ پر کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ نہیں فوت ہوگئے۔ ختم نبوت نہیں اجرائے نبوت ہے۔ یہ نہیں کہا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا ان امور پر کیا کردار تھا۔ دور نہ جائیں قادیانیوں کے گھر کی شہادت پیش خدمت ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا سالا مرزا محمود کا ماموں میر اسماعیل قادیانی نے لاہوری قادیانی اختلاف کے سلسلہ میں ’’نبوت حضرت مسیح موعود پر ایک شہادت‘‘ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جو ’’فرقان قادیان جولائی ۱۹۴۳ء‘‘ میں شائع ہوا۔ اسی مضمون کو دوبارہ الفرقان ربوہ مئی، جون ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں شائع کیا گیا۔ جس میں وہ لاہوریوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

’’اس مسئلہ کے حل کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا) ہر دو فریق کے مقتداء ہیں۔ نیز ہمارے اور آپ کے نزدیک وہ صادق اور راست باز ہیں۔ ان باتوں کے باوجود: (۱) حضور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ مسیح ناصری زندہ ہیں۔ پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ مسیح ناصری فوت ہوچکے ہیں۔ (۲) اور یہ کہتے ہیں کہ مسیح ناصری آخری زمانہ

میں آسمان سے نازل ہوں گے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ ہرگز آسمان سے نازل نہیں ہوں گے۔(۳) پھر کہتے ہیں مسیح اور مہدی دو شخص ہوں گے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہرگز نہیں مسیح اور مہدی ایک ہی شخص ہے۔(۴) کبھی فرماتے ہیں کہ مہدی تو بنی فاطمہ سے ہوگا۔ پھر کہتے ہیں کہ میں مہدی ہوں۔(۵) کہیں فرماتے ہیں کہ مجھے عیسیٰ سے کیا نسبت وہ عظیم الشان نبی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں مسیح ناصری سے افضل اور ہر شان میں بڑھ کر ہوں۔(۶) کہیں فرماتے ہیں کہ میں نبی نہیں ہوں صرف مجدد اور محدث ہوں۔ ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔(۷) اسی طرح فرماتے ہیں کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ میرا منکر کافر ہے۔(۸) غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے بھی رہے پھر حرام بھی فرمادیں۔(۹) ان سے رشتے ناطے بھی کرتے تھے۔ پھر منسوخ بھی کر دیئے۔(۱۰) متوفیک کے معنے کئے کہ پوری نعمت دوں گا۔ پھر کہا کہ ہزار روپیہ انعام اگر سوائے موت۔ اس کے کوئی اور معنے ثابت ہوں۔(۱۱) فرماتے تھے کہ ایک نبی دوسرے کا متبع نہیں ہوتا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ کسی نبی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہو۔(۱۲) ایک کتاب میں نبی کی تعریف اور کی ہے۔ دوسری میں اس کے کچھ مخالف کی ہے۔(۱۳) کبھی کہا کہ میں تو مسیح کا صرف مثیل ہو کر آیا ہوں۔ وہ خود بھی آئے گا۔ پھر کہا کہ میں ہی مسیح ہوں اور کوئی نہیں آئے گا۔ غرض حضور کی تصانیف میں دس حوالے اگر آپ ایک طرح کے دکھا سکتے ہیں تو سو ہم دوسری طرح کے۔'' (مسیح موعود نمبر الفرقان ربوہ مئی جون ۱۹۶۵ء ص ۴۴)

قادیانی دوست فرمائیں کہ یہ آپ کے مجدد، مہدی، مسیح، نبی کی یہ شان تھی۔ اعمال میں نہیں۔ عقائد واخبار میں بھی تفاوت اقوال ہے۔ کیا عقائد واخبار میں بھی نسخ ہوتا ہے؟

باب اوّل ...... تمہیدات خمسہ

تمہید اوّل

رفع ونزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اور آنحضرت ﷺ کا فرض منصبی

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد!

حضور سرور کائنات ﷺ کی بعثت کے وقت سرزمین عرب میں تین طبقے خصوصیت سے موجود تھے۔ (۱) مشرکین مکہ۔(۲) نصاریٰ نجران۔(۳) یہود۔(خیبر میں)

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے آنحضرت ﷺ کی رسالت کے کیا فرائض تھے؟

(الف)...... چنانچہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل کے جو طریق منہاج ابراہیمی کے موافق تھے ان میں تغیر وتبدل نہ ہوا تھا ان کو آپ ﷺ نے اور زیادہ استحکام کے ساتھ قائم فرمایا اور جن امور میں تحریف، فساد یا شعائر شرک وکفر مل گئے تھے۔ ان کا آپ ﷺ نے بڑی شدت سے علی الاعلان رد فرمایا۔ جن امور کا تعلق عبادات واعمال سے تھا ان کے آداب ورسومات اور مکروہات کو واضح کیا۔ رسومات فاسدہ کی بیخ کنی فرمائی اور طریق ہائے صالحہ کا عمل فرمایا اور جس مسئلۂ شریعت کو پہلی امتوں نے چھوڑ رکھا تھا یا انبیاء سابقہ نے اسے مکمل نہ کیا تھا۔ ان کو آپ ﷺ نے تروتازگی دے کر رائج فرمایا اور کامل ومکمل کر دیا۔

(ب)...... اسی طرح آپ ﷺ سے قبل مختلف مذاہب کے پیروکاروں میں جن امور پر اختلاف تھا آپ ﷺ ان کے لئے فیصل (فیصلہ کرنے والے) اور حکم بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید اور اس کی تفسیر (حدیث) کے ذریعے مختلف فیہ امور میں جو فیصلہ صادر ہو جائے وہ حتمی اور اٹل ہے۔ (اس سے روگردانی وانحراف موجب ہلاکت وخسران اور اسے دل سے تسلیم کرنا سعادت مندی اور اقبال بختی کی دلیل ہے) چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (النحل:٦٤)'' ﴿اور ہم نے اتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول کر سنادے تو ان کو وہ چیز جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں اور سیدھی راہ سمجھانے کو اور بخشش واسطے ایمان لانے والوں کے۔﴾

اب ہم دیکھتے ہیں کہ تینوں طبقات کے کون کون سے عقائد واعمال صحیح یا غلط تھے اور ان کا آپ ﷺ نے کیا فیصلہ فرمایا؟

مشرکین مکہ

۱...... شرک میں مبتلا تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید نے تردید شرک اور اثبات توحید باری تعالیٰ پر جتنا زور دیا ہے اور جس طرح شرک کو بیخ وبن سے اکھاڑا ہے بتوں کی عبادت کی تردید اور ابطال کا قرآن مجید نے جو انداز اختیار کیا ہے کیا کسی آسمانی مذہب یا آسمانی کتاب میں اس کی نظیر پیش کی جاسکتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے جس طرح معبودان باطلہ کو للکارا وہ صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کا حصہ تھا۔

۲...... مشرکین مکہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ یہ عمل ان کا صحیح تھا۔ اسلام نے اس کو نہ صرف قائم رکھا۔ بلکہ زمانۂ نبوت سے تا آبدالآباد اس کو اسلامی عبادت کا بہترین حصہ قرار دیا۔ ''وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (الحج:۲۹)'' ﴿اور طواف کریں پس قدیم گھر کا۔﴾ طواف امر الٰہی اور حکم ربی ہے۔ ہاں! مشرکین نے طواف میں جو غلط رسوم شامل کر لی تھیں۔ مثلاً وہ ننگے طواف کرتے تھے۔ یہ بیہودہ امر تھا اس کو محو کر دیا۔

۳...... مشرکین مکہ حجاج کو ستو پلایا کرتے تھے۔ حجاج کی عزت وتکریم کرتے تھے۔ حجاج کو، بیت اللہ کے زائرین کو ضیوف اللہ سمجھتے تھے۔ یہ امر صحیح تھا۔ اس لئے اس کی توثیق فرمائی۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''سِقَايَةَ الْحَاجِّ (توبہ:۱۹)'' ﴿حاجیوں کو پانی پلانا۔﴾ اس سے قبل بیت اللہ الحرام کی تعمیر اور اس میں حاجیوں کو پانی پلانا ذکر فرما کر ان امور خیر کی توثیق فرمائی۔

۴...... مشرکین عرب اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ ان کا یہ فعل قبیح اور حرام تھا۔ اس سے پیغمبر اسلام نے نہ صرف روکا بلکہ بچیوں کی تربیت کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری سے نوازا۔ بچیوں کے قتل پر قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (تکویر:۸،۹)'' ﴿اور جب بیٹی زندہ گاڑ دی گئی تو پوچھیں کہ کس گناہ پر وہ ماری گئی۔﴾

غرض قرآن مجید نے مشرکین کے غلط عقائد ورسوم کو مٹایا اور صحیح کاموں کی توثیق کی اور ان کو اور زیادہ منقح اور مستحکم کیا۔

یہود کے عقائد

۱...... یہود بے بہود حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیتے تھے۔ ”وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ (توبه:۳۰)“ ﴿اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔﴾

قرآن مجید نے اس کی تردید کی۔ ”تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا. اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا. وَمَا يَنْبَغِىْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (مريم:۹۰تا۹۲)“ ﴿ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر اس پر کہ پکارتے ہیں رحمان کے نام پر اولاد اور نہیں پھبتا رحمان کو کہ رکھے اولاد۔﴾

۲...... یہود حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے قتل کا اعتقاد رکھتے اور ”اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ (النساء:۱۵۷)“ ﴿ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ، مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا۔﴾ جتنی پختگی سے وہ دعویٰ کرتے تھے اس سے زیادہ زوردار بیان سے قرآن مجید نے ”وَمَا قَتَلُوْهُ“ ﴿اور انہوں نے نہ اس کو مارا۔﴾ کہہ کر قتل مسیح کی مطلق نفی کر کے اس غلط دعویٰ کی تردید فرمائی۔

۳...... اور وہ حضرت مریم عذراء علیہا السلام کی پاک دامنی کے خلاف تھے۔ قرآن مجید نے ”وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:۴۲)“ ﴿اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں پر۔﴾ ”وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ (مائده:۷۵)“ ﴿اور اس کی ماں ولیہ ہے۔﴾ کہہ کر یہود کے عقیدۂ بد کی تردید فرمائی۔

خود مرزا قادیانی کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ اس نے لکھا کہ: ”یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ قتل بھی کئے گئے اور صلیب بھی دیئے گئے۔ بعض یہود کہتے ہیں پہلے قتل کر کے پھر صلیب پر لٹکائے گئے اور بعض کہتے ہیں پہلے صلیب دے کر پھر ان کو قتل کیا گیا۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۷۶، خزائن ج۲۱ص۳۴۵)

غرض یہود کے ان غلط دعوؤں کو ”وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا“ کے زوردار الفاظ سے ڈنکے کی چوٹ پر قرآن مجید نے نہ صرف رد کیا بلکہ قتل مطلق اور صلب مطلق کی نفی کی تلوار سے ان دعوؤں کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیا۔ ”وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا“ تو ایسا قرآنی بم ہے جس نے یہود کے دعویٰ کو ملیا میٹ اور زمین بوس کر دیا۔

نصاریٰ کے عقائد

۱...... نصاریٰ تثلیث کے قائل تھے۔ ان کا یہ عقیدہ بداہۃً باطل تھا۔ قرآن مجید نے اس کا رد فرمایا۔ ”لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (مائده:۷۳)“ ﴿بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک۔﴾ نیز فرمایا: ”وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (مائده:۷۳)“ ﴿حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک معبود کے۔﴾

۲...... نصاریٰ الوہیت مسیح کے قائل تھے۔ ان کا یہ عقیدہ بھی بداہۃً باطل تھا۔ چنانچہ صراحۃً قرآن مجید نے اس کی تردید فرمائی۔ ”لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (مائده:۷۲)“ ﴿بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا۔﴾ نیز فرمایا: ”مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ (مائده:۷۵)“ ﴿نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا مگر رسول۔﴾

۳...... نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کو ابن اللہ قرار دیتے تھے۔ ’’وَقَالَتِ النَّصَارَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ (توبہ:۳۰)‘‘ ﴿اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔﴾

ان کا یہ عقیدہ بھی بداہۃً باطل تھا۔ قرآن مجید نے صراحتاً اس کی بھی تردید فرمائی۔ ’’قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ O اللّٰہُ الصَّمَدُ O لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ O وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (سورۃ الاخلاص)‘‘ ﴿تو کہہ وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا گیا اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔﴾

نیز سورۃ مریم کی آیات ۹۰ تا ۹۲ پہلے گزر چکی ہیں۔ غرض نصاریٰ کے اس (ابنیت مسیح) عقیدہ باطل کی بھی قرآن مجید نے تردید کی۔

۴...... نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ مسیح علیہ السلام پھانسی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوگئے۔ ان کے عقیدۂ کفارہ کی بنیاد مسیح علیہ السلام کا صلیب پر چڑھنا تھا۔ قرآن مجید نے اس کی تردید کی ’’وَمَا صَلَبُوْہُ (النساء:۱۵۷)‘‘ کہ وہ قطعاً پھانسی پر نہیں چڑھائے گئے تو عقیدہ کفارہ کی بنیاد ہی قرآن مجید نے گرادی کہ جب وہ سرے سے صلیب پر نہیں چڑھائے گئے تو تمہارے گناہوں کا کفارہ کا عقیدہ ہی سرے سے بے بنیاد ہوا۔

چونکہ یہ عقیدہ اصولاً غلط تھا۔ چنانچہ قرآن مجید نے صرف نفی صلیب پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ واقعاتی تردید کے ساتھ ساتھ اصولی اور معقولی تردید بھی کی۔ ’’وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (فاطر:۱۸)‘‘ ﴿اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا۔﴾

نیز فرمایا: ’’فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ (زلزال:۷،۸)‘‘ ﴿سو جس نے ذرہ بھر بھلائی کی وہ دیکھ لے گا اسے اور جس نے کی ذرہ برابر برائی وہ دیکھ لے گا اسے۔﴾

مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے کہ نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ: ’’مسیح عیسائیوں کے گناہ کے لئے کفارہ ہوا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۳۷۳، خزائن ج۳ ص۲۹۲)

نصاریٰ کا عقیدہ کفارہ غلط تھا۔ قرآن مجید نے بغیر رعایت کے اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے اس کی تردید کا علم بلند کیا۔

۵...... نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا اور وہ دوبارہ اس دنیا میں واپس تشریف لائیں گے۔ حضرت مسیح کے رفع الی السماء حیات مسیح اور نزول مسیح من السماء کے نصاریٰ قائل تھے اور مرزا غلام احمد قادیانی بھی مانتا ہے کہ: ’’اس خیال پر تمام فرقے نصاریٰ کے متفق ہیں کہ (مسیح علیہ السلام) آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۲۴۸، خزائن ج۳ ص۲۲۵)

مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ’’اِنَّ عَقِیْدَۃَ حَیَاتِہٖ قَدْ جَاءَ تْ فِی الْمُسْلِمِیْنَ مِنَ الْمِلَّۃِ النَّصْرَانِیَۃِ‘‘

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی ص۳۹، خزائن ج۲۲ ص۶۶۰)

(حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ مسلمانوں میں امت نصاریٰ سے آیا ہے)

قادیانیوں سے سوال:۱

مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ نصاریٰ قوم کی طرف سے آیا ہے۔ آیا حیات مسیح کا

عقیدہ صحیح تھا یا غلط؟ اگر غلط تھا تو آنحضرت ﷺ نے ’’وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ اِبْنُ مَرْیَمَ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰)‘‘ ﴿قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تحقیق ضرور بالضرور عیسیٰ بیٹا مریم کا تم میں نازل ہوگا۔﴾ ’’اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاِنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ‘‘

(ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۶، ابن جریر ج ۳ ص ۲۸۹)

تحقیق عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہی تمہاری (امت محمدیہ کی) طرف واپس لوٹیں گے اور قرآن مجید نے ’’بل رفعه اللّٰه اليه‘‘ میں نصاریٰ کے غلط عقیدے کو قبول کر لیا؟ ۱۱۲/احادیث صحیحہ میں آنحضرت ﷺ، عیسائیوں کے غلط عقیدہ کی ترجمانی کرتے رہے؟ اور چودہ سو سال سے امت مسلمہ اس غلط عقیدہ کی ترجمانی کرتی چلی آرہی ہے؟ قرآن مجید غلط عقائد کی ترجمانی کرتا رہا؟ کیا کوئی بڑے سے بڑا دشمن رسول آنحضرت ﷺ پر اتنے بڑے افتراء کی جرأت کر سکتا ہے جو مرزا قادیانی نے کی؟ مرزا قادیانی کے اس الزام کو صحیح مان لیا جائے تو اس حالت میں معاذ اللہ آپ ﷺ عیسائیت کے ترجمان ٹھہریں گے۔ نہ ترجمان حق، خداوند کریم اور آنحضرت ﷺ پر مرزا قادیانی کے اس افتراء کی دنیا کا کوئی قادیانی صفائی دے سکتا ہے؟

اصل صورتحال

اب ہم اصل صورتحال قارئین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ واقعتاً رفع ونزول مسیح کا عقیدہ مسیحی حضرات کا تھا۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے یہ عقیدہ اس قوم میں پایا جاتا تھا۔ مگر چونکہ یہ عقیدہ صحیح تھا۔ عین واقعہ کے مطابق تھا۔ تبھی قرآن مجید کے ذریعہ اللہ رب العزت نے اور آنحضرت ﷺ نے اس عقیدہ کی توثیق فرمائی۔ پھانسی پر چڑھنے، موت کا واقع ہونے اور پھر زندہ ہونے کی باتیں غلط تھیں۔ ان کی ’’وَمَا قَتَلُوْہُ، وَمَا صَلَبُوْہُ، وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا‘‘ میں واشگاف الفاظ سے تردید کر دی۔ ہاں! مسیح علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے اور دوبارہ نازل ہونے کی بات صحیح تھی۔ اس حصہ کی خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے تصدیق وتوثیق فرمائی۔

رفع ونزول مسیح اور انجیل

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہی دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ جیسا کہ خود عیسائی کتب میں ہے۔

۱...... ’’غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔‘‘ (مرقس باب:۱۶، آیت:۱۹)

۲...... ’’ان (حواریوں) سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا۔‘‘ (لوقا باب:۲۴، آیت:۵۲)

ان دونوں حوالہ جات میں سیدنا مسیح علیہ السلام کے آسمانوں پر رفع کا جس صراحت سے ذکر ہے اس کا اندازہ قارئین خود فرما لیں کہ آیا اس سے زیادہ صراحت ہو سکتی ہے؟ یہ دو حوالہ جات آپ نے رفع کے ملاحظہ کئے۔ اب دو حوالہ جات نزول مسیح علیہ السلام کے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۳...... ’’اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم (عیسیٰ علیہ السلام) کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی۔‘‘

(متی باب:۲۴، آیت:۳۰)

۴...... ’’اس وقت لوگ ابن آدم (عیسیٰ علیہ السلام) کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ بادلوں میں آتے دیکھیں گے۔‘‘ (مرقس باب:۱۳، آیت ۲۶)

قارئین! حوالہ نمبر۴ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا وہ جواب نقل کیا ہے جب آپ کے حواریوں نے پوچھا کہ آپ کا آنا کب ہوگا۔ اس کے جواب میں انہوں نے جو فرمایا وہ آپ حضرات نے ملاحظہ کیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مرقس اور متی کے بیان کے تقریباً الفاظ بھی ایک ہیں۔ اب اس سے زیادہ مزے کی بات ملاحظہ ہو۔

۵...... ’’ہم کو بتا یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخیر ہونے کا نشان کیا ہوگا۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار کوئی تم کو گمراہ نہ کردے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے۔ (مرزا قادیانی وبہاء اللہ ایرانی) اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیں گے۔‘‘ (متی باب:۲۴، آیت:۳ تا ۶)

۶...... ’’اور بہت سے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے۔‘‘ (متی باب:۲۴، آیت:۱۱)

۷...... قارئین! اب مرقس کا بیان ملاحظہ ہو: ’’اور اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں (قادیان) یا دیکھو وہاں (ایران) ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور نشان اور عجیب کام دکھائیں گے۔ تاکہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کردیں۔ لیکن تم خبردار رہو۔ دیکھو میں نے تم سے سب کچھ پہلے کہہ دیا ہے۔‘‘

(مرقس باب:۱۳، آیت:۲۲، ۲۳)

غرض مسیح علیہ السلام کے رفع ونزول اور جھوٹے مسیحیت کے دعویداروں کے بیان کے ساتھ ثابت ہوا کہ مسیحی کتب اور خود مرزا قادیانی کے اقرار کے بموجب مسیحی قوم رفع ونزول کے عقیدہ کی قائل تھی۔ اگر رفع مسیح کا عقیدہ، نصاریٰ کے دیگر عقائد کی طرح غلط تھا تو جس طرح قرآن مجید نے مسیحیوں کے دیگر غلط عقائد کی تردید کی۔ قرآن مجید اس غلط عقیدہ کی بھی دوٹوک الفاظ میں تردید کرتا۔ وضاحت سے قرآن مجید اور صاحب قرآن محمد عربی ﷺ ’’ما رفع ولا ینزل‘‘ ارشاد فرماتے۔

قادیانیوں سے سوال:۲

کیا ساری دنیا کے قادیانی مل کر قرآن مجید اور ذخیرہ احادیث سے ’’مَارَفَعَهُ اللّٰهُ وَلَا یَنْزِلُ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ‘‘ دکھا سکتے ہیں؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ رہتی دنیا تک کوئی قادیانی ہمارے اس مطالبہ کو پورا نہیں کرسکتا۔

حقیقت حال

پھر جب یہ تسلیم ہے کہ عیسائیوں کا عقیدہ رفع ونزول کا تھا۔ اگر یہ عقیدہ غلط تھا تو قرآن مجید اس کی تردید کرتا۔ اگر تردید نہ کرتا اور صرف سکوت اختیار کرلیا جاتا تو بھی یہ عقیدہ صحیح تسلیم کرلیا جاتا۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی بات یا کوئی کام ہو تو نبوت کا سکوت بھی تسلیم ورضا کی دلیل اور شریعت کا حکم بن جاتا ہے۔ خود مرزا قادیانی کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ لکھتا ہے: ’’واقعہ صلیب کے متعلق قرآن کیا کہتا ہے۔ اگر یہ خاموش ہے تو پتہ چلا کہ یہود ونصاریٰ اپنے خیالات میں حق پر ہیں۔‘‘ (ریویو آف ریلیجنز، ش۱ ج۹ ص۱۴۹، ۱۵۰)

اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں قرآن حکیم اور رسول کریم ﷺ نے ہمیں کیا تعلیم دی؟ یہ ظاہر ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے کا عقیدہ اسلام کا پیدا کردہ نہیں۔ بلکہ مسیح علیہ السلام کا وہ ارشاد اور پیش گوئی ہے جو آپ نے ظالم

فریسیوں کے پنجہ میں گرفتار ہونے سے چند روز پیشتر باطلاع خداوندی اپنی قوم کو دی تھی۔ غرض یہ عقیدہ اس زاہد اور مظلوم نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کی بناء پر عیسائیوں میں قائم ہوا اور برابر ظہور نبی ﷺ (تقریباً چھ سو برس) تک کمال استحکام کے ساتھ عیسائیوں میں چلا آیا اور حضرت مسیح کا بجسدہ العنصری آسمان سے اترنا اور بادلوں پر سے اترتے ہوئے نظر آنا مسیحیوں کا نہایت مسلم عقیدہ رہا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ وہ پاک اسلام جس نے ملتہائے متفرقہ کی افراط وتفریط کو دور کر کے صراط مستقیم کو قائم کیا اور ادیان سابقہ کے دروازۂ تحریف کو بند کر کے ابواب تنقیح وتصحیح کو کھولا۔ ہم کو اس عقیدہ رفع ونزول مسیح کے بارے میں کیا تعلیم دیتا ہے؟ وہ نبی جس کی شان ہے: ''ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (الجمعہ:۲)'' ﴿وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں سے ایک رسول انہیں میں پڑھ کر سناتا ہے ان کو ان کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقلمندی اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں۔﴾ وہ مزکی نبی خداوند کریم کے حکم سے، وحی سے، کافہ اہل عالم کو اس عقیدہ کے بارہ میں کیا کھول کھول کر سناتے ہیں؟ کہ: (۱) مسیح دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ (۲) خدا کی قسم ضرور آئیں گے۔ (۳) اس شان وشوکت کے ساتھ آئیں گے۔ (۴) ایسے زمانہ میں آئیں گے۔ (۵) ایسی جگہ پر آئیں گے۔ (۶) آکر یہ کام کریں گے۔ (۷) اتنا عرصہ دنیا میں زندہ رہیں گے۔ (۸) پھر وفات پائیں گے۔ (۹) میرے ساتھ روضہ طیبہ میں دفن ہوں گے۔ (۱۰) اور قیامت کے دن میرے ساتھ اٹھیں گے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی وہ مختصر پیش گوئی جس کی کیفیت مسیحیوں میں بہت کچھ اجمالی تھی۔ اس کی شرح وتفسیر، تفصیل وتوضیح رسول اللہ ﷺ نے ایسی فرمائی کہ جس سے بڑھ کر تشریح وتفصیل ممکن ہی نہیں۔ دوسو نو علامات رفع ونزول سے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمائیں۔ (علامات قیامت ونزول مسیح ص۱۷۳)

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ''وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم:۳،۴)'' ﴿اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔﴾

لیکن ان تمام توضیحات واعلان قرآنی کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایک ایسے عقیدہ کو مشتہر کیا جارہا ہے کہ مسیح نہیں آئیں گے جس مسیح کے آنے کا انتظار ہے۔ اس کے آنے سے درحقیقت ایک شخص کا پیدا ہونا ہے جو اپنی ذات میں کمالات مسیح کو لئے ہوئے ہو تو یہ دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے کہ انجیل میں تحریف ہونا ممکن (اس لفظی ومعنوی تحریف کی ہمارے علماء کرام نے تصریح بھی کی) اس پیش گوئی (رفع ونزول) میں تحریف وتفسیر یا من گھڑت ہونا انجیل میں شامل کیا جانا۔ ہمارے نزدیک ممکن الوقوع۔ لیکن کیا یہی محرف ومبدل، غیر اسلامی وغیر سماوی عقیدہ مسلمانوں میں، اسلام میں، حضور علیہ السلام کی زبان مقدسہ سے، قرآن مجید کی آیت ''بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ'' سے شامل ہوگیا۔ کیا یہ قرین قیاس ہے؟

۱...... وہ رسول جن کو ''بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَہٗ (مائدہ:۶۷)'' ﴿اے رسول پہنچادے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام۔﴾ کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا۔

۲...... جس نبی ﷺ کی یہ نشانی بتائی گئی: ''یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ (مائدہ:۱۵)'' ﴿اے کتاب والو تحقیق آیا ہے۔ تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں سے۔﴾

۳...... یاوہ رسول ’’وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (بقرہ:۴۲)‘‘ ﴿اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر۔﴾ کہہ کر اہل کتاب کو جھٹلاتے تھے۔ وہ نبی خود معاذ اللہ ان پر معاملہ مشتبہ ہوگیا؟ وہ تلبس کا شکار ہوگئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جن علامات کو اپنی پیشین گوئی میں بیان نہ کیا تھا ان کو نبی ﷺ نے باوجود اصل واقعہ کے موضوع ہونے کے شامل عقائد کرلیا؟ اور وہ عقائد جو مرزا قادیانی کے نزدیک شرک تک پہنچتے ہیں اسلام میں داخل ہوگئے اور وہ بھی نبوت کی زبان سے؟ اے بدباطن خبردار؟ رسول اللہ ﷺ کی جناب میں یہ بیہودہ خیال نہ کر، معصوم نبی ﷺ کی شان میں تہمت نہ تراش، چاند پہ تھوکنا اپنے منہ پر تھوکنا ہے اور آفتاب پہ غبار ڈالنا اپنی آنکھوں کو خاک آلودہ کرنا ہے۔ ’’حذر کن‘‘

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص۵۵۷، خزائن ج۳ ص۴۰۰) پر لکھا ہے کہ: ’’پس کمال درجہ کی بےنصیبی اور بھاری غلطی ہے کہ یک لخت تمام حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھ لیں اور ایسی متواتر پیشین گوئیوں کو جو خیر القرون میں ہی تمام ممالک اسلام میں پھیل گئی تھیں اور مسلمات میں سے سمجھی گئی تھیں بد موضوعات داخل کردیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشین گوئی ایک اوّل درجہ کی پیشین گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشین گوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی پیشین گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خداتعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں ’’قَالَ اللّٰهُ‘‘ اور ’’قَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ‘‘ کی عظمت باقی نہیں رہی۔ اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محالات اور ممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں۔‘‘

اوّل درجہ کی پیشین گوئی جس کو تواتر کا درجہ حاصل ہے کے متعلق مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ ’’متواترات کا انکار کرنا گویا اسلام کا انکار کرنا ہے۔‘‘ (کتاب البریہ ص۸۸، خزائن ج۱۳ ص۲۰۶)

اور پھر (ایام الصلح ص۲۷، خزائن ج۱۴ ص۲۹۸) پر لکھا ہے کہ: ’’ہمیں اس بات کو اوّل درجہ کی دلیل قرار دینا چاہئے کہ ایک قوم باوجود ہزاروں اور لاکھوں اپنے افراد کے پھر ایک بات پر متفق ہو۔‘‘ اسی طرح (ازالہ اوہام ص۵۵۶، خزائن ج۳ ص۳۹۹) پر لکھا ہے کہ: ’’تواتر ایک ایسی چیز ہے کہ اگر غیر قوموں کی تواریخ کی رو سے بھی پایا جائے تو تب بھی ہمیں قبول کرنا ہی پڑتا ہے۔‘‘

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے تشریف لانے کو اوّل درجہ کی پیشین گوئی قرار دے کر شرک قرار دینا کتنا بڑا شاخسانہ ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنی کتاب (الاستفتاء ص۳۹، خزائن ج۲۲ ص۶۶۰) پر لکھا ہے کہ: ’’فَمِنْ سُوْءِ الْاَدَبِ اَنْ يُّقَالَ اِنَّ عِيْسٰى مَامَاتَ وَاِنْ هُوَ اِلَّا شِرْكٌ عَظِيْمٌ‘‘

اور پھر لطف یہ کہ اقرار کرتا ہے کہ: ’’میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۴۹، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲)

گویا یہ خود مثیل مسیح بننے سے پہلے مشرک رہا اور اب مسیح علیہ السلام کا دوبارہ آنا جو انجیل کی تعلیم سے مسیحیوں کا عقیدہ ہے۔ اس کا طلسم صرف اتنی اظہار حقیقت سے ٹوٹ سکتا ہے کہ اس کے مثیل کا دنیا میں پیدا ہونا مان لیا جائے۔ جب کہ مرزا قادیانی خود لکھتا ہے کہ: ’’میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی ایمان نہیں کہ صرف مثیل مسیح

ہونا میرے پر ہی ختم ہوگیا ہے۔ بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور بھی دس ہزار مثیل مسیح آجائیں...... کسی زمانہ میں ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۹۰، خزائن ج۳ ص۱۹۲)

اوراس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ: ’’اوّل تو یہ جاننا چاہئے کہ مسیح علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو ہو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیشین گوئیوں میں سے یہ ایک پیشین گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۴۰، خزائن ج۳ ص۱۷۱)

یہ بھی یادرہے کہ مرزاقادیانی نے لکھا ہے کہ: ’’اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۹۰، خزائن ج۳ ص۱۹۲)

۱...... مسیح ابن مریم کے رفع اور نزول کو اوّل درجہ کی پیشین گوئی قرار دینا۔
۲...... قرآن وانجیل کی تصدیق شدہ ہونا قرار دینا۔
۳...... تواتر کا درجہ اس کے لئے ماننا۔
۴...... غیرقوموں کے تواتر کو بھی حجت ماننا۔
۵...... تواتر کے انکار کو کفر قرار دینا۔
۶...... پھر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو شرک قرار دینا۔
۷...... اسے صدہا پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی قرار دینا۔ جس کا حقیقت اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔
۸...... پھر مثیل مسیح علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کرنا۔
۹...... جو اسے مسیح موعود سمجھے اسے کم فہم قرار دینا۔
۱۰...... پھر دس ہزار مثیل مسیح کا آنا ماننا۔
۱۱...... پھر ایسے مثیل مسیح کا آنا ماننا جس پہ حدیث کے ظاہری الفاظ بھی صادق آسکیں۔

ان تمام مندرجہ بالا نتائج کو سامنے رکھ کر سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ ؎

تف بر تو اے چرخ گرداں تف

یا پھر ؎

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

کیا رسول اکرم ﷺ نے عیسائیوں کو یہ نہ فرمایا کہ تم مجاز کو حقیقت سمجھتے ہو اور مسیح علیہ السلام کی دقیق تعلیم کو نہیں سمجھتے جس مسیح علیہ السلام کا تم انتظار کرتے ہو وہ تو میرے امتیوں میں سے ایک امتی ہوگا بلکہ اس کے علی الرغم یہود ونصاریٰ کے دو بڑے گروہوں میں رب کریم نے حکم بن کر ’’اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا ھُوَ بِالْھَزْلِ (الطارق:۱۳،۱۴)‘‘ کی شان کو دکھلایا ہے اور دونوں گروہوں کے معتقدات میں سے جو حصہ درست اور صحیح تھا اسے درست وصحیح کہا اور جو حصہ غلطی یا کفر وشرک سے بھرا ہوا تھا اسے غلط وباطل فرمایا۔ پس ایسی حالت میں فریقین متنازعین کے درمیان فیصلہ صادر کیا جائے۔ کون عقلمند یہ تجویز کرسکتا ہے کہ اس فیصلہ میں اصل حقیقت اس لئے ظاہر نہیں کی گئی کہ فلاں تیسرا شخص بھی اس حقیقت سے واقف نہ ہوجائے۔

یادرکھو کہ قرآن مجید اور رسول کریم ﷺ نے اس زمانہ کے موجودہ مذاہب کے لوگوں میں جن مسائل میں وہ اختلاف میں پڑے ہوئے تھے خوب کھول کھول کر فیصلے سنائے۔ پھر اعتقادات و ایمانیات میں سے فروگزاشت کیا کرنی تھی۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ ابن مریم علیہ السلام دنیا پر پھر آئے گا، بادشاہت کرے گا جب کہ یہود کہتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ کبھی مردہ بھی پھر آیا ہے؟ رسول اکرم ﷺ دونوں کا بیان سن لیں اور ارشاد فرمائیں کہ ہاں! ابن مریم علیہ السلام ضرور آئے گا، اور قوانین اسلام پر چلے گا تو ان بیانات پر کیا سمجھا جاتا ہے کہ وہی ابن مریم علیہ السلام جس کے بارے میں جھگڑا تھا یا کوئی اور؟ اگر یہ عیسائیوں کا گھڑا ہوا عقیدہ تھا تو عیسیٰ علیہ السلام ایک نبی کی پیشین گوئی کو دوسرے نبی حضرت محمد ﷺ نے چیستان بنادیا اور بھی پیچیدہ کر دیا۔ نہ پہلے نے حق رسالت ادا کیا اور نہ دوسرے نے حق تبلیغ؟ جس نبی ﷺ نے ”جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا“ پڑھ کر سنایا۔ جس نے اہل کتاب کو راست بازی اور انصاف سے ملزم ٹھہرایا۔ جس نے یہود و نصاریٰ کو ان کے افعال ملعونہ پر شرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی تعلیمات کو نفسانی تاویلات سے علیحدہ کر کے دکھلایا۔ اب اس نئی روشنی کے زمانہ میں اس نبی کی نسبت مرزا قادیانی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اس نے بھی ہم کو دھوکہ میں رکھا اور جس مسیح کی مسیحی انتظار کر رہے تھے اسی انتظار کی مصیبت میں اپنی امت کو بھی شریک کر دیا۔ (معاذ اللہ) کیا نبی علیہ السلام نے ایسے ناقص المعانی الفاظ کا استعمال کیا اور مغلق پیرایہ اختیار فرمایا۔ لفظی و معنوی الجھنوں کو کام میں لائے کہ خود حضور ﷺ کے فیضان صحبت سے مستفید ہونے والے صحابی مقصود محمدی ﷺ کو صحیح نہ سمجھ سکے اور نہ امت، وارثان علم نبوت، آج تک اسے سمجھ سکی۔ کیا آج تک اس سے بھی بڑا کفر چودہ سو سال میں کسی کے خیال و ذہن میں آیا ہے جس کا مرزا قادیانی مرتکب ہو رہا ہے؟

تمہید دوم

نزول مسیح علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی جلالت شان

اللہ رب العزت نے حضور نبی کریم ﷺ کی جلالت شان کی سیادت و قیادت کو صرف مسلمانوں تک محدود نہ رکھا بلکہ ایک خرق عادت امر کا ظہور مقدر فرمایا جس کے سامنے موافق و مخالف، مسلمان و اہل کتاب کو خوشی یا ناگواری سے سر تسلیم خم کرنا ہوگا۔ جب حق و باطل کی فیصلہ کن گھڑی آن پہنچے گی۔ اس وقت بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو خاتم مطلق و سید برحق آنحضرت ﷺ کا نائب اور امت محمدیہ کا قائد بنا کر نہایت اکرام و اجلال کے ساتھ آسمان سے زمین پر بھیجا جائے گا۔ یہودیت و مسیحیت تمام ادیان و ملل کا خاتمہ ہوگا۔ اسلام کا چہار سو عالم غلغلہ بلند ہوگا۔ سیدنا مسیح علیہ السلام یہ سب کچھ اپنے نام سے نہیں بلکہ اپنے آقا و سید آنحضرت ﷺ کے نام سے سرانجام دیں گے۔ جن کے آپ نائب بنا کر بھیجے جائیں گے۔ وہ انجیل کی طرف نہیں قرآن و سنت کی طرف مخلوق خدا کو بلائیں گے جو مقدس وجود نہایت اکرام کے ساتھ آسمانوں پر اٹھایا گیا۔ وہ وجود آج آنحضرت ﷺ کے دین کی سربلندی اور آئین محمدی کی اتباع کو فخر سمجھ کر نزول فرمائیں۔ سبحان اللہ! وہ کیسا منظر قابل فخر ہوگا کہ بنی اسرائیل کے خاتم آنحضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی قیادت و سیادت کا علم لئے ہوں گے۔ ذرا ایمان و وجدان کی نظروں سے اس کا تصور ذہن میں لائیے۔ جب ایک جلیل القدر نبی و رسول، آنحضرت ﷺ کی امت میں صف باندھے کھڑا آپ ﷺ کی سروری و سرداری کی علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دے رہا ہوگا۔

وہ منظر اتنا جاذب اور ایمان افروز ہوگا جس کی اہمیت کی طرف خود آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی امت کو متوجہ فرمایا۔ ’’کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمْ اِبْنُ مَرْیَمَ (بخاری ومسلم) ‘‘ فرمایا اس وقت تمہاری خوشی کا کیا عالم ہوگا جب عیسیٰ بیٹا مریم علیہ السلام کا تم میں نازل ہوگا۔ افسوس امت محمدیہ ﷺ میں مسیحیت ویہودیت کے ایجنٹ، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار کر کے آنحضرت ﷺ کی اس جلالت شان کو دنیا پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ قادیانی گروہ دجال کی نمائندگی کر کے، سیدنا مسیح علیہ السلام کی وفات کا پروپیگنڈہ کر کے، خود مسیح بن کر، جہاں آنحضرت ﷺ کی جلالت شان کے اظہار میں روڑے اٹکاتا ہے۔ وہاں وہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں دجال کو قتل سے بچانے کے لئے کوشاں ہے۔ لیکن ذات باری تعالیٰ کے ارادہ وحکم کے سامنے نہ آج تک کسی فرعون ودجال کی تدبیر چلی نہ آئندہ چلے گی۔ آنحضرت ﷺ کی جلالت شان علی رؤس الاشہاد ظاہر وباہر ہوگی اور ضرور ہوگی۔ رب کریم ایسا ضرور فرمائیں گے۔ ہم نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ’’وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ اِبْنُ مَرْیَمَ (بخاری، مسلم) ‘‘ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری (آنحضرت ﷺ کی) جان ہے۔ ضرور عیسیٰ بیٹا مریم کا تم میں نازل ہوگا۔ آپ ﷺ کے اس قسمیہ وحلفیہ اعلان کو جو شخص پس پشت ڈالتا ہے وہ ارادۂ خداوندی اور آنحضرت ﷺ کی جلالت شان کا انکاری ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام کے نزول میں آنحضرت ﷺ کی جلالت شان کے وقوع میں آنے کا دراصل وہ وقت عیسائیت کے لئے اتنا خفت وذلت کا باعث ہوگا کہ جس ذات کو اپنا معبود والہ مانتے ہیں۔ وہ خود اسلام کا نمائندہ بن کر ان مسیحیوں کو داخل اسلام کر رہا ہوگا۔ اس کے سفید فام آقاؤں کو ذلت سے بچانے کے لئے قادیانی حیات ونزول کا منکر ہو رہا ہے۔ خود مسیح بن کر سفید فام آقاؤں کی غلامی کا دم بھر رہا ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کے نزول سے انکار کا باعث یہی وہ امر ہے جس کی مرزا قادیانی کو رعایت مقصود ہے۔ (فافہم)

مسلمانو! ہوشیار رہو۔ ان سفید فام انگریزوں کے چیلوں کی باتوں میں نہ آؤ۔ مسیح علیہ السلام کے نزول کو ہونے دو۔ ان کا نام ہی، مسیحیت ویہودیت، دجال زمان ودجال قادیان کے کفر کا جانا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے نائب اعظم (سیدنا مسیح علیہ السلام) کی حیات میں کفر کی موت ہے۔ ’’یُھْلِکُ اللّٰہُ فِیْ زَمَانِہٖ الْمِلَلَ کُلَّھَا اِلَّا الْاِسْلَامُ ‘‘ ان کی آمد پر تمام ملتیں نیست ونابود ہو جائیں گی۔ ان کی آمد سے کل عالم پر اسلام کا غلبہ ہوگا۔

’’ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (القرآن) ‘‘ کا ایک بار پھر زمین وآسمان والے ایسا مسحور کن نظارہ دیکھیں گے کہ کل عالم مرحبا مرحبا کی صداؤں سے معمور ومخمور ہو جائے گا۔

’’اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ‘‘

تمہید سوم

امکان رفع کی بحث

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول پر بحث سے قبل یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا ’’امکان رفع‘‘ ہے؟ قرآن وسنت اور واقعات عالم پر نظر دوڑائیں کہ اس کی کوئی مثال ہے؟ کیا کبھی ایسے ہوا؟ واقعات سے اگر ثابت ہو جائے کہ رفع کا امکان ہے۔ ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار یا حقیقت واقعہ کا انکار سوائے احمقوں کے اور کوئی نہیں کیا کرتا۔ اس بحث سے ہم

قادیانی عقائد کو نہیں لیتے کہ وہ ان سب واقعات کے انکاری محض اس لئے ہیں کہ ان واقعات کے اقرار سے رفع ونزول کی اگر مثال قائم ہوگئی، تو مسیح علیہ السلام کے رفع ونزول کا انکار بے معنی ہوکر رہ جائے گا۔ جس سے ان کے خودساختہ مسیح کے دجل وکذب، افتراء وتلبیس کی پوری عمارت دھڑام سے گر پڑے گی۔ اس لئے وہ ان واقعات سے انکاری ہیں۔

ہم یہاں صرف مسلمانوں کے ایمان کی تازگی کے لئے قرآن وسنت وتاریخ وسوانح کے حوالہ سے، ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رفع ونزول کے نظائر موجود ہیں۔ جن سے امکان رفع نہیں بلکہ وقوع رفع ثابت ہوتا ہے۔

دربیان امکان رفع جسمانی

مرزا قادیانی اوران کی جماعت کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پرنہیں اٹھائے گئے بلکہ وفات پاکر مدفون ہوچکے اور دلیل یہ ہے کہ: ’’کسی جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔‘‘ جیسا کہ (ازالہ اوہام ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶) پر ہے۔

جواب نمبر:۱...... یہ ہے کہ جس طرح نبی اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کا جسد اطہر کے ساتھ لیلۃ المعراج میں جانا اور پھر وہاں سے واپس آنا حق ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نازل ہونا بھی بلاشبہ حق اور ثابت ہے۔

جواب نمبر:۲...... جس طرح آدم علیہ السلام کا آسمان سے زمین کی طرف ہبوط ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین کی طرف نزول بھی ممکن ہے۔ ’’اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ‘‘

جواب نمبر:۳...... جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کا فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑنا صحیح اور قوی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے ان کو جعفر طیار کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ’’اَخۡرَجَ الطِّبۡرَانِیُّ بِاِسۡنَادٍ حَسَنٍ عَنۡ عَبۡدِاللّٰهِ بۡنِ جَعۡفَرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ هَنِیۡاً لَکَ اَبُوۡکَ یَطِیۡرُ مَعَ الۡمَلَائِکَةِ فِی السَّمَاءِ‘‘ امام طبرانی نے باسناد حسن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیٹے جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک بار یہ ارشاد فرمایا کہ اے جعفر کے بیٹے عبداللہ تجھ کو مبارک ہو تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتا پھرتا ہے (اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جعفر جبرائیل ومیکائیل کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔ ان ہاتھوں کے عوض میں جو غزوۂ موتہ میں کٹ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ملائکہ کی طرح دو باز وعطاء فرمادیئے ہیں) اور اس روایت کی سند نہایت جید اور عمدہ ہے۔

(الترغیب ج۲ص۲۸۷، حدیث:۲۰۳۵، جامع الاحادیث ج۱۱ص۲۷۹ حدیث:۳۳۴۸۹، زرقانی ص۲۷۵ج۲، فتح الباری ج۷ص۷۶)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس بارے میں ایک شعر ہے ؎

وجعفرِ الّذِی یضحی و یمسیٰ یطیر مَع الملائکة ابنَ اُمّی

(وہ جعفر کہ جو صبح وشام فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے وہ میری ہی ماں کا بیٹا ہے)

جواب نمبر:۴...... عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا غزوۂ بیر معونہ میں شہید ہونا اور پھر ان کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا روایات میں مذکور ہے۔ جیسا کہ حافظ عسقلانی نے (اصابہ ج۲ص۲۵۶، القسم الاوّل حرف العین) میں اور حافظ ابن عبدالبر نے (استیعاب ج۲ص۳۴۵) میں علامہ زرقانی نے (شرح مواہب ج۲ص۷۸) میں ذکر کیا ہے۔ جبار بن سلمٰی جو عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے۔ وہ اسی واقعہ کو دیکھ کر ضحاک رضی اللہ عنہ بن سفیان کلابی کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اور یہ کہا:

''دعانی الی الاسلام ما رایتُ مِنْ مقتل عامر بن فهيرة ومن رفعه الی السماء'' عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا اوران کا آسمان پر اٹھایا جانا میرے اسلام لانے کا باعث بنا۔ عامر ابن فہیرہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں کی طرف سے بھائی طفیل بن صخرا کے غلام تھے۔ ہجرت کی شب یہی عامر ابن فہیرہ رضی اللہ عنہ حضور سرور کائنات ﷺ کو غار ثور پر بکریاں چراتے چراتے لے جا کر دودھ دیا کرتے تھے۔ عامر ابن فہیرہ رضی اللہ عنہ بیر معونہ کے واقعہ میں قتل ہوئے۔ بخاری شریف میں ہشام ابن عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''فقال لقد رأيتهٔ بعد ما قتل رفع الى السمآء حتى انى لا نظر الى السما بينه وبين الارض ثم وضع فاتى النبى ﷺ خبرهم (بخاری ج ۲ ص ۵۸۷، باب غزوة الرحيع وبير معونه)''

ضحاک رضی اللہ عنہ نے یہ تمام واقعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت بابرکت میں لکھ کر بھیجا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فان الملائكة وارت جثته وانزل فى عليين'' ''فرشتوں نے اس کے جثہ کو چھپالیا اور وہ علیّین میں اتارے گئے۔''

ضحاک ابن سفیان کے اس تمام واقعہ کو امام بیہقی اور ابونعیم اصفہانی دونوں نے اپنی اپنی ''دلائل النبوة'' میں بیان کیا۔ (شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للعلامة السیوطی ص ۲۵۷، طبع بیروت ودلائل النبوة للبیہقی ج ۳ ص ۳۵۳)

اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے (اصابہ ج ۱ ص ۲۲۰، القسم الاوّل حرف الجیم) میں جبار بن سلمٰی کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اجمالاً اشارہ فرمایا ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (شرح الصدور ص ۲۵۸) میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے واقعہ کو ابن سعد ج ۳ ص ۷۴ انمبر ۴۹ اور حاکم اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ غرض یہ کہ یہ واقعہ متعدد اسانید اور مختلف روایات سے ثابت اور محقق ہے۔

جواب نمبر:۵...... ''واقعه رجيع، رجيع اسمه لموضع من بلاد هذيل كانت الواقعه بالقرب منه فى صفر سنة اربع'' (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۵۸۵)

واقعہ رجیع میں جب قریش نے خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکایا تو آنحضرت ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو خبیب رضی اللہ عنہ کی نعش اتار لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ وہاں پہنچے اور خبیب رضی اللہ عنہ کی نعش کو اتارا۔ دفعۃً ایک دھماکہ سنائی دیا۔ پیچھے پھر کر دیکھا تو اتنی دیر میں نعش غائب ہوگئی۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ فرماتے ہیں گویا زمین نے ان کو نگل لیا۔ اب تک اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس روایت کو امام ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۲ ص ۷۳)

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خبیب رضی اللہ عنہ کو زمین نے نگلا! اسی وجہ سے ان کا لقب ''بليغ الارض'' ہوگیا اور ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی طرح خبیب رضی اللہ عنہ کو بھی فرشتے آسمان پر اٹھالے گئے۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو آسمان پر اٹھایا۔ انتہی!

جواب نمبر:۶...... ''ومما يقوى قصة الرفع الى السماء ما اخرجه النسائى والبيهقى والطبرانى وغيرهم من حديث جابر بن طلحة اصيبت انا ملهٔ يَوْمَ احدٍ فقال حِسِّ، فقال رسول الله ﷺ لو

قلت بسم اللّٰہ لرفعتك الملائكة والناسُ یَنظُرُونَ الیكَ حَتّٰی تلج بك فی جَوٌ السماءِ‘‘
(شرح الصدور ص ۲۵۸،نسائی ج۶ ص ۳۳۶،حدیث:۳۱۴۹)

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور خبیب رضی اللہ عنہ کے واقعۂ رفع الی السماء کی وہ واقعہ بھی تائید کرتا ہے جس کو نسائی اور بیہقی اور طبرانی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی انگلیاں زخمی ہوگئیں تو اس تکلیف کی حالت میں زبان سے ’’حس‘‘ یہ لفظ نکلا۔اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو بجائے حس کے بسم اللہ کہتا تو لوگ دیکھتے ہوئے ہوتے اور فرشتے تجھ کو اٹھا کر لے جاتے۔ یہاں تک کہ تجھ کو آسمان میں لے کر گھس جاتے۔

جواب نمبر:۷...... علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔اولیاء کا الہام وکرامت انبیاء کرام علیہم السلام کی وحی اور معجزات کی وراثت ہے۔

’’واخرج ابن ابی الدنیا فی ذکر الموتی عن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ قال کان فی بنی اسرائیل رجل قد اعتزل الناس فی کھف جبل وکان اَھلُ زمانِہٖ اذا قحطُوا استغاثوا بِہٖ فدعی اللّٰہ فسقاھُمْ فَمَاتَ فاخذوا فی جھازہ بینھم کَذَلِكَ اِذاھَمَّ بسریر فرفع فی، عنان السماء حتی انتھی الیہ فقام رجل فاخذہ فوضعہ علی السریر والناس لینظرون الیہ فی الھواء حتی غَابَ عَنھُمْ‘‘ (شرح الصدور ص ۲۵۷)

’’ابن ابی الدنیا نے ذکر الموتی میں زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ جو پہاڑ کی غار میں رہتا تھا جب قحط ہوتا تو لوگ اس سے بارش کی دعا کراتے وہ دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی برکت سے باران رحمت نازل فرماتا۔اس عابد کا انتقال ہوگیا۔لوگ اس کی تجہیز وتکفین میں مشغول تھے۔اچانک ایک تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا۔یہاں تک کہ اس عابد کے قریب آ کر رکھا گیا۔ایک شخص نے کھڑے ہوکر اس عابد کو اس تخت پر رکھ دیا۔اس کے بعد وہ تخت اوپر اٹھتا گیا۔لوگ دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب ہوگیا۔‘‘

جواب نمبر:۸...... اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے زمین پر اتر آنا ’’مستدرک حاکم‘‘ میں مفصل مذکور ہے۔ (مستدرک ج۲ ص ۵۷۹)

جواب نمبر:۹...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے۔’’کما قال تعالٰی اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ (الٰی قولہ تعالٰی) قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ○ قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مُنَزِّلُھَا عَلَیْکُمْ‘‘ (مائدہ:۱۱۴،۱۱۵)

جواب نمبر:۱۰...... سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لئے من وسلویٰ آسمانوں سے اترا تھا۔اس کے لئے (ان تمام کروں سے) آنا قرآن سے ثابت ہے۔پس کھانا انبیاء علیہم السلام کے اجساد سے زیادہ مادی جسم ہے۔کھانے کی نسبت انبیاء علیہم السلام کا وجود زیادہ لطیف بلکہ الطف ہے۔اگر مادی جسم آسمانوں سے آنا محال نہیں تو ان سے لطیف بلکہ الطف اجساد کا آنا کیوں کر محال ہے؟

مقصد ان واقعات عشرہ کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ منکرین اور ملحدین خوب سمجھ لیں کہ حق جل شانہ نے اپنے محبّین اور مخلصین کی اس خاص طریقہ سے بارہا تائید فرمائی کہ ان کو صحیح وسالم فرشتوں کے ذریعے آسمانوں پر اٹھوالیا اور دشمن دیکھتے ہی رہ گئے تاکہ اس کی قدرت کاملہ کا ایک نشان اور کرشمہ ظاہر ہو اور اس کے نیک بندوں کی کرامت اور منکرین معجزات وکرامات کی رسوائی وذلت آشکارا ہو اور اس قسم کے خوارق کا ظہور مومنین اور مصدقین کے لئے موجب طمانیت اور مکذبین کے لئے اتمام حجت کا کام دے۔

ان واقعات سے یہ امر بھی بخوبی ثابت ہوگیا کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانون قدرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ کے متصادم ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں سنت اللہ یہی ہے کہ اپنے خاص بندوں کو آسمان پر اٹھالیا جائے تاکہ اس ''ملیك مقتدر'' کی قدرت کا کرشمہ ظاہر ہو اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی اپنے خاص الخاص بندوں کے ساتھ یہی سنت ہے کہ ایسے وقت میں ان کو آسمان پر اٹھالیتا ہے۔ غرض یہ کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا قطعاً محال نہیں بلکہ ممکن اور واقع ہے۔

تمہید چہارم

رفع الی السماء اور نزول من السماء الی الارض کی حکمت

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول کی حکمت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیا۔ ''کما قال تعالیٰ وقولہم انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ'' اور دجال جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ بھی قوم یہود سے ہوگا اور یہود اس کے متبع اور پیرو ہوں گے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے تاکہ خوب واضح ہو جائے کہ جس ذات کی نسبت یہود یہ کہتے تھے کہ ہم نے اس کو قتل کردیا وہ سب غلط ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے زندہ آسمان پر اٹھایا اور اتنے زمانہ تک ان کو زندہ رکھا اور پھر تمہارے قتل اور بربادی کے لئے اتارا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تم جن کے قتل کے مدعی تھے ان کو قتل نہیں کر سکے۔ بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قتل کے لئے نازل کیا اور یہ حکمت (فتح الباری باب نزول عیسیٰ ج۱۰ ص۳۵۷) پر مذکور ہے۔

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور ملک شام ہی میں نزول ہوگا تاکہ اس ملک کو فتح فرمائیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ ہجرت کے چند سال بعد فتح مکہ کے لئے تشریف لائے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے شام سے آسمان کی طرف ہجرت فرمائی اور وفات سے کچھ عرصہ پہلے شام کو فتح کرنے کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے اور یہود کا استیصال فرمائیں گے اور نازل ہونے کے بعد صلیب کا توڑنا بھی اسی طرف اشارہ ہوگا کہ یہود اور نصاریٰ کا یہ اعتقاد کہ مسیح بن مریم علیہما السلام صلیب پر چڑھائے گئے بالکل غلط ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔ اسی لئے نازل ہونے کے بعد صلیب کا نام ونشان بھی نہ چھوڑیں گے۔

۳...... اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر تم نبی کریم ﷺ کا زمانہ پاؤ تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ ''کما قال تعالیٰ لتؤمننّ بہ ولتنصرنّہ''

اور انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا تھا۔اس لئے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا تاکہ جس وقت دجال ظاہر ہو اس وقت آپ آسمان سے نازل ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی امت کی مدد فرمائیں۔

کیونکہ جس وقت دجال ظاہر ہوگا وہ وقت امت محمدیہ پر سخت مصیبت کا وقت ہوگا اور امت شدید امداد کی محتاج ہوگی۔اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نازل ہوں گے تاکہ امت محمدیہ ﷺ کی نصرت واعانت کا جو وعدہ تمام انبیاء کر چکے ہیں۔وہ وعدہ اپنی طرف سے اصالۃً اور باقی انبیاء کی طرف سے وکالۃً ایفاء فرمائیں۔’’فافهم ذلك فانه لطيف‘‘

۴...... اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آپ ﷺ کی امت کے اوصاف دیکھے تو حق تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی کہ مجھے بھی امت محمدیہ ﷺ میں سے کر دیجئے۔حق تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو آخر زمانہ تک باقی رکھا اور قیامت کے قریب دین اسلام کے لئے ایک مجدد کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تاکہ قیامت کے نزدیک ان کا حشر امت محمدیہ ﷺ کے زمرہ میں ہو۔’’وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ‘‘

تمہید پنجم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے متعلق چند مختصر اور منصفانہ گزارشات

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ونزول بے شک عالم کے عام دستور کے خلاف ہے۔لیکن ذرا اس پر بھی تو غور فرمائیے کہ ان کی ولادت کیا عالم کے عام دستور کے موافق ہے؟ بایں ہمہ اس اعجازی ولادت کا ذکر خود قرآن کریم نے فرمایا ہے۔پھر ان کا نزول عالم کے درمیانی واقعات میں سے نہیں بلکہ عالم کی تخریب کے علامات میں شمار ہے اور تخریب عالم یعنی قیامت کی بڑی علامات میں سے ایک علامت بھی ایسی نہیں جو عالم کے عام دستور کے موافق ہو۔لہٰذا اگر ان کے نزول کو قیاس کرنا ہی ہے تو عالم کے تعمیری دور کی بجائے اس کے تخریبی دور پر قیاس کرنا چاہئے۔

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا مسئلہ صرف عام انسانوں کی موت پر قیاس کر کے طے کر دینا صحیح نہیں۔کیونکہ عام انسانوں کی حیات وموت سے مذہبی عقیدہ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔اس لئے کہ وہ صرف ظن وتخمین سے بھی طے کیا جا سکتا ہے۔اس کے برخلاف اس اولوالعزم رسول کی موت وحیات کا مسئلہ ہے۔اس سے مذہبی عقیدے کا تعلق ہے۔مزید برآں یہاں ایک طرف کتاب وسنت کی تصریحات،دوسری طرف نصاریٰ کی مذہبی تاریخ ان کی حیات کی گواہی بھی دے رہی ہے۔اس لئے اس کو صرف قیاس سے کیسے طے کیا جا سکتا ہے۔

۳...... یہ بات بہت زیادہ غور کرنے کے قابل ہے کہ دنیا میں پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔بلکہ ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جن کو یہود ملعون نے قتل کیا ہے۔مگر کیا ان کی موت میں کسی متنفس کو بھی اختلاف ہے۔پھر خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے معاملہ میں بات کیا ہے کہ ان کی موت وحیات میں آج تک ان کی امت کو بھی اختلاف ہے۔کیا اس سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ ان کی موت کا معاملہ ضرور دوسروں سے کچھ مختلف ہے۔

۴...... لغت عرب میں موت کے لئے ایک صریح لفظ ’’موت‘‘ کا موجود ہے۔پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی موت واقع ہو چکی تھی تو کیا وجہ ہے کہ ان کے معاملہ میں قرآن کریم نے اس صریح لفظ کو کہیں استعمال نہیں فرمایا تاکہ ایک طرف ان کی موت کا مسئلہ طے ہو جاتا اور دوسری طرف ان کی الوہیت کا افسانہ بھی باطل ہو جاتا۔

۵...... یہ کتنی تعجب کی بات ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت واقع ہو چکی تھی تو آج تک ان کی قبر کیسے لاپتہ رہی۔ جبکہ ان کی امت میں ان کے موافق اور مخالف دونوں فریق کسی انقطاع کے بغیر مسلسل چلے آرہے ہیں۔ دیکھئے اس امت میں نہ معلوم کتنے اولیاء اللہ گزر چکے ہیں۔ جن کی وفات کو بڑی بڑی مدتیں گزر چکی ہیں۔ مگر ان کی قبروں کا لاپتہ ہونا تو درکنار اب تک وہ زندہ یادگاریں بنی ہوئی ہیں۔ پھر یہ کیسے قرین قیاس ہے کہ نصاریٰ کی اس فرط عقیدت کے باوجود ان کی قبر لاپتہ ہو جاتی۔

۶...... ہم ہرگز اس امر کے مجاز نہیں کہ کسی اولوالعزم رسول کی اپنی جانب سے کوئی ایسی جدید تاریخ بنا ڈالیں جو اس کے موافق ومخالف میں سے کسی کو بھی مسلم نہ ہو اور نہ اس کے لئے کوئی اور خارجی قطعی ثبوت موجود ہو۔ مثلاً یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے گئے۔ مگر وہ اس پر مرے نہیں بلکہ کشمیر جا کر مدتوں کے بعد اپنی موت سے مر گئے ہیں۔ یہ ان کی ایک ایسی جدید تاریخ ہے جس کا دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں اور نہ اس کے لئے خارجی کوئی قطعی شہادت موجود ہے۔

۷...... اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سلف صالحین کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہی عقیدہ تھا کہ وہ وفات پا چکے ہیں تو پھر تاریخی طور پر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ مسلمانوں میں ان کی حیات کا عقیدہ کب سے پیدا ہوا۔ یہ واضح رہنا چاہئے کہ نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سب کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے۔ جو موت کہ متنازع فیہ ہے وہ ان کی گزشتہ موت ہے۔ پس اگر کسی کے قلم سے موت کا لفظ نکلا بھی ہو تو جب تک یہ بھی ثابت نہ کیا جائے کہ وہ ان کی گزشتہ موت کا قائل ہے اور آیت نزول کا منکر ہے۔ اس وقت تک صرف موت کا لفظ پیش کرنا بالکل بے سود ہے۔

۸...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں قرآنی آیتوں کی تفسیر صرف لغت کی مدد سے کرنی صحیح نہیں۔ بلکہ اس پر بھی نظر رکھنی لازم ہے کہ یہاں مدعیین کے بیانات کیا نقل کئے گئے ہیں؟ اور ان کے معاملہ کی پوری روئیداد کیا ہے؟ پھر جو قرآنی فیصلہ ہے وہ بھی اسی روشنی میں دیکھنا چاہئے۔

۹...... قرآن کریم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں اصل لفظ جو قابل بحث ہے وہ ''رفع'' کا ہے۔ اس لئے اس نے اسی لفظ کو اپنے فیصلہ میں لیا ہے اور اسی پر زور دیا ہے اور توفیٰ کا لفظ اپنے فیصلہ میں لیا ہی نہیں۔ یعنی ''وماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ'' فرمایا ہے اور ''بل توفاہ اللہ'' نہیں فرمایا۔

۱۰...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں زیر بحث ان کا جسم ہی تھا۔ یہود اس کے قتل کے مدعی تھے اور نصاریٰ اس کے رفع کے قائل تھے۔ روح کا معاملہ نہ زیر بحث تھا۔ نہ یہ معاملہ زیر بحث آنے کے قابل تھا۔ ظاہر ہے کہ روح کا معاملہ ایک غیبی اور پوشیدہ معاملہ ہے۔ اس پر کوئی حجت قائم نہیں کی جاسکتی۔ نیز جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ابھی ثابت ہی نہیں ہے تو ان کی روح زیر بحث آ ہی نہیں سکتی۔ اس کے علاوہ جب رفع روحانی میں عام مؤمنین بھی شریک ہو سکتے ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے متعلق اس میں شبہ ہی کیا ہو سکتا ہے۔

۱۱...... یہ بات بڑی اہمیت کے ساتھ غور کرنے کے قابل ہے کہ جب دوسرے انبیاء علیہم السلام کا مقتول ہونا قرآن کریم نے خود تسلیم کر لیا ہے۔ حالانکہ ان کے قاتلین بھی وہی یہود تھے جو یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل

کے مدعی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اگر کسی کے مقتول ہونے سے اس کے رفع روحانی میں شبہ پیدا ہوسکتا تھا تو قرآن کریم نے ان کے رفع روحانی کی تصریح نہیں کی اور خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ تصریح کرنی کیوں ضروری سمجھی ہے۔ حالانکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے قتل سے بھی ان کا مقصد ان کے رفع روحانی کا انکار کرنا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کا مقتول ہوجانا اس کے لعنتی ہونے کا ہرگز ثبوت نہیں بن سکتا۔ ورنہ دوسرے مقتول انبیاء علیہم السلام کا لعنتی ہونا ماننا پڑے گا۔ والعیاذ باللہ!

۱۲...... یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب یہود نے: ''انا قتلنا'' کہا (یعنی ہم نے ان کو یقیناً قتل کر ڈالا ہے) تو قرآن کریم نے ان کی تردید میں دوبار: ''وما قتلوہ'' فرمایا (یعنی ہرگز ان کو قتل نہیں کیا) لیکن جب عیسائیوں نے: ''ان عیسیٰ رفع'' کہا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام اٹھالئے گئے) تو اس نے ایک بار بھی: ''وما رفع'' نہیں کہا (یعنی ہرگز نہیں اٹھائے گئے) بلکہ: ''بل رفعہ اللہ الیہ'' کہہ کر ان کی اور تائید فرمادی۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اتنی بات میں یعنی ان کے رفع کے بارے میں نصاریٰ کا عقیدہ درست تھا۔

۱۳...... قرآن کریم سے کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ اہل کتاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مقدمہ کبھی آپ کے سامنے پیش کیا تھا۔ بلکہ ان کے نزدیک وہ پیش کرنے کے قابل ہی نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ جو فریق ان کے قتل کا یقین رکھتا ہو وہ ان کے نزول کی بحث ہی کیا کرسکتا تھا۔ ہاں جو فریق ان کے رفع جسمانی کا مدعی تھا وہ لازمی طور پر ان کے نزول کا بھی قائل تھا۔ پس براہ راست ان کے نزول کا مسئلہ نہ ان کے نزدیک قابل بحث تھا نہ ان کے نزدیک۔ لہٰذا جب اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث ہی نہ تھا تو قرآن کریم اس صریح لفظ کے ساتھ اس پر بحث کیسے کرتا۔ اس لئے یہ خیال کتنا غلط ہے کہ قرآن کریم میں چونکہ نزول کا صریح لفظ کہیں موجود نہیں۔ اس لئے ان کا نزول قابل تسلیم نہیں۔ جی ہاں رفع کا لفظ جہاں موجود تھا۔ کیا آپ نے اس کو مان لیا؟

۱۴...... قرآن کریم اور حدیث پر سرسری نظر ڈالنے سے ہم کو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاں قرآن کریم کسی خاص مقصد سے بحث کا ایک پہلو لے لیتا ہے۔ وہاں حدیث فوراً اس کا دوسرا پہلو اپنے بیان میں لے لیتی ہے اور اس طرح اس کے دونوں پہلو سامنے آجاتے ہیں اور درحقیقت حدیث کے بیان ہونے کا بھی منشاء یہی ہے۔ اسی اصول کے مطابق چونکہ یہاں قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا پہلو لے لیا تھا۔ اس لئے حدیث نے اس کا دوسرا پہلو یعنی نزول کا لے لیا ہے اور اس کو اتنا روشن کیا ہے۔ اس کی اتنی تفصیلات بیان کی ہیں اور اس کو اتنا پھیلایا ہے کہ اس کے بعد قرآن کریم میں رفع سے جسمانی رفع کے سوا روحانی رفع کا احتمال ہی باقی نہیں رہتا۔ ظاہر ہے کہ حدیثوں میں جو تفصیلات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی مذکور ہیں۔ ان میں جسمانی نزول کے سوا دور کا بھی کوئی دوسرا احتمال نہیں۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ جو شخص اپنے جسم کے ساتھ اترے گا وہ ضرور اپنے جسم ہی کے ساتھ اٹھایا گیا تھا اور اس طرح اب آپ جتنا قرآنی رفع کو حدیثی نزول اور حدیثی نزول کو قرآنی رفع کے ساتھ ملا ملا کر پڑھتے جائیں گے اتنا ہی آپ پر یہ روشن ہوتا چلا جائے گا کہ جو شخص جسم کے ساتھ اترے گا وہ ضرور اپنے جسم ہی کے ساتھ اٹھایا گیا تھا اور جو جسم کے ساتھ اٹھایا گیا تھا وہ ضرور اپنے جسم ہی کے ساتھ اترے گا۔

۱۵...... یہ سوال بھی کتنا عجیب ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم ہی کے ساتھ نازل ہوں گے تو کیا لوگ ان کو اپنی آنکھوں سے اترتا ہوا بھی دیکھیں گے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ سوال ان کے آسمان پر جانے کے متعلق ہوسکتا ہے

تو اترنے کے متعلق بھی ہوسکتا ہے۔اس کی مثال بالکل ایسی ہوگی جیسا یہ کہا جائے کہ اگر عرش بلقیس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آنا تسلیم کرلیا جائے تو کیا اس کو لوگوں نے اڑتا ہوا بھی دیکھا تھا؟ یا مثلاً اگر شق القمر کا معجزہ تسلیم کیا جائے تو کیا اس کو دو ٹکڑے ہوکر اس کا پھر مل جانا عام لوگوں نے بھی دیکھا تھا۔ پس جو حیثیت اس سوال کی ان ثابت شدہ مقامات میں ہوگی وہی حیثیت اس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں سمجھنی چاہئے۔

۱۶...... یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ جب کوئی واقعہ اپنے دلائل کے ساتھ ثابت ہوجاتا ہے تو اس میں ضمنی اختلافات کا پیدا ہوجانا اس کی واقعیت پر ذرا اثر انداز نہیں ہوتا۔ آخر آنحضرت ﷺ کی تاریخ ولادت اور آپ ﷺ کی عمر شریف میں بھی اختلافات منقول ہیں۔ مگر اس وجہ سے آپ ﷺ کی ولادت یا آپ ﷺ کی وفات میں کوئی ادنیٰ شبہ پیدا ہوسکتا ہے؟ پھر یہ کتنی ناانصافی ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں راویوں نے بعض غیر متعلق باتوں میں اختلاف کیا ہے تو اس کی وجہ سے ایک متفق علیہ واقعہ کا بھی انکار کردیا جائے۔ کیا نماز کی ہیئت یا زکوٰۃ یا روزے اور حج کی روایات میں اختلاف نہیں؟ پھر کیا اس کی وجہ سے ان کے ثبوت بلکہ ان کی رکنیت میں کسی مسلمان کو ادنیٰ شبہ ہے؟

۱۷...... دین اسلام کا یہ بھی ایک طرۂ امتیاز ہے کہ اس کے بیانات میں غیر متعارف مجازات اور نامانوس استعارات کا کہیں استعمال نہیں ہوا اور درحقیقت ایک آخری دین کی یہی صفت ہونی بھی چاہئے۔ اس کے برخلاف یہود ونصاریٰ ہیں جن کے ہاں بات بات میں استعارات حتیٰ کہ توحید جو کہ اصول دین میں داخل ہے۔ اس میں بھی مجاز واستعارہ کا دخل موجود ہے۔

۱۸...... صریح الفاظ کی تاویل کرنی کبھی مبارک نہیں ہوئی۔ اسی منحوس عادت کی بدولت یہود ونصاریٰ آنحضرت ﷺ کے متعلق صریح پیشگوئیوں کے منکر ہوگئے اور اسی کی بدولت یہود نے پہلی بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسیح ہدایت ہونے کا انکار کیا اور آخر میں ان کی بجائے دجال کی تصدیق کریں گے۔ یعنی ان کو مسیح ہدایت مانیں گے۔ لہٰذا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس صاف پیش گوئی میں پھر وہی تاویل کی راہ اختیار کی گئی تو وہ بھی ہرگز مبارک نہیں ہوگی اور اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ جب مسیح برحق نازل ہوں تو ان کا انکار کردیا جائے اور اگر بالفرض ان صریح بیانات کی تاویل کرنی بھی درست ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہود ونصاریٰ آپ کی آمد کی پیش گوئیوں میں تاویل کرنے میں معذور نہ ٹھہرائے جائیں۔ فاعتبروا یآاولی الابصار!

۱۹...... آخر میں یہ تنبیہ کرنی ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں ان کی حیات ووفات پر بحث کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمان اگر ان کی حیات کے قائل ہیں تو وہ صرف ان کی عام حیات کے قائل نہیں بلکہ اس حیات کے قائل ہیں جو رفع کے بعد اس وقت بھی آسمانوں میں ان کو حاصل ہے۔ اسی طرح یہود اگر ان کی موت کے قائل ہیں تو وہ بھی ان کی عام موت کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اس موت کے قائل ہیں جو خود ان کے فعل سے واقع ہوئی ہے۔ اب اگر آپ ان کی حیات وموت کو رفع وقتل کی بحث سے الگ کر کے دیکھیں تو پھر خود انصاف فرمائیے کہ اس کی اہمیت کیا رہ جاتی ہے۔ جس بات سے ان کی حیات وموت کی اہمیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ صرف ان کے رفع وقتل کا مسئلہ ہے۔ اس لئے یہاں حیات ووفات کو اصل موضوع بنائے رکھنا بالکل ایک عبث مشغلہ ہے اور اسی طرح اس کی جواب دہی میں مصروف رہنا بھی اضاعت وقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان کے رفع وقتل ہی کو موضوع بحث بنایا ہے اور صرف حیات وموت کو بحث کے قابل نہیں سمجھا۔

باب دوم ...... حیات عیسیٰ علیہ السلام پر قرآنی دلائل

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی دلیل

’’قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا O وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا O وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاO بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًاO (نساء:۱۵۵تا۱۵۸)‘‘

’’ان کو جو سزا ملی سو ان کی عہد شکنی پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے، اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق، اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کر دی ان کے دل پر کفر کے سبب، سو ایمان نہیں لاتے مگر کم، اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان باندھنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے، اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں، اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا۔‘‘ (ترجمہ شیخ الہند)

فائدہ: اللہ تعالیٰ ان کے قول کی تکذیب فرماتا ہے کہ یہودیوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا یہود جو مختلف باتیں اس بارہ میں کہتے ہیں اپنی اپنی اٹکل سے کہتے ہیں۔ اللہ نے ان کو شبہ میں ڈال دیا۔ خبر کسی کو بھی نہیں۔ واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی ان کے گھر میں داخل ہوا۔ حق تعالیٰ نے ان کو تو آسمان پر اٹھالیا اور اس شخص کی صورت حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت کے مشابہ کر دی جب باقی لوگ گھر میں گھسے تو اس کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا۔ پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو مسیح کے چہرہ کے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ مقتول مسیح ہے تو وہ آدمی کہاں گیا اور ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے۔ اب صرف اٹکل سے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا۔ علم کسی کو بھی نہیں حق یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز مقتول نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر اللہ نے اٹھالیا اور یہود کو شبہ میں ڈال دیا۔ (تفسیر عثمانی)

(ربط) حق جل شانہ نے ان آیات شریفہ میں یہود بے بہبود کے ملعون اور مغضوب اور مطرود و مردود ہونے کے کچھ وجوہ واسباب ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ پس ہم نے یہود کو متعدد وجوہ کی بناء پر مورد لعنت وغضب بنایا۔ (۱) نقض عہد کی وجہ سے۔ (۲) اور آیات الٰہی کی تکذیب اور انکار کی وجہ سے۔ (۳) اور خدا کے پیغمبروں کو بے وجہ محض عناد اور دشمنی کی بناء پر قتل کرنے کی وجہ سے۔ (۴) اور اس قسم کے متکبرانہ کلمات کی وجہ سے کہ مثلاً ہمارے قلوب علم اور حکمت کے ظرف ہیں۔ ہمیں تمہاری ہدایت اور ارشاد کی ضرورت نہیں۔ ان کے قلوب علم اور حکمت اور رشد و ہدایت سے اس لئے بالکل خالی ہیں کہ اللہ نے ان کے عناد اور تکبر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔ جس کی وجہ سے قلوب میں جہالت

اور ضلالت بند ہے۔ اوپر سے مہر لگی ہوئی ہے۔ اندر کا کفر باہر نہیں آ سکتا اور باہر سے کوئی رشد اور ہدایت کا اثر اندر نہیں داخل ہوسکتا۔ (پس اس گروہ میں سے کوئی ایمان لانے والا نہیں مگر کوئی شاذ و نادر جیسے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام اور ان کے رفقاء) (۵) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر و عداوت کی وجہ سے۔ (۶) اور حضرت مریم علیہ السلام پر عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت اور تکذیب کو بھی مستلزم ہے۔ اہانت تو اس لئے کہ کسی کی والدہ کو زانیہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص ولدالزنا ہے اور العیاذ باللہ نبی کے حق میں ایسا تصور بھی بدترین کفر ہے اور تکذیب اس طرح لازم آتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے حضرت مریم علیہا السلام کی برأت اور نزاہت ثابت ہو چکی ہے اور تہمت لگانا برأت اور نزاہت کا صاف انکار کرنا ہے۔ (۷) اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور تفاخر کہتے تھے کہ ہم نے مسیح بن مریم جو رسول اللہ ہونے کے مدعی تھے ان کو قتل کر ڈالا۔ نبی کا قتل کرنا بھی کفر ہے بلکہ ارادۂ قتل بھی کفر ہے اور پھر اس قتل پر فخر کرنا یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے اور حالانکہ ان کا یہ قول کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا۔ بالکل غلط ہے ان لوگوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا۔ لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ حضرت مسیح کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کسی قسم کا کوئی صحیح علم اور صحیح معرفت نہیں۔ سوائے گمان کی پیروی کے کچھ بھی نہیں۔ خوب سمجھ لیں کہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت مسیح کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا اور ایک اور شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شبیہ اور ہم شکل بنا دیا اور حضرت عیسیٰ سمجھ کر اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا اور اسی وجہ سے یہود کو اشتباہ ہوا اور پھر اس اشتباہ کی وجہ سے اختلاف ہوا اور یہ سب اللہ کی قدرت اور حکمت سے کوئی بعید نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے غالب اور حکمت والے ہیں کہ اپنی قدرت اور حکمت سے نبی کو دشمنوں سے بچا لیا اور زندہ آسمان پر اٹھایا اور ان کی جگہ ایک شخص کو ان کے ہم شکل بنا کر قتل کرایا اور تمام قاتلین کو قیامت تک اشتباہ اور اختلاف میں ڈال دیا۔

یہ آیات شریفہ حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع جسمی میں نص صریح ہیں۔

۱...... ان آیات میں یہود بے بہبود پر لعنت کے اسباب کو ذکر فرمایا ہے۔ ان میں ایک سبب یہ ہے: ’’وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا‘‘ یعنی حضرت مریم علیہا السلام پر طوفان اور بہتان لگانا۔ اس طوفان اور بہتان عظیم میں مرزا قادیانی کا قدم یہود سے کہیں آگے ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں حضرت مریم علیہا السلام پر جو بہتان کا طوفان برپا کیا ہے یہود کی کتابوں میں اس کا چالیسواں حصہ بھی نہ ملے گا۔

۲...... آیات کا سیاق و سباق بلکہ سارا قرآن روز روشن کی طرح اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ یہود بے بہبود کی ملعونیت اور مغضوبیت کا اصل سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عداوت اور دشمنی ہے۔ مرزا قادیانی اور مرزائی جماعت کی زبان اور قلم سے حضرت مسیح علیہ السلام کے بغض اور عداوت کا جو منظر دنیا نے دیکھا ہے وہ یہود کے وہم و گمان سے بالا اور برتر ہے۔ مرزا قادیانی کے لفظ لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی ٹپکتی ہے۔ ’’قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ (آل عمران:۱۱۸)‘‘ انتہائی بغض اور عداوت خود بخود ان کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور جو عداوت ان کے سینوں میں مخفی اور پوشیدہ ہے وہ تمہارے خواب و خیال سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

مرزا قادیانی نے نصاریٰ کے الزام کے بہانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اپنے دل کی عداوت دل کھول کر نکالی جس کے تصور سے بھی کلیجہ شق ہوتا ہے۔

۳...... پہلی آیت میں ’’وَقَتۡلِهِمُ الۡاَنۡبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ‘‘ فرمایا۔ یعنی انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب ہوئے اور اس آیت میں: ’’وَقَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ ‘‘ فرمایا۔ یعنی اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ محض قول ہی قول ہے اور قتل کا محض زبانی دعویٰ ہے۔ اگر دیگر انبیاء کی طرح حضرت مسیح واقع میں مقتول ہوئے تھے تو جس طرح پہلی آیت میں ’’وَقَتۡلِهِمُ الۡاَنۡبِيَاءِ ‘‘ فرمایا تھا اسی طرح اس آیت میں: ’’وقتلهم وصلبهم المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله ‘‘ فرماتے۔ پہلی آیت میں لعنت کا سبب قتل انبیاء ذکر فرمایا اور دوسری آیت میں لعنت کا یہ سبب ان کا ایک قول بتلایا۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ جو شخص یہ کہے کہ مسیح ابن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ شخص بلاشبہ ملعون اور مغضوب ہے۔ نیز اس آیت میں حضرت مسیح کے دعویٰ قتل کو بیان کر کے ’’بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ ‘‘ فرمایا اور انبیاء سابقین کے قتل کو بیان کر کے ’’بل رفعهم الله ‘‘ نہیں فرمایا۔ حالانکہ قتل کے بعد ان کی ارواح طیبہ آسمان پر اٹھائی گئیں۔ ثابت ہوا کہ مسیح کے رفع جسمانی کا بیان ہے نہ کہ رفع روح کا۔

۴...... اس مقام پر حق جل شانہ نے دو لفظ استعمال فرمائے۔ ایک ’’مَا قَتَلُوۡهُ ‘‘ جس میں قتل کی نفی فرمائی۔ دوسرا ’’وَمَا صَلَبُوۡهُ ‘‘ جس میں صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی فرمائی۔ اس لئے کہ اگر فقط ’’وَمَا قَتَلُوۡهُ ‘‘ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے قتل نہ کئے گئے ہوں۔ لیکن صلیب پر چڑھائے گئے ہوں اور علیٰ ہذا اگر فقط ’’وَمَا صَلَبُوۡهُ ‘‘ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے صلیب تو نہ دیئے گئے ہوں۔ لیکن قتل کر دیئے گئے ہوں۔ علاوہ ازیں بعض مرتبہ یہود ایسا بھی کرتے تھے کہ اوّل قتل کرتے اور پھر صلیب پر چڑھاتے۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے قتل اور صلیب کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ایک حرف نفی پر اکتفاء نہ فرمایا۔ یعنی ’’وَمَا قَتَلُوۡهُ وَصَلَبُوۡهُ ‘‘ نہیں فرمایا ہے بلکہ حرف نفی یعنی کلمہ ’’ما‘‘ کو ’’قتلوا ‘‘ اور ’’صلبوا‘‘ کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ’’ما قتلوه ‘‘ اور پھر ’’ما صلبوه ‘‘ فرمایا تاکہ ہر ایک کی نفی اور ہر ایک کا جداگانہ مستقلاً رد ہو جائے اور خوب واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت ہی پیش نہیں آئی نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے اور نہ قتل کر کے صلیب پر لٹکائے گئے۔ دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا سارا زور ختم کر دیا، مگر سب بے کار گیا۔ قادر و توانا جس کو بچانا چاہے اسے کون ہلاک کر سکتا ہے؟

قادیانی اشکال

مرزائی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اس آیت میں مطلق قتل اور صلب کی نفی مراد نہیں بلکہ ذلت اور لعنت کی موت کی نفی مراد ہے۔

جواب: یہ ہے کہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ جیسے ’’ماضربوه ‘‘ میں ضرب مطلق کی نفی ہے کہ اس پر سرے سے فعل ضرب واقع نہیں ہوا۔ اسی طرح ’’مَاقَتَلُوۡهُ ‘‘ اور ’’وَمَاصَلَبُوۡهُ ‘‘ میں بھی قتل مطلق اور صلب مطلق کی نفی ہے کہ فعل قتل و صلب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر سرے سے واقع نہیں ہوا اور اگر یہ کہا جائے کہ یہود کے خیال کی تردید ہے تو تب بھی آیت میں یہود کا، پورا رد ہے۔ اس لئے کہ یہود کا گمان یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ جھوٹے نبی ہیں اور جھوٹا نبی ضرور قتل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ قتل بھی نہیں کئے گئے اور نہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ اس لئے کہ وہ خدا کے سچے نبی تھے۔ علاوہ ازیں اگر یہود کے اس عزم کی رعایت کی جائے تو ’’وَقَتۡلِهِمُ الۡاَنۡبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ‘‘ اور ’’يَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ ‘‘ کے یہ معنی ہونے چاہئیں کہ معاذ اللہ وہ انبیاء ذلت اور لعنت کی موت مرے۔ ’’كَبُرَتۡ

كَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا كَذِبًا (کهف:۵)'' ﴿کیا بڑی بات نکلتی ہے ان کے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں۔﴾

۵...... ''وَلٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ ''یعنی ان کے لئے اشتباہ پیدا کر دیا گیا۔''شبہ'' کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع کرو اور اس طرح ترجمہ کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شبیہ اور ہم شکل ان کے سامنے کر دیا گیا تا کہ عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کریں اور ہمیشہ کے لئے اشتباہ اور التباس میں پڑ جائیں۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ اس طرح ترجمہ فرماتے ہیں: ''لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔'' یہ ترجمہ اسی اشتباہ کی تفسیر ہے۔ یعنی اس صورت سے وہ اشتباہ اور التباس میں پڑ گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے ''حواریین'' کی دعوت فرمائی اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے ہاتھ دھلائے اور بجائے رومال کے اپنے جسم مبارک کے کپڑوں سے ان کے ہاتھ پونچھے۔ یہ روایت (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۲۲۹) پر ہے۔

گویا کہ یہ دعوت رفع الی السماء کا ولیمہ اور رخصتانہ تھا اور احباب واصحاب کی الوداعی دعوت تھی۔ الغرض غسل فرما کر برآمد ہونا اور احباب کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانا یہ سب آسمان پر جانے کی تیاری تھی۔ جب فارغ ہو گئے تو اپنے ایک عاشق جان نثار پر اپنی شباہت ڈال کر روح القدس کی معیت میں عروج کے لئے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ رفع الی السماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عروج جسمانی تھی جس طرح نبی اکرم ﷺ جبرائیل امین علیہ السلام کی معیت میں آسمانوں کی معراج کے لئے روانہ ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں عروج کے لئے آسمان پر روانہ ہوئے۔

فائدہ: صحیح مسلم میں نواس بن سمعانؓ کی حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب دمشق کے منارہ شرقیہ پر اتریں گے تو سر مبارک سے پانی ٹپکتا ہوا ہوگا۔ سبحان اللہ! جس وقت آسمان پر تشریف لے گئے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور جس وقت قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے ہوں گے۔ جس شان سے تشریف لے گئے تھے اسی شان سے تشریف آوری ہوگی اور مرور زمانہ کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا۔

تنبیہ: سلف میں اس کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی وہ یہودی تھا یا منافق عیسائی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص حواری گزشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن مخلص تھا۔ اس لئے کہ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس پر میری شباہت ڈالی جائے گی وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ کی تفسیر

یعنی یہودی حضرت مسیح کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا جیسا کہ امام رازیؒ نے ''وَاَيَّدۡنَاهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ'' کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرائیل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص خصوصیت تھی کہ انہیں کے نفخہ سے پیدا ہوئے۔ انہیں کی ترتیب میں رہے اور وہی ان کو آسمان پر چڑھا کر لے گئے۔ (تفسیر کبیر ج۱ ص۴۳۶)

جیسا کہ شب معراج میں حضرت جبرائیل آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے۔ (صحیح البخاری ج۱ ص۴۷۱، باب ذکر ادریس علیہ السلام) میں ہے ’’ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء‘‘

یہ آیت رفع جسمی کے بارے میں نص صریح ہے کہ حق جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ اور صحیح اور سالم آسمان پر اٹھالیا۔ اب ہم اس کے دلائل اور براہین ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ غور سے پڑھیں۔

۱...... یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ: ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ ‘‘ کی ضمیر اسی طرف راجع ہے کہ جس طرف ’’مَا قَتَلُوْهُ ‘‘اور’’مَا صَلَبُوْهُ ‘‘ کی ضمیریں راجع ہیں اور ظاہر ہے کہ ’’مَا قَتَلُوْهُ ‘‘اور’’مَا صَلَبُوْهُ ‘‘ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم مبارک اور جسد مطہر کی طرف راجع ہیں۔ روح بلا جسم کی طرف راجع نہیں۔ اس لئے کہ قتل کرنا اور صلیب پر چڑھانا جسم ہی کا ممکن ہے۔ روح کا قتل اور صلیب قطعاً ناممکن ہے۔ لہٰذا بل رفعہ کی ضمیر اسی جسم کی طرف راجع ہوگی جس جسم کی طرف ’’مَاقَتَلُوْهُ ‘‘اور’’مَا صَلَبُوْهُ ‘‘ کی ضمیریں راجع ہیں۔

۲...... دوم یہ کہ یہود روح کے قتل کے مدعی نہ تھے بلکہ جسم کے قتل کے مدعی تھے اور ’’بل رفعه الله ‘‘میں اس کی تردید کی گئی لہٰذا ’’بل رفعه ‘‘ سے جسم ہی مراد ہوگا۔

بل کی بحث

اس لئے کہ کلمہ بل کلام عرب میں ماقبل کے ابطال کے لئے آتا ہے۔ لہٰذا بل کے ’’ماقبل ‘‘اور’’مابعد ‘‘میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ ’’وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (الانبیاء:۲۶) ‘‘ولدیت اور عبودیت میں منافات ہے دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ ’’اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ (مؤمنون:۷۰) ‘‘﴿یا کہتے ہیں اس کو سودا ہے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے ان کے پاس سچی بات۔﴾ مجنونیت اور اتیان بالحق (یعنی منجانب اللہ حق کو لے کر آنا) یہ دونوں متضاد اور متنافی ہیں۔ یکجا جمع نہیں ہوسکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ شریعت حقہ کا لانے والا مجنون ہو۔ اسی طرح اس آیت میں یہ ضروری ہے کہ مقتولیت اور مصلوبیت جو بل کا ماقبل ہے وہ مرفوعیت الی اللہ کے منافی ہو جو بل کا مابعد ہے اور ان دونوں کا وجود اور تحقق میں جمع ہونا ناممکن ہے اور ظاہر ہے کہ مقتولیت اور روحانی رفع بمعنی موت میں کوئی منافات نہیں۔ محض روح کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا قتل جسمانی کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ شہداء کا جسم تو قتل ہو جاتا ہے اور روح آسمان پر اٹھالی جاتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ’’بل رفعه الله ‘‘میں رفع جسمانی مراد ہو کہ جو قتل اور صلب کے منافی ہے۔ اس لئے کہ رفع روحانی اور رفع عزت اور رفعت شان قتل اور صلب کے منافی نہیں۔ بلکہ جس قدر قتل اور صلب ظلماً ہوگا اسی قدر عزت اور رفعت شان میں اضافہ ہوگا اور درجات اور زیادہ بلند ہوں گے۔ رفع درجات کے لئے تو موت اور قتل کچھ بھی شرط نہیں۔ رفع درجات زندہ کو بھی حاصل ہوسکتے ہیں۔ ’’کما قال تعالٰی وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح:٤) ‘‘﴿اور بلند کیا ہم نے ذکر تیرا۔﴾ اور ’’يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادله:١١) ‘‘﴿اللہ بلند کرے گا ان کے لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم ان کے درجے۔﴾

یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم کے قتل اور صلب کے مدعی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ابطال کے لئے ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ ‘‘ فرمایا۔ یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا، یا صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو صحیح وسالم آسمان پر اٹھالیا۔

قتل سے قبل رفع جسمانی

اگر رفع سے رفع روح بمعنی موت مراد ہے تو قتل اور صلب کی نفی سے کیا فائدہ؟ قتل اور صلب سے غرض موت ہی ہوتی ہے اور بل اضرابیہ کے بعد رفعہ کو بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ’’رفع الی السماء‘‘ باعتبار ماقبل کے امر ماضی ہے۔ یعنی تمہارے قتل اور صلب سے پہلے ہی ہم نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ جیسا کہ ’’بل جآء ھم بالحق ‘‘میں صیغہ ماضی اس لئے لایا گیا کہ یہ بتلا دیا جائے کہ آپ ﷺ کا حق کو لے کر آنا کفار کے مجنون کہنے سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔ اسی طرح ’’بل رفعه الله ‘‘بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء ان کے مزعوم اور خیالی قتل اور صلب سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔

۳...... جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق جسمانی شے ہوگی تو اس جگہ یقیناً جسم کا رفع مراد ہوگا اور اگر رفع کا مفعول اور متعلق درجہ یا منزلہ یا مرتبہ یا امر معنوی ہو تو اس وقت رفع مرتبت اور بلندیٔ رتبہ کے معنی مراد ہوں گے۔ ’’کما قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ (البقرہ:٦٣)‘‘ ﴿اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو۔﴾ ’’اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (الرعد:٢)‘‘ ﴿اللہ وہ ہے جس نے اونچے بنائے آسمان بغیر ستون دیکھتے ہو۔﴾ ’’وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ (البقرہ:١٢٧)‘‘ ﴿اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل۔﴾ ’’وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ (یوسف:١٠٠)‘‘ ﴿اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر۔﴾ ان تمام مواقع میں لفظ رفع اجسام میں مستعمل ہوا ہے اور ہر جگہ رفع جسمانی مراد ہے اور ’’وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ‘‘ہم نے آپ علیہ السلام کا ذکر بلند کیا اور ’’وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (الزخرف:٣٢)‘‘ ﴿اور بلند کر دیئے درجے بعض کے بعض پر۔﴾ اس قسم کے مواقع میں رفعت شان اور بلندی رتبہ مراد ہے۔ اس لئے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر اور درجہ کی قید مذکور ہے۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ رفع کے معنی اٹھانے اور اوپر لے جانے کے ہیں۔ لیکن وہ رفع کبھی اجسام کا ہوتا ہے اور کبھی معانی اور اعراض کا ہوتا ہے اور کبھی اقوال اور افعال کا اور کبھی مرتبہ اور درجہ کا۔ جہاں رفع اجسام کا ذکر ہوگا وہاں رفع جسمی مراد ہوگا اور جہاں رفع اعمال اور رفع درجات کا ذکر ہوگا وہاں رفع معنوی مراد ہوگا۔ رفع کے معنی تو اٹھانے اور بلند کرنے ہی کے ہیں۔ باقی جیسی شے ہوگی اس کا رفع بھی اس کے مناسب ہوگا۔

۴...... اس آیت کا صریح مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ جس وقت یہود نے حضرت مسیح کے قتل اور صلب کا ارادہ کیا تو اس وقت قتل اور صلب نہ ہو سکا کہ اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام کا اللہ کی طرف رفع ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ یہ رفع جس کا ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ ‘‘میں ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے سے حاصل نہ تھا بلکہ یہ رفع اس وقت ظہور میں آیا کہ جس وقت یہود ان کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے اور رفع جو ان کو اس وقت حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ اس وقت بجسدہ العصری صحیح وسالم

آسمان پر اٹھالئے گئے۔ رفعت شان اور بلندی مرتبہ تو ان کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور ’’وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (آل عمران:۴۵)‘‘ ﴿مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں۔﴾ کے لقب سے پہلے ہی سرفراز ہو چکے تھے۔ لہٰذا اس آیت میں وہی رفع مراد ہو سکتا ہے کہ جو ان کو یہود کے ارادہ قتل کے وقت حاصل ہوا یعنی رفع جسمی اور رفع عزت ومنزلت اس سے پہلے ہی ان کو حاصل تھا اس مقام پر اس کا ذکر بالکل بے محل ہے۔

۵…… یہ کہ رفع کا لفظ قرآن کریم میں صرف دو پیغمبروں کے لئے آیا ہے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے ادریس علیہ السلام کے لئے۔ ’’کما قال تعالیٰ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِدْرِیْسَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَّرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا (مریم:۵۷،۵۶)‘‘ ﴿اور مذکور تذکرہ کتاب میں ادریس کا وہ تھا سچا نبی اور اٹھالیا ہم نے اس کو ایک اونچے مکان پر۔﴾ ادریس علیہ السلام کا رفع جسمانی کا مفصل تذکرہ تفاسیر میں مذکور ہے۔ (روح المعانی ج۵ ص۱۸۷، خصائص کبریٰ ج۱ ص۱۶۷،۱۶۸، ج۱ ص۱۷۴، تفسیر کبیر ج۵ ص۵۴۵، ارشاد الساری ج۵ ص۳۷۰، فتح الباری ج۱۳ ص۲۲۵، مرقات ج۵ ص۲۲۴، معالم التنزیل ج۳ ص۷، فی عمدۃ القاری ج۷ ص۳۲۷، القول الصحیح بانہ رفع وھو حی ودر منثور ج۴ ص۲۴۶، وفی التفسیر ابن جریر ج۱۶ ص۶۳) ان اللّٰہ رفعہ وھو حی الیٰ السماء. الرابعۃ وفی الفتوحات المکیۃ (ج۳ ص۳۴۱) والیواقیت الجواھر (ج۲ ص۲۴) فاذا انا بادریس بجسمہ فانہ مامات الیٰ الآن بل رفعہ اللّٰہ مکانا علیا وفی الفتوحات (ج۲ ص۵) ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسدہٖ واسکنہ اللّٰہ الیٰ السماء الرابعۃ) لہٰذا تمام انبیاء کرام میں انہیں دو پیغمبروں کو رفع کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ رفع درجات میں تمام انبیاء شریک ہیں۔

۶…… ’’وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ‘‘ اور ’’وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا‘‘ اور ’’بَلْ رَّفَعَہٗ‘‘ میں تمام ضمائر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں جن کو مسیح اور ابن مریم اور رسول اللہ کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ اور مسیح اور ابن مریم اور رسول یہ جسم معین اور جسد خاص کے نام اور لقب ہیں۔ روح کے اسماء اور القاب نہیں۔ اس لئے کہ جب تک روح کا تعلق کسی بدن اور جسم کے ساتھ نہ ہو اس وقت تک وہ روح کسی اسم کے ساتھ موسوم اور کسی لقب کے ساتھ ملقب نہیں ہوتی۔ ’’وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ (الاعراف:۱۷۲)‘‘ ﴿اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو۔﴾ ’’وقولہ ﷺ الارواح جنود مجندۃ الحدیث‘‘

(بخاری ج۱ ص۴۶۹، باب الارواح جنود مجندۃ کنز العمال ج۹ ص۲۳، حدیث:۲۴۷۴۱)

۷…… یہ کہ یہود کی ذلت ورسوائی اور حسرت اور ناکامی اور عیسیٰ علیہ السلام کی کمال عزت ورفعت بجسدہ العنصری صحیح وسالم آسمان پر اٹھائے جانے ہی میں زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

۸…… یہ کہ رفعت شان اور علو مرتبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ زندہ اہل ایمان اور زندہ اہل علم کو بھی حاصل ہے۔ ’’کما قال تعالیٰ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (مجادلہ:۱۱)‘‘ ﴿بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کو باعتبار درجات کے۔﴾

۹…… یہ کہ اگر آیت میں رفع روحانی بمعنی موت مراد ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ رفع روحانی بمعنی موت یہود کے قتل اور صلب سے پہلے واقع ہوا جیسا کہ: ’’اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِہٖ جِنَّۃٌ بَلْ جَآءَ ھُمْ بِالْحَقِّ (المؤمنون:۷۰) وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۞ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ (الصافات:۳۷،۳۶)‘‘ میں آنحضرت ﷺ کا حق کو لے کر آنا ان کے شاعر اور مجنون کہنے سے پہلے واقع ہوا۔ اسی طرح رفع روحانی بمعنی موت کو ان

کے قتل اور صلب سے مقدم ماننا پڑے گا۔ حالانکہ مرزا قادیانی اس کے قائل نہیں۔ مرزا قادیانی تو (العیاذ باللہ) یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود سے خلاص ہوکر فلسطین سے کشمیر پہنچے اور عرصہ دراز تک بقید حیات رہے اور اسی عرصہ میں اپنے زخموں کا علاج کرایا اور پھر طویل مدت کے بعد یعنی ستاسی سال زندہ رہ کر وفات پائی اور سری نگر کے محلّہ خان یار میں مدفون ہوئے اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کے زعم کے مطابق عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی۔ ''وما قتلوہ بالصلیب بل تخلص منھم وذھب الیٰ کشمیر واقام فیھم مدۃ طویلۃ ثم اماتہ اللہ ورفع الیہ'' کیا کہیں قرآن مجید اور ذخیرہ احادیث میں ایسی کوئی عبارت ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

۱۰...... یہ کہ رفع روحانی بمعنی موت لینے سے ''وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا'' کے ساتھ مناسبت نہیں رہتی۔ اس لئے کہ عزیز اور حکیم اور اس قسم کی ترکیب اس موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کوئی عجیب وغریب اور خارق العادات امر پیش آیا ہو اور وہ عجیب وغریب امر جو اس مقام پر پیش آیا وہ رفع جسمانی ہے۔ اس مقام پر ''عَزِيْزًا حَكِيْمًا'' کو خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔ وہ عزت والا اور غلبہ والا اور قدرت والا ہے اور نہ یہ خیال کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا خلاف حکمت اور خلاف مصلحت ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ دشمنوں نے جب حضرت مسیح پر ہجوم کیا تو اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلا دیا کہ اپنے نبی کو آسمان پر اٹھالیا اور جو دشمن قتل کے ارادہ سے آئے تھے انہی میں سے ایک کو اپنے نبی کا ہم شکل اور شبیہ بنا کر انہیں کے ہاتھ سے اس کو قتل کرادیا اور پھر اس شبیہ کے قتل کے بعد ان سب کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا۔

رفع کا معنی عزت کی موت

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''جاننا چاہئے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا'' (ازالہ اوہام ص ۵۹۹، خزائن ج ۳ ص ۴۲۳)

پھر تحریر کرتے ہیں کہ: ''لہٰذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت کے ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مليكٍ مُّقْتَدِرٍ'' (ازالہ اوہام ص ۶۰۵، خزائن ج ۳ ص ۴۲۴)

رفع کے معنی عزت کی موت نہ کسی لغت سے ثابت ہیں اور نہ کسی محاورہ سے اور نہ کسی فن کی اصطلاح ہے۔ محض مرزا قادیانی کی اختراع اور گھڑت ہے۔ البتہ رفع کا لفظ محض اعزاز کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے مگر اعزاز رفع جسمانی کے منافی نہیں اعزاز اور رفع جسمانی دونوں جمع ہوسکتے ہیں نیز اگر رفع سے عزت کی موت مراد ہو تو نزول سے ذلت کی پیدائش مراد ہونی چاہئے اس لئے کہ حدیث میں نزول کو رفع کا مقابل قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نزول کے یہ معنی مرزا قادیانی کے ہی مناسب ہیں۔

تفسیری شواہد

اب ہم ذیل میں مفسرین حضرات کے چند تفسیری شواہد نقل کرتے ہیں۔

۱...... تفسیر روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسی (و:۱۲۷۰ھ) اس آیت کے تحت جزء سادس ص ۹ پر فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جب یہود مسیح علیہ السلام کے قتل کے لئے جمع ہو کر ان کی طرف گئے

تا کہ ان کو قتل کر دیں تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام مسیح علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے۔ مسیح علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے۔

(ص۱۱) پر فرماتے ہیں کہ: ’’سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر زندہ تشریف فرما ہیں۔ واپس دنیا میں تشریف لائیں گے اور دنیا میں ان کا انتقال ہوگا۔‘‘

۲...... علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (تفسیر درمنثور ج۲ ص۲۳۸) پر بھی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو نقل فرمایا ہے۔

۳...... علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (و:۳۱۰ھ) اپنی (تفسیر جامع البیان ج۶ ص۱۴) اس آیت کے تحت حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ ص۱۵ پر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ’’سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اٹھالیا۔‘‘

۴...... علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۱۲) پر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو یوں نقل فرمایا: ’’صلبوا رجلاً شبھًا بعیسیٰ ورفع اللّٰہ عزوجل عیسیٰ الی السماء حیاً یہود نے ایک شخص کو جو مسیح کا شبیہ تھا صلیب پر لٹکایا جب کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔‘‘

۵...... (تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ ج۱ ص۶۸) میں ابی طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی فرماتے ہیں: ’’انہوں (یہود) نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں پر اٹھالیا۔‘‘

۶...... تفسیر کشاف میں علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری (و:۵۲۸ھ) اس آیت کے تحت (ج۱ ص۵۷۸ طبع بیروت) پر فرماتے ہیں: ’’جب یہود عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے جمع ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ ہم آپ کو آسمانوں پر اٹھاتے ہیں اور یہود کی ناپاک صحبت سے پاک کرتے ہیں۔‘‘

۷...... تفسیر مظہری میں علامہ ثناء اللہ مظہری رحمۃ اللہ علیہ (و:۱۳۲۵ھ) اس آیت کے تحت (ج۳ ص۲۷۱) پر فرماتے ہیں کہ ’’بل رفعہ اللّٰہ الیہ‘‘ میں رد قتل (مسیح علیہ السلام) اور اثبات رفع (مسیح علیہ السلام) ہے۔

۸...... تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت (جز۱۱ ص۱۰۳) پر فرماتے ہیں کہ: ’’اس آیت (بل رفعہ اللہ) سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء ثابت ہے جیسا کہ آیت آل عمران ’’انی متوفیک ورافعک ومطہرک‘‘ اس کی نظیر ہے۔ جان کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مصیبت ومشقت (یہود سے) پیش آئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور ان کے لئے ثواب جنت کے دروازے وا کر دیئے۔ ان کے جسم کو (رفع سے) تمام راحتیں نصیب ہوگئیں۔ (جن کے جسم کی رفعتوں کا یہ عالم ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں) تو اس آیت سے ان کی روحانی ترقیوں کی معرفت کا بھی خود بخود اندازہ کرلو (یعنی رفع جسمانی کو رفع روحانی خود بخود لازم ہے) اس صفحہ پر آیت ’’کان اللّٰہ عزیزًا حکیما‘‘ کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

عزت سے مراد کمال قدرت اور حکمت سے مراد کمال علم (ان الفاظ عزیزًا حکیمًا) سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا سے آسمانوں کی طرف انسان کے لئے ایسا کرنا تو مشکل ہے۔ لیکن میری (اللہ تعالیٰ) قدرت وحکمت کے لئے تو کوئی مشکل نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ ’’اسریٰ بعبدہٖ لیلاً‘‘ میں فرماتے ہیں کہ معراج (سماوی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خود بخود تو مشکل تھا۔ لیکن قدرت حق (تعالیٰ سبحانہ) کے لئے تو آسان ہے۔‘‘

قادیانی سوال:۱

ایک شخص کی شکل ہو بہو عیسیٰ علیہ السلام جیسی کیسے ہوگئی؟

جواب: ۱...... جس طرح فرشتوں کا بشکل بشر متمثل ہونا۔

۲...... اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدہا بن جانا قرآن کریم میں منصوص ہے۔

۳...... انبیاء کرام کے لئے پانی کا شراب اور زیتون بن جانا نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے۔ پس اسی طرح اگر کسی شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور ہم شکل بنادیا جائے تو کیا استبعاد ہے؟

۴...... احیاء موتی کا معجزہ القاء شبیہ کے معجزہ سے کہیں زیادہ بلند تھا۔ لہٰذا احیاء موتی کی طرح القاء شبیہ کے معجزہ کو بھی بلاشبہ اور بلاتردد تسلیم کرنا چاہیے۔

۵...... نیز موجودہ سائنس کے دور میں پلاسٹک سرجری سے چہروں کی شباہت تبدیل کی جاتی ہے۔ یہ انسان اپنے ذرائع سے کررہا ہے۔ اگر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک شخص کی شباہت دوسرے شخص پر ڈال دی تو وجہ استعجاب کیا ہے؟

قادیانی سوال:۲

جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی وہ آپ کا دشمن تھا۔ یا حواری، اگر دشمن پر ڈالی گئی تو اسے مسیح بنا کر عزت دی گئی۔ کافر کو عزت دی گئی۔ اگر حواری تھا تو اس پر ظلم ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے۔

جواب: اس آیت کی تفسیر میں پہلے نقل ہو چکا ہے کہ اس میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید تاریخی کتاب نہیں بلکہ ہدایت کا منبع ہے۔ یہ تاریخ کا موضوع ہے کہ وہ شخص جو پھانسی دیا گیا وہ کون ہے؟ قرآن مجید صرف اتنا بتلانا چاہتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ پھانسی دیئے گئے۔ یہود کا قول قتل مسیح کا دعویٰ غلط ہے۔ اب وہ شخص کون تھا؟ تو اس میں سابقہ کتب میں دو اقوال ہیں (۱) کہ وہ دشمن تھا، (۲) وہ حواری تھا۔ اس لئے مفسرین نے دونوں اقوال نقل کئے۔ اب کہ وہ دشمن تھا تو نبی کی شکل دے کر اسے اعزاز دیا گیا؟ یہ قادیانیوں کی نادانی ہے۔ اس دشمن کو مسیح کی شکل دے کر اعزاز نہیں دیا گیا بلکہ عذاب دیا گیا کہ وہ پھانسی پر لٹکایا گیا۔ کیوں؟ اس کا جواب قرآن نے دیا۔ ''شبه لهم'' اور دوسرا قول کہ مسیح علیہ السلام کا حواری تھا اس پر اشکال کہ بے قصور تھا۔ اس پر ظلم ہوا۔ اس کا جواب بھی تفسیروں اور کتب سابقہ میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کون شخص ہے جو میری جگہ پھانسی پر چڑھے اور قیامت کے دن جنت میں میرا رفیق بنے۔ یہ سوال تین بار کیا تو تینوں دفعہ مخلص حواری اٹھا جو اپنے نبی کی جگہ قربانی کے لئے آمادہ ہوا۔ یہ ایثار وقربانی کی بے مثال روایت ہے کہ اپنے نبی کے لئے جان قربان کر کے رفیق جنت بننے پر آمادہ ہوا اور ایسے کر کے وہ اعزاز کا مستحق ہوا نہ کہ اعتراض کا۔ وہ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ قادیانی، مخلص حواری مسیح کی شہادت کو ظلم سے تعبیر کریں تو جو لوگ اپنے دین وایمان، اسلام وقرآن انبیاء کرام کی عزتوں کے تحفظ کے لئے شہید ہوئے تو کیا ان سب پر ظلم ہوا؟ معاذ اللہ!

قادیانی سوال:۳

آیت: ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ'' میں لفظ ''بل'' ابطالیہ نہیں، نحویوں نے لکھا ہے کہ لفظ ''بل'' قرآن میں نہیں

آ سکتا۔ (مرزائی پاکٹ بک)

جواب: ۱...... پھر تو یہ مطلب ہوا کہ کافر یہود سچے ہیں جو کہتے تھے ہم نے مسیح کو قتل وغیرہ کر دیا۔ اے جناب! تم نے خود بحوالہ کتب نحو لکھا ہے کہ: ’’جب خدا کفار کا قول نقل کرے تو بغرض تردید، اس میں ’’بل‘‘ آ سکتا ہے۔‘‘

(احمدیہ پاکٹ بک ص ۲۲۴)

یہی معاملہ اس جگہ ہے۔ خود مرزا قادیانی مانتے ہیں کہ اس جگہ لفظ ’’بل‘‘ تردید قول کفار کے لئے ہے۔ ’’مسیح مصلوب مقتول ہو کر نہیں مرا...... بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۵۹۸، خزائن ج ۳ ص ۴۲۳)

جواب: ۲...... قرآن مجید میں قول کفار کی تردید کے لئے متعدد بار بل ابطالیہ استعمال ہوا ہے: (۱) ’’وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بقرہ:۱۱۶)‘‘ ﴿اور کہتے ہیں کہ اللہ رکھتا ہے اولاد وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔﴾ (۲) ’’وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (الانبیاء:۲۶)‘‘ ﴿اور کہتے ہیں رحمان نے کر لیا کسی کو بیٹا وہ ہرگز اس لائق نہیں۔ لیکن وہ بندے ہیں جن کو عزت دی ہے۔﴾ (۳) ’’اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ (مؤمنون:۷۰)‘‘ ﴿یا کہتے ہیں اس کو سودا ہے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے ان کے پاس سچی بات۔﴾ (۴) ’’اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ (السجدة:۳)‘‘ ﴿کیا کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ باندھ لیا ہے کوئی نہیں وہ ٹھیک ہے تیرے رب کی طرف سے۔﴾

قادیانی سوال: ۴

رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔ (مرزائی پاکٹ بک)

جواب: ۱...... وعدہ بلا توقف اور جلد رفع کا تھا۔ اگر آپ کے معنی صحیح ہوں تو مطلب یہ ہوا کہ مسیح اسی وقت عزت کے ساتھ مر گیا تھا اور کون نہیں جانتا کہ یہ یہود کی تائید ہے۔ چونکہ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام اس زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کو بھی اقرار ہے۔ لہٰذا اس وقت جو رفع ہوا وہ یقیناً زندہ آسمان پر اٹھایا جانا تھا۔

اس کے علاوہ رفع کے معنی عزت کی موت لینے نہ صرف بوجہ تمام کتب لغت کے خلاف ہونے کے مردود ہیں۔ بلکہ اس میں یہ نقص ہے کہ کلام ربانی درجۂ فصاحت سے گر جاتا ہے۔ کیونکہ دوسری آیت میں ’’رافعك‘‘ سے پہلے ’’متوفيك‘‘ کا وعدہ موجود ہے اور توفی کے معنی جیسا کہ کتب عربیہ اور تحریرات مرزا سے کسی چیز کو پورا لینے کے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ زندہ اٹھالیا۔ پھر ساتھ ہی یہ کہنا کہ عزت کی موت دے کر اٹھالیا۔ یہ متضاد کلام خدا کی شان سے بعید ہے۔ اگر کہا جائے کہ ’’متوفيك‘‘ کے معنی بھی موت ہیں تو بھی خلاف فصاحت ہے۔ کیونکہ جو بات ایک لفظ (موت) سے ادا ہو سکتی تھی اس کو دو فقروں میں بیان کرنا بھی شان بلاغت پر دھبہ ہے۔ حاصل یہ کہ یہود کہتے تھے کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو مار دیا۔ ان کے جواب میں یہ کہنا کہ ہاں مار تو دیا تھا مگر یہ عزت کی موت ہے۔ یہود کی تردید نہیں بلکہ تصدیق ہے۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ اس عقیدہ کو لعنتی قرار دیتا ہے جو قادیانیوں کو مبارک ہے۔

۲...... ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ‘‘ کی تفسیر میں تیرہ سو سال کے کسی ایک مفسر یا محدث یا امام لغت نے رفع درجات یا رفع روحانی مراد نہیں لیا۔ یہ خالصتاً قادیانی تحریف کا شاخسانہ ہے جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے

دعویٰ رفع درجات یا روحانی رفع کے لئے اس آیت کی تفسیر میں سلف کا ایک قول پیش نہیں کر سکتے۔

قادیانی سوال:۵

یہود صلیب کی موت کو لعنتی قرار دیتے ہیں۔اس لئے ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ'' فرمایا گیا کہ ان کا رفع روحانی ہوا۔

جواب: ۱...... قرآن مجید نے ''ماقتلوه'' سے یہود کے عقیدہ کی تردید کی۔ جس کے لئے وہ ''اِنَّا قَتَلْنَا'' سے قطعی دعویٰ کرتے تھے۔''وَمَا صَلَبُوْهُ'' سے نصاریٰ کے عقیدہ کفارہ کی تردید کی جو یہ کہتے ہیں کہ پھانسی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوگئے۔''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ'' سے مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کو جو قتل کے منافی ہے بیان کر کے حقیقت کو واضح کیا۔ ورنہ ''یقتلون الانبیاء بغیر حق'' میں دیگر انبیاء کے قتل میں یہود کے فعل بد کی نشاندہی فرمائی۔ اگر قتل اور صلیب لعنتی موت سے رفع روحانی مراد ہوتا تو کیا باقی انبیاء علیہم السلام کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ ان کے لئے ''بَلْ رَفَعَهُمُ اللّٰهُ'' کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟ پس ثابت ہوا کہ یہ رفع روحانی نہیں ہوا، ان کے لئے ''بَلْ رَفَعَهُمُ اللّٰهُ'' کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ رفع روحانی کا تذکرہ نہیں بلکہ رفع جسمانی کا اثبات و بیان ہے۔

۲...... درجات کی بلندی اور رفع روحانی کی انتہاء تو نبوت ہے۔ نبوت سے بڑھ کر اور کیا رفع درجات ہوسکتا ہے؟ وہ تو یہود کے قول قتل سے قبل مسیح علیہ السلام کو حاصل تھا۔ اس کا یہاں بیان ایک بے مقصد بات اور فضول دعویٰ ہے۔ جس کے قادیانی مرتکب ہو رہے ہیں۔

۳...... کیا ہر مصلوب لعنتی ہوتا ہے اگرچہ وہ بے گناہ ہی کیوں نہ ہو۔ کیا بے گناہ مقتول شہید نہیں ہوتا؟ کیا ''وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ'' قرآن میں نہیں ہے؟

۴...... کیا تیرہ سو سالہ مفسرین کی تفسیری آراء کو یکسر نظرانداز کر کے ان کے مقابلہ میں محرف و مبدل تورات و کتب سابقہ سے اپنے اختراعی مؤقف کو ثابت کرنا کسی طرح جائز ہے؟ بَیِّنُوْا تَوْجَرُوْا!

۵...... مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ ہر مصلوب ملعون ہوتا ہے، جھوٹ ہے۔ ذیل میں حوالہ ملاحظہ ہو۔ ''اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے اور تو اسے درخت پر لٹکائے تو اس کی لاش رات بھر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اس دن اسے گاڑھ دے۔ کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔ اس لئے چاہئے کہ تیری زمین جس کا وارث خداوند تیرا خدا تجھ کو کرتا ہے ناپاک نہ کی جائے۔'' (استثناء باب:۲۱، آیت:۲۲،۲۳، کتاب مقدس مطبوعہ ۱۹۲۷ء ص۱۷۹)

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ صلیب دیئے جانے والا وہی شخص ملعون ہے جو کسی گناہ اور جرم کی پاداش میں صلیب دیا گیا ہو۔ ہر مصلوب لعنت کا مستحق نہیں حوالہ میں ''وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔'' میں لفظ ''وہ'' کا اشارہ اس مجرم گنہگار کی طرف ہے۔ اگر ہر مصلوب کی ملعونیت ثابت کرنا مقصود ہوتی تو آیت کا یہ فقرہ یوں نہ ہوتا۔ بلکہ آیت میں ''وہ جو'' موصول ہے۔ وہ پھانسی دیا جانا اس کا صلہ ہے۔ چونکہ موصول پر حکم لگانے سے پہلے صلہ کا جاننا ضروری ہے۔ اس لئے مصلوب ہونے کے متعلق وہی علم ہوگا جو بائیسویں آیت سے حاصل ہو رہا ہے۔ بائیسویں آیت میں مجرم کا اپنے گناہ کی سزا میں مصلوب ہونا مذکور ہے۔ اس لئے یہاں بھی ''وہ جو'' پھانسی دیا جاتا ہے اس سے مجرم ہی مراد ہے۔

۶...... (سورۂ طٰہٰ:۷۱) میں ہے: ''وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ'' فرعون نے کہا کہ میں سب کو کھجور کے تنوں کے ساتھ پھانسی دوں گا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے ساحروں کو فرعون نے صلیب پر لٹکایا۔

وہ سب کے سب مقبول بارگاہ الٰہی تھے۔ایک بھی ملعون نہ تھا۔فرعون نے اپنا ارادہ پورا کیا اور سب کو دار پر لٹکا دیا۔(تفسیر کبیر ج۶ص۵۶)پر ہے:''قال ابن عباس رضی اللہ عنہ کانوا فی اوّل النهار سحرة ''اور''فی آخرها شهداء ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ دن کے پہلے وقت میں ساحر تھے۔دن کے آخری وقت میں شہداء میں شامل ہوئے۔اسی طرح بخاری و مسلم میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں سولی پر مارا جانا مذکور ہے۔چونکہ عیسیٰ علیہ السلام فی الواقعہ غیر مجرم تھے۔اس لئے ان کا سولی دیا جانا لعنت کا باعث کیسے ہوسکتا تھا؟ پس عدم قتل کے مقابلہ میں رفع۔رفع جسمانی ہے۔

۷...... اگر یہودی مسیح علیہ السلام کو لعنتی ثابت کرنا چاہتے اور ہر مصلوب ان کے نزدیک ملعون ہوتا جیسا کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے تو یہودی بجائے''اِنَّا قَتَلْنَا''کے''اِنَّا صَلَبْنَا''کہتے اور ان کے جواب میں''وما قتلوه ''کی بجائے صرف''وما صلبوه ''ہوتا تا کہ ان کی پوری تردید ہوجاتی۔''یا ماهو بملعون بل رفعه ''کہہ کر صاف لفظوں میں یہود کا رد کیا جاتا۔لہٰذا یہودیوں کا قتل مسیح کا زوردار دعویٰ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ان کی تردید میں قتل ہی کی تردید کرنے سے ظاہر ہے کہ یہودیوں نے نہ کبھی ان کے لعنتی ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ اس کے رد میں کوئی آیت نازل ہوئی۔بلکہ ''ماقتلوه''سے یہود کی تردید اور''وما صلبوه ''سے نصاریٰ کی تردید مقصود ہے۔پس عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا۔عدم قتل اور رفع الی السماء سب باتیں صادق ہیں۔

قادیانی سوال:۶

رَفَعَهُ اللّٰهُ میں خدا کی طرف اٹھانا مرقوم ہے۔آسمان کا کہاں ذکر ہے؟

جواب: ۱...... خدا کے لئے فوق وعلو ہے۔انہی معنوں سے قرآن میں کہا گیا ہے۔''ءَ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ (الملك:١٦)''﴿کیا تم نڈر ہوگئے اس ذات سے جو آسمان میں ہے اس سے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں۔﴾''اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یُّرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا (الملك:١٧)''﴿کیا نڈر ہوگئے ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ برسا دے تم پر مینہ پتھروں کا۔﴾

ایسا ہی آنحضرت ﷺ انتظار وحی کے وقت آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔''قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی السَّمَآءِ (البقرہ:١٤٤)''﴿بے شک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف۔﴾

اسی طرح خود مرزا قادیانی نے''رفعه الله ''کے معنی آسمان کی طرف اٹھایا جانا لکھے ہیں۔''رافعک کے یہی معنی ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے تو ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔''

(ازالہ اوہام ص۲۶۶، خزائن ج۳ص۲۳۴)

''مرنے کے بعد ہر مومن کی روح خدا کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔رب کی طرف واپس چلی جاتی ہے اور بہشت میں داخل ہوجاتی ہے۔'' (ملخص ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۷۱، خزائن ج۲۱ص۳۴۱)

''حضرت مسیح علیہ السلام تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے۔''

(حاشیہ براہین احمدیہ ص۳۶۱، خزائن ج۱ص۴۳۱)

تین قرآنی آیات اور تین مرزا کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ اختلاف نہیں

کہ کس طرف اٹھائے گئے۔ قادیانیوں کو بھی مسلم ہے کہ مرفوع چیز آسمانوں کی طرف اٹھائی گئی۔ مرفوع میں اختلاف ہے جہت رفع میں نہیں۔ فافہم!

۲...... ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ‘‘ ﴿اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا۔﴾ اسی کلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ ’’تَعْرُجُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ (المعارج:۴)‘‘ ﴿چڑھیں گے اس کی طرف فرشتے اور روح۔﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ فرشتے اور روح الامین اللہ کی طرف چڑھتے ہیں یعنی آسمان پر۔ ’’وقال تعالیٰ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (فاطر:۱۰)‘‘ ﴿اس کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور کام نیک اس کو اٹھالیتا ہے۔﴾ یعنی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسی طرح ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ‘‘ میں آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہوگا اور جس کو خدائے تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ سمجھ سکتا ہے۔ ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ‘‘ کے یہ معنی کہ خدا نے ان کو عزت کی موت دی۔ یہ معنی جس طرح لغت کے خلاف ہیں اسی طرح سیاق وسباق کے بھی خلاف ہیں۔

۳...... اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیح یہ منقول ہے: ’’لما اراد اللّٰه ان یرفع عیسٰی الی السماء‘‘ ﴿جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کا ارادہ فرمایا الیٰ آخر القصہ۔﴾ (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۹)

۴...... مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ رفع سے ایسی موت مراد ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔ جیسے مقربین کی موت ہوتی ہے کہ ان کی روحیں مرنے کے بعد علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ (حوالہ مذکور)

اس عبارت سے خود واضح ہے کہ: ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ‘‘ سے آسمان پر جانا مراد ہے۔ اس لئے کہ ’’علیین‘‘ اور ’’مقعد صدق‘‘ تو آسمان ہی میں ہیں۔ بہرحال آسمان پر جانا تو مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان پر حضرت مسیح بن مریم کی فقط روح گئی یا روح اور جسد دونوں گئے؟ سو یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت میں بجسدہ العنصری رفع مراد ہے۔ ذیل میں خود مرزا قادیانی کے ہم تین حوالے پیش کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے آسمان پر ہونے اور رفع الی السماء کا ثبوت ہوتا ہے۔ دیکھئے:

حوالہ:۱ ’’فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلا کان اللّٰه نزل من السماء‘‘ (تذکرہ ص۱۸۵)

معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے۔

حوالہ:۲ ’’الا یعلمون ان المسیح ینزل من السماء بجمیع علومه‘‘ (آئینہ کمالات اسلام، خزائن ج۵ ص۴۰۹)

’’کیا لوگ نہیں جانتے کہ مسیح آسمان سے تمام علوم کے ساتھ اتریں گے۔‘‘

پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے ہی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جبھی تو وہاں سے نازل ہوں گے۔

حوالہ:۳ ’’ہر ایک اپنے درجہ کے موافق آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور اپنے قرب کے انداز کے موافق رفع سے حصہ لیتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کی روح اگرچہ دنیوی حیات کے زمانہ میں زمین پر ہو مگر پھر بھی اس آسمان سے اس کا تعلق ہوتا ہے، جو اس کی روح کے لئے حد رفع ٹھہرایا گیا ہے اور موت کے بعد وہ روح اس آسمان میں جا ٹھہرتی ہے جو اس کے لئے حد رفع مقرر کیا گیا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۴۵، خزائن ج۳ ص۲۷۶)

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ الیہ سے مراد آسمان ہی ہے اور جہت رفع میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ اختلاف مرفوع شی میں ہے کہ آیا صرف روح اٹھائی گئی، یا اس کے ساتھ جسم بھی تھا؟

قادیانی سوال:۷

''صلب کا معنی صلیب پر مارنا ہے۔''

جواب: لغت میں صلب کا معنی صرف سولی پر چڑھانا ہے۔اسے موت لازم نہیں۔

۱...... صراح میں ہے صلب بردار کردن۔صلیب پر چڑھانا۔

۲...... (غیاث اللغات ص۳۰۹،مطبوعہ مجیدی کانپور) میں صلیب کے لفظ کے تحت لکھا ہے:''بمعنی بردار کردن وجہش آنکہ چوں عیسیٰ علیہ السلام رابرآسمان بردند۔طرطوس نام شخصے راکہ بشکل عیسیٰ علیہ السلام بود۔بردار کشیدند'' صلیب پر چڑھایا اس کی وجہ یہ تھی کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا تو طرطوس نامی شخص جو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل تھا صلیب پر چڑھادیا۔

۳...... حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:''ونہ کشتند اوراو بردار نکردند اورا۔'' نہ انہوں (یہود) نے ان (عیسیٰ) کو قتل کیا اور نہ ان کو چڑھایا (صلیب پر)

۴...... حضرت شاہ رفیع الدینؒ لکھتے ہیں:''اور نہیں مارا اس کو نہ سولی دی۔''

۵...... حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں:''اور نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔'' ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صلبوہ کا معنی اسے صلیب پر چڑھانا۔''وما صلبوہ'' کا معنی اس کو صلیب پر نہیں چڑھایا۔

قادیانیوں سے سوال:۳

اگر صلب کا معنی صلیب پر چڑھا کر مارنا ہے اور مصلوب کا معنی صلیب پر چڑھا کر مارا ہوا، تو صرف سولی پر چڑھانے اور سولی پر چڑھائے ہوئے، کے لئے کون سا لفظ ہے؟ پوری دنیا کے قادیانی مل کر مطلق صلب کے لئے کوئی لفظ بتاسکتے ہیں؟

قادیانی سوال:۸

مرزائی کہتے ہیں کہ بھلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان ہوتے ہوئے آسمان پر کیسے جاسکتے ہیں؟ آسمان وزمین کے بیچ کئی (ناری کرے) ہیں جن سے گزرنے کی تاب انسان نہیں رکھتا۔ اسی وجہ سے جب مشرکین مکہ نے آنحضرتﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپﷺ آسمان پر جائیں تو ہم ایمان لائیں گے تو آپﷺ نے جواب دیا تھا کہ:''ھل کنت الا بشراً رسولا'' معلوم ہوا انسان یہ کام نہیں کرسکتا۔

جواب: ۱...... ایک انتہائی ضروری حوالہ

یہ حوالہ نہیں بلکہ ایسا کیمیاوی ایٹم بم ہے جو صرف مذکورہ سوال ہی نہیں بلکہ وفات عیسیٰ کے بارے میں مرزائیوں کے تمام اشکالات کو بھسم کر دیتا ہے اور جگہ جگہ کام آئے گا۔ دل پر ہاتھ رکھ کر ملاحظہ کریں۔ جواب کے الفاظ یہ ہیں: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناری کروں سے گزر کر آسمان پر ایسے ہی چلے گئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام چلے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔'' اور یہ کوئی ہماری ایجاد نہیں بلکہ خود مرزائیوں کے حضرت صاحب نے لکھا ہے۔دیکھئے حوالہ:ا''بل حیاۃ کلیم اللّٰہ ثابت بنص القرآن الکریم

الاتقرء فی القرآن ماقال اللّٰہ تعالٰی عزوجل، فلا تکن فی مریۃ من لقائہ وانت تعلم ان ھذہٖ الایۃ نزلت فی موسٰی فھی دلیل صریح علٰی حیاۃ موسٰی علیہ السلام لانہ لقی رسول اللّٰہ ﷺ والاموات لا یلاقون الاحیاء ولا تجد مثل ھذہ الایات فی شان عیسٰی علیہ السلام نعم جاء ذکر وفاتہ فی مقامات شتی'' (حمامتہ البشریٰ ص۵۵،خزائن ج۷ص۲۲۱)

بلکہ حیات کلیم اللہ (موسیٰ علیہ السلام) نص قرآن کریم سے ثابت ہے کیا تو نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آپ ﷺ شک نہ کریں ان کی ملاقات سے یہ آیت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ آیت دلیل صریح ہے موسیٰ علیہ السلام کی حیات پر۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے (معراج میں) ملاقات ہوئی اور (اگر موسیٰ علیہ السلام فوت شدہ ہوتے) مردے زندوں سے نہیں ملا کرتے۔ ایسی آیات تو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نہیں بلکہ مختلف مقامات پر ان کی وفات کا ذکر ہے۔

حوالہ:۲ ''ھذا ھو موسٰی فتی اللّٰہ الذی اشار اللّٰہ فی کتابہ الی حیاتہ وفرض علینا ان نؤمن بانہ حی فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین '' یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہوگیا کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے اور مردوں میں سے نہیں۔ (نور الحق ص۵۰،خزائن ج۸ص۶۹)

جواب: ۲...... مذکورہ بالا اعتراض وعذر کا جواب یہ ہے کہ...... یہاں بحث خود جانے کی نہیں بلکہ خدا کے لے جانے کی ہے۔ کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ بھی کسی کو آسمان پر لے جانے کی قدرت نہیں رکھتا؟ اور آنحضرت ﷺ نے اپنی بشریت کا اقرار کر کے مطالبہ پورا کرنے سے جو عذر کیا ہے اس میں خود جانے کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جانے کی نفی نہیں ہے۔ چنانچہ معراج میں آپ ﷺ منجانب خداوندی آسمان پر لے جائے گئے نہ کہ خود گئے۔

۳...... مرزا قادیانی خود تسلیم کرتے ہیں کہ آسمان پر بجسم عنصری جانا ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے۔ مرزا قادیانی کی اپنی عبارت ملاحظہ فرمائیں: ''ہماری طرف سے یہ جواب ہی کافی ہے کہ اوّل تو خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے۔'' (چشمہ معرفت ص۲۱۹،خزائن ج۲۳ص۲۲۸)

۴...... مرزائیوں پر تعجب ہے کہ بابا گرونانک کے چولہ کا آسمان پر سے اترنا تو مرزا قادیانی کے نزدیک تسلیم ہوسکتا ہے اور اس کو آگ نہیں جلاتی، لیکن حضرت مسیح کے جانے یا آنے سے کرۂ زمہریر یا کرۂ ناریہ مانع ہے؟

مرزا قادیانی کا یہ اقرار (ست بچن ص۳۷،خزائن ج۱۰ص۱۵۷) پر ملاحظہ فرمائیں: ''بعض لوگ انگد کے جنم ساکھی کے اس بیان پر تعجب کریں گے کہ یہ چولہ آسمان سے نازل ہوا ہے اور خدا نے اس کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی بے انتہاء قدرتوں پر نظر کر کے کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ اس کی قدرتوں کی کسی نے حد بست نہیں کی۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور پھر نازل ہونا مرزا قادیانی خود انجیل کے حوالہ سے تسلیم کرتا ہے۔ مرزا قادیانی کی اپنی عبارت ملاحظہ فرمائیں: ''اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی مندرجہ ذیل آیت ہے اور اس وقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمانوں کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے۔ دیکھو متی باب:۲۴، آیت:۳۰''

(مسیح ہندوستان میں ص۳۸،خزائن ج۱۵ص۳۸)

حاصل کلام یہ ہوا کہ قرآن وحدیث وبائبل سب مسیح کے حیات ونزول جسمانی ورفع جسمانی کے قائل ہیں۔لہٰذا اب کوئی آیت یا حدیث یا بائبل پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

۵...... اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بجسد عنصری آسمانوں پر لے گئے اور ناری کرہ ان کے لئے رکاوٹ نہ بنا۔اللہ تعالیٰ نے اس ناری کرہ کو اسی طرح ٹھنڈا کر دیا جس طرح حضرت آدم علیہ السلام اور حواء کے لئے ٹھنڈا کیا اور انہیں جنت سے زمین پر اتارا اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی ناری کرہ کو ٹھنڈا کر دیا۔مرزا قادیانی خود اعتراف کرتا ہے، وہ لکھتا ہے:

۱...... ’’حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اس کی مدد کی۔جب کہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا۔خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کر دیا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص ۵۰،خزائن ج ۲۲ص ۵۲)

۲...... اسی کا تھا معجزانہ اثر
که نانک بچا جس سے وقت خطر
بچا آگ سے اور بچا آب سے
اسی کے اثر سے نہ اسباب سے

(ست بچن ص ۴۲،خزائن ج ۱۰ص ۱۶۲)

خلاصۂ بحث

اللہ رب العزت عام قوانین فطرت کے خلاف بھی کبھی کام کرتے ہیں۔یہ اس کے خاص نوامیس فطرت ہیں یہ بات مرزا قادیانی کے ہاں بھی مسلم ہے۔اگر مرزا قادیانی کی پیش کردہ مثالیں درست ہیں تو پھر ناری کروں کی موجودگی کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کا اترنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ونزول بھی عام قانون قدرت کے خلاف ممکن ہے۔ اگر قادیانیوں نے یہی کہنا ہے کہ کوّا سفید ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناری کرہ سے کیسے گزر گئے؟ تو مرزائی ہم سے سوال کرنے سے قبل یہ اعلان کریں کہ مذکورہ حوالوں میں مرزا قادیانی نے یکے بعد دیگرے کئی جھوٹ بولے ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

قادیانی اشکال برحوالہ مذکورہ

مرزائی عموماً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس رفع کو بھی رفع روحانی پر محمول کر کے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔مگر جان چھوٹ جانا اتنا آسان تھوڑا ہی ہے۔اس تاویل کا تحقیقی جواب یہ ہے:

حوالہ بالا میں خود مرزا قادیانی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تقابل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔یہ تقابل اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی موت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جسمانی حیات مراد لی جائے۔مذہب قادیانی میں یہی ہے۔ قادیانی اس عبارت کی تاویل کرتے ہیں کہ ’’حی فی السماء‘‘ سے مراد روحانی حیات ہے اور آگے ’’لم یمت‘‘ سے نفی

بھی روحانی موت کی ہی ہو رہی ہے۔ یہ تاویل چند وجوہ سے باطل ہے۔

اوّلاً...... کوئی شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحانی موت کا قائل نہیں ہے کہ ان کی روحانی حیات ثابت کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔

ثانیاً...... ''نور الحق'' میں مذکورہ عبارت کی چند سطروں کے بعد مرزا قادیانی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تقابل کیا ہے، کہتا ہے: ''ولا تجد مثل هذه الايات في شان عيسىٰ '' اگر یہ تقابل مانا جائے اور مرزائیوں کی تاویل بھی مانی جائے تو اس عبارت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی موت کا اقرار کرنا پڑے گا اور یہ کفر ہے۔ لہٰذا دونوں جگہ جسمانی حیات ہی مراد لی جانی چاہئے۔

قادیانی سوال:۹

مرزائی یہ کہتے ہیں کہ ''رفعه'' میں ضمیر کے مرجع کا فرق صنعت استخدام کے قبیل سے ہے...... اس کا جواب یہ ہے کہ صنعت استخدام اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ عیسیٰ ابن مریم کے دو معنی ہوں، جس کا دنیا میں کوئی قائل نہیں ہے اور اس کے باوصف اسے استخدام کی صنعت قرار دینا مرزائیوں کی جہالت پر بین دلیل ہے۔ اس لئے کہ:

صنعت استخدام کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں اور لفظ بول کر اس کا ایک معنی مراد لیا جائے اور جب اس لفظ کی طرف ضمیر لوٹے تو دوسرے معنی مراد ہوں یا دو ضمیریں ہوں ایک ضمیر لوٹا کر ایک معنی اور دوسری ضمیر لوٹا کر دوسرا معنی مراد لیا جائے۔ (از تلخیص المفتاح ص ۱۷)

اذا نزل السماء بارض قوم

رعيناه وان كانوا غضابا

سماء کا معنی بارش ہے اور دوسرا معنی جس کی طرف ''رعيناه'' کی ضمیر لوٹتی ہے۔ سبزہ ہے جو اس بارش سے اگا۔

قادیانیوں کا سوال:۱۰

تھک ہار کر مرزائی ایک بہت دور کی کوڑی لائے کہ آیت بالا سے اثبات رفع اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ ''وما قتلوه'' اور ''رفعه'' دونوں کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک ہی کیفیت جسد مع الروح کی طرف راجع ہو۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ رفعہ کی ضمیر کا مرجع صرف روح عیسوی ہے نہ کہ جسد اور اس کی نظیر قرآن کریم کی یہ آیت ہے: ''ثم اماته فاقبره'' جس میں بالاتفاق پہلی ضمیر کا مرجع جسد مع الروح اور دوسری ضمیر کا مرجع صرف روح یا صرف جسد ہے۔

جواب: ۱...... مرزائی اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ہم نے یہ اعتراض کر کے کوئی بڑا تیر مار لیا ہے۔ کیونکہ جس آیت سے مرزائیوں نے استدلال کیا ہے وہ آیت مبحوث عنہا کی نظیر ہرگز نہیں بن سکتی۔ کیونکہ اماتہ کہنے کے بعد لامحالہ روح اور جسد میں انفصال ہو گیا تو اب ''اقبره'' کی ضمیر دونوں کی طرف راجع نہیں ہو سکتی ہے۔ ایک ہی کی طرف راجع ہو گی اور ہماری ذکر کردہ آیت: ''وما قتلوه يقينًا بل رفعه الله'' میں قتل کی نفی کے بعد رفع کا اثبات کیا جا رہا ہے۔ گویا کہ صراحتاً جسد و روح کے انفصال کی نفی کی جا رہی ہے۔ اس لئے یہاں جسد مع الروح ہی مرجع قرار دیا جا سکتا ہے۔ کسی ایک کو لینا اور دوسرے کو چھوڑنا درست نہ ہو گا۔

۲...... مندرجہ بالا آیت میں موت واقع ہونے کے بعد جب کہ جسد اور روح میں انفصال ہوگیا تو لامحالہ دوسری ضمیر کا مرجع یا صرف جسد ہوگا یا صرف روح۔ دونوں نہیں بن سکتے بخلاف متنازعہ فیہ آیت کے کہ اس میں قتل اور صلیب (یعنی موت کی نفی) کے بعد رفع کے ساتھ ضمیر آرہی ہے تو لامحالہ یہاں رفع جسد مع الروح کا ہوگا نہ کہ فقط روح کا۔ لہٰذا اس آیت پر قیاس، قیاس مع الفارق کے قبیل سے ہے جو درست نہیں۔

۳...... یہ ہے کہ ''اماته فاقبره ''میں بھی دونوں جگہ مرجع جسد مع الروح ہی ہے اور اس میں انسان کے متعدد احوال ذکر ہورہے ہیں جو انسان ''معهود فی الذهن '' ہے۔

یہاں رفع روحانی اس لئے بھی نہیں ہوسکتا کہ یہاں پر چار جگہ واحد مذکر غائب کی ضمیر آئی ہے جن میں تین ضمیروں کا مرجع بالاتفاق عیسیٰ بن مریم جسد مع الروح ہے۔ ان ضمیروں کا مرجع نہ صرف جسد ہے اور نہ صرف روح ہے۔ کیونکہ قتل اور صلیب کا فعل تب ہی واقع ہوسکتا ہے جب جسد اور روح اکٹھے ہوں تو لامحالہ یہاں پر رفع کی ضمیر کا مرجع بھی جسد مع الروح ہی ہوگا، نہ کہ فقط روح۔ نیز یہاں پر ''كان الله عزيزًا حكيما '' کا جملہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہاں رفع جسمانی ہی ہے۔ ورنہ رفع روحانی کے لئے ان صفات کے لانے کی ضرورت نہیں تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں زائد جملہ ہوجائے گا اور یہ ہو نہیں سکتا۔ قرآن کا ہر جملہ معنی خیز ہے۔

قادیانی اعتراض:۱۱

ایک حدیث میں ہے:''اذا تواضع العبد رفعه الله الی السماء السابعة رواه الخرائطی فی مکارم الاخلاق '' جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان پر اٹھالیتے ہیں۔ اس حدیث کو خرائطی نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (کنزالعمال ج۳ ص۱۱۰، حدیث ۵۷۲۰، باب التواضع)

اس روایت کو مرزائی بہت خوش ہوکر بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ رفع کا مفعول جسمانی شئے ہے اور الی السماء کی بھی تصریح ہے مگر باوجود اس کے رفع سے رفع جسمی مراد نہیں بلکہ رفع معنوی مراد ہے۔

جواب: یہاں مجاز کے لئے قرینہ عقلیہ قطعیہ موجود ہے کہ یہ اس زندہ کے حق میں ہے۔ یعنی جو بندہ لوگوں کے سامنے زمین پر چلتا ہے اور تواضع کرتا ہے تو اس کا مرتبہ اور درجہ اللہ کے یہاں ساتویں آسمان کے برابر بلند اور اونچا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں رفع جسم مراد نہیں بلکہ رفع درجات مراد ہے۔ غرض یہ کہ رفع کے معنی بلندی رتبہ مجازاً بوجہ قرینہ عقلیہ لئے گئے اور اگر کسی کم عقل کی سمجھ میں یہ قرینہ عقلیہ نہ آئے تو اس کے لئے قرینہ لفظیہ بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ (کنزالعمال ج۳ ص۱۱۰، حدیث ۵۷۲۱) میں روایت مذکورہ کے بعد ہی علی الاتصال یہ روایت مذکور ہے۔ ''من تواضع لله درجةً يرفعه الله درجةً حتی يجعله فی عليين ''یعنی جس درجہ کی تواضع کرے گا اسی کے مناسب اللہ اس کا درجہ بلند فرمائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ تواضع کے آخری درجہ پر پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو علیین میں جگہ دیں گے جو علو اور رفعت کا آخری مقام ہے۔ اس حدیث میں صراحتاً لفظ درجہ کا مذکور ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے۔ ''الحديث يفسر بعضه بعضًا ''ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر اور شرح کرتی ہے۔ غرض قرآن وحدیث میں جہاں کہیں رفع کو درجات کی بلندی میں استعمال کیا گیا وہاں کوئی نہ کوئی قرینہ صارفہ موجود ہے۔ جو ادنیٰ تأمل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ مجازی معنی میں اس وجہ سے استعمال ہورہا ہے۔ فافہم!

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری دلیل

”قال اللّٰہ عزوجل وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (نساء:۱۵۹)“ ﴿اور جتنے فرقے ہیں اہل کتاب کے سو عیسیٰ پر یقین لائیں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان پر گواہ۔﴾

ف...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں آسمان پر، جب دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں تشریف لاکر اسے قتل کریں گے یہود اور نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے کہ بے شک عیسیٰ زندہ ہیں مرے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے حالات اور اعمال کو ظاہر کریں گے کہ یہود نے میری تکذیب اور مخالفت کی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا کا بیٹا کہا۔ (تفسیر عثمانی)

ربط: یہ آیت گزشتہ آیت ہی کے سلسلہ کی ہے۔ گزشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا ذکر تھا۔ جس سے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اب رفع الی السماء کے بعد کیا ہوگا؟ اس آیت میں اس کا جواب مذکور ہے کہ وہ اس وقت تو آسمان پر زندہ ہیں۔ مگر قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت تمام اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے اور چند روز دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے اور روضۂ اقدس میں مدفون ہوں گے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے اور یہود بے بہبود جو ان کے قتل کے مدعی ہیں ان کو اپنی آنکھوں سے زندہ دیکھ کر اپنی غلطی پر ذلیل اور نادم ہوں گے۔

بیان ربط بعنوان دیگر

گزشتہ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہود کے کفر اور عداوت کا ذکر تھا۔ اس آیت میں ان کے ایمان کا ذکر ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے اگرچہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت سے منکر تھے۔ مگر نزول من السماء کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آئندہ زمانے میں کوئی شخص اہل کتاب میں سے باقی نہ رہے گا۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ان کی نبوت و رسالت پر ضرور بالضرور ایمان لے آئے گا۔ (لام تاکید و نون تاکید) رفع الی السماء سے پہلے تکذیب اور عداوت تھی۔ نزول کے بعد تصدیق و تکذیب اور محبت اور عداوت کی شہادت دیں گے تاکہ شہادت کے بعد فیصلہ سنا دیا جائے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور ان کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

تفسیر آیت: اس آیت کی تفسیر میں صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ و علماء مفسرین کے دو قول ہیں۔

قول اوّل: مشہور اور جمہور کے نزدیک مقبول اور راجح یہ ہے کہ: ”لَيُؤْمِنَنَّ“ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور ”بِهٖ“ اور ”قَبْلَ مَوْتِهٖ“ کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ: ”نہیں رہے گا کوئی شخص اہل کتاب میں مگر البتہ ضرور ایمان لے آئے گا (زمانہ آئندہ یعنی زمانہ نزول میں) عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔“ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔

”نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسیٰ پیش از مردن۔ وروز قیامت عیسیٰ گواہ باشد برایشاں۔“

ف...... مترجم می گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند، نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند۔انتھی!

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے اس ترجمہ اور فائدہ تفسیریہ سے صاف ظاہر ہے کہ ''بِهٖ'' اور ''مَوْتِهٖ'' کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔جیسا کہ آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے۔اس لئے کہ ''وَمَا قَتَلُوْهُ'' اور ''وَمَا صَلَبُوْهُ'' اور ''وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا'' اور ''بَلْ رَّفَعَهُ'' کی تمام ضمائر مفعول حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہیں اور پھر آئندہ آیت ''وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا'' میں ''يَكُوْنُ'' کی ضمیر بھی حضرت مسیح علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہوگی تاکہ سیاق اور سباق کے خلاف نہ ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے باسناد صحیح منقول ہے کہ: ''بِهٖ'' اور ''مَوْتِهٖ'' کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔دیکھئے: (فتح الباری ج۶ص۳۵۷)

اور قتادہؒ اور ابو مالکؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ (تفسیر ابن جریر ج۶ص۱۴)

تفسیر ازروئے حدیث

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ: ''به'' اور ''موته'' کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔

''عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ والذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتی لا يقبله احد حتی تكون السجدة الواحدة خير اله من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرةؓ واقروا ان شئتم وان من اهل الكتٰب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔بے شک عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔درآنحالیکہ وہ فیصلہ کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہوں گے۔صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور لڑائی کو ختم کردیں گے۔مال کو بہادیں گے۔یہاں تک کہ مال کو قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا اور ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔پھر حضرت ابوہریرہؓ یہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو اس حدیث کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھو: ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا'' (بخاری شریف کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم ص۴۹۰، ج۱ طبع مجتبائی، مسلم شریف ج۱ ص۲۹۹ تا ۳۰۱، طبع بجنور بفتح الملہم باب نزول عیسیٰ بن مریم)

حافظ عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''وهذا مصير من ابی هريرةؓ الی ان الضمير فی قوله به وموته يعود علی عيسیٰ عليه السلام ای الا ليؤمنن بعيسیٰ قبل موت عيسیٰ'' (فتح الباری ج۶ص۳۵۷)

یعنی حضرت ابوہریرہؓ کا اس طرح آیت کا پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ ''بِهٖ'' اور ''موتِهٖ'' کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔یعنی ہر شخص زمانہ آئندہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ

علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئے گا۔

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: ’’وقد اختار کون الضمیر لعیسٰی، ابن جریر، وبہ قال جماعة من السلف وھو الظاھر لا نہ تقدم ذکر عیسٰی وذھب کثیر من التابعین فمن بعدھم الی ان المراد قبل موت عیسٰی کما روی عن ابن عباس قبل ھذا‘‘ (فتح الباری)

دونوں ضمیروں کا یعنی ’’بہ‘‘ اور ’’موتہ‘‘ کی ضمیروں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہونا اس کو امام بن جریر اور سلف کی ایک جماعت نے راجح قرار دیا ہے اور قرآن کریم کا سیاق بھی اس کو مقتضی ہے۔ کیونکہ گزشتہ کلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ذکر ہے اور تابعین اور تبع تابعین کثرت سے اسی طرف ہیں کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ ’’قبل موت عیسٰی‘‘ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قول ثانی: آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ: ’’بِہٖ‘‘ کی ضمیر تو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور ’’قَبۡلَ مَوۡتِہٖ‘‘ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت اور ان کی عبدیت پر ایمان لے آتا ہے۔ جیسا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت ’’وَاِنۡ مِّنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِہٖ قَبۡلَ مَوۡتِھِمۡ‘‘ اسی معنی کی صریح مؤید ہے یعنی نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت پر۔ یعنی اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ خدا اور خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ مگر یہ ایمان چونکہ خروج روح کے وقت ہوتا ہے۔ اس لئے شرعاً معتبر نہیں اور نہ آخرت میں نجات کے لئے کافی ہے۔ اس قرأت میں بجائے ’’قَبۡلَ مَوۡتِہٖ‘‘ کے ’’قَبۡلَ مَوۡتِھِمۡ‘‘ بصیغہ جمع آیا ہے۔ جو صراحتاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ’’قَبۡلَ مَوۡتِھِمۡ‘‘ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ لہٰذا اسی طرح دوسری قرأت میں بھی ’’قَبۡلَ مَوۡتِہٖ‘‘ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہونی چاہئے تاکہ دونوں قرأتیں متفق ہو جائیں۔ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’ورجح جماعة ھذا المذھب بقرأة ابی بن کعب رضی اللہ عنہ الا لیومنن بالضم بہ قبل موتھم ای اھل الکتٰب قال النووی معنی الایة علی ھذا لیس من اھل الکتٰب اذا یحضرہ الموت الا آمن عند المعانیة قبل خروج روحہ بعیسٰی علیہ السلام انہ عبداللّٰہ ولٰکن لا ینفعہ ھذا الایمان فی تلک الحالة کما قال اللّٰہ عزوجل ولیست التوبة للذین یعملون السیأت حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الأن‘‘ (فتح الباری ج۶ ص۳۵۷)

’’علماء کی ایک جماعت نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت کی بناء پر اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ ’’موتہ‘‘ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور اس قول کی بناء پر آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر کتابی اپنی روح نکلنے سے پہلے اس بات پر ایمان لے آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ مگر ایسی حالت میں ایمان اس کو نافع اور مفید نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’وَلَیۡسَتِ التَّوۡبَةُ الخ‘‘ یعنی جب موت آجائے تو اس وقت توبہ مقبول نہیں۔‘‘

ترجیح ارجح وتصحیح اصح

جمہور سلف اور خلف کے نزدیک آیت کی تفسیر میں راجح اور مختار قول اوّل ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ اس لئے کہ اس قول کا دارومدار ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت پر ہے اور یہ قرأت شاذ ہے۔ کسی صحیح یا حسن سند سے بھی ثابت نہیں۔

سند کے راوی ضعیف اور مجروح ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں اس قرأت کی اسانید مذکور ہیں اور علیٰ ہذا اس بات میں جس قدر روایتیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں وہ بھی ضعیف ہیں۔ امام جلیل وکبیر حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

”واولٰی ھذہ الا قوال بالصحۃ القول الاوّل وھو انہ لا یبقی احد من اھل الکتاب بعد نزول عیسٰی علیہ السلام الا اٰمن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسٰی علیہ السلام ولاشک ان ھذا الذی قالہ ابن جریر ھو الصحیح لانہ مقصود من سیاق الاٰیۃ وھذا القول ھو الحق کما سنبینہ بالدلیل القاطع ان شاء اللہ تعالٰی وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان آہ“ (تفسیر ابن کثیر ج۳ص۲۳۳)

”حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح قول فقط یہی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور آیت کی تفسیر اس طرح کی جائے گی کہ آئندہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں تمام اہل کتاب عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے بعد ایمان لے آئیں گے کہ عیسٰی علیہ السلام بے شک رسول ہیں اور یہی ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ سیاق آیت سے عیسٰی علیہ السلام ہی کا ذکر مقصود ہے اور یہی قول حق ہے جیسا کہ ہم اس کو دلیل قطعی سے ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔“

اور دلیل قطعی سے وہ احادیث متواترہ مراد ہیں کہ جن میں صراحۃً یہ مروی ہے کہ قیامت کے قریب عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس وقت کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو عیسٰی علیہ السلام پر عیسٰی علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔

(یاد رہے کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ قادیانیوں کے ہاں بھی مسلمہ مجدد ہیں)

تطبیق وتوفیق

جاننا چاہئے کہ دو قرأتین دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت سے ہر کتابی کا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے اور قرأت متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آئندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان دونوں قرأتوں میں کوئی تعارض نہیں، دونوں حق ہیں۔ ہر ایک قرأت بمنزلہ مستقل آیت کے ہے جو حجت ہے۔ ہر کتابی اپنے مرنے کے وقت بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور جب قیامت کے قریب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت بھی موجود ہر کتابی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ قرأت متواترہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات اور نزول اور اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے جو نزول کے بعد لائیں۔

اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت شاذہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول کا ذکر نہیں۔ نہ حیات کا ذکر ہے نہ وفات کا۔ فقط اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے کہ جو اہل کتاب اپنی روح نکلتے وقت لاتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر قرأت میں ایک جدا واقعہ کا ذکر ہے جیسا کہ: ”الٓمّ غُلِبَتِ الرُّوْمُ“ میں دو قرأتیں ہیں۔ ایک معروف اور ایک مجہول اور ہر قرأت میں علیحدہ علیحدہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قرأت

شاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیح علیہ السلام کے بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ تفسیر ”درمنثور“ میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول سے پہلے مریں گے وہ اپنی موت کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں اور جو اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ نزول کو پائیں گے وہ تمام حضرت مسیح علیہ السلام پر حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ لہٰذا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے مرنے والوں کے حق میں ہے اور قرأت متواترہ ان لوگوں کے حق میں ہے کہ جو نزول کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔

پھر یہ کہ اہل کتاب جو اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں وہ بھی یہی ایمان لاتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ زندہ صحیح وسالم آسمان پر اٹھالئے گئے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

”اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شهر بن حوشب فی قوله تعالٰی وان من اهل الکتٰب الا لیؤمنن به قبل موته عن محمد بن علی بن ابی طالب وهو ابن الحنفیة قال قال لیس من اهل الکتٰب احد الا اتته الملئکة یضربون وجهه ودبره ثم یقال یا عدو الله ان عیسٰی روح اللّٰه وکلمته کذبت علی الله وزعمت انه الله ان عیسٰی لم یمت وانه رفع الی السماء وهو نازل قبل ان تقوم الساعة فلا یبقی یهودی ولا نصرانی الا اٰمن به“ (تفسیر درمنثور ج۲ ص۴۴۱)

”عبد بن حمید اور ابن منذر نے بروایت شہر بن حوشب محمد (بن علی ابن الحنفیہ) سے آیت:”وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ الخ“ کی تفسیر اس طرح روایت کی ہے کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر آتے ہیں فرشتے اس کی موت کے وقت اور خوب مارتے ہیں اس کے چہرے اور سرین پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن! بے شک عیسیٰ اللہ کی خاص روح ہیں اس کا کلمہ ہیں۔ تو نے اللہ پر جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ عیسیٰ، اللہ ہیں تحقیق عیسیٰ ابھی نہیں مرے اور تحقیق آسمان کی طرف اٹھالئے گئے اور وہ قیامت سے پہلے نازل ہوں گے پس اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا مگر حضرت مسیح علیہ السلام پر ضرور ایمان لائے گا۔“

عجب نہیں کہ جس طرح مشرکین کو مرنے کے وقت عقیدۂ فاسدہ پر توبیخ اور سرزنش کی جاتی ہے۔ اسی طرح اہل کتاب کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط عقیدہ کی بناء پر توبیخ کی جاتی ہو۔ ”کما قال تعالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ (نساء:۹۷)“

امام ابن جریر رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب موت کا وقت ہوتا ہے تو حق اور باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے جب تک دین حق اور دین باطل کا امتیاز نہ ہو جائے۔ اس وقت تک روح نہیں نکلتی۔ اسی طرح ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت پر ایمان لے آتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس پر حق واضح ہو جاتا ہے۔

تفسیری شواہد

۱...... حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ۔ ۲...... فتح الباری۔

۳...... ابن جریر طبری۔ ۴...... ابن کثیر۔
۵...... درمنثور کے حوالہ جات پہلے نقل ہوچکے۔ مزید تفسیری حوالہ جات اس آیت کے ذیل میں ملاحظہ ہوں۔
۶...... تفسیر کشاف میں زیر آیت ہذا (ج۱ ص۵۸۹) پر حضرت علامہ زمخشری فرماتے ہیں: ''وان منهم احد الا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی وهم اهل الکتاب والذین یکونون فی زمان نزوله روی انه ینزل من السماء فی آخرالزمان فلا یبقی احد من اهل الکتاب الا لیؤمنن به حتی تکون الملة واحدة وهی ملة الاسلام ویهلك الله فی زمانه المسیح الدجال ''ان (اہل کتاب) میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ ہوگا مگر وہ ضرور عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا۔ (اس سے وہ اہل کتاب مراد ہیں) جو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں موجود ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے تو ایک بھی اہل کتاب سے ایسا باقی نہ بچے گا جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔ اس وقت ایک ملت ہو جائے گی اور وہ ملت اسلام ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے۔
۷...... اس کی تفسیر میں علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں آسمان پر۔ جب دجال خارج ہوگا تب اس جہان میں تشریف لاکر اسے قتل کریں گے۔ اور یہود ونصاریٰ (وغیرہم کفار) ان پر ایمان لائیں گے کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، مرے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے حالات اور اعمال کو ظاہر کریں گے۔ یہود نے میری تکذیب اور مخالفت کی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا تعالیٰ کا بیٹا کہا۔''
(فوائد عثمانیہ ص۱۳۳)
۸...... حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بطریق ابی رجاء رحمۃ اللہ علیہ یہ تفسیر نقل کرتے ہیں کہ: ''عن الحسن وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته قبل موت عیسٰی علیه السلام والله انه لحی الآن عند الله تعالٰی ولٰکن اذا نزل آمنوا به اجمعون الخ'' (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۵۷۶)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ (بصری) نے ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ (الآیہ)'' کی تفسیر یہ کی ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی وفات سے پہلے ایمان نہ لائے۔ بخدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں اور جب نازل ہوں گے تو سبھی ان پر ایمان لائیں گے۔

اور دوسرے طریق سے تفسیر یوں نقل کرتے ہیں کہ: ''ان رجلاً قال للحسن رحمۃ اللہ علیہ یا ابا سعید قول الله عزوجل وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسٰی علیه السلام ان الله تعالیٰ رفع الیه عیسٰی علیه السلام وهو باعثه قبل یوم القیمة مقاما یؤمن به البر والفاجر وکذا قال قتادة وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیره واحد وهذا القول هو الحق کما سنبینه بعده بالدلیل القاطع ان شاء الله تعالٰی الخ'' (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۵۷۶)

''ایک شخص نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ (بصری) سے دریافت کیا کہ اے ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (یہ ان کی کنیت تھی) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہ رہے گا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے گا، کیا معنی ہے؟ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی جگہ بھیجے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے تمام نیک وبدان پر ایمان لائیں گے اور یہی تفسیر حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اور بے شمار

مفسرین نے کی ہے اور یہی تفسیر حق ہے۔ ہم آگے دلیل قاطع سے اسے بیان کریں گے۔ ان شاء الله العزیز۔“

اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ نے نصوص قرآنیہ، احادیث متواترہ اور اجماع امت کے حوالہ سے اسے مبرہن کیا ہے۔ قرآن کریم کے اس روشن بیان سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور ان کی وفات سے قبل یہود ونصاریٰ وغیرہم کفار کا ان پر ایمان لانا ثابت ہے۔ ”لاریب فیه“ اور ان کی آمد ونزول سے پہلے ساری دنیا کفر ظلم وجور اور قتل وغارت اور بے حیائی سے بھری ہوئی ہوگی۔ مگر

نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے تو اے نور کے طالب

وہی پیدا کرے گا دن بھی، کی ہے جس نے شب پیدا

کتب تفاسیر میں ”اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ“ کی دو تفسیریں نقل کی گئی ہیں ایک یہ کہ ”بِهٖ“ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے اور ”قَبْلَ مَوْتِهٖ“ میں ضمیر کتابی یعنی یہود ونصاریٰ کے ہر ہر فرد کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہر یہودی اور نصرانی اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے گا وہ یوں کہ نزع اور جان کنی کے وقت انہیں اپنے باطل عقیدے پر بخوبی اطلاع ہو جائے گی اور وہ مجبور ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ اگرچہ کتب تفسیر میں یہ تفسیر بھی موجود و مذکور ہے۔ مگر دلائل اور سیاق وسباق سے اس کی تائید نہیں ہوتی......

اوّل...... اس لئے کہ نزع کی حالت کا ایمان، ایمان نہیں اور نہ عندالله تعالیٰ اس کی قبولیت ہے۔ حالانکہ آیت کریمہ میں لام تاکید اوّل میں اور نون تاکید ثقلیہ آخر میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور بالضرور ایمان لائیں گے اور اس ایمان سے ایسا ایمان مراد ہے جو عندالله ایمان ہو اور مقبول بھی ہو اور مرتے وقت یہودی اور نصرانی کا ایمان، ایمان ہی نہیں تو وہ اس ”لیؤمنن“ کا مصداق کیسے ہوسکتا ہے؟

ثانیاً...... اس لئے کہ الله تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ“ یعنی ہر مکلّف سے وہ ایمان مطلوب ہے جو اس کی مرضی اور مشیت سے ہو اور نزع کے وقت جب فرشتے سامنے ہوں تو اس وقت کا ایمان مجبوری کا ایمان ہوگا جس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ثالثاً...... اس لئے کہ قرآن کریم سے زیادہ فصاحت اور بلاغت والی کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اگر ”موته“ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہو تو آگے ”ویوم القیمة یکون علیهم شهیدا“ میں ”یکون“ میں ”هو“ ضمیر یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے تو انتشار ضمائر لازم آئے گا کہ ایک ضمیر تو کتابی کی طرف راجع ہو اور دوسری ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جو فصاحت وبلاغت کے خلاف ہے۔ اس لئے یہی بات راجح اور متعین ہے کہ ”قبل موته“ میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے اور یہود ونصاریٰ کو جب اپنی غلطی کا اقرار واحساس ہوگا تو اپنے نزع سے پہلے ہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں گے اور وہ ایمان، ایمان ہوگا اور مقبول ہوگا۔

۹...... علامہ اندلسیؒ فرماتے ہیں: ”والظاهر ان الضمیرین فی به وموته عائدان علی عیسیٰ علیه السلام وهو سیاق الکلام والمعنی ان من اهل الکتاب الذین یکونون فی زمان نزوله روی انه ینزل من السماء فی آخرالزمان فلا یبقی احد من اهل الکتاب الا لیؤمنن به حتی

تکون الملة واحدة وھی ملة الاسلام قالہ ابن عباس رضی اللہ عنہ والحسن رحمۃ اللہ علیہ وابومالک رحمۃ اللہ علیہ الخ''
(البحر المحیط ج۳ ص۴۵۵، ۵۵۵، طبع بیروت)

اور ظاہر یہی ہے کہ ''بہ'' اور ''موتہ'' میں دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہیں اور سیاق کلام بھی اسی کو چاہتا ہے اور معنی یہ ہے کہ جو اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کے وقت ہوں گے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ رہے گا جو ان پر ایمان نہ لائے اور احادیث میں مروی ہے کہ وہ آخر زمانہ میں نازل ہوں گے اور اہل کتاب میں سے کوئی بھی ان پر ایمان لائے بغیر نہیں رہے گا۔ حتیٰ کہ اس وقت ایک ہی ملت باقی رہے گی اور وہ صرف ملت اسلام ہی ہوگی۔ یہی بات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ (بصری) اور ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔

علامہ موصوف کی تفسیر سے واضح ہوگیا کہ آیت کریمہ کا ظاہر اور سیاق وسباق اسی کو چاہتا ہے کہ ''بہ'' کی طرح ''قبل موتہ'' کی ضمیر بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔

۱۰...... قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن عمر بیضاوی المتوفی ۶۴۸ھ) نے بھی یہ تفسیر نقل کی ہے۔ ''وقیل الضمیر ان لعیسیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام والمعنی انہ اذا نزل من السماء آمن بہ اہل الملل کلہا روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ینزل من السماء'' (تفسیر بیضاوی ج۱ ص۲۵۵)

''اور یہ کہا گیا ہے (اور یہی صحیح اور راجح ہے) کہ دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ ان پر افضل صلوٰۃ وسلام ہوں، کی طرف راجع ہیں اور معنی یہ ہے کہ جب وہ آسمان سے نازل ہوں گے تو تمام ملتوں والے ان پر ایمان لائیں گے اور احادیث میں مروی ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے۔''

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس تفسیر کی جس میں دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہیں، اس کی وہ احادیث بھی تائید کرتی ہیں (جو متواتر ہیں) جن میں ان کے آسمان سے نازل ہونے اور تمام اہل ملل کے ان پر ایمان لانے کا واضح ذکر ہے۔

۱۱...... اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''والقول الصحیح الذی علیہ الجمہور قبل موت المسیح'' (الجواب الصحیح ج۱ ص۳۴۱، ج۲ ص۱۱۳)

''اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صحیح قول (اور تفسیر) وہی ہے جس پر جمہور اہل اسلام ہیں کہ ''موتہ'' میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔''

پہلی آیت کریمہ اور اس میں نقل کردہ تفاسیر کی طرح اس دوسری آیت کریمہ اور اس کی تفسیر میں نقل کردہ ٹھوس اور مضبوط حوالوں سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا رفع الی السماء ان کی حیات اور قیامت سے پہلے ان کا زمین پر نازل ہونا نصوص قطعیہ قرآنی آیات سے ثابت ہے جس کا انکار کافر ملحد اور زندیق کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔ مگر باطل پرستوں پر براہین قاطعہ اور ادلۂ ساطعہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ وہ اپنی انا اور ضد پر قائم رہتے ہیں۔ بھلا شیطان کی ہدایت کس کے بس میں ہے۔

بدلنا ہے تو مے بدلو یا طریق مے کشی بدلو
وگرنہ ساغر و مینا بدل جانے سے کیا ہو گا

قادیانی اعتراض:۱

’’اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم کرلیں کہ آیت موصوفہ بالا کے یہی معنی ہیں جیسا کہ سائل (اہل اسلام) نے سمجھا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ زمانہ صعود مسیح سے اس زمانہ تک کہ مسیح نازل ہو۔ جس قدر اہل کتاب دنیا میں گزرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے وہ سب مسیح پر ایمان لانے والے ہوں۔ حالانکہ یہ خیال بالبداہت باطل ہے ہر شخص خوب جانتا ہے کہ بے شمار اہل کتاب مسیح کی نبوت سے کافر رہ کر اب تک واصل جہنم ہو چکے ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۳۶۷، خزائن ج ۳ ص ۲۸۸)

جواب: ۱...... اس آیت میں ان اہل کتاب کا ذکر ہے جو نزول مسیح کے بعد ان پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ الفاظ ’’بہٖ‘‘ اس پر دلیل ہیں۔ فقرہ ’’لَیُؤْمِنَنَّ‘‘ مضارع موکد بہ نون تاکید ثقیلہ ہے جو مضارع میں تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کرتا ہے۔ (مرزائی پاکٹ بک ص ۵۰۲، ۴۲۶)

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ جن کو خود مرزائی مجدد صدی مانتے ہیں اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں: ’’ونباشد، ہیچ کس از اہل کتاب البتہ ایمان آورد بعیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ وروز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برایشاں (حاشیہ میں اس کا حاصل مطلب یہ لکھتے ہیں) یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ علیہ السلام را البتہ ایمان آرند۔‘‘

۲...... ’’نہیں کوئی اہل کتاب میں سے اگر البتہ ایمان لائے گا، ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر اس کے گواہ۔‘‘ (فصل الخطاب مصنفہ نورالدین خلیفہ اوّل قادیانی ج ۲ ص ۸۰)

۳...... ’’وان من اھل الکتاب احد الا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی وھم اھل الکتاب الذین یکونون فی زمانه فتکون ملة واحدة وھی ملة الاسلام وبھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جریر عنه باسناد صحیح (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۵۱۸، ۵۱۹) ’’ابن جریر جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے۔ (حاشیہ چشمہ معرفت ص ۲۵۰، خزائن ج ۲۳ ص ۲۶۱) بلکہ ’’رئیس المفسرین‘‘ ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۸، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے جو قرآن کریم کے سمجھنے میں اوّل نمبر والوں میں ہیں اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی ایک دعا بھی ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۲۴۷، خزائن ج ۳ ص ۲۲۵) باسناد صحیح روایت لائے ہیں کہ آیت: ’’ان من اھل الکتاب ‘‘میں وہ اہل کتاب مراد ہیں جو اس زمانہ میں ہوں گے پس وہ ایک ہی مذہب اسلام پر آجائیں گے۔

۴...... اب سنئے مرزا قادیانی کا ترجمہ:

’’کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔ دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے۔ بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے۔‘‘

(الحق دہلی ص ۲۲، خزائن ج ۴ ص ۳۲)

مرزا قادیانی نے آدھا ترجمہ صحیح کیا ہے آدھا غلط۔ بہرحال ان تراجم اربعہ سے یہ امر صاف اور واضح ہے کہ آیت کا مطلب بلکہ ’’دلالت صریحہ‘‘ یہی ہے کہ آئندہ زمانہ میں اہل کتاب مسیح پر ایمان لائیں گے۔ فھذا مرادنا!

جواب: ۲...... معترض کا پہلا اعتراض جہالت محضہ پر مبنی ہے۔تمام اہل کتاب مراد نہیں ہوسکتے۔اس آیت کا مضمون بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ مثلاً اس فقرہ کا کہ ۳۰۰۰ سے پہلے تمام مرزائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع جسمانی پر ایمان لے آئیں گے۔مطلب بالکل صاف ہے کہ ۳۰۰۰ کے بعد کوئی مرزائی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا منکر نہیں پایا جائے گا۔اس سے پہلے کے مرزائی بعض کفر کی حالت پر مریں گے اور بعض اسلام لے آئیں گے۔لیکن ۳۰۰۰ کے بعد مرزائی کا نام ونشان نہیں رہے گا۔

دوسری مثال

''مولانا فضل الرحمٰن دسمبر۲۰۰۳ء کو لاہور تشریف لائیں گے آپ کی تشریف آوری سے پیشتر تمام اہل لاہور اسٹیشن پر ان کے استقبال کے لئے حاضر ہوجائیں گے۔''

کون بے وقوف ہے جو اس کا مطلب یہ لے گا کہ تمام اہل لاہور سے مراد آج (۱۰؍فروری۲۰۰۳ء) کے اہل لاہور مراد ہیں۔ممکن ہے بعض مرجائیں۔بعض باہر سفر کو چلے جائیں۔بعض باہر سے لاہور میں آجائیں۔بعض ابھی پیدا ہوں گے۔

پس ثابت ہوا کہ کلام ہمیں خود مجبور کررہی ہے کہ اہل الکتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت موجود ہوں گے اور وہ بھی تمام کے تمام نہیں بلکہ جو موت اور قتل سے بچ جائیں گے وہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ہاں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد کوئی اہل الکتاب نہیں رہے گا۔سوائے اہل اسلام کے۔

قادیانی اعتراض:۲

۱...... دوسری قرأت اس آیت میں بجائے ''قبل موته قبل موتهم''موجود ہے۔

(حقیقت الوحی ص۳۴،خزائن ج۲۲ص۳۶)

۲...... ابی بن کعبؓ کی قرأت سے ثابت ہوا کہ موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نہیں پھرتی بلکہ اہل الکتاب کی طرف راجع ہے۔ (حمامتہ البشریٰ ص۴۸،خزائن ج۷ص۲۴۱)

جواب: ۱...... قرآن پاک میں ''قبل موته'' مذکور ہے۔حضرت ابیؓ کی یہ قرأت بوجہ شاذ ہونے کے متروک ہے۔حضرت عمرؓ ودیگر صحابہؓ حضرت ابیؓ کی اس قسم کی قرأتوں کو نہیں مانتے تھے۔جیسا کہ (صحیح بخاری ج۲ص۶۴۴،۷۴۸) میں ہے:''قال عمر ابی اقرء نا وانا لندع من لحن ابیؓ''حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابیؓ بڑے قاری ہیں تو بھی ہم صحابہؓ لوگ ان کی قرأتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہی حق ہے۔ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ونورالدین قادیانی بغور ملاحظہ ہو۔نیز''قبل موتهم''والی قرأت جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کذب محض ہے کیونکہ اس میں دو راوی مجروح ہیں۔اوّل خصیف دوم عتاب ابن بشیر،تقریب ص۱۴۲ میں خصیف کے متعلق مندرج ہے۔''سَیِّئُ الْحِفْظِ خَلَطَ بَاٰخِرِہٖ رُمِیَ بِالْاَرْجَاءِ''(مرزا قادیانی کی طرح) خراب حافظہ والا۔اس پر مرجیہ ہونے کا الزام دھرا گیا۔میزان الاعتدال میں ہے:''ضَعَّفَهٗ اَحْمَدُ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ تَتَكَلَّم فِیْ سُوْءِ حِفْظِهٖ وقال احمد ایضًا تُكَلِّمُ فِی الْاَرْجَاءِ وقال عثمان بن عبدالرحمٰن رأیت علی خصیف ثیابا سودًا كَانَ

عَلٰی بیت المال'' (میزان الاعتدال ج۲ص۴۴۲،حرف الخاء)

یعنی ضعیف الحدیث اور سیئ الحافظ اور مرجیہ ہونے کے علاوہ چور بھی تھا۔ بیت المال سے اس نے چادر اڑ کر امیرانہ ٹھاٹھ بنانے کو مونڈھوں پر لٹکا لی چہ خوش!

اب سنئے! دوسرے صاحب ''عتاب'' کا حال، وہ بھی ضعیف ہیں۔ چنانچہ میزان میں ہے۔''قال النسائی لیس بذاک فی الحدیث وقال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونہ وقال علی ضربنا علی حدیثہ انتھی ملخصًا'' (میزان ج۵۳ص۳۲،حرف العین)

اس روایت کے جھوٹی اور بناوٹی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہم ارشاد الساری شرح صحیح بخاری سے بحوالہ روایت ابن جریر انہیں حضرت ابن عباسؓ کی صحیح السند روایت درج کر آئے ہیں جس میں صاف الفاظ ہیں:''لیومنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی''پس''موتھم''والی روایت مردود ہے۔

۲...... قرأت ابی بن کعبؓ ''قبل موتھم''شاذ ہے اور''قبل موتہ''قرأت متواترہ ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی قرأت شاذہ قرأت متواترہ کے تابع ہوگی۔''لا بالعکس''

۳...... یہ روایت ضعیف ہے اور اس کے ضعیف ٹھہرانے والا وہ بزرگ ہے جو مرزا قادیانی کے نزدیک نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے یعنی مفسر و محدث ابن جریر۔ (دیکھو چشمہ معرفت ص۲۵۰ حاشیہ،خزائن ج۲۳ص۲۶۱)

نیز اسی مفسر ابن جریرؒ کے متعلق مرزا قادیانی کے مسلمہ مجدد صدی نہم امام جلال الدین سیوطیؒ کا فتوی ہے۔''اجمع العلماء المعتبرون علی انہ لم یؤلف فی التفسیر مثلہ (اتقان ج۲ ص۳۲۵ النوع الثمانون فی طبقات المفسرین)''معتبر علماء امت کا اجماع ہے اس بات پر کہ امام ابن جریر کی تفسیر کی مثل کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔

اس روایت کو ضعیف ٹھہرا کر مفسر ابن جریرؒ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ کا مذہب بھی یہی ہے کہ''قبل موتہ''سے مراد''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے''ہے۔ نہ کہ کتابی کی موت سے پہلے۔ دیکھو تفسیر ابن جریر۔

۴...... خود مرزا قادیانی نے''موتہ''کی ضمیر کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہونا تسلیم کیا ہے۔

(دیکھو ازالہ اوہام ص۳۷۲،خزائن ج۳ص۲۹۱)

ہاں! کلام اللہ کے الفاظ کو نعوذ باللہ ناکافی بتلا کر ایسے ایسے محذوفات نکالے ہیں کہ تحریف میں یہودیوں سے بھی گوئے سبقت لے گیا ہے۔ بہرحال ہمارا دعویٰ سچا رہا کہ''ہ''کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۵...... نورالدین خلیفہ اوّل مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (فصل الخطاب حصہ دوم ص۸۰) میں اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:''اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس (حضرت مسیح کے) پہلے موت کی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ۔''اس سے بھی ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ بے ثبوت ہے۔ کیونکہ ہم نے اس کے خلاف اس کے اپنے مسلمات اور معتبر ائمہ تفسیر کے اقوال پیش کئے ہیں۔

۶...... جمہور علماء اسلام ہمیشہ''قبل موتہ''سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر استدلال کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ سابق میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

۷...... بخاری شریف کی صحیح حدیث اس روایت کی تردید کر رہی ہے جیسا کہ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

۸...... ’’لَیُؤْمِنَنَّ‘‘ میں لام قسم اور نون ثقلیہ موجود ہے جو ہمیشہ فعل کو آئندہ زمانہ سے خاص کر دیتے ہیں۔ پس معنی اس کے یہ ہوں گے۔’’البتہ ضرور ایمان لے آئے گا۔‘‘ اگر ہر کتابی کا اپنی موت سے پہلے ایمان مقصود ہوتا تو پھر عبارت یوں ہونا چاہئے تھی۔’’من یؤمن بہٖ قبل موتہٖ ‘‘جس کے معنی قادیانیوں کے حسب منشاء ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ یعنی ہر ایک اہل کتاب ایمان لے آتا ہے اپنی موت سے پہلے۔ ان شاءاللہ! قیامت تک کسی معتبر کتاب سے اس طرح کے الفاظ نہ دکھا سکیں گے۔

۹...... آیت کا آخری حصہ’’ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا ‘‘﴿اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر شہادت دیں گے۔﴾ قادیانی بھی اس حصہ آیت کے معنی کرنے میں ہم سے متفق ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود و نصاریٰ کے کس حال کی گواہی دیں گے۔ اگر آیت کے معنی قادیانی تفسیر کے مطابق کریں۔ یعنی یہ کہ’’تمام اہل کتاب اپنی موت سے پہلے ایمان لے آتے ہیں۔‘‘ تو وہ ہمیں بتلائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے شہادت دیں گے اور کیا دیں گے؟ ہاں! اگر اسلامی تفسیر کے مطابق مطلب بیان کیا جائے یعنی’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں تمام یہود ایمان لے آئیں گے اور کوئی منکر باقی نہ رہے گا۔‘‘ تو پھر واقعی قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ایمان لانے کی شہادت دے سکیں گے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن عرض کریں گے۔’’کُنْتُ عَلَیْھِمْ شھیدا مادمت فیھم ‘‘جب تک میں ان میں موجود رہا میں ان پر نگہبان تھا۔

۱۰...... ’’قبل موتہ ‘‘میں قبل کا لفظ بڑا ہی قابل غور ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے۔ بعض کا خیال ہے (اور انہیں میں مرزاغلام احمد قادیانی بھی ہے) کہ اس ایمان سے مراد ایمان اضطراری ہے جو غرغرہ (نزع) کے وقت ہر ایک کتابی کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ اس لئے باطل ہے۔ اگر ایمان اضطراری مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنی فصیح و بلیغ کلام میں’’قبل ‘‘ کی بجائے’’عند موتہٖ ‘‘فرماتے۔ یعنی موت کے وقت ایمان لاتے ہیں اور وہ ایمان واقعی قابل قبول نہیں ہوتا۔ لیکن جس ایمان کا اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں۔ وہ ایمان کتاب کو اپنی موت سے پہلے حاصل ہونا ضروری ہے۔ مگر وہ واقعات کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہی معنی صحیح ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔

۱۱...... مرزاغلام احمد قادیانی کی مضحکہ خیز تفسیر سے بھی ہم اپنے ناظرین کو محظوظ کرنا چاہتے ہیں۔ مرزاقادیانی لکھتے ہیں کہ:’’کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے (خدا نے) اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کئے ہیں۔ ایمان نہ رکھتا ہو۔ قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔ یعنی تمام یہودی اور عیسائی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ فی الحقیقت انہوں نے مسیح کو صلیب نہیں دیا یہ ہمارا ایک اعجازی بیان ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۷۲، خزائن ج۳ ص۲۹۱)

مجھے یقین ہے کہ ناظرین اوّل تو مرزاقادیانی کی پیچیدہ عبارت کا مطلب ہی نہ سمجھ سکیں گے اور اگر سمجھ جائیں تو سوچیں کہ یہ عبارت کلام اللہ کے کون سے الفاظ کا ترجمہ ہے؟

چیلنج

مرزاقادیانی اپنی کتاب (شہادۃ القرآن ص۵۵، خزائن ج۶ ص۳۵۱) پر صاف اقرار کرتے ہیں:’’جس طرح روز

اوّل سے اس (قرآن مجید) کا پودا دلوں میں جمایا گیا یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔‘‘

نیز مرزا قادیانی (ایام الصلح ص ۵۵، خزائن ج ۱۴ ص ۲۸۸) پر لکھتے ہیں: ’’انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ‘‘ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت ایسے ائمہ واکابر کے ذریعہ سے کی ہے جن کو ہر ایک صدی میں فہم قرآن عطاء ہوتا ہے۔ ہمارا چیلنج یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی میں کچھ بھی صداقت کا شائبہ ہے تو وہ یا ان کی جماعت اس آیت کی یہ تفسیر جو اس نے ازالہ حوالہ بالا میں کی ہے یہ تفسیر حدیث سے یا ۱۴۰۰ سال کے مجددین امت وعلماء مفسرین کے اقوال سے پیش کریں۔ ورنہ بمطابق ’’من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعده من النار‘‘

(کنز العمال ج ۲ ص ۱۶، حدیث: ۲۹۵۷، جامع المسانید ج ۳ ص ۲۹۴، ۲۹۵، حدیث: ۵۸۷ تا ۵۹۰)

یعنی فرمایا رسول کریم ﷺ نے جس کسی نے اپنی رائے سے تفسیر کی۔ اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔

پس یا تو مرزائی جماعت مرزا قادیانی کے بیان کردہ معنی کسی سابق مجدد یا مفسر امت کی کتاب سے ثابت کرے یا مرزا قادیانی کا اور اپنا ملحد اور محرف ہونا تسلیم کرے۔

قادیانی اعتراض:۳

’’بعض لوگ کچھ شرمندہ سے ہو کر دبی زبان یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسیح کے دوبارہ آنے کے وقت دنیا میں موجود ہوں گے اور وہ سب مسیح کو دیکھتے ہی ایمان لے آئیں گے اور قبل اس کے جو مسیح فوت ہو وہ سب مومنوں کی فوج میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن یہ خیال بھی ایسا باطل ہے کہ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ اوّل تو آیت موصوفہ بالا صاف طور پر فائدہ تعمیم کا دے رہی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں جو مسیح کے وقت میں یا مسیح کے بعد برابر ہوتے رہیں گے اور آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانہ سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۳۶۸، خزائن ج ۳ ص ۲۸۹)

جواب: مرزا قادیانی نے (گستاخی معاف) بہت دجل وفریب سے کام لیا ہے۔ لکھتے ہیں: ’’بعض لوگ دبی زبان سے کہتے ہیں کہ اہل کتاب سے وہ مراد ہیں۔ جو مسیح کے دوبارہ آنے کے وقت دنیا میں موجود ہوں گے۔‘‘

اجی کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ جن کے پاس قرآن کی گواہی، حدیث رسول اللہ ﷺ کی شہادت۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تائید اور مجددین امت کا متفقہ فیصلہ ہو۔ وہ بھلا دبی زبان سے کہے گا یہ محض آپ کی چالاکی ہے۔ جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے پہلے سے پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے۔ دجالون، کذابون۔ یعنی بہت سے فریب بنانے والے اور بہت جھوٹ بولنے والے ہوں گے۔ پھر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’کہ آیت تعمیم کا فائدہ دے رہی ہے۔ یعنی اہل کتاب کے لفظ سے مراد تمام وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت مسیح کے وقت میں ان کے بعد برابر ہوتے رہے ہیں۔‘‘

کیوں مرزا قادیانی! جناب نے تعمیم کا لفظ استعمال کر کے پھر اہل کتاب کو ’’حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں اور بعد میں۔‘‘ کے ساتھ کیوں مقید ومحدود کر دیا؟ اگر آپ کے قول کے مطابق آیت تعمیم کا فائدہ دے رہی ہے۔ یعنی سارے اہل کتاب اس سے مراد ہیں۔ تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کے اہل کتاب کیوں شمار نہیں ہوں گے؟ جس دلیل سے آپ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کے اہل کتاب کو اس سے الگ کریں گے۔ اسی دلیل سے ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پہلے کے یہودی ونصرانی کو الگ کر دیں گے۔

علاوہ ازیں بمطابق ’’دروغگو را حافظہ نباشد‘‘ خود مرزا قادیانی اگلے ہی فقرہ میں لکھتے ہیں: ’’آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص زمانہ سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو۔‘‘ باوجود اس کے خود آیت کو ’’حضرت مسیح علیہ السلام کو وقت اور ان کے بعد‘‘ سے وابستہ کر رہے ہیں۔ شاید مرزا قادیانی کے نزدیک زمانے صرف دو ہی ہوتے ہوں۔ (حال و مستقبل) زمانہ ماضی۔ مضٰی ما مضٰی کا شکار ہو کر رہ گیا ہو؟ جب آیت کی ’’زد‘‘ میں تمام اہل کتاب آتے ہیں تو حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کے یہودی کیوں اس میں شامل نہ کئے جائیں؟ مرزا قادیانی ان اہل کتاب کو اس کا مخاطب سمجھتے۔ جو جواب قادیانی اس سوال کا دیں گے۔ وہی جواب اہل اسلام ان کے اس اعتراض کا دیں گے۔ ناظرین حقیقت یہ ہے کہ قادیانی اعتراضات کلہم جہالت پر مبنی ہیں۔ اگر ان کو علم عربی اور ان کے اصولوں سے ذرا بھی واقفیت ہوتی تو واللہ ان اعتراضات کا نام بھی نہ لیتے۔

قادیانی اعتراض:۴

’’یؤمنن بہٖ کی ضمیر میں بھی اختلاف ہے کوئی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرتا ہے۔ کوئی آنحضرت ﷺ اور قرآن کی طرف۔‘‘ (پاکٹ بک ص۳۴۳)

جواب: قرآن پاک میں تو مسیح کی طرف ہی ہے اس طرح ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ترجمہ نور دین اور روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور تحریر مرزا قادیانی مندرجہ ’’الحق دہلی ص۳۲‘‘ جو سب نقل کر آئے ہیں صاف شاہد ہیں کہ: ’’لیؤمنن عیسٰی قبل موت عیسٰی‘‘ خود تم نے اسی صفحہ پاکٹ بک پر ’’بہٖ‘‘ کی ضمیر بطرف مسیح علیہ السلام پھیری ہے۔ ’’یہود کا ہر فرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر ایمان لائے گا۔‘‘ کہو کیا کہتے ہو؟

قادیانی اعتراض نمبر:۵

’’مگر افسوس کہ وہ (اہل اسلام) اپنے خود تراشیدہ معنوں سے قرآن میں اختلاف ڈالنا چاہتے ہیں۔ جس حالت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَة‘‘ جس کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں قیامت تک بغض اور دشمنی رہے گی تو اب بتلاؤ کہ جب تمام یہودی قیامت سے پہلے ہی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے تو پھر بغض اور دشمنی قیامت تک کون لوگ کریں گے۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ ص۲۰۸، خزائن ج۱۷ ص۳۰۹)

جواب: عداوت یہود و نصاریٰ کے وجود تک ہے جب وہ سب اسلام لا کر مسلمان ہو جائیں گے۔ اس وقت سب عداوتیں مٹ جائیں گی۔ جلدی میں یہ نہ کہہ دینا کہ عداوت ’’اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ‘‘ ہے اور ’’الٰی‘‘ کا لفظ چمٹ جانے کے معنی میں آتا ہے۔ ’’الٰی‘‘ کے معنی قریب ہوتے ہیں یعنی ’’الٰی یوم القیامة‘‘ سے مراد ’’قرب لیوم القیامة‘‘ ہے۔ کیونکہ فنائے عالم کے بہت عرصہ کے بعد قیامت کا دن ہوگا۔ جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے۔ جب کوئی آدمی ہی نہ زندہ ہوگا تو دشمنی، کس میں ہوگی؟ پس لامحالہ الٰی کے معنی قرب کے کرنے ہوں گے۔

۲...... مرزا قادیانی کو نہ علم ظاہری نصیب ہوا اور نہ باطنی آنکھیں ہی نصیب ہوئیں۔ موافقت کا نام وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں اہل اسلام کی تفسیر ماننے سے قرآن میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ! مرزا قادیانی جیسے بے استاد اور بے پیر سمجھنے والے ہوں تو اختلاف اور تضاد ہی نظر آنا چاہئے۔ باقی رہا ان کا یہ اعتراض کہ یہود اور نصاریٰ کے

درمیان بغض اور عناد کا قیامت تک رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہود اور نصاریٰ دونوں مذاہب قیامت تک زندہ رہیں گے تو اس کا جواب بھی آنکھیں کھول کر پڑھئے۔

اوّل...... تو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہود و نصاریٰ سے مراد دو قومیں ہیں۔ اگر وہ مسلمان بھی ہو جائیں تو بھی ان کے درمیان بغض وعناد کا رہنا کون سا محال ہے۔ کیا اس وقت روئے زمین کے مسلمانوں میں بغض وعناد معدوم ہے؟ کیا تمام مرزائی بالخصوص لاہوری وقادیانی جماعتوں میں بغض وعناد نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ کیا اس صورت میں وہ اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ دوسرے! ''الیٰ یوم القیامة'' سے مراد یقیناً طوالت زمانہ ہے اور یہ محاورہ تمام اہل زبان استعمال کرتے ہیں۔ دیکھئے! جب ہم یوں کہیں کہ قادیانی ہمارے دلائل کا جواب قیامت تک نہیں دے سکیں گے تو مراد اس سے ہمیشہ ہمیشہ ہے۔ یعنی جب تک مرزائی دنیا میں رہیں۔ اگرچہ وہ قیامت تک ہی کیوں نہ رہیں۔ ہمارے دلائل کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرزائی لوگ کے قیامت تک رہنے کی میں پیش گوئی کر رہا ہوں۔ یا جب یوں کہا جاتا ہے کہ زید تو قیامت تک اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ کون بے وقوف ہے جو اس کا مطلب یہ سمجھے گا کہ کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ زید قیامت تک زندہ رہے گا۔ مطلب صاف ہے کہ جب تک زید زندہ رہے گا وہ اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ اسی طرح آیات پیش کردہ کا مطلب ہے۔ آیت اوّل یہ ہے: ''وَاَغْوَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ'' اور مطلب اس کا بمطابق محاورہ یہی ہے کہ جب تک بھی یہود و نصاریٰ رہیں گے۔ ان کے درمیان باہمی عداوت اور دشمنی رہے گی۔

آیت ثانی یہ ہے: ''وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ'' اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعدار قیامت تک ہمیشہ یہود پر غالب رہیں گے۔ اب غلبہ کئی قسم کا ہے۔ اس کی دو صورتیں بہت ہی اہم ہیں۔

اوّل...... یہود کا نصاریٰ و مسلمانوں کا غلام ہو کر رہنا۔ مگر اپنے مذہب پر برابر قائم رہنا۔ یہ صورت اب موجود ہے۔

دوم...... یہود کا نہ صرف مسلمانوں اور نصاریٰ کے ماتحت ہی رہنا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت چھوڑ کر ان کا روحانی غلام بھی ہو جانا اور یہی حقیقی ماتحتی اور غلامی ہے۔ اس کا ظہور نزول مسیح کے وقت ہوگا۔ یہی مطلب ہے تمام آیات کلام اللہ کا، جس کو مرزا قادیانی اور ان کی جماعت بڑے طمطراق سے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے پیش کیا کرتے ہیں۔ ہم اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں احادیث نبوی اور خود اقوال مرزا قادیانی سے شہادت پیش کرتے ہیں۔

حدیث نبوی ''یهلك الله فی زمانه (عیسیٰ) الملل کلها الا الاسلام''

(رواہ ابوداؤد باب خروج الدجال ج۲ ص۱۳۵، مسند احمد ج۲ ص۴۰۶، ابن جریر ج۶ ص۲۲، درمنثور ج۲ ص۲۴۲)

''ہلاک کر دے گا اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تمام مذاہب کو سوائے اسلام کے۔'' علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کو قادیانی مجدد مانتے ہیں۔ درمنثور ان کی تفسیر ہے انہوں نے اس روایت کو نقل کیا۔ مجدد کا قول جن کا منکر مرزا قادیانی کے نزدیک کافر و فاسق ہو جاتا ہے۔ (شہادت القرآن ص۴۸، خزائن ج۶ ص۳۴۴)

اقوال مرزا:۱

''اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا پر کثرت سے پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو

جائیں گے اور راستبازی ترقی کرے گی۔'' (ایام الصلح ص ۱۳۶، خزائن ج ۱۴ص ۳۸۱)

۲...... ''میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت قائم ہو اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آئے۔ دنیا اس کو بھول جائے۔ خدائے واحد کی عبادت ہو۔''

(الحکم مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۰۵ء ج ۹ ش ۲۵ ص ۱۰ کالم ۴)

۳...... ''اور پھر اسی ضمن میں (رسول اللہ ﷺ نے) مسیح موعود کے آنے کی خبر دی اور فرمایا کہ اس کے ہاتھ سے عیسائی دین کا خاتمہ ہوگا۔'' (شہادت القرآن ص ۱۲، خزائن ج ۶ ص ۳۰۷)

۴...... ''وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا'' ﴿خدا تعالیٰ کی طرف سے صور پھونکا جائے گا۔﴾ کے تحت مرزا قادیانی نے لکھا ہے: ''تب ہم تمام مذاہب کو ایک ہی مذہب پر جمع کر دیں گے۔''

(شہادت القرآن ص ۱۵، خزائن ج ۶ ص ۳۱۱)

۵...... ''وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا یعنی یاجوج ماجوج کے زمانہ میں بڑا تفرقہ اور پھوٹ لوگوں میں پڑ جائے گی اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر اور ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کرے گی۔ تب ان دنوں خدا تعالیٰ اس پھوٹ کے دور کرنے کے لئے آسمان سے بغیر انسانی ہاتھوں کے اور محض آسمانی نشانوں سے اپنے کسی مرسل کے ذریعہ جو صور یعنی قرنا کا حکم رکھتا ہوگا۔ اپنی پر ہیبت آواز لوگوں تک پہنچائے گا۔ جس میں ایک بڑی کشش ہوگی اور اس طرح پر خدا تعالیٰ تمام متفرق لوگوں کو ایک مذہب پر جمع کر دے گا۔'' (چشمہ معرفت ص ۸۰، خزائن ج ۲۳ ص ۸۸)

۶...... ''خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدی ﷺ کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قریب قیامت کا زمانہ ہے۔''

(چشمہ معرفت ص ۸۲، ۸۳، خزائن ج ۲۳ ص ۹۰، ۹۱)

۷...... ''خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دنیا میں بھیجا۔ تا بذریعہ اس تعلیم قرآنی کے جو تمام عالم کی طبائع کے لئے مشترک ہے۔ دنیا کی تمام متفرق قوموں کو ایک قوم کی طرح بنادے اور جیسا کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ ان میں بھی ایک وحدت پیدا کرلے اور تا وہ سب مل کر ایک وجود کی طرح اپنے خدا کو یاد کریں اور اس کی وحدانیت کی گواہی دیں اور تا پہلی وحدت قومی جو ابتدائے آفرینش میں ہوئی اور آخری وحدت اقوامی جس کی بنیاد آخری زمانہ میں ڈالی گئی...... یہ دونوں قسم کی وحدتیں خدائے وحدہ لاشریک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دوہری شہادت ہو۔ کیونکہ وہ واحد ہے۔'' (چشمہ معرفت ص ۸۲، خزائن ج ۲۳ ص ۹۰)

۸...... ''وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوۃ (مسیح موعود) کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ ''هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ'' یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔'' (چشمہ معرفت ص ۸۳، خزائن ج ۲۳ ص ۹۱)

ناظرین ہم نے احادیث نبوی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور اقوال مرزا سے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے وقت میں تمام مذاہب سوائے اسلام کے مٹ جائیں گے۔ اب اگر مرزائی وہی مرغی کی ایک ٹانگ کی رٹ ہی لگائے جائیں تو پھر مذکورہ بالا اقوال مرزا کو تو کم از کم فضول اور لایعنی کہنا پڑے گا۔ ایسا وہ کہہ نہیں سکتے کیونکہ مرزا قادیانی ان کے نزدیک حکم ہے اور ''جری اللہ فی حلل الانبیاء'' ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان کا یہ اعتراض بالکل جہالت پر مبنی ہے۔

قادیانی اعتراض:۶

جب سب مومن ہوجائیں گے تو پھر غلبہ کن کافروں پر ہوگا؟

جواب: ۱...... کافروں پر غلبہ اسی وقت تک ہے جب تک کافر موجود ہوں۔ جب کافر ہی نہ رہیں گے سب مومن ہوجائیں گے۔اس وقت سوال اٹھانا ہی دلیل جہالت ہے۔

قرآن میں بھی اور حدیث میں بھی سب کا مومن ہونا مرقوم ہے۔ پھر ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس زمانہ میں ’’لیس بین اثنین عداوۃ‘‘ (مشکوٰۃ ص۴۸۱، باب لاتقوم الساعۃ)

پھر اس کے بعد جب کافر رہ جائیں گے اس وقت مومن ہی کوئی نہ ہوگا۔ لہٰذا وہاں بھی یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ غلبہ مومنوں کا تبھی تک موعود ہے جب تک مومن رہیں۔غرض ’’الٰی یوم القیمۃ‘‘ سے مراد قرب قیامت ہے۔

۲...... ایمان اور عداوت میں باہمی منافات نہیں ہے۔ دونوں باہم جمع ہوسکتے ہیں۔ سمجھ میں نہ آئے تو قادیانیوں اور لاہوریوں کو دیکھ لیجئے کہ دونوں احمدی کہلاتے ہیں اور ایمان کا بھی دعویٰ ہے۔ لیکن آپس میں کتنی منافرت اور عداوت ہے؟

اس حدیث نے صاف فیصلہ کردیا کہ یہود ونصاریٰ کی عداوت، مومنوں کا کافروں پر غلبہ، جس کے لئے قرآن میں ’’الٰی یوم القیامۃ‘‘ وارد ہے۔اس کا مطلب قرب قیامت ہی ہے۔

حیات مسیح علیہ السلام کی تیسری دلیل

’’وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (آل عمران:۵۴)‘‘ ﴿اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔﴾

تفسیری شواہد

۱...... علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں: مکر کہتے ہیں لطیف وخفیہ تدبیر کو۔ اگر وہ اچھے مقصد کے لئے ہو، اچھا ہے اور برائی کے لئے ہو تو برا ہے۔اسی لئے ’’ولا یحیق المکر السئ ‘‘میں مکر کے ساتھ ’’سیی‘‘ کی قید لگائی اور یہاں خدا کو ’’خیر الماکرین‘‘ کہا۔ مطلب یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کردیں۔ حتیٰ کہ بادشاہ کے کان بھردیئے کہ یہ شخص (معاذ اللہ) ملحد ہے۔ تورات کو بدلنا چاہتا ہے۔ سب کو بددین بنا کر چھوڑے گا۔ اس نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ ادھر یہ ہورہا تھا اور ادھر حق تعالیٰ کی لطیف وخفیہ تدبیر ان کے توڑ میں اپنا کام کررہی تھی۔ بے شک خدا کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے جسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ (تفسیر عثمانی)

۲...... علامہ کاندھلویؒ فرماتے ہیں: ’’وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ‘‘ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی سے پورا پورا لینا اور آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہو۔ کیونکہ باجماع مفسرین ’’وَمَكَرُوا‘‘ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلب کی تدبیریں مراد ہیں اور ’’مَكَرَ اللّٰهُ‘‘ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی تدبیر مراد ہے اور ’’مَكَرَ اللّٰهُ‘‘ کو ’’مَكَرُوا‘‘ کے مقابلہ میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہود کا مکر اور ان کی تدبیر تو نیست اور ناکام ہوئی اور اللہ سبحانہ

کا ارادہ اور اس کی تدبیر غالب آئی۔ ’’وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ (یوسف:۲۱)‘‘ جیسے ’’اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّاَکِیْدُ کَیْدًا (الطارق:۱۵،۱۶)‘‘ ﴿وہ بھی تدبیر کر رہے ہیں اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں۔﴾ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ’’قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰہِ لَنُبَیِّتَنَّہٗ وَاَھْلَہٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّہٖ مَا شَھِدْنَا مَھْلِکَ اَھْلِہٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○ وَمَکَرُوْا مَکْرًا وَّمَکَرْنَا مَکْرًا وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ مَکْرِھِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰھُمْ وَقَوْمَھُمْ اَجْمَعِیْنَ (النمل:۴۹تا۵۱)‘‘ ﴿قوم ثمود نے آپس میں کہا کہ قسمیں اٹھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو قتل کر ڈالیں اور بعد میں ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس موقعہ پر حاضر نہ تھے اور ہم سچے ہیں۔﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس طرح انہوں نے صالح علیہ السلام کے قتل کے مشورے اور تدبیریں کیں اور اس نے بھی ان کے بچانے کی خفیہ تدبیر کی کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی وہ یہ کہ پہاڑ سے ایک بھاری پتھر لڑھک کر ان پر آ گرا جس سے دب کر سب مر گئے۔ (کمافی الدر المنثور)

دیکھ لیا کہ ان کے مکر کا کیا انجام ہوا؟ ہم نے اپنی تدبیر سے سب کو غارت کر ڈالا۔ اسی طرح اس آیت میں ’’مکروا‘‘ کے بعد ’’ومکر اللّٰہ‘‘ مذکور ہے۔ جس سے حق جل شانہ کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہود نے جو قتل کی تدبیر کی وہ تو کارگر نہ ہوئی۔ مگر ہم نے جوان کی حفاظت کی نرالی اور انوکھی تدبیر کی وہی غالب ہو کر رہی۔ پس اگر روح اور جسم کا پورا پورا لینا مراد نہ لیا جائے۔ بلکہ توفی سے موت مراد لی جائے تو یہ کوئی ایسی تدبیر نہیں جو یہود کی مغلوبی اور ناکامی کا سبب بن سکے۔ بلکہ موت کی تدبیر تو یہود کی عین تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔ کفار مکہ نے نبی اکرم ﷺ کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت کی تدبیر کی ’’کَمَا قَالَ تَعَالٰی وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ (الانفال:۳۰)‘‘ کفار مکہ آپ ﷺ کے قتل کی تدبیریں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حفاظت کی تدبیر کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کفار مکہ کے منصوبوں سے آگاہ کیا اور صحیح وسالم آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرادی۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا: ’’وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ‘‘ یعنی یہود نے آپ کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کہ دشمنوں کے ہاتھ سے صحیح وسالم نکال کر آسمان کی طرف ہجرت کرادی۔ اب اس ہجرت کے بعد نزول اور تشریف آوری زمین کے فتح کرنے کے لئے ہوگی۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کرنے کے لئے تشریف لائے اور تمام اہل مکہ مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام زمین کو فتح کرنے کے لئے نازل ہوں گے تو تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔ ’’بر رفع الی السماء‘‘

(تفسیر معارف القرآن کاندھلوی ؒ)

۳...... امام فخر الدین رازی ؒ قادیانیوں کے مجدد صدی ششم، اپنی (تفسیر کبیر ج۷ ص۶۹،۷۰) میں فرماتے ہیں: ’’وَاَمَّا مَکْرُھُمْ بِعِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَھُوَ اَنَّھُمْ ھَمُّوْا بِقَتْلِہٖ وَاَمَّا مَکْرَ اللّٰہِ بِھِمْ وَفِیْہِ وُجُوْہٌ...... مَکَرَ اللّٰہِ تَعَالٰی بِھِمْ اَنَّہٗ رَفَعَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی السَّمَاءِ وَذٰلِکَ اَنَّ یَھُوْدَا مَلِکَ الْیَھُوْدِ اَرَادَ قَتْلَ عِیْسٰی وَکَانَ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا یُفَارِقُہٗ سَاعَۃً وَھُوَ مَعْنٰی قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ فَلَمَّا اَرَادُوْا ذَالِکَ. اَمَرَہٗ جِبْرَائِیْلُ اَنْ یَدْخُلَ بَیْتًا فِیْہِ رَوْزَنَۃٌ فَلَمَّا دَخَلُوْا الْبَیْتَ اَخْرَجَہٗ جِبْرَائِیْلُ مِنْ تِلْکَ الرَّوْزَنَۃِ وَکَانَ قَدْ اَلْقٰی شِبْھَہٗ عَلٰی غَیْرِہٖ فَاُخِذَ وَصُلِبَ وَفِی الْجُمْلَۃِ

فَالْمُرَادُ مِنْ مَکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِھِمْ اَنْ رَفَعَہٗ اِلَی السَّمَاء وَمَا مَکَّنَھُمْ مِنْ اِیْصَالِ الشَّرِّ اِلَیْہِ ’’اور یہود کا مکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ تھا کہ انہوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا مکر یہود سے۔ سو اس کی کئی صورتیں ہوئیں...... ایک صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور یہ اس طرح ہوا کہ یہود کے ایک بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا اور جبرائیل علیہ السلام ایک گھڑی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جدا نہ ہوتا تھا اور یہی مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ’’وَاَیَّدْنَاہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ‘‘ یعنی ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جبرائیل سے مدد دی۔ پس جب یہود نے قتل کا ارادہ کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک مکان میں داخل ہو جانے کے لئے فرمایا۔ اس مکان میں کھڑکی تھی۔ پس جب یہود اس مکان میں داخل ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کھڑکی سے نکال لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ایک اور آدمی کے اوپر ڈال دی۔ پس وہی پکڑا گیا اور پھانسی پر لٹکایا گیا...... غرضیکہ یہود کے ساتھ اللہ کے مکر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور یہود کو حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ شرارت کرنے سے روک لیا۔

۴...... اب ہم امام جلال الدین سیوطیؒ کی تفسیر نقل کرتے ہیں۔ امام موصوف قادیانی عقیدہ کے مطابق نویں صدی ہجری میں مجدد مبعوث ہو کر آئے تھے اور ان کا مرتبہ ایسا بلند تھا کہ جب انہیں ضرورت پڑتی تھی۔ حضرت رسول کریم ﷺ کی بالمشافہ زیارت کر کے حدیث دریافت کر لیا کرتے تھے۔ (ازالہ اوہام ص۱۵۱،۱۵۲، خزائن ج۳ ص۱۷۷)

’’فَلَمَّا اَحَسَّ (عَلِمَ) عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ وَاَرَادُوْا قَتْلَہٗ وَمَکَرُوْا (اَیْ کُفَّارُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ بِعِیْسٰی اِذَا وَکَّلُوْ بِہٖ مَنْ یَقْتُلُہٗ غِیْلَۃً) وَمَکَرَ اللّٰہُ (بِھِمْ بِاَنْ اَلْقٰی شِبْہَ عِیْسٰی عَلٰی مَنْ قَصَدَ قَتْلَہٗ فَقَتَلُوْہُ وَرُفِعَ عِیْسٰی) وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ (اَعْلَمُھُمْ بِہٖ)‘‘ (جلالین ص۵۲)

’’پس جب عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کا کفر معلوم کر لیا اور یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کر لیا...... اور یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا۔ جب انہوں نے مقرر کیا ایک آدمی کو کہ وہ قتل کرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دھوکا سے اور اللہ تعالیٰ نے یہود کے ساتھ مکر کیا اس طرح کہ ڈال دی شبیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس شخص پر جس نے ارادہ کیا تھا ان کے قتل کا۔ پس یہود نے قتل کیا اس شبیہ کو اور اٹھا لئے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ تمام تدبیریں کرنے والوں میں سے بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔‘‘

۵...... اب ہم اس بزرگ کی تفسیر بیان کرتے ہیں جن کو قادیانی ولاہوری مجدد صدی دوازدہم مانتے ہیں اور مرزا قادیانی اپنی کتاب (کتاب البریہ ص۷۴، خزائن ج۱۳ ص۹۲) میں لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب کامل ولی اور صاحب خوارق وکرامات بزرگ تھے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب تاویل الاحادیث میں فرماتے ہیں: ’’کَانَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ کَاَنَّہٗ مَلَکٌ یَمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَاتَّھَمَہُ الْیَھُوْدُ بِالزِّنْدَقَۃِ وَاَجْمَعُوْا عَلٰی قَتْلِہٖ فَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ فَجَعَلَ لَہٗ ھَیْئَۃً مِثَالِیَۃً وَرَفَعَہٗ اِلَی السَّمَاءِ وَاَلْقٰی شِبْہَہٗ عَلٰی رَجُلٍ مِنْ شِیْعَتِہٖ اَوْ عَدُوِّہٖ فَقَتَلَ عَلٰی اَنَّہٗ عِیْسٰی ثُمَّ نَصَرَ اللّٰہُ شِیْعَتَہٗ عَلٰی عَدُوِّھِمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاھِرِیْنَ‘‘

’’اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو گویا ایک فرشتہ تھے کہ زمین پر چلتے تھے۔ پھر یہودیوں نے ان پر زندیق ہونے کی تہمت لگائی اور قتل پر جمع ہو گئے۔ پس انہوں نے تدبیر کی اور خدا نے بھی تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

اللہ نے ان کے واسطے ایک صورت مثالیہ بنادی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور ان کے گروہ میں سے یا ان کے دشمن کے ایک آدمی کو ان کی صورت کا بنادیا۔ پس وہ قتل کیا گیا اور یہودی اسی کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھتے تھے۔''

(تاویل الاحادیث ص ۶۰)

۶...... امام وقت شیخ الاسلام حافظ ابن کثیرؒ کی تفسیر۔

قادیانی اور لاہوری بیک زبان چھٹی صدی کے سر پر تجدید دین کے لئے ان کا مبعوث ہونا مانتے ہیں۔

(دیکھو عسل مصفّٰی حصہ اوّل ص ۱۶۳ تا ۱۶۵)

''فَلَمَّا اَحَاطُوْا بِمَنْزِلَةٍ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ ظَفَرُوْا بِهٖ نَجَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ بَيْنِهِمْ وَرَفَعَهٗ مِنْ رَوْزَنَةِ ذَالِكَ الْبَيْتِ اِلَى السَّمَاءِ وَاَلْقَى اللّٰهُ شِبْهَهٗ عَلٰى رَجُلٍ مِّمَّنْ كَانَ عِنْدَهٗ فِى الْمَنْزِلِ فَلَمَّا دَخَلُوْا اُوْلٰئِكَ اِعْتَقَدُوْهُ فِىْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ عِيْسٰى فَاَخَذُوْهُ واهانوه صَلَبُوْهُ وَوَضَعُوْا عَلٰى رَأْسِهٖ الشَّوْكَ وَكَانَ هٰذَا اَمْرُ اللّٰهِ بِهِمْ فَاِنَّهٗ نَجّٰى نَبِيَّهٗ وَرَفَعَهٗ مِنْ بَيْنِ اَظْهرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ضَلَالِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (ابن كثير ج ۱ ص ٣٦٤)'' ﴿جب یہود نے آپ کے مکان کو گھیر لیا اور گمان کیا کہ آپ پر غالب ہوگئے ہیں تو خدا تعالیٰ نے ان کے درمیان سے آپ کو نکال لیا اور اس مکان کی کھڑکی سے آسمان پر اٹھالیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جو اس مکان میں آپ کے پاس تھا۔ سو جب وہ اندر گئے تو اس کو رات کے اندھیرے میں عیسیٰ خیال کیا۔ پس اسے پکڑا اور سولی دیا اور سر پر کانٹے رکھے اور ان کے ساتھ خدا کا یہی مکر تھا کہ اپنے نبی کو بچالیا اور اسے ان کے درمیان سے اوپر اٹھالیا اور ان کو ان کی گمراہی میں حیران چھوڑ دیا۔﴾

۷...... (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۴۷) پر ہے: ''کلبی نے بواسطہ ابوصالح حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے آئی آپ کو دیکھ کر کہنے لگے جادوگر، جادوگرنی کا بیٹا آ گیا۔ آپ پر بھی تہمت لگائی اور آپ کی والدہ پر بھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر لعنت کی اور ان کو بددعا دی۔ فوراً اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلیں مسخ کر دیں۔ یہودیوں کا سردار یہودا تھا۔ اس نے جو یہ بات دیکھی تو گھبرا گیا اور آپ کی بددعا سے ڈر گیا۔ آخر تمام یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالنے پر متفق الرائے ہوگئے اور قتل کرنے کے ارادے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بڑھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیج دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو چھت کے روشن دان سے نکالا پھر وہاں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا یہودا اندر گیا اس کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنادی۔ لوگوں نے (یہودا) کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر قتل کر دیا۔''

۸...... (معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۶۲) پر تفسیر مظہری کی محولہ بالا روایت کو نقل کیا گیا ہے۔

۹...... (تفسیر مواہب الرحمٰن ج ۳ ص ۱۹۹) پر ہے: ''مکروا'' بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے واسطے ایسے شخص کو مقرر کیا جو ان کو فریب میں دھوکے سے قتل کر ڈالے۔ ''ومکر اللّٰہ'' اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈال دی۔ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا قصد کیا تھا۔ پس کافروں نے اسی کو قتل کر ڈالا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔

۱۰...... (تفسیر ابی السعود ج ۲ ص ۴۲) پر ہے: ''یہودیوں نے آپ کو دھوکہ سے قتل کرنے کے لئے آدمی مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا۔ آگے حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر مظہری و معالم

التنزیل والی روایت نقل کی ہے۔‘‘

۱۱...... زمخشری نے (کشاف ج۱ص۳۶۶) پر لکھا ہے کہ:’’ **مکر اللّٰہ ان رفع عیسیٰ الی السماء والقٰی شبه علی من اراد اغتیاله حتی قتل** اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور ان کی شباہت اس آدمی پر ڈال کر قتل کرا دیا جو آپ کو دھوکہ سے قتل کرنا چاہتا تھا۔‘‘

۱۲...... تفسیر بغوی میں بھی یہی منقول ہے۔

۱۳...... (تفسیر درمنثور ج۲ص۳۶) پر ہے:’’ **وصعد بعیسیٰ الی السماء** عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔‘‘

۱۴...... (تفسیر روح المعانی ج۳ص۲۵۷) پر ہے:’’ **قال ابن عباس لما اراد ملك بنی اسرائیل قتل عیسیٰ علیه السلام دخل غرفة وفیها سکوة فرفعه جبرائیل علیه السلام من السکوة الی السماء** ‘‘ ﴿ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہودیوں کے بادشاہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو عیسیٰ علیہ السلام ایک کمرہ میں داخل ہوئے جس میں روشن دان تھا۔ اس سے جبرائیل علیہ السلام آپ کو آسمانوں پر اٹھا کر لے گئے۔﴾

۱۵...... (تفسیر ابن جریر طبری ج۳ص۲۸۹) پر ہے:’’ **وصعد بعیسیٰ الی السماء** ‘‘ ﴿عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔﴾ ہم نے اختصار کے ساتھ ان قدیم تفاسیر کے حوالہ جات آپ کے سامنے رکھے۔

چیلنج

ہمارا دعویٰ ہے کہ پوری امت کے تمام قدیم مفسرین نے اس آیت کے تحت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کو ثابت کیا ہے۔ ایک مفسر کا بھی اس میں اختلاف نہیں۔ قادیانی کرم فرما، کیا اس کے خلاف ثابت کر کے ہمارے چیلنج و دعویٰ کو غلط ثابت کر سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

قادیانی اعتراض:۱

مفسرین نے مختلف اقوال پیش کئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت جس پر ڈالی گئی وہ عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص مرید تھا یا دشمن کافر؟ تو اختلاف ثابت ہوگیا۔

جواب: عیسیٰ علیہ السلام کی جس پر شبیہ ڈالی گئی اس کا نام قرآن مجید نے ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی قرآن مجید کا یہ موضوع ہے وہ کون تھا؟ یہ تاریخ کا موضوع ہے۔ اس کے نام کا تعین کرنے کے لئے لامحالہ مسیحی قدیم روایات کو دیکھنا ہوگا۔ چونکہ ان کی کتب میں اختلاف ہے۔ اس لئے مفسرین نے کمال دیانت کے ساتھ اس اختلاف کو بیان کر دیا۔ جہاں تک نفس واقعہ کا تعلق ہے وہ اتنا ہے کہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کے درپے قتل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قریب بھی یہود کو نہ پھٹکنے دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔ پوری امت کے خیر القرون کے زمانہ سے اس وقت تک تمام مستند و قابل ذکر و قابل فخر مفسرین نے یہی اس آیت سے سمجھا ہے۔ ہم نے ان مفسرین کے بھی حوالے نقل کر دیئے جنہیں قادیانی اپنے اپنے دور کا مجدد مانتے ہیں۔ ان سب کا اتفاق ہے۔ وہ سب اس آیت کے نفس واقعہ پر متفق ہیں۔ کسی ایک کو اختلاف نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا۔ یہی’’ **مکر اللّٰہ** ‘‘ کی تفسیر ہے۔ ہم پھر اپنے چیلنج کو دہراتے ہیں کہ اس سے رفع روحانی، عیسیٰ علیہ السلام کو تازیانے مارنے، صلیب پر چڑھانے، کشمیر جانے کی قادیانی خود تراشیدہ تحریف کو کسی ایک مفسر

نے ذکر نہیں کیا۔ یہ خالصتاً تحریف اور قادیانی دجل کا شاہکار ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں تمام قدیم مفسرین کا اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا۔ کوئی قادیانی ماں کا لال ہمارے چیلنج کو قیامت کی صبح تک نہیں توڑ سکتا۔ ’’وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار‘‘

قادیانی اعتراض:۲

یہود نے یہ مکر اور تدبیر قتل آپ کے حق میں کیوں کی؟

جواب: یہود نے آپ کے معجزات کو جادو قرار دے کر آپ کو جادوگر ٹھہرایا اور پھر قتل کا حکم لگایا اور اس کی صورت صلیب پر کھینچنا تجویز کی۔ چنانچہ اوپر کی آیت میں معجزات کو جادو قرار دینا صاف مذکور ہے اور آیت مندرجہ عنوان کے قبل بھی ذکر معجزات اس امر پر دلالت کر رہا ہے اور ’’فلما احس عیسٰی منهم الکفر ‘‘ کے یہی معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کفار یہود سے مکر قتل کا احساس کیا۔ اس جگہ کفر بمعنی ’’قتل من باب تسمیه الشئ باسم سببه ‘‘ ہے۔ یعنی کسی شئے کے وہ نام بولنا جو اس کے سبب کا نام ہے۔ چنانچہ مطول میں لکھا ہے: ’’رعینا الغیث ای النبات الذی سببه الغیث (مطول) چرائی ہم نے بارش یعنی نباتات جس کے اگنے کا سبب بارش ہے۔‘‘

اسی طرح آیت: ’’وَمَا اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ (جاثیه:۵)‘‘ ﴿میں رزق بمعنی مطر یعنی بارش سبب ہے رزق کے پیدا ہونے کا۔﴾ اس طرح اس کے نظائر قرآن شریف میں بکثرت ہیں اور کتب بلاغت میں اس قاعدے کی تصریح موجود ہے۔ دیگر یہ کہ کفر کا احساس کے ساتھ ذکر کرنا بھی اس امر کا مؤید ہے کہ اس جگہ کفر سے مراد قتل ہے۔ کیونکہ احساس ایسے مواقع میں اس جگہ مستعمل ہوتا ہے۔ جہاں کوئی خوفناک امر ہو جیسے آیت: ’’فَلَمَّآ اَحَسُّوۡا بَأۡسَنَا (انبیاء:۱۲)‘‘ اور نیز آیت: ’’اِذۡ تَحُسُّوۡنَهُمۡ (آل عمران:۱۵۲) ای تقتلونهم‘‘

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ: ’’فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيۡسٰى مِنۡهُمُ الۡكُفۡرَ‘‘ میں کفر بمعنی قتل ہے۔ پس مکر یہود کی صورت ارادۂ قتل وصلب عیسیٰ علیہ السلام متعین ہوگئی۔

قادیانی اعتراض:۳

کیا مفسرین کے اس قول کی تائید قرآن سے ہوسکتی ہے کہ مکر سے مراد قتل ہے؟

جواب: ا...... کیوں نہیں؟ بے شک مفسرین ﷭ کے بیان کی تائید میں کئی آیات ہیں۔ ’’منها قوله تعالٰی حَاکِیًا عن اخوة یوسف اِقۡتُلُوۡا يُوۡسُفَ اَوِاطۡرَحُوۡهُ اَرۡضًا (یوسف:۹)‘‘ ﴿یوسف کو قتل کر ڈالو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو۔﴾

اور اس تدبیر قتل کا نام مکر رکھا۔ چنانچہ اسی سورۂ یوسف:۱۰۲ ہی میں ’’وَهُمۡ يَمۡكُرُوۡنَ ‘‘ فرمایا اور نیز سورۂ نمل میں صالح علیہ السلام کے بیان میں فرمایا: ’’وَكَانَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ تِسۡعَةُ رَهۡطٍ يُّفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ ۝ قَالُوۡا تَقَاسَمُوۡا بِاللّٰهِ لَـنُبَيِّتَـنَّهٗ وَاَهۡلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوۡلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَاشَهِدۡنَا مَهۡلِكَ اَهۡلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ (نمل:۴۸،۴۹)‘‘ ﴿اور اس شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے پس میں کہا کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ اس (صالح) کو اور اس کے اہل کو راتوں رات قتل کر ڈالیں گے پھر اس کے ولی کو کہیں گے کہ ہم تو اس کے قتل کے موقع ووقت پر حاضر نہ تھے اور ہم ضرور سچے ہیں۔﴾

یعنی نومفسدوں نے آپس میں یہ منصوبہ باندھا اور اس پر قسمیں کھانے کو کہا کہ صالح علیہ السلام کو اور آپ کے اہل کو راتوں رات قتل کر ڈالیں۔ ان کی اس تدبیر شر کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اس سے آگے فرمایا: ''وَمَكَرُوْا مَكْرًا (نمل:۵۰)'' یعنی انہوں نے بڑا بھاری مکر کیا یعنی پوشیدہ طور پر نبی اللہ صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی تدبیر کی اسی طرح حضرت سید المرسلین خاتم النّبیین ﷺ کی نسبت کفار نے جو مشورہ کیا اس کی نسبت فرمایا: ''وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاكِرِیْنَ (الانفال:۳۰)'' ﴿اور جب کفار تدبیر کرتے تھے کہ تجھے قید کرلیں یا قتل کر ڈالیں یا جلاوطن کر دیں وہ بھی تدبیر کرتے تھے اور خدا بھی تدبیر کرتا تھا اور خدا بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔﴾

اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسبت کفار نے جو مشورہ کیا اس کی نسبت فرمایا: ''فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْحَرِّقُوْهُ (عنکبوت:۲۴)'' ﴿اور اس کی قوم سے کوئی جواب بن نہ آیا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا اسے قتل کر ڈالو یا آگ میں جلادو۔﴾

اور ان کے منصوبہ کا نام کید رکھا۔ چنانچہ سورۂ انبیاء میں فرمایا: ''وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ (انبیاء:۷۰)'' ﴿انہوں نے اس کی نسبت خفیہ تدبیر کی بس ہم نے انہی کو کر دیا نقصان اٹھانے والے۔﴾

اور مکر اور کید مترادف ہیں۔ چنانچہ مصباح میں ہے: ''كَادَهٗ، مَكَرَ بِهٖ''

۲...... ان تمام آیات میں کفار کے مکر و کید کی کئی شکلیں بیان ہوئیں۔ جن میں مکر کی ایک شکل قتل کا بھی بیان ہے۔ جہاں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہود کے مکر کا تعلق ہے تو وہ صرف قتل ہے۔ جیسا کہ ''انا قتلنا المسیح'' سے واضح ہے۔

قادیانی اعتراض:۴

کفار ماکرین کے ساتھ سنت الٰہی کیا ہے اور ان کے مکر کا انجام کیا ہوا کرتا ہے؟

جواب: ماکرین کو ہلاک کرنا اور ان کے مکر کا وبال انہی پر نازل کرنا اور اپنے عباد مرسلین کو ان کے مکر سے بچالینا۔

دلیل: اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاطر وغیرہ میں فرمایا:

۱...... ''وَالَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ یَبُوْرُ (فاطر:۱۰)'' یعنی جو لوگ بری تدبیریں اور منصوبے باندھتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اور ان کا مکر وہی ہلاک ہوگا۔

۲...... ''وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (فاطر:۴۳)'' اسی صورت میں کہ بری تدبیر کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے۔

۳...... ''وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ بِرَسُوْلِهِمْ لِیَاْخُذُوْهُ وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ (المؤمن:۵)'' ہر امت نے اپنے رسول کو ماخوذ کرنے پر کمر باندھی اور لانے لگے جھوٹے جھگڑے تاکہ اس ناحق سے حق کو باطل کر دیں۔ پس میں نے انہی کو عذاب میں گرفتار کیا۔ پس میرا عذاب ان پر کیسا سخت ہوا۔

۴...... ''وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ (الانبیاء:۷۰)'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

حق میں جو کہ مکر اور کید ان کی قوم نے کیا تھا اس کی بابت فرمایا کہ انہوں نے اس کے ساتھ ایک بھاری مکر کرنا چاہا۔ پس ہم نے انہیں کو سخت زیاں کار اور سخت پست اور ذلیل کردیا۔

۵…… ’’فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ (الصّٰفّٰت:۹۸)‘‘ پھر چاہنے لگے اس پر براداؤ کرنا پھر ہم نے ڈالا انہیں کو نیچے۔

۶…… ’’قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (النحل:۲۶)‘‘ کفار مکہ کے پیشتر بہت لوگوں نے مکر اور تدابیر کیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی عمارات کو بنیادوں سے گرادیا اور ان پر چھت ان کے اوپر سے گر پڑے اور ان کو ایسی جگہ سے عذاب آیا۔ جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا۔

۷…… ’’وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ○ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ (ابراهيم:۴۶،۴۷)‘‘ سورۂ ابراہیم میں بڑے زور اور تاکید سے فرمایا کہ کفار مکہ نے جہاں تک ان سے ہوسکا بہت سی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ کو ان کی سب تدبیریں معلوم ہیں۔ اگرچہ ان کی تدابیر اور مکر ایسے زبردست اور محکم ہوں کہ ان سے زوال جبال یعنی پہاڑوں کا گر جانا ممکن ہو سکے تو بھی ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے اس وعدے کو خلاف کرے گا۔ جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا غالب ہے اور اعداء سے بدلہ لینے والا ہے۔

۸…… ’’وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ (الصّٰفّٰت:۱۷۱،۱۷۲)‘‘ اور اس وعدے کی نسبت سورۂ صافات میں فرمایا کہ بے شک ہمارا اپنے عباد مرسلین سے پہلے ہی سے وعدہ ہوچکا ہے کہ وہ ضرور ضرور منصور ہوں گے۔

۹…… ’’كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (مجادله:۲۱)‘‘ سورۂ مجادلہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر مقرر کردیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور ضرور غالب رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور بڑا غالب ہے۔

۱۰…… ’’وَكَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ○ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَاشَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (النمل:۴۸تا۵۳)‘‘ اور سورۂ نمل میں حضرت صالح علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا کہ اس شہر میں نو شخص مفسد اور غیر مصلح تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ صالح علیہ السلام اور آپ کے ولی یعنی حامی ووارث کو کہیں گے کہ ہم تو اس کے اہل بیت کے مرنے کے موقع اور وقت پر حاضر ہی نہ تھے اور ہم ضرور سچے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ انہوں نے بڑا بھاری مکر کیا تھا اور ہم نے بھی مکر (تدبیر محکم) کیا اور وہ ہماری تدبیر کا شعور نہ رکھتے تھے۔ پس دیکھ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا کہ ہم نے ان نو مفسدوں اور ان کے باقی حامی کاروں سب کو بالکل ہلاک کردیا۔ پس یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب اجڑے پڑے ہیں۔ بے شک اس معاملہ میں علم والے یعنی سمجھ والے لوگوں کے لئے (رسولوں کی نصرت اور ان کے

دشمنوں کی ذلت کا) بڑا بھاری نشان ہے اور ہم نے مؤمنین اور متقین یعنی اتباع صالح علیہ السلام کو بچالیا۔ انتہی!

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں رسل اللہ کے برخلاف کفار کے مکر کا ذکر ہے۔ اس جگہ یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو ان کے مکر اور شر سے محفوظ رکھتا ہے اور الٹا ماکرین ہی پر وبال وعذاب نازل کیا کرتا ہے سو اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں بھی اسی طرح کی آیت آئی ہے جیسے حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت سید المرسلین ﷺ کے حق میں وارد ہے۔ یہ کس قدر غلط اور لغو بات ہے کہ جو الفاظ دیگر رسولوں کے محفوظ رہنے پر دلالت کریں انہی الفاظ کے ہوتے ہوئے حضرت کلمۃ اللہ وروح اللہ علیہ السلام اس قدر ذلت اور خواری سے صلیب پر کھینچے جائیں کہ آپ کی مبارک رانوں پر میخیں لگائی جائیں اور آپ کے پاک ہاتھوں میں کیلیں ٹھونکی جائیں اور آپ کے مقدس سر پر کانٹوں کی ٹوپی پہنائی جائے اور آپ کے خزانہ حکمت کی پسلی میں تیر مارا جائے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جس امر کی تاکید کے لئے اللہ تعالیٰ اس قدر تاکید فرمادے اور بالالتزام بیان کرے۔ اسی امر کو برخلاف مراد الٰہی اپنا عقیدہ بنایا جائے؟

قادیانی اعتراض:۵

یہود نے قتل کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھالیا۔ تدبیر یہود کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے قدرت نمائی کی۔ یہ تدبیر نہ ہوئی۔

جواب: یہود نے اپنی طاقت کے مطابق تدبیر کی۔ اللہ تعالیٰ رب العزت نے اپنی قدرت وطاقت کے مطابق تدبیر کی۔ مخلوق اور خالق کی طاقت کا قدرت حق سے تقابل توہین باری تعالیٰ ہے۔

قادیانی اعتراض:۶

سیدنا مسیح علیہ السلام کی شکل دوسرے شخص پر ڈال دی۔ دوسرے شخص کی شکل ہو بہو مسیح کی شکل ہوگئی یہ کیسے ممکن ہے؟

جواب: قرآن مجید میں صراحت سے مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصاء (لکڑی) کو سانپ بنادیا۔ جس نے حرکت کی اور تمام جادوگروں کی اشیاء کو ہڑپ کر گیا جو خداوند کریم بے جان لکڑی کی شکل بدل کر جاندار جانور بنانے پر قادر ہیں۔ اس ذات نے ایک انسان کی شکل دوسرے پر ڈال دی تو اس میں اشکال کیا ہے؟

قادیانی اعتراض:۷

اللہ تعالیٰ نے باقی انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ خود آنحضرت ﷺ کی زمین پر حفاظت کی، وہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر کیوں لے گئے؟

جواب: ا...... ہر نبی کی اپنی خصوصیت تھی۔ حق تعالیٰ شانہ نے تمام انبیاء کو مختلف خصوصیات سے سرفراز فرمایا۔ کسی کو کوئی خصوصیت دی۔ کسی کو کوئی۔ خصوصیت کی تعریف ہی یہ ہے۔ ”خاصة الشئ یوجد فیه ولا یوجد فی غیره“ تمام انبیاء کو زمین سے زمین پر ہجرت کرائی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ ان کو آسمانوں پر ہجرت کرائی۔ باقی رہا کیوں؟ تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہئے۔ لیکن جہاں تک نصوص کا تعلق ہے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو پانی سے پار کیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی کر دی۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو آسمانوں سے زمین پر اتارا۔ (۱) بہتے دریا سے راستہ کا بن جانا۔ (۲) جلتی آگ کا نہ جلانا۔ خود جل رہی ہے مگر ابراہیم علیہ السلام اس میں محفوظ ہیں۔

(۳) آدم علیہ السلام کا آسمانوں سے زمین پر آنا۔ اگر صحیح اور ممکن ہے تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا کیوں غلط اور نہ ممکن ہے؟

۲...... ''وانہ لعلم للساعۃ'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں۔ ان کو قیامت تک ایسے ماحول میں رکھا جاسکتا ہے جو مرور زمانہ کے اثرات سے محفوظ ہو اور وہ آسمان ہی ہیں کہ مرور زمانہ کا اس ماحول کے باشندگان (ملٰئکۃ) پر کوئی اثر نہیں۔

۳...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نفخۂ جبرائیل سے پیدا ہوئے تو ان کی ملکوتی صفات کے ظہور کے لئے آسمانوں پر جانا عین تقاضہ تھا جسے حق تعالیٰ نے پورا فرمایا۔ اس لئے جائے اعتراض نہیں جائے تسلیم ہے۔ (خذو کن من الشاکرین)

قادیانیوں سے سوال

۱...... مرزا قادیانی! آپ کی ساری تحریر کا مطلب تو یہ ہے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے کر لعنتی ثابت کرنا چاہتے تھے اور یہی ان کا مکر تھا۔ اس کے مقابلہ پر خدا نے پھانسی پر جان نہ نکلنے دی اور کسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بچ جانے کا سوائے آپ کے پتہ بھی نہ لگ سکا اس بناء پر تو یہودی اپنی تدبیر میں خوب کامیاب ہو گئے۔ یعنی نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملعون ہی ثابت کر دیا بلکہ کروڑہا نصاریٰ سے عیسیٰ علیہ السلام کے ملعون ہونے کے عقیدہ کا اقرار بھی لے لیا۔ پس بتلایئے! کون اپنی تدبیر میں غالب رہا۔ یہود یا خدا احکم الحاکمین؟ آپ کے بیان کے مطابق تو یہود کا مکر ہی غالب رہا۔

۲...... سبحان اللہ! یہ بھی کوئی کمال ہے کہ یہودیوں نے جو کچھ چاہا حضرت مسیح علیہ السلام سے کر لیا۔ خدا منع نہ کر سکا۔ اگر کیا تو یہ کہ عزرائیل کو حکم دے دیا کہ دیکھنا اس کی روح مت نکالنا پھر ساتھ ہی دعویٰ کرتا ہے کہ میں تمام تدبیریں کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہوں۔ کیا اس قادیانی تحریف کا قرآنی اسلوب متحمل ہے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی چوتھی دلیل

''قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ (آل عمران:۵۵)'' ﴿جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کردوں گا تم میں جس بات میں تم جھگڑتے ہو۔﴾

ترجمہ وتفسیر

یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے اور قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور عصمت کی ایسی تدبیر فرمائی جو ان کے وہم وگمان سے بھی بالا اور برتر تھی۔ وہ یہ کہ ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنادیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور یہودی جب گھر میں داخل ہوئے تو اس ہم شکل کو پکڑ کر لے گئے اور عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر اس کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والے ہیں۔ کوئی تدبیر اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں

کر سکتی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پریشانی دور کرنے کے لئے یہ فرمایا کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ نہیں، تحقیق میں تم کو تمہارے ان دشمنوں سے بلکہ اس جہاں ہی سے پورا پورا لے لوں گا اور بجائے اس کے کہ یہ نا ہنجار تجھ کو پکڑ کر لے جائیں اور صلیب پر چڑھائیں میں تجھ کو اپنی پناہ میں لے لوں گا اور آسمان پر اٹھاؤں گا کہ جہاں کوئی پکڑنے والا پہنچ ہی نہ سکے اور تجھ کو ان ناپاک اور گندوں سے نکال کر پاک اور صاف مطہر اور معطر جگہ میں پہنچادوں گا کہ تجھ کو کفر اور عداوت کا رائحہ بھی محسوس نہ ہو اور یہ نا ہنجار تجھ کو بے عزت کر کے تیرے اور تیرے دین کے اتباع سے لوگوں کو روکنا چاہتے ہیں اور میں اس کے بالمقابل تیرے پیروؤں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب اور فائق رکھوں گا۔ تیرے خدام اور غلام ان پر حکمران ہوں گے اور یہ ان کے محکوم اور باج گزار ہوں گے۔ قیامت کے قریب تک یوں ہی سلسلہ رہے گا کہ نصاریٰ ہر جگہ یہود پر غالب اور حکمران رہیں گے اور اپنی ذلت و مسکنت کا اور حضرت مسیح بن مریم کے نام لیواؤں کی عزت و رفعت کا مشاہدہ کرتے رہیں گے اور اندر سے تلملاتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب قیامت قریب آجائے گی اور دجال کو جیل خانہ سے چھوڑ دیا جائے گا تاکہ یہود بے بہبود اپنی عزت اور حکومت قائم کرنے کے لئے اس کے اردگرد جمع ہو جائیں تو یکایک عیسیٰ علیہ السلام بصد جاہ وجلال آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو جو یہود کا بادشاہ بنا ہوا ہوگا اس کو تو خود اپنے دست مبارک سے قتل فرمائیں گے اور باقی یہود کا قتل وقتال اور اس جماعت کا بالکلیہ استیصال امام مہدی اور مسلمانوں کے سپرد ہوگا۔ دجال کے متبعین کو چن چن کر قتل کیا جائے گا۔ نزول سے پہلے یہود اگرچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے غلام اور محکوم تھے مگر زندہ رہنے کی تو اجازت تھی مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کے بعد زندہ رہنے کی بھی اجازت نہ رہے گی۔ ایمان لے آؤ یا اپنے وجود سے بھی دستبردار ہو جاؤ اور نصاریٰ کو حکم ہوگا کہ میری الوہیت اور ابنیت کے عقیدہ سے تائب ہو جاؤ اور مسلمانوں کی طرح مجھ کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھو اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے اور سوائے دین اسلام کے کوئی دین قبول نہ فرمائیں گے۔ الغرض نزول کے بعد اس طرح تمام اختلافات کا فیصلہ فرمائیں گے۔ جیسا کہ آئندہ آیت میں اس طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ پھر تم سب کا میری طرف لوٹنا ہے۔ پس اس وقت میں تمہارے اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔ وہ فیصلہ یہ ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہود کا یہ زعم باطل ہو جائے گا کہ ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ ’’کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ‘‘ اور نصاریٰ کا یہ زعم باطل ہوگا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں اور حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے گا اور روز روشن کی طرح تمام عالم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اترے ہیں۔

لفظ توفی کی تحقیق

قبل اس کے کہ ہم ان آیات کی مفصل تفسیر کریں لفظ توفی کی تحقیق ضروری سمجھتے ہیں۔

توفی وفا سے مشتق ہے جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں یہ مادہ خواہ کی شکل اور کسی ہیئت میں ظاہر ہو مگر کمال اور تمام کے معنی کو ضرور لئے ہوئے ہوگا۔ ’’کما قال تعالیٰ وَاَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (بقرہ:۴۰)‘‘ تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ ’’وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ (اسراء:۳۵)‘‘ ماپ کو پورا کرو جب تم تولا کرو ’’یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (دھر:۷)‘‘ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ ’’وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (آل

عمران:۱۸۵) ’’جز ایں نیست کہ تم پورا پورا اجر قیامت کے دن دیئے جاؤ گے۔یعنی کچھ تھوڑا بہت اجر تو دنیا میں بھی مل جائے گا مگر پورا پورا اجر قیامت کے دن ہی ملے گا۔

اور لفظ توفی جو اسی مادہ یعنی وفا سے مشتق ہے اس کے اصلی اور حقیقی معنی ’’اخذ الشئ وافیا‘‘ کے ہیں۔یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا کہ باقی کچھ نہ رہے۔قرآن اور حدیث اور کلام عرب میں جس جگہ بھی یہ لفظ مستعمل ہوا ہے سب جگہ توفی سے استیفاء اور اکمال اور اتمام ہی کے معنی مراد لئے گئے ہیں۔توفی سے اگر کسی جگہ موت کے معنی مراد لئے گئے ہیں تو وہ کنایۃً اور لزوماً مراد لئے گئے ہیں۔اس لئے کہ استیفا عمر اور اتمام عمر کے لئے موت لازم ہے۔توفی عین موت نہیں بلکہ موت تو توفی بمعنی اکمال عمر اور اتمام زندگی کا ایک ثمرہ اور نتیجہ ہے۔

توفی کا لغوی معنی

(لسان العرب ج۱۵ص۳۵۹) میں ہے:’’توفی المیت استیفاء مدة التی وفیت له وعدد ایامه وشهوره وعوامه فی الدنیا‘‘

یعنی میت کے توفی کے معنی یہ ہیں کہ اس کی مدت حیات کو پورا کرنا اور اس کی دنیاوی زندگی کے دنوں اور مہینوں اور سالوں کو پورا کر دینا۔مثلاً کہا جاتا ہے،فلاں بزرگ کا وصال یا انتقال ہوگیا۔وصال کے اصل معنی ملنے کے ہیں اور انتقال کے اصل معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کے ہیں۔بزرگوں کی موت کو موت کے لفظ سے تعبیر کرنا عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے اس لئے بجائے موت کے لفظ وصال اور انتقال مستعمل ہوتا ہے۔یعنی اپنے رب سے جا ملے اور دار فانی سے دار جاودانی کی طرف انتقال فرمایا اور کبھی اس طرح کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے یا یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس عالم سے رخصت ہوا یا فلاں شخص گزر گیا تو کیا اس استعمال سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وصال اور انتقال اور رحلت اور رخصت وغیرہ ان الفاظ کے حقیقی اور اصلی معنی موت کے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو اور ہیں۔تشریف اور تکریم کی غرض کہ بزرگوں کی موت کو وصال اور انتقال کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا۔اسی طرح توفی کے لفظ کو سمجھئے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو استیفاء اور اکمال کے ہیں۔مگر بعض مرتبہ بغرض تشریف وتکریم کسی کی موت کو توفی کے لفظ سے کنایۃً تعبیر کر دیا جاتا ہے جس سے قادیان اور چناب نگر کے احمق اور نادان یہ سمجھ گئے کہ توفی کے حقیقی معنی ہی موت کے ہیں۔

۲…… (علامہ زمخشری اساس البلاغۃ ج۲ص۳۰۴) میں تصریح فرماتے ہیں کہ توفی کے حقیقی اور اصلی معنی استیفاء اور استکمال کے ہیں اور موت کے معنی مجازی ہیں:’’وفی بالعهد واوفی به وهو وفا من قوم وهم اوفیاء واوفاه واستوفاه توفاه استکمله ومن المجاز توفی وتوفاه الله ادرکه الوفاة‘‘

۳…… علامہ زبیدی تاج العروس (شرح قاموس ج۲۰ص۳۰۱) مادہ وفی پر فرماتے ہیں:’’وفی الشئی وفیأ ای تم وکثرفهو وفی وواف بمعنی واحد وکل شی بلغ تمام الکمال فقد وفٰی وتم ومنه اوفی فلانا حقه اذا عطاه وافیا واوفاه فاستوفٰی وتوفاه ای لم یدع منه شیئا فهما مطا وعان لاوفاه وافاه ومن المجاز ادرکته الوفاة ای والموت والمنیة وتوفی فلان اذا مات وتوفاه اللّٰه عزوجل اذا قبض نفسه‘‘

توفی کا حقیقی معنی موت نہیں

اب ہم چند آیتیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہو جائے گا کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شئے ہے۔

آیت اوّل: ''اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لم تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (الزمر:٤٢)'' یعنی اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے روحوں کو جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا ہے وقت نیند کے۔ پس روک لیتا ہے ان کو جن پر موت مقدر کی ہے اور واپس بھیج دیتا ہے دوسروں کو وقت مقرر تک۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی بمعنی موت کا نام نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شئے ہے کہ جو کبھی موت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور کبھی نیند کے ساتھ۔ یعنی تمہاری جانیں خدا کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ ہر روز سوتے وقت تمہاری جانیں کھینچتا ہے اور پھر واپس کر دیتا ہے۔ مرنے تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور جب موت کا وقت ہوتا ہے تو پھر جان کھینچنے کے بعد واپس نہیں کی جاتی۔ خلاصہ یہ کہ آیت ہذا میں توفی کی موت اور نیند کی طرف تقسیم اس امر کی صریح دلیل ہے کہ توفی اور موت الگ الگ چیزیں ہیں اور ''حِيْنَ مَوْتِهَا'' کی قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی موت کے وقت ہوتی ہے عین موت نہیں ورنہ خود شئے کا اپنے لئے ظرف ہونا لازم آتا ہے۔ لسان العرب سے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں کہ توفی کے معنی استفیاء اور استکمال یعنی کسی شئے کو پورا پورا لینے کے ہیں۔

۴...... (صاحب لسان ج۱۵ ص۳۵۹، ۳۶۰، طبع بیروت) توفی کی حقیقت بیان کر دینے کے بعد آیت موصوفہ کی تفسیر فرماتے ہیں: ''ومن ذلك قوله عزوجل الله يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا اى ستوفى مدد آجالهم فى الدنيا واما توفى النائم فهو استيفاء وقت عقله وتميزه الى ان نام'' یعنی مرنے کے وقت جان اور روح پوری پوری لے لی جاتی ہے اور نیند کے وقت عقل اور ادراک اور ہوش اور تمیز کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔''

حاصل یہ کہ توفی کے معنی تو وہی استفیاء اور ''اخذ الشئ وافيا'' یعنی شئے کو پورا پورا لینے ہی کے رہے۔ توفی میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں صرف توفی کے متعلق میں تبدیلی ہوئی۔ ایک جگہ توفی کا متعلق موت ہے اور دوسری جگہ نوم (نیند)

آیت دوم: ''وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ (انعام:٦٠)'' وہی ہے کہ جو تم کو رات میں پورا پور کھینچ لیتا ہے۔

اس مقام پر بھی توفی موت کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ نیند کے موقع پر توفی کا استعمال کیا گیا۔ حالانکہ نوم میں قبض روح پورا نہیں ہوتا۔

آیت سوم: ''حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ (النساء:١٥)'' حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ ''تا آں کہ عمر ایشان را تمام کند مرگ'' یعنی یہاں تک کہ موت ان کی عمر تمام کر دے۔

اس آیت میں توفی کے معنی اتمام عمر اور اکمال عمر کے لئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں جا بجا موت کے مقابلہ میں حیات کو ذکر فرمایا ہے۔ توفی کو حیات کے مقابل ذکر نہیں فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کی حقیقت موت نہیں۔

موت وحیات کا تقابل

ورنہ اگر توفی کی حقیقت موت ہوتی تو جس طرح جابجا موت کے مقابل حیات کا ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح توفی کے مقابل بھی حیات کا ذکر کیا جاتا۔ چند آیات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جن میں حق تعالیٰ نے حیات کو موت کے مقابل ذکر فرمایا ہے۔توفی کے مقابل ذکر نہیں فرمایا۔قال تعالیٰ:

۱...... ’’یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (الروم:۱۹)‘‘

۲...... ’’کِفَاتًا اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا (مرسلات:۲۶)‘‘

۳...... ’’یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ (بقرہ:۲۸)‘‘

۴...... ’’هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیٰی (النجم:۴۴)‘‘

۵...... ’’یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ (یونس:۳۱)‘‘

۶...... ’’اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ (النحل:۲۱)‘‘

۷...... ’’وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (فرقان:۵۸)‘‘

۸...... ’’لَایَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی (طٰهٰ:۷۴)‘‘

۹...... ’’کَذٰلِکَ یُحْیِی اللّٰهُ الْمَوْتٰی (البقرہ:۷۳)‘‘

۱۰...... ’’یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (التوبہ:۱۱۷)‘‘

ان آیات اور ائمہ لغت کی تصریحات سے یہ بات بخوبی منکشف ہوگئی کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی ایک جنس کا درجہ رکھتا ہے جس کے تحت میں کئی فرد مندرج ہیں۔ جیسے حیوان ایک جنس ہے اور انسان اور فرس اور بقر وغیرہ اس کے افراد ہیں۔حیوانیت کبھی انسانیت میں ہوکر پائی جاتی ہے اور کبھی فرس کے ساتھ۔وغیر ذلک!

۵...... چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:’’لفظ التوفی فی لغة العرب معناه الاستیفاء والقبض وذلك ثلاثة انواعٍ احدها توفی النوم، والثانی توفی الموت والثالث توفی الروح والبدن جمیعًا (الجواب الصحیح ج۲ ص۲۸۳)‘‘

’’لغت عرب میں توفی کے معنی استیفاء پورا پورا لینے کے ہیں اور توفی کی تین قسمیں ہیں۔ایک توفی نوم یعنی نیند اور خواب کی توفی اور دوسری توفی موت کے وقت روح کو پورا پورا قبض کر لینا۔تیسری توفی الروح والجسد۔یعنی روح اور جسم کو پورا پورا لینا۔‘‘

توفی بمعنی موت کہاں؟

جن ائمہ لغت نے توفی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ فقط قبض روح کو توفی کہتے ہیں اور اگر قبض روح مع البدن ہو تو اس کو توفی نہیں کہتے۔ بلکہ اگر قبض روح کے ساتھ قبض بدن بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ توفی ہوگی۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ توفی ایک جنس ہے اور نوم (نیند) اور موت اور رفع جسمانی یہ اس کے انواع اور اقسام ہیں اور یہ مسلم ہے کہ نوع اور قسم معین کرنے کے لئے قرینہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے اس لئے جہاں لفظ توفی کے ساتھ موت اور اس کے لوازم کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے موت مراد لی جائے گی جیسے۔’’قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ

وُكِّلَ بِكُمْ (سجدہ:۱۱)'' ﴿اے ہمارے نبی! آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ پورا پورا پکڑے گا تم کو وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مسلط کیا گیا ہے۔﴾

اس مقام پر ملک الموت کے قرینہ سے توفی سے موت مراد لی جائے گی۔

توفی بمعنی نیند

جس جگہ توفی کے ساتھ نوم یعنی خواب اور اس کے متعلقات کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد لئے جائیں گے۔ جیسے:''وَهُوَ الَّذِیْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ'' ﴿وہی خدا تم کو رات میں پورا پورا لیتا ہے۔﴾ لیل کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ ابونواس کہتا ہے

''فلما توفاہ رسول الکریٰ'' یعنی نیند کے قاصد نے اس کو پورا پورا لے لیا یعنی سلا دیا۔ اس شعر میں بھی توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں اور جس جگہ توفی کے ساتھ رفع کا ذکر ہو یا اور کوئی قرینہ ہو تو وہاں توفی سے رفع جسمانی مراد ہوگا اور مرزا قادیانی بھی، دعویٰ مسیحیت سے پہلے توفی کے معنی موت کے نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ (براہین احمدیہ ص۵۲۰، خزائن ج۱ ص۶۲۰) پر لکھتے ہیں:''اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ'' یعنی میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اس کتاب کے (ص۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳، ص۵۰۵، خزائن ج۱ ص۶۰۱) پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا اور نہایت عظمت اور جلال کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا ہے۔ غرض یہ ثابت ہوگیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور''اخذ الشئ وافیا'' یعنی کسی شئے کو پورا پورا لینے کے ہیں اور یہ کسی کتاب میں نہیں کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ اگر کسی مرزائی سے ممکن ہے تو لغت کی کوئی کتاب لا دکھاوے جس میں یہ تصریح ہو کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ بلکہ ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں، جہاں کہیں بھی لفظ توفی آیا ہے۔ سب جگہ توفی کے اصلی اور حقیقی ہی معنی مراد ہیں یعنی استیفاء اور استکمال۔ مگر چونکہ عمر کے پورا ہو جانے کے بعد موت کا تحقق لازمی ہے اس لئے مجازاً یہ کہہ دیا گیا کہ یہاں موت کے معنی مراد ہیں۔

قادیانیوں سے سوال:۴۰

ہم نے کتب متعددہ سے توفی کے مجازی معنی موت کی تصریح دکھائی۔ دنیا بھر کے قادیانی کسی کتاب لغت سے توفی کے حقیقی معنی موت دکھا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

خلاصہ کلام: یہ کہ توفی کے اصلی معنی پورا وصول کرنے اور ٹھیک لینے کے ہیں۔ قرآن کریم نے لفظ توفی کو نوم اور موت کے معنی میں اس لئے استعمال کیا کہ اہل عرب پر موت اور نوم کی حقیقت واضح ہو جائے۔ جاہلیت والے اس حقیقت سے بالکل بے خبر تھے کہ موت اور نوم میں حق تعالیٰ کوئی چیز بندہ سے لیتے ہیں۔ عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مر کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ موت کو فنا اور عدم کے مترادف سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ بعث اور نشأۃ ثانیہ کے منکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد کے لئے ارشاد فرمایا:''قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (سجدہ:۱۱)'' آپ ﷺ منکرین بعث سے کہہ دیجئے کہ مر کر تم فنا نہیں ہوتے بلکہ موت کا فرشتہ تم سے اللہ کا پورا پورا حق وصول کر لیتا ہے۔ یعنی وہ ارواح کہ جو اللہ کی امانت ہیں وہ تم سے لے لی جاتی ہیں اور اللہ کے یہاں محفوظ رہتی ہیں۔ قیامت کے دن پھر یہی ارواح تمہارے اجسام کے ساتھ متعلق کر کے حساب کے لئے پیشی ہوگی۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:''تم اپنے آپ کو دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں رل گئے تم

جان لو وہ فرشتہ لے جاتا ہے فنا نہیں ہوتے۔‘‘

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان مختصر الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا جس کی ہم نے وضاحت کی۔ اس آیت میں بھی توفی کے معنی موت کے نہیں بلکہ حق وصول کرنے کے ہیں۔ موت دینے والا تو صرف وہی محیی اور ممیت ہے۔ ملک الموت تو اللہ کا حق وصول کرنے والا ہے۔

آیت توفی کی تفسیر:

جب توفی کے معنی معلوم ہوگئے تو اب آیت توفی کی تفسیر سنئے۔ یہود بے بہبود نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیریں شروع کیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کو محسوس فرمالیا۔ ’’کما قال تعالٰی فَلَمَّا اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ‘‘ تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ مت۔ یہ تو تدبیریں کر ہی رہے ہیں ہم بھی تدبیریں کر رہے ہیں۔ عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ان پانچ وعدوں کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے۔ ایک: توفی، دوم: رفع، اور سوم: تطهير من الكفار یعنی کافروں سے پاک کرنا، اور چہارم: متبعین کا منکرین پر قیامت تک غالب اور فائق رہنا، اور پنجم: فیصلۂ اختلافات۔ اوّل کے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات کے متعلق ہیں اور چوتھا خدام کے متعلق ہے اور پانچواں فیصلہ کے متعلق ہے جس کا تعلق سب سے ہے۔

چار وعدے

ا......وعدۂ توفی: جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور عامہ سلف وخلف اس طرف گئے ہیں کہ آیت میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی مراد ہیں یعنی پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک لے لینا۔ کیونکہ مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی اور تسکین ہے کہ اے عیسیٰ تم ان دشمنوں کے ہجوم اور نرغہ سے گھبراؤ نہیں میں تم کو پورا پورا روح اور جسم سمیت ان نابکاروں سے چھین لوں گا۔ یہ نابکار اور ناہنجار اس لائق نہیں کہ تیرے وجود مسعود کو ان میں رہنے دیا جائے۔ ان کی ناقدردانی اور ناسپاسی کی سزا یہ ہے کہ ان سے اپنی نعمت واپس لے لی جائے۔ حضرت مولانا الشاہ سید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ ونضر (آمین) فرماتے ہیں۔

وجوہ لم تکن اهلًا لخیر   فیاخذ منهم عیسٰی الیه

’’یہ چہرے خیر کے قابل نہ تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے لے کر اپنی طرف کھینچ لیا۔‘‘

ویرفعه ولا یبقیه فیهم   کاخذ الشئ لم یشکر علیه

’’اور اپنی طرف اٹھالیا اور نہ چھوڑا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے ایسا لے لیا۔ جیسا کہ اس شئے کو لے لیا جاتا ہے کہ جس کی ناقدری کی جائے۔‘‘

وحیز کما یحاز الشئ حفظًا   واٰواه الٰی ماویٰ لدیه

’’اور ان سے چھین کر اپنے پاس محفوظ رکھا اور اپنے یہاں ان کو ٹھکانا دیا۔‘‘

اس مقام پر موت کے معنی مناسب نہیں۔ اس لئے کہ جب ہر طرف سے خون کے پیاسے اور جان کے لیوا کھڑے ہوئے ہوں تو اس وقت تسلی اور تسکین خاطر کے لئے موت کی خبر دینا یا موت کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔ دشمنوں کا تو

مقصود ہی جان لینا ہے اس وقت تو مناسب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ تم گھبراؤ نہیں ہم تم کو تمہارے دشمنوں کے نرغہ سے صحیح سالم نکال لے جائیں گے۔ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ ہم تم کو دشمنوں کے درمیان سے اس طرح اٹھالیں گے کہ تمہارے دشمنوں کو تمہارا سایہ بھی نہ ملے گا۔ آیت میں اگر توفی سے موت کے معنی مراد ہوں تو عیسیٰ علیہ السلام کی تو تسلی نہ ہوگی۔ البتہ یہود کی تسلی ہوگی اور معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اے یہود! تم بالکل نہ گھبراؤ اور نہ مسیح کے قتل کی فکر کرو۔ میں خود ہی ان کو موت دوں گا اور تمہاری تمنا اور آرزو پوری کروں گا۔ خود بخود تمہاری تمنا پوری ہوجائے گی۔ تمہیں کوئی مشقت بھی نہ ہوگی۔

۲...... نیز یہ کہ توفی بمعنی الموت تو ایک عام شئے ہے جس میں تمام مؤمن اور کافر، انسان اور حیوان سب ہی شریک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے جو خاص طور پر ان سے توفی کا وعدہ فرمایا گیا؟ قرآن کریم کے تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا وعدہ حق تعالیٰ نے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی سے نہیں فرمایا۔

رفع کا معنی: جب ''رَفَعَ یَرْفَعُ رَفْعًا فَهُوَ رَافِعٌ'' میں سے کوئی بولا جائے جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو، اور مفعول ''جوہر'' ہو (''عرض'' نہ ہو) اور صلہ الیٰ مذکور ہو اور مجرور اس کا ضمیر ہو۔ اسم ظاہر نہ ہو اور وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو۔ وہاں سوائے آسمان پر اٹھانے کے دوسرے معنی ہی نہیں۔

وعدہ دوم: ''کَمَا قَالَ تَعَالٰی وَرَافِعُكَ اِلَیَّ'' یعنی اے عیسیٰ میں تم کو اپنی جانب اٹھاؤں گا۔ جہاں کسی انسان کی رسائی بھی نہیں ہوسکتی۔ جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں وہاں تم کو رکھوں گا۔ اس آیت میں رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ اس لئے کہ:

۱...... ''رافعك'' میں خطاب جسم مع الروح کو ہے۔

۲...... رفع درجات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور رفع روحانی بصورت موت، یہ مرزا قادیانی کے زعم کے مطابق خود ''متوفیك'' سے معلوم ہو چکا ہے۔ لہٰذا دوبارہ ذکر کرنا موجب تکرار ہے۔

۳...... نیز رفع روحانی ہر مرد صالح اور نیک بخت کی موت کے لئے لازم ہے اس کو خاص طور پر بصورت وعدہ بیان کرنا بے معنی ہے۔

۴...... نیز باتفاق محدثین ومفسرین اور مورخین یہ آیتیں نصاریٰ نجران کے مناظرہ اور ان کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں اتری ہیں اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر دوبارہ زندہ ہوکر آسمان پر اٹھائے گئے۔ لہٰذا اگر رفع الی السماء کا عقیدہ غلط اور باطل تھا تو قرآن نے جس طرح عقیدۂ ابنیت اور عقیدۂ تثلیث اور عقیدۂ قتل اور صلیب کی صاف صاف لفظوں میں تردید کی تو اسی طرف رفع الی السماء کے عقیدہ کی بھی صاف صاف لفظوں میں تردید ضروری تھی اور جس طرح ''وما قتلوه'' اور ''ماصلبوه'' کہہ کر عقیدہ قتل وصلب کی تردید فرمائی۔ اسی طرح بجائے ''بل رفعه الله'' کے ''مارفعه الله'' فرما کر عقیدہ رفع الی السماء کی تردید ضروری تھی۔ سکوت اور مبہم الفاظ سے نصاریٰ کی تو کیا اصلاح ہوتی مسلمان بھی اشتباہ اور گمراہی میں پڑ گئے۔ (معاذ اللہ)

نیز اگر توفی اور رفع سے موت اور رفع روحانی مراد ہو تو وعدہ ''تطهير من الكفار'' اور ''وعدہ كف عن بنی اسرائیل'' کی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہتی۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ''واذ كففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتهم بالبینٰت'' اس آیت میں حق جل شانہ کے ان انعامات اور احسانات کا ذکر ہے کہ جو قیامت کے دن حق جل شانہ بطور امتنان عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلائیں گے ان میں سے ایک احسان یہ ہے کہ تجھ کو بنی اسرائیل

کی دست درازی سے محفوظ رکھا۔

وعدہ سوم: ''وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ تجھ کو اپنے اور تیرے دشمنوں یعنی کافروں سے پاک کروں گا اوران کے ناپاک اور نجس پڑوس میں تجھ کو نہیں رہنے دوں گا بلکہ نہایت مطہر اور معطر جگہ میں تجھ کو بلالوں گا۔ لفظ مطہرک، کفر اور کافروں کی نجاست کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال فرمایا۔ ''کما قال تعالیٰ انما المشرکون نجس'' یعنی یہ نجس اور گندے آپ کے جسم مطہر کے قریب بھی نہ آنے پائیں گے۔

وعدہ چہارم: غلبہ متبعین بر منکرین

''وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ'' ﴿اور اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیری پیروی کرنے والوں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔﴾

چنانچہ جس جگہ یہود اور نصاریٰ ہیں، وہاں نصاریٰ یہود پر غالب اور حکمران ہیں۔ آج تک یہود کو نصاریٰ کے مقابلہ میں کبھی حکمرانی نصیب نہیں ہوئی۔

وعدہ پنجم: فیصلہ اختلاف

''ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ''

یہ پانچواں وعدہ ہے جو اختلاف کے فیصلہ کے متعلق ہے۔

توفی کی دوسری نوع

اور اگر اس آیت میں توفی کی دوسری نوع یعنی نوم (نیند) مراد لی جائے تب بھی مرزا قادیانی کے لئے مفید نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں ''مُتَوَفِّيْكَ'' معنی میں منیمک کے ہوگا اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ''اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو سلاؤں گا۔'' اور سونے کی حالت میں تجھ کو آسمان پر اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور معالم التنزیل میں ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ا...... ''قال الربیع بن انس المراد بالتو فی النوم وکان عیسیٰ علیہ السلام قد نام فرفعہ اللّٰہ نائمًا الی السماء معناہ انی منیمك ورافعك الی کما قال تعالیٰ وھو الذی یتوفکم باللیل ای ینیمکم باللیل واللّٰہ اعلم''

''ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آیت میں توفی سے نوم یعنی نیند مراد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت میں آسمان پر اٹھایا اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو سلاؤں گا اور اسی حالت میں تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ'' ﴿وہی ہے کہ جو تم کو رات میں سلاتا ہے۔﴾ میں توفی سے نوم مراد ہے۔'' لیکن توفی بمعنی نوم سے بھی مرزا قادیانی کی تمنا اور آرزو پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ نیند کی حالت میں آدمی زندہ رہتا ہے مرتا نہیں۔

توفی کی تیسری نوع

یعنی موت: اور اگر اس آیت میں توفی سے اس کی تیسری نوع مراد لی جائے جیسا کہ علی بن طلحہ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ سے ''متوفیك'' کی تفسیر ''ممیتك'' کے ساتھ روایت کرتے ہیں تب بھی مرزا قادیانی کا مدعا وفات قبل النزول حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

پہلا مطلب: ایک مطلب تو یہ کہ جو وہب بن منبہ اور محمد بن اسحٰق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوّلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دی اور پھر کچھ دیر کے بعد ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا۔ وہب یہ کہتے ہیں کہ دن کی تین ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا اور محمد بن اسحٰق یہ کہتے ہیں کہ دن کی سات ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ غرض یہ کہ اگر توفی بمعنی موت تین ساعت یا سات ساعت کے لئے پیش بھی آئی تو اس کے بعد دوبارہ زندگی اور رفع الی السماء بھی واقع ہوا ہے اور مرزا قادیانی اس کے قائل نہیں۔

دوسرا مطلب: ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص یعنی ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر درمنثور میں فرماتے ہیں:

۲...... ''اخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طریق جوهر عن الضحاك عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قوله تعالٰی انی متوفیك ورافعك الیّ یعنی رافعك ثم متوفیك فی آخرالزمان (درمنثور ج ۲ ص ۳۶)'' ﴿ضحاک کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ''متوفیك ورافعك'' کی تفسیر میں یہ فرماتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا رفع مقدم ہے اور ان کی وفات اخیر زمانہ میں ہوگی۔﴾

پس اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ''متوفیك'' کی تفسیر ''ممتیك'' سے مروی ہے تو ان سے تقدیم و تاخیر بھی مروی ہے۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نصف قول کو جو اپنی ہوائے نفسانی اور غرض کے موافق ہو اسے لینا اور حجت قرار دینا اور دوسرے نصف کو جو ان کی غرض کے مخالف ہو اس سے گریز کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے تارک نماز کا ''لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ'' سے حجت پکڑنا اور ''انتم سکارٰی'' سے آنکھیں بند کر لینا۔ نصف قول ماننا اور نصف قول سے قطع نظر کر لینا یہ ''نصف الاعمٰی'' اور ''نصف البصیر'' ہی کا کام ہے۔

علاوہ ازیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ''متوفیك'' کی تفسیر جو ''ممیتك'' مروی ہے اس کا راوی علی بن طلحہ ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ علی بن طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نہ کچھ سنا ہے اور نہ ان کو دیکھا ہے۔ لہٰذا علی بن طلحہ کی روایت ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی ہے جو حجت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے برعکس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح و سالم زندہ آسمان پر اٹھایا جانا باسانید صحیحہ اور جیدہ منقول ہے۔ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ تفسیر جس کی سند ضعیف اور منکر اور غیر معتبر ہو وہ تو مرزائیوں کے نزدیک معتبر ہو جائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ تفسیر جو اسانید صحیحہ اور جیدہ اور روایات معتبرہ سے منقول ہے وہ مرزا قادیانی کے نزدیک قابل قبول نہ ہو۔

جواب دیگر: اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ''متوفیك'' کی تفسیر ''ممیتك'' کے ساتھ صحیح ہے تو یہ کہیں گے کہ مرزا قادیانی (ازالۃ الاوہام ص ۹۴۲، خزائن ج ۳ ص ۶۲۰) پر لکھتے ہیں کہ: ''اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔''

مرزا قادیانی اس عبارت میں فقط اس امر کے مدعی نہیں کہ اماتت کے معنی کبھی سلانے کے بھی آ جاتے ہیں بلکہ اس کے مدعی ہیں کہ جس طرح مارنا، موت دینا، اماتت کے حقیقی معنی ہیں اسی طرح سلانا اور بے ہوش کرنا بھی اماتت کے حقیقی معنی ہیں۔ لہٰذا جب مرزا قادیانی کے نزدیک اماتت کے حقیقی معنی سلانے کے بھی ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ممیتک

میں اگر اماتت سے سلانے کے معنی مراد لئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔اس لئے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک یہ معنی بھی حقیقی ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نیند کی حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے۔جیسا کہ ربیع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور حدیث میں بھی اماتت بمعنی انامت یعنی سلانے کے معنی میں آیا ہے:''الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور'' (مسلم ج۲ص ۳۴۸،باب الدعاء عندالنوم)

اقوال مفسرین: گزشتہ تفصیل کے بعداب کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔مگر چونکہ توفی کے استعمالات مختلف ہیں اس لئے حضرات مفسرین سے اس آیت کی جو توجیہات منقول ہیں ہم ان توجیہات کو نقل کر کے یہ بتلانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ تمام مفسرین سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ آیت شریفہ کی توجیہات اور تفسیری تعبیرات میں اگرچہ بظاہر اختلاف ہے لیکن رفع الی السماء پر سب متفق ہیں۔اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

عباراتنا شتی وحسنك واحد وکل الی ذاك الجمال یشیر

''ہماری تعبیرات مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے،سب کا اشارہ اسی ایک حسن کی طرف ہے۔''

قول اوّل: توفی سے استیفاء اور استکمال کے معنی مراد ہیں اور استیفاء اور استکمال سے عمر کا اتمام مراد ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام تم دشمنوں سے گھبراؤ نہیں۔یہ قتل اور صلب سے تمہاری عمر ختم کرنا چاہتے ہیں یہ سب ناکام رہیں گے۔میں تمہاری عمر پوری کروں گا اور اس وقت میں تم کو آسمان پر اٹھاؤں گا چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۳...... ''الاوّل معنی قوله انی متوفیك ای متم عمرك فحینئذٍ اتوفاك فلا اترکهم حتی یقتلوك بل انا رافعك الی سمائی ومقربك بملائکتی واصونك عن ان یتمکنوا من قتلك وهذا تاویل حسن'' (تفسیر کبیر ج۲ص ۴۸۱)

''انی متوفیک کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیری عمر پوری کروں گا کوئی شخص تجھ کو قتل کر کے تیری عمر قطع نہیں کرسکتا۔میں تجھ کو تیرے دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں چھوڑوں گا کہ وہ تجھ کو قتل کرسکیں۔بلکہ میں تجھ کو آسمان پر اٹھاؤں گا اور اپنے فرشتوں میں رکھوں گا۔امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ معنی نہایت عمدہ ہیں۔''

اور اسی معنی کو علامہ زمخشری نے ''تفسیر کشاف'' میں ذکر کیا ہے اور اس معنی کرنے سے کلام اپنے حال پر ہے۔ کلام میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں۔توفی کے معنی اتمام عمر کے ہیں جو ابتدائے عمر سے لے کر اخیر عمر تک صادق ہیں۔اسی درمیان میں رفع الی السماء ہوا اور اسی درمیان میں نزول ہوگا اور وقت پر وفات ہوگی۔اسی طرح عمر شریف پوری ہوگی۔

۴...... ''قال الزمخشری انی متوفیك ای مستوفی اجلك ومعناه انی عاصمك من ان یقتلك الکفار ومؤخرك الی اجل کتبته لك وممیتك حتف انفك لا قتلًا بایدیهم'' (مشکلات القرآن ص ۱۳۲)

قول دوم: توفی سے قبض من الارض کے معنی مراد ہیں۔یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام میں تم کو ان کافروں سے چھین کر پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لوں گا۔جیسا کہ امام رازی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

۵...... ''ان التوفی هو القبض یقال وفانی فلان دراهمی واوفانی وتوفیتها منه کما یقال سلم فلان الی دراهمی وتسلمتها منه''یعنی توفی کے معنی کسی شئے پر پوری طرح قبضہ کر لینے کے ہیں۔جیسا

کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے میرے پورے روپے دے دیئے اور میں نے اپنے پورے روپے اس سے وصول کر لئے۔
(تفسیر کبیر ج۲ص۴۸۱)

آیت کے یہ معنی حسن بصری اور مطروراق اور ابن جریج اور محمد جعفر بن زبیر رحمہم اللہ سے منقول ہیں اور امام ابن جریر طبریؒ نے اسی معنی کو اختیار فرمایا ہے۔ اس معنی کے کرنے سے بھی آیت میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں۔ قول اوّل اور قول ثانی دونوں قولوں میں توفی کے معنی استیفاء اور استکمال ہی کے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے قول میں استیفاء سے اجل اور عمر کا اتمام اور اکمال مراد لیا گیا، اور دوسرے قول میں ایک شخص اور ایک ذات کا پورا پورا قبضہ میں لینا مراد لیا گیا ہے۔ ایک جگہ استیفاء اجل ہے اور ایک جگہ استیفاء شخص اور استیفاء قبضہ ہے۔

قول سوم: توفی کے معنی ''اخذ الشئ وافیا'' کے معنی کسی سے کسی چیز کو پورا پورا لے لینا، اور اس جگہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ لینا مراد ہے۔ جیسا کہ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

۶...... ''ان التوفی اخذ الشئ وافیا ولما علم اللّٰہ تعالیٰ ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه اللّٰہ هو روحه لا جسده ذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وبجسده ویدل علیٰ صحة هذا التاویل قوله تعالیٰ وما یضرّونك من شئ'' توفی کے معنی کسی شئے کو پورا پورا اور بجمیع اجزائہٖ لے لینے کے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرے گا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صرف روح کو اٹھایا اس لئے متوفیک کا لفظ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اور جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ''وما یضرونك من شئ'' تم کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکیں گے نہ روح کو نہ جسم کو۔ (تفسیر کبیر ج۲ص۴۸۱)

قول چہارم: توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ یعنی سلا کر تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کہ تم کو خبر بھی نہ ہو کہ کیا ہوا اور آسمان اور فرشتوں ہی میں جا کر آنکھ کھلے گی۔ یہ قول ربیع بن انسؓ سے مروی ہے۔

۷...... ''قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وکان عیسیٰ علیه السلام قدنام فرفعه اللّٰہ نائمًا الی السماء معناه منیمك ورافعك الیّ کما قال تعالیٰ وهو الذی یتوفکم بالیل''

ربیع بن انسؓ کہتے ہیں کہ توفی سے نوم یعنی نیند کے معنی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سونے کی حالت میں آسمان پر اٹھایا جیسا کہ ''وهو الذی یتوفٰکم باللیل'' اس آیت میں توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ (تفسیر درمنثور ج۲ص۳۶، معالم التنزیل تفسیر کبیر وغیرہ وغیرہ)

فائدہ: متعلقہ بآیت مائدہ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ توفی کے حقیقی معنی ''استفیاء'' اور ''استکمال'' اور ''اخذ الشئ وافیا'' (یعنی کسی شئے کو پورا پورا لینے کے ہیں) اور ''اِنِّی مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ'' میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی سے رفع آسمانی مراد ہے تو اسی طرح سورۂ مائدہ کی آیت توفی کو سمجھئے کہ وہاں بھی توفی سے رفع الی السماء ہی مراد ہے اور ''فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ'' کے معنی ''فَلَمَّا رَفَعْتَنِیْ اِلَی السَّمَاءِ'' کے ہیں۔ چنانچہ تمام معتبر تفاسیر میں ''تَوَفَّیْتَنِیْ'' کی تفسیر ''رفعتنی'' کے ساتھ مذکور ہے۔ چند تفاسیر کے حوالہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۸...... جیسا کہ تفسیر ابن جریر۔

۹...... ابن کثیر۔

۱۰...... درمنثور میں ہے۔

۱۱...... امام رازیؒ (تفسیر کبیر ج۳ص۷۰۰) میں لکھتے ہیں: ’’فلما توفیتنی المراد به وفاة الرفع الی السماء‘‘

۱۲...... (تفسیر ابی السعود ج۳ص۷۰۱) ’’ورافعك الیّ فان التوفی اخذ الشئ وافیًا‘‘

۱۳...... تفسیر بیضاوی۔

حضرت ابن عباسؓ جن کے متعلق مرزا قادیانی کو بھی اقرار ہے وہ بہ برکت دعائے نبوت ﷺ قرآن سمجھنے میں اوّل نمبر پر تھے، کی روایت سے ’’تفسیر معالم‘‘ میں مرقوم ہے۔

۱۴...... ’’فَبَعَثَ اللّٰهُ جِبْرَائِیْلَ فَادْخَلَهٗ فِیْ خَوْخَةٍ فِیْ سَقْفِهَا رَوْزَنَةٌ فَرَفَعَهٗ اِلَی السَّمَاءِ مِنْ تِلْكَ الرَّوْزَنَةِ فَاَلْقَی اللّٰهُ عَلَیْهِ شِبْهَ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَام فَقَتَلُوْهُ وَصَلَبُوْهُ‘‘ (معالم التنزیل ج۱ص۳۰۸)

’’وہ شخص جو مسیح علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے گیا تھا مکان کے اندر پہنچا تو خدا نے جبرائیل کو بھیج کر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور اسی بدبخت یہودی کو مسیح علیہ السلام کی شکل پر بنادیا پس یہود نے اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھادیا۔‘‘

۱۵...... تفسیر روح المعانی۔

۱۶...... تفسیر خازن ج۱ص۶۰۸ میں بھی ہیں۔

’’الغرض ان تمام تفاسیر میں صراحۃً اس کی تصریح ہے کہ توفی سے رفع الی السماء مراد ہے اور بالفرض اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آیت مائدہ میں توفی سے کنایۃً موت مراد لی گئی ہے تب بھی مرزا قادیانی کا مدعا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اس آیت میں اس وفات کا ذکر ہے جو بعد از نزول، قیامت سے پہلے ہوگی۔ کیونکہ آیت کا تمام سیاق وسباق اس بات پر شاہد ہے کہ یہ تمام واقعہ کوئی گزشتہ واقعہ نہیں بلکہ مستقبل یعنی قیامت کا واقعہ ہے اور قیامت سے پہلے ہم بھی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ’’یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ‘‘ اور ’’هٰذَا یَوْمَ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ‘‘ اور ’’وَیَوْمَ الْقِیَامَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا‘‘ سے صاف ظاہر ہے۔‘‘

۱۷...... ’’اخرج عبدالرزاق وابن ابی حاتم عن قتادة فی قوله أنت قلت للناس اتخذونی وامی الٰهین من دون اللّٰه متی یکون ذلك قال یوم القیامة الاتری انه یقول یوم ینفع الصدقین‘‘ عبدالرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا کہ قتادہ سے ’’أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ‘‘ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ تو یہ فرمایا کہ قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ ’’هٰذَا یَوْمَ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ‘‘ سے صاف معلوم ہوتا ہے بلکہ بعض مرفوع احادیث میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے۔

۱۸...... ’’روی ابن عساکر عن ابی موسٰی الاشعریؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ اذا کان یوم القیٰمة یدعٰی بالانبیاء واممهم ثم یدعٰی بعیسٰی فیذکره نعمته علیه فیقربها فیقول

بعیسٰی اذکر نعمتی علیك وعلٰے والدتك الآیته ثم یقول أانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللّٰہ فینکر ان یکون قال ذلك (حدیث)'' (تفسیر ابن کثیر ج۳ص۲۸۱)

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے قریب بلا کر یہ فرمائیں گے کہ تم ہی نے کہا تھا مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام انکار فرمائیں گے کہ معاذ اللہ میں نے ہرگز نہیں کہا۔''

۱۹...... ''واخرج ابن مردویه عن جابر بن عبداللّٰہ انه سمع النبی ﷺ یقول اذا کان یوم القیامة جمعت الامم ودعا کل ناس بامامهم قال ویدعٰی عیسٰی فیقول بعیسٰی یعیسٰی أانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰهین من دون اللّٰہ فیقول سبحنك ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق الٰی قوله یوم ینفع الصدقین'' (درمنثور ج۲ص۳۴۹)

اس حدیث شریف کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو کہ پہلی حدیث کا ہے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے کہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے یہ دریافت کیا جائے گا۔

مرزا قادیانی جس موت کے مدعی ہیں وہ کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتی۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعۂ صلیب کے بعد کشمیر تشریف لے گئے اور ستاسی سال زندہ رہ کر شہر سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے۔ یہ نہ کسی آیت سے ثابت ہے نہ کسی حدیث سے اور نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ اور تابعی رحمۃ اللہ علیہ بلکہ کسی معتبر عالم کے قول سے بھی ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی اسی کنہیا لال اور مراری لال و روشن لال سے منقول ہو جنہوں نے کریم بخش کے صادق ہونے کی گواہی دی ہے۔

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۷۰۸، خزائن ج۳ص۴۸۲) میں لکھتے ہیں کہ: ''کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس برس پہلے مجھ کو کہا کہ اب عیسیٰ جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آ کر قادیانی غلطیاں نکالے گا۔ پھر کریم بخش کی تعدیل بہت سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی، بوٹا، کنہیا لال، مراری لال، روشن لال، گنیشا مل وغیرہ ہیں اور گواہی یہ ہے کہ کریم بخش کا جھوٹ کبھی ثابت نہیں ہوا۔''

ائمۂ حدیث جب کسی راوی کی توثیق اور تعدیل نقل کرتے ہیں تو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا نام مبارک پیش کر دیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو جب کریم بخش کی روایت کی تعدیل کی ضرورت پیش آئی تو کنہیا لال اور مراری لال کی تعدیل پیش کی۔ ناظرین کرام! تعجب نہ فرمائیں۔ نبی کاذب کے سلسلۂ روایت کے لئے کنہیا لال اور مراری لال جیسے راوی مناسب اور ضروری ہیں۔ مرزا قادیانی بھی معذور ہیں۔ اپنی مسیحیت کی گواہی میں آخر کس کو پیش کریں؟ حضرات محدثین کے نزدیک ''مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ بسند سلسلة الذهب'' کے نام سے موسوم ہے۔ یہ سلسلۃ الذہب تو حضرات محدثین کا ہے اور مرزا قادیانی کا سلسلۃ الذہب یہ ہے کہ جو حضرات ناظرین نے پڑھا یعنی کنہیا لال اور مراری لال اور روشن لال۔

اے مرزائیو! تمہیں کیا ہوا؟ مالکؒ اور نافعؒ اور ابن عمرؓ کی روایت تو تمہاری نظر میں غیر معتبر ہوگئی اور مرزا قادیانی اور مراری لال اور کنہیالال اور روشن لال کی اور اس قسم کے پاگل داس لوگوں کی بکواس معتبر ہوگئی ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

۲۰...... ''فَاجْتَمَعَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى قَتْلِهٖ فَاَخْبَرَهُ اللّٰهُ بِاَنَّهٗ يَرْفَعُهٗ اِلَى السَّمَاءِ وَيُطَهِّرُهٗ مِنْ صُحْبَةِ الْيَهُوْدِ (نسائی وابن مردویه ذكره فی السراج المنیر)'' جب یہود مسیح کو قتل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے خبر دی کہ میں تجھے آسمان پر اٹھاؤں گا اور کفار یہود کی صحبت سے پاک رکھوں گا۔

بیس تفسیری احادیث اور شواہدات پر اس آیت کی بحث کو ختم کرتے ہیں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی پانچویں دلیل

''قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَاِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِى الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (زخرف:۵۹تا۶۱)'' ﴿وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا، اور کھڑا کر دیا اس کو بنی اسرائیل کے واسطے، اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے رہیں زمین میں تمہاری جگہ، اور وہ نشان ہے قیامت کا سو اس میں شک مت کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے، اور نہ روک دے تم کو شیطان وہ تو تمہارا دشمن ہے صریح۔﴾

تفسیری شواہد:

۱...... علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں آثار فرشتوں کے سے تھے (جیسا کہ سورۂ مائدہ، آل عمران اور کہف کے فوائد میں اشارہ کیا جا چکا ہے) اتنی بات سے کوئی شخص معبود نہیں بن جاتا۔ اگر ہم چاہیں تو تمہاری نسل سے ایسے لوگ پیدا کریں یا تمہاری جگہ آسمان سے فرشتوں ہی کو لا کر زمین پر آباد کر دیں۔ ہم کو سب قدرت حاصل ہے۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا اوّل مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا کہ بدوں باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب وغریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا۔ ان کے نزول سے لوگ معلوم کر لیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آ لگی ہے۔ یعنی قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور جو سیدھی راہ ایمان وتوحید کی بتلا رہا ہوں اس پر چلے آؤ۔ مبادا تمہارا ازلی دشمن شیطان تم کو اس راستے سے روک دے۔

۲...... حضرت امام فخرالدین رازیؒ (محمد بن عمرؒ المتوفی ۶۰۶ھ) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''وانه ای عیسیٰ لعلم للساعة شرط من اشراطها تعلم به فسمی الشئ الدال علی الشئ علما لحصول العلم به'' (تفسیر کبیر ج۲۷ص۲۲۲)

''اور بے شک وہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام البتہ نشانی ہے قیامت کی یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے قیامت کا علم ہوگا) اس لحاظ سے علامت کو جو کسی شئے کے وجود پر دلالت کرتی ہے علم کہا گیا کیونکہ اس علامت کے ساتھ اس شئے کا علم حاصل ہوتا ہے۔''

یعنی علامت کا اطلاق علم پر ہوا یہی وجہ ہے کہ اکثر مترجمین حضرات لعلم کا معنی بھی نشانی کے کرتے ہیں اور یہ ترجمہ دوسری قرأت کے عین موافق ہے اردوسرے قرأت لعلم ہے۔اس میں ابتداء میں لام اوراس کے بعد عین اور دوسری لام پر بھی فتحہ ہے۔ جس کا معنی نشانی اور علامت ہے اور یہ قرأت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابومالک غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت الاعمش کلبی رحمۃ اللہ علیہ اور بقول علامہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابونضرۃ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔(تفسیر البحر المحیط ج۸ص۲۶، روح المعانی ج۲۵ص۹۵) اور دونوں قرأتوں کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول اور آمد سے قرب قیامت کا علم ہوگا اور وہ قیامت کی نشانی ہیں۔

۳...... علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لعلم اور لعلم دونوں قرأتوں کا تذکرہ کر کے آخر میں فرماتے ہیں کہ ”والمشهور نزوله عليه السلام بدمشق وان الناس فی صلوٰة الصبح فيتاخر الامام وهو المهدی فيقدمه عيسیٰ عليه السلام ويصلی خلفه ويقول انما اقيمت لك“

(روح المعانی ج۲۵ص۹۶)

”اور مشہور یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دمشق میں نازل ہوں گے جبکہ لوگ صبح کی نماز میں مصروف ہوں گے اور امام مہدی علیہ الرضوان امام ہوں گے وہ پیچھے ہٹ جائیں گے تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام امامت کرائیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کو آگے کر کے ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور فرمائیں گے کہ نماز آپ کے لئے قائم کی گئی تھی۔“

اور نیز علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:”وفی بعض الروايات انه عليه السلام ينزل علی ثنية يقال لها افيق بفاء وقاف بوزن اميروهی هنا مكان بالقدس الشريف“ (روح المعانی ج۲۵ص۹۶)

”اور بعض روایات (مثلاً مسند احمد ج۴ص۲۱۶، مستدرک ج۴ص۴۷۸، مجمع الزوائد ج۷ص۳۴۲ وغیرہ) میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام افیق فاء اور قاف کے ساتھ بروزن امیر کے ٹیلہ پر نازل ہوں گے اور یہ قدس شریف میں ایک جگہ ہے۔(جوسوق حمیدیہ میں جامع اموی کے مشرقی کنارہ پر ہے جس پر سفید مینار بنا ہوا ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت صبح نازل ہوں گے)“

۴...... مشہور مفسر الحافظ ابوالفداء اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ بن کثیر القرشی الدمشقی (المتوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

”وانه لعلم للساعة ای امارة دليل علی وقوع الساعة قال مجاهد رحمۃ اللہ علیہ وانه لعلم للساعة ای آية للساعة خروج عيسیٰ بن مريم عليه السلام قبل يوم القيمة وهكذا روی عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ وابی العالية رضی اللہ عنہ وابی مالك رضی اللہ عنہ وعكرمة رضی اللہ عنہ والحسن رضی اللہ عنہ وقتادة رضی اللہ عنہ والضحاك رضی اللہ عنہ وغيرهم وقد تواترت الاحاديث عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انه اخبر بنزول عيسیٰ عليه السلام قبل يوم القيمة اماما عادلًا وحكما مقسطا“ (تفسیر ابن کثیر ج۴ص۱۳۲،۱۳۳)

”اور بے شک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی علامت ہیں۔یعنی قیامت کی آمد اور اس کے وقوع کی نشانی اور دلیل ہیں۔حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کا دن برپا ہونے سے پہلے آنا قیامت (کے قرب) کی علامت اور نشانی ہے اور اسی طرح اس کی یہ تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ،

حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ (بصری)، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ (بن مزاحم) وغیرہم سے بھی مروی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امام عادل اور منصف حاکم بن کر نازل ہونے کی خبر دی ہے۔''

قرآن کریم کی ان آیات مبارکہ کے ہر ہر جملہ میں تاکیدی الفاظ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول اور آمد کا بالکل واضح ثبوت ہے اور پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے ترجمان قرآن اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور معتبر و مستند تابعین رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر اس پر مستزاد ہے اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور نزول اپنی جگہ حق ہے۔

۵...... امام ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن جریر بن یزید رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۱۰ھ) ''لعلم'' اور ''لعلم'' دونوں قرأتوں کا حوالہ دے کر بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کی تفسیریں نقل کرتے ہیں اور بحوالہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''قال نزول عیسیٰ بن مریم علیهما السلام'' (تفسیر ابن جریر ج۲۵ ص۹۰)

''انہوں نے فرمایا کہ اس سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا نزول مراد ہے۔'' (کیونکہ وہ قیامت کی نشانی ہیں)

۶...... ''لسان العرب'' جس کی تعریف میں مرزا قادیانی بھی رطب اللسان ہے۔ اس کی (ج۹ ص۳۷۲) پر ہے: ''وفی التنزیل فی صفة عیسیٰ علیه السلام وانه لعلم للساعة وهی قرأة اکثر القراء وقرء بعضهم انه لعلم للساعة المعنی ان ظهور عیسیٰ ونزوله الی الارض علامة تدل علی اقتراب الساعة'' قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت میں ''وانه لعلم للساعة'' ہے۔ یہ اکثر قاریوں کی قرأت اور ان میں سے بعض نے ''لعلم'' بھی پڑھا جس کے معنی ہیں عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور اور ان کا نازل ہونا زمین کی طرف، ایسا نشان ہے جو قیامت کے قرب پر دلالت کرے گا۔

لسان العرب کی مرزا محمود نے (حقیقت النبوۃ ص۱۱۵) پر توثیق و تعریف کی ہے۔

۷...... حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے: ''عیسیٰ نشان است قیامت را پس شبہ مکنید در قیامت۔''

تفسیر نبوی:

۱...... احادیث کی تمام اہم کتب (مثلاً مسند احمد ج۶ ص۲۴ حاشیہ پر منتخب کنز العمال، سنن ابوداؤد ج۲ ص۱۳۴) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی دس بڑی علامات میں سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو شمار فرمایا۔ اسی طرح واقعۂ معراج کے ضمن میں ایک روایت ہے۔

''عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لقیت لیلة اسریٰ بی ابراهیم علیه السلام وموسیٰ علیه السلام وعیسیٰ علیه السلام۔ قال: فتذاکرو امر الساعة فردوا امرهم الیٰ ابراهیم علیه السلام فقال لا علم لی بها۔ فردوا الامر الیٰ موسیٰ علیه السلام فقال لا علم لی بها۔ فردوا

الامر الٰی عیسٰی فقال اما وجبتها فلا یعلمها احد الا اللّٰه ذلك وفیما عهد الیّ ربی عزوجل ان الدجال خارج قال ومعی قضیبان فاذا رأنی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیهلك اللّٰه‘‘
(مسند احمد ج۱ص۳۷۵)

’’حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرتﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے میری ملاقات ہوئی۔ فرمایا کہ قیامت کا تذکرہ ہوا تو سب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قیامت کا صحیح علم تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں البتہ میرے ساتھ اللہ رب العزت نے وعدہ فرمایا ہے کہ جب دجال نکلے گا تو میرے پاس دو ہتھیار ہوں گے۔ جب دجال مجھے دیکھے گا تو وہ دھات کی طرح پگھلے گا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (میرے ہاتھ سے) اسے ہلاک کریں گے۔‘‘

نوٹ: یہ حدیث الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ (ابن ماجہ ص۳۰۹ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم) میں عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے۔ ابن ماجہ طبع بیروت ج۴ ص۴۵۱، حدیث نمبر۴۰۸۱ پر اس کے حاشیہ میں ہے۔ ’’اسنادہ صحیح ورجاله ثقات‘‘ یہ روایت بیہقی میں بھی ہے۔

اسی طرح بہت سی احادیث میں قیامت کے قریب مسیح کا نزول لکھا ہے جو آئندہ ’’باب ثبوت حیات مسیح از احادیث‘‘ میں نقل ہوں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

۲...... آیت ’’انه لعلم للساعة‘‘ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے جن کو بہ دعا نبویﷺ علم قرآن حاصل تھا (جو مرزا قادیانی کو بھی مسلم ہے) (مندرجہ مسند احمد ج۱ ص۳۱۷، ۳۱۸) پر ان سے منقول ہے کہ: ’’انه لعلم للساعة قال هو خروج عیسٰی ابن مریم علیه السلام قبل یوم القیامة‘‘ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت کو (مستدرک حاکم ج۳ ص۲۴۱، حدیث:۳۷۲۷) پر نقل کر کے لکھا ہے۔ هذا حدیث صحیح الاسناد روایت کے الفاظ یہ ہیں: ’’عن عکرمة عن ابن عباسؓ فی قوله عزوجل وانه لعلم للساعة قال خروج عیسٰی ابن مریم‘‘

۳...... اسی طرح محدث عبد بن حمید نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہی روایت کی ہے۔

۴...... نیز (درمنثور ج۶ ص۲۰) پر عبداللہ بن عباسؓ آنحضرتﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ جس کے آخر میں ہے: ’’وانه لعلم للساعة قال هو خروج عیسٰی ابن مریم قبل یوم القیامة‘‘

۵...... نیز (درمنثور ج۶ ص۲۰) پر حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت مجاہدؒ، حضرت حسنؒ سے یہی تفسیر منقول ہے۔

۶...... ابن جریر نے (تفسیر طبری ج۲۵ ص۹۰، ۹۱) پر حضرت ابن عباسؓ سے چار سندوں کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔

۷...... نیز خود مرزا قادیانی نے اس آیت میں ’’انه لعلم‘‘ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیری ہے۔

’’قرآن شریف میں ہے: ’’انه لعلم للساعة‘‘ یعنی اے یہودیو! عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تمہیں قیامت کا پتہ لگ جائے گا۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۲۱، خزائن ج۱۹ ص۱۳۰)

صاف ظاہر ہے کہ ''انہ'' کی ضمیر بطرف مسیح تسلیم کی گئی ہے۔ نیز مرزا قادیانی نے لکھا:

۸...... ''ان فرقة من اليهود لكانوا كافرين بوجود القيامة فاخبرهم الله علىٰ لسان بعض انبيائه ان ابناً من قومهم يولد من غير اب وهذا يكون اٰية لهم على وجود القيامة''

(حمامتہ البشریٰ ص۹۰، خزائن ج۷ ص۳۱۶)

''یعنی ایک فرقہ یہود کا قیامت کے وجود سے منکر تھا۔ خدا نے بعض انبیاء کی زبانی ان کو خبر دی کہ تمہاری قوم میں ایک لڑکا بلا باپ پیدا ہوگا۔ یہ قیامت کے وجود پر ایک نشانی ہے۔''

اس میں ہمارا استدلال صرف اتنا ہے کہ: ''وانه لعلم للساعة'' میں ''انہ'' کی ضمیر کا مرجع مرزا قادیانی نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا ہے۔ ''فهو المقصود'' باقی مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ قیامت کی نشانی میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش مراد ہے۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانی ہے۔ اب مرزائی فیصلہ کریں کہ مرزا قادیانی کی تفسیر مانی جائے یا صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ علیہ کی؟ ان واضح شہادتوں کے بعد بھی کوئی نہ مانے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی سمجھ نصیب فرمائیں۔

اعتراض:۱...... از مرزا غلام احمد قادیانی

''حق بات یہ ہے کہ ''انہ'' کی ضمیر قرآن شریف کی طرف پھرتی ہے اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن شریف مردوں کے جی اٹھنے کے لئے نشان ہے۔ کیونکہ اس سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۴۲۴، خزائن ج۳ ص۳۲۲)

مرزا قادیانی نے کوئی دلیل ''انہ'' کی ضمیر کو قرآن شریف کے لئے متعین کرنے کے حق میں بیان نہیں کی۔ سوائے اس کے کہ ''ہ'' کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ماننے سے مرزا قادیانی کی مسیحیت معرض ہلاکت میں آجاتی ہے۔ اگر ہم ثابت کردیں کہ ''انہ'' کی ضمیر قرآن کریم کی طرف راجع نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے تو مرزا قادیانی کی یہ ''حق بات ہے'' کی حقیقت الم نشرح ہوکر رہ جائے گی۔ سنئے:

<u>جواب:</u> ۱...... سیاق وسباق میں بحث صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہستی کی ہے نہ قرآن کریم کی۔ پس جس کا ذکر ہی نہیں۔ اس کی طرف خواہ مخواہ ضمیر کو پھیرنا اگر سکھا شاہی نہیں تو اور کیا ہے۔

۲...... ہم نے قادیانی مسلمات کی رو سے ثابت کردیا ہے کہ ''انہ'' سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول ہے۔ اگر مرزا قادیانی اس کا انکار کریں گے تو حسب فتویٰ خود کافر وفاسق ہوجائیں گے۔

۳...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ''انہ'' کی ضمیر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرتے ہیں جن کے متعلق مرزا قادیانی کا ارشاد (ازالہ اوہام ص۲۴۷، خزائن ج۳ ص۲۲۵) پر ہے: ''ناظرین پر واضح ہوگا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن کریم کے سمجھنے میں اوّل نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارہ میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی ایک دعا بھی ہے۔''

اب کس کا منہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسی عظیم الشان ہستی کا فیصلہ رد کرے؟

۴...... مرزا قادیانی یا ان کی جماعت اپنی تائید میں اور ہماری مخالفت میں ۸۶ گزشتہ مجددین، مسلمہ قادیانی، میں سے کسی ایک کو بھی پیش نہیں کرسکتے۔

۵...... خود مرزا قادیانی کے مرید ''انــہ'' کی ضمیر کے قرآن کی طرف پھرنے سے منکر ہیں۔ چنانچہ سید سرور شاہ قادیانی ''ضمیمہ اخبار بدر قادیان مورخہ ۶؍اپریل ۱۹۱۱ء'' میں لکھتے ہیں: ''ہمارے نزدیک تو اس کے آسان معنی یہ ہیں کہ وہ (مثیل مسیح) ساعت کا علم ہے۔''

نوٹ: قادیانی سرور شاہ کا علم اسی بات سے اظہر من الشمس ہوا جاتا ہے کہ مسیح کے ساتھ مثیل کی دم اپنی طرف سے بڑھا دی ہے۔ اگر ایسا کرنا جائز قرار دیا جائے تو قرآن شریف کی تفسیر ہر ایک آدمی اپنے حسب منشاء کر سکتا ہے۔ مثلاً جہاں رسول کریم ﷺ کا اسم مبارک ہے وہاں بھی کہہ دیا جائے کہ اس سے مثیل محمد ﷺ مراد ہیں جو قادیانیوں کے نزدیک (نعوذ باللہ) مرزا قادیانی ہیں۔

۶...... مرزا قادیانی کے بڑے فرشتہ سید محمد احسن امروہی مرزا قادیانی کی تردید میں یوں فرماتے ہیں:

الف...... ''دوستو! یہ آیت: ''وانہ لعلم للساعۃ'' سورۂ زخرف میں ہے اور بالاتفاق تمام مفسرین کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے واسطے ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔'' (اخبار الحکم مورخہ ۲۸؍فروری ۱۹۰۹ء)

ب...... ''آیت دوم میں تسلیم کیا کہ ضمیر ''انــہ'' کی طرف قرآن شریف یا آنحضرت ﷺ کے راجع نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہے۔'' (اعلام الناس حصہ دوم ص ۵۶)

قادیانی اعتراض:۲

ازمرزا قادیانی ''ظاہر کہ خدا تعالیٰ اس آیت کو پیش کر کے قیامت کے منکرین کو ملزم کرنا چاہتا ہے کہ تم اس نشان کو دیکھ کر پھر مردوں کے جی اٹھنے سے کیوں شک میں پڑے ہو...... اگر خدا تعالیٰ کا اس آیت میں یہ مطلب ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تب ان کا آسمان سے نازل ہونا مردوں کے جی اٹھنے کے لئے بطور دلیل یا علامت کے ہوگا تو پھر اس دلیل کے ظہور سے پہلے خدا تعالیٰ لوگوں کو ملزم کیوں کر سکتا ہے کیا اس طرح اتمام حجت ہو سکتا ہے۔ دلیل تو ابھی ظاہر نہیں ہوئی اور کوئی نام ونشان اس کا پیدا نہیں ہوا اور پہلے ہی سے منکرین کو کہا جاتا ہے کہ اب بھی تم یقین نہیں کرتے کیا ان کی طرف سے یہ عذر صحیح طور پر نہیں ہو سکتا کہ یا الٰہی ابھی دلیل یا نشان قیامت کا کہاں ظہور میں آیا جس کی وجہ سے ''فلا تمترن بها'' کی دھمکی ہمیں دی جاتی ہے۔'' (ازالہ اوہام ص ۴۲۲، خزائن ج ۳ ص ۳۲۱)

جواب: مرزا قادیانی کا یہ اعتراض ناشی از جہالت ہے۔ اپنی کم علمی سے ''وانه لعلم للساعة'' کو ''فلا تمترن بها'' کے لئے دلیل ٹھہرا لیا اور پھر اس دلیل کے غلط ہونے پر منطقی بحث شروع کر دی۔ اس آیت کا شان نزول جو مرزا قادیانی نے ظاہر کیا ہے وہ محض ایجاد مرزا ہے۔ ورنہ اصلی شان نزول ملاحظہ ہو اور کلام اللہ کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

''لما ضرب ابن مريم مثلًا اذا قومك منه يصدون وقالوا ء الهتنا خير ام هو ماضربوه لك الاجدلا بل هم قوم خصمون ان هو الا عبد انعمنا عليه وجعلناه مثلًا لبني اسرائيل ولو نشاء لجعلنا منكم ملئكة في الارض يخلفون وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون هذا صراط مستقيم'' اور جب عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے متعلق (معترض کی طرف سے) ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو یکایک آپ کی قوم کے لوگ (مارے خوشی کے) چلانے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام۔ ان لوگوں نے جو یہ مضمون بیان کیا ہے تو محض جھگڑنے کی غرض سے بلکہ یہ لوگ (اپنی عادت سے) ہیں ہی

جھگڑالو۔ عیسیٰ علیہ السلام تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے (کمالات نبوت سے اپنا) فضل کیا تھا اور ان کو بنی اسرائیل کے لئے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا، اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم میں سے فرشتوں کو پیدا کردیتے کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو قیامت (کے قرب) کا نشان ہیں۔ پس تم لوگ اس میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

معزز ناظرین! مرزا قادیانی کی چالاکی ملاحظہ ہو کہ بمطابق مثل ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

خود شان نزول اس آیت کی کلام اللہ کی انہیں آیات میں موجود ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مشرکین کے بتوں کے متعلق ایک مثال ہے۔ باوجود اس کے مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ یہاں بحث قیامت سے ہے۔ قیامت کی بحث تو یہاں ہے ہی نہیں۔ وہ تکمیل کلام و مآل دنیا پر مذکور ہے۔ چنانچہ ہم مرزا قادیانی کے اپنے مانے ہوئے مجدد صدی نہم امام جلال الدین سیوطیؒ کی روایت سے مرزا قادیانی کے تسلیم کردہ حبر الامت امام المفسرین ابن عباسؓ سے بیان کردہ شان نزول پیش کرتے ہیں۔

''آنحضرت ﷺ نے ایک روزہ سورۂ انبیاء کی آیت: ''انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم'' کے موافق یہ فرمایا کہ مشرک جن چیزوں کو پوجتے ہیں وہ اور مشرک دونوں قیامت کے دن دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔ اس پر عبداللہ بن زبعری نامی ایک شخص نے کہا کہ نصاریٰ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پوجتے ہیں اور تم عیسیٰ علیہ السلام کو نبی اور ہمارے بتوں سے اچھا سمجھتے ہو۔ اس لئے جو حال ہمارے بتوں کا ہوگا وہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوگا۔ عبداللہ بن زبعری کے اس جواب کو مشرک لوگوں نے بڑا شافی جواب جانا اور سب خوش ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ (درمنثور ج۶ ص۲۰، زیر آیت: انہ لعلم للساعۃ) باوجود اس قدر تصریح کے اگر پھر بھی قادیانی اپنی اس نامعقول دلیل پر جمے رہیں تو ہمارا جواب بھی الزامی رنگ میں سن لیں اور کان کھول کر سنیں۔''

۲...... مرزا قادیانی اپنی کتاب (اعجاز احمدی ص۲۱، خزائن ج۱۹ ص۱۳۰) پر لکھتے ہیں: ''قرآن شریف میں ہے: ''انہ لعلم للساعۃ'' یعنی اے یہودیو! عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تمہیں قیامت کا پتہ لگ جائے گا۔''

۳...... (سورۂ طہٰ:۱۶) میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے رسول کو بھی بطور ہدایت فرماتا ہے۔ ''ان الساعۃ اتیۃ اکاد اخفیہا لتجزیٰ کل نفس بما تسعیٰ فلا یصدنک عنہا من لا یؤمن بہا'' اے موسیٰ علیہ السلام! قیامت بے شک وشبہ آنے والی ہے۔ میں اسے مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ بدلہ ملے ہر شخص کو اپنی محنت کا۔ خبردار کوئی بے ایمان تجھے اس کے ماننے سے روک نہ دے۔

یہاں اگر قادیانی طرز کلام کا اتباع کیا جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے قیامت کے آنے کی دلیل یا نشانی تو بیان نہیں کی گئی۔ صرف اس کے آنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ پھر یہ اعلان اگلے حصہ آیت کے لئے دلیل کیسے ہوسکتا ہے؟ قادیانی جو جواب اس سوال کا دیں گے وہی جواب ہمارا بھی سمجھ لیں۔

۴...... مرزا قادیانی نے ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی کہ محمدی بیگم دختر احمد بیگ ہوشیار پوری ضرور بضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ پھر اس کے متعلق الہامات بھی شائع کئے۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا۔ ''انا زوجناکہا'' (انجام آتھم، خزائن ج۱۱ ص۶۰) یعنی اے مرزا ہم نے تیرا نکاح محمدی بیگم سے کردیا ہے۔

انتظار کرتے کرتے مرزا قادیانی تھک گئے۔آخر ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی سخت بیمار ہوئے۔موت کے خیال پر جب محمدی بیگم والی پیش گوئی میں جھوٹا ہونے کا خیال گزرا تو الہام ہوا۔’’الحق من ربك فلا تکونن من الممترین‘‘ یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص۳۹۸، خزائن ج۳ ص۳۰۶)

دیکھئے! یہاں مرزا قادیانی کے خدا نے مرزا قادیانی کو یقین دلانے کو صرف اتنا ہی کہا۔’’الحق من ربك‘‘ حالانکہ ابھی نکاح نہیں ہوا۔ پہلے ہی سے اس کے ہونے کا اعلان کر کے محض اعلان ہی کو دلیل قرار دیا جارہا ہے۔جس دلیل سے مرزا قادیانی کے لئے ایک پیش گوئی کا اعلان دلیل ہوگیا آئندہ حکم کے حق ہونے کا۔اسی دلیل سے یہاں بھی’’انه لعلم للساعة‘‘دلیل سمجھ لیں۔’’فلا تمترن بها‘‘ کی (ذرا غور سے سمجھئے) مگر یہ سب بیان ہمارا الزامی رنگ میں ہے۔ ورنہ مرزا قادیانی کا یہ اعتراض مبنی ہے علوم عربیہ سے جہالت مطلقہ پر۔

مضحکہ خیز قادیانی تفسیر

۱...... ’’یہ کیسی بدبودار نادانی ہے جو اس جگہ لفظ’’ساعة‘‘ سے مراد قیامت سمجھتے ہیں۔اب مجھ سے سمجھو کہ’’ساعة‘‘ سے مراد اس جگہ وہ عذاب ہے۔جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد طیطوس رومی کے ہاتھ سے یہودیوں پر نازل ہوا تھا۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۲۱، خزائن ج۱۹ ص۱۲۹)

۲...... ’’حق بات یہ ہے کہ’’انه‘‘ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف پھرتی ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ قرآن شریف مردوں کے جی اٹھنے کے لئے نشان ہے۔کیونکہ اس سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔‘‘

(ازالہ ص۴۲۴، خزائن ج۳ ص۳۲۲)

۳...... ’’ان فرقة من الیهود اعنی لصدوقین کانوا کافرین بوجود القیامة فاخبرهم اللّٰه علیٰ لسان بعض انبیاءہ ان ابنًا من قومهم یولد من غیر اب وهذا یکون آیة لهم علی وجود القیامة فالی هذا اشار فی آیة وانه لعلم للساعة‘‘ یہود کا ایک فرقہ صدوقین نامی قیامت کے وجود سے منکر تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بعض نبیوں کے واسطے سے انہیں خبر دی کہ ان کی قوم میں سے ایک لڑکا بغیر باپ کے پیدا ہوگا اور وہ قیامت کے وجود پر دلیل ہوگا۔پس اسی طرف اشارہ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت’’وانه لعلم للساعة‘‘ میں۔

(حمامۃ البشریٰ ص۹۰، خزائن ج۷ ص۳۱۶)

۴...... ’’ان المراد من العلم تولده من غیر اب علی طریق المعجزة کما تقدم ذکره فی الصحف السابقة‘‘ (الاستفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی ص۴۹، خزائن ج۲۲ ص۶۷۲)

’’العلم‘‘ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ہے بطور معجزہ کے جیسا کہ پہلی کتابوں میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

نوٹ: مرزا قادیانی معلوم ہوتا ہے فن مناظرہ اور اس کے اصولوں سے جاہل مطلق تھے۔دلیل تو وہ قابل قبول ہوتی ہے جو مخالف کے ہاں قابل قبول ہو۔ بلکہ جس کا رد کرنا مخالف سے آسان نہ ہو۔ایسی دلیل کو پیش کرنا جس کو مخالف صحیح تسلیم نہیں کرتا۔یہ مرزا قادیانی جیسے پنجابی نبی ہی کی شان ہی ہوسکتی ہے۔ورنہ دلیل تو ایسی ہو کہ مخالف کے نزدیک بھی وہ قابل قبول اور حجت ہوسکے جیسا کہ ہم حیات عیسیٰ علیہ السلام کے ثبوت میں قادیانی مسلمات پیش کر کے قادیانی افراد سے قبول

حق کی اپیل کررہے ہیں۔
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بقول مرزا قادیانی یہودی (صدوقین) قیامت کے وجود سے منکر تھے۔ان کے سامنے بقول مرزا قادیانی قیامت کے وجود پر دلیل یہ پیش کی جاتی ہے۔دیکھو ہم نے ایک لڑکا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بغیر باپ کے پیدا کیا ہے۔یہودی تو اس دلیل ہی کے صحیح اور حجت ہونے سے منکر تھے۔وہ تو کہتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد) ولد الزنا تھے جو دلیل خود محتاج دلیل ہو۔وہ دلیل کیا ہوئی؟ پس مرزا قادیانی کی تفسیر بھی قرآن کریم کے ساتھ محض ایک مذاق ثابت ہوئی۔

۵...... تفسیر سید سرور شاہ صحابی مرزا۔

مرزا قادیانی کا ایک بہت بڑا صحابی سرور شاہ قادیانی اپنے نبی مرزا قادیانی کی تردید عجیب طرز سے کرتا ہے۔ لکھتا ہے: ’’مسیح کے بے باپ ولادت دلیل کس طرح بن سکتی ہے۔ہمارے نزدیک تو اس کے آسان معنی یہ ہیں کہ وہ مثیل مسیح ساعۃ (قیامت) کا علم ہے۔‘‘ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان مورخہ ۶؍اپریل ۱۹۱۱ء)

۶...... تفسیر از مولوی سید محمد احسن امروہی جو مرزا قادیانی کے اکابر صحابہ میں سے تھا اور مرزا قادیانی کا فرشتہ کہلاتا تھا۔(اعلام الناس حصہ دوم ص ۵۶) پر ’’انہ‘‘ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔

محترم ناظرین! ہم نے قادیانی جماعت کی چھ تفسیریں جن میں سے چار مرزا قادیانی کی اپنی ہیں۔آپ کے سامنے پیش کی ہیں۔ان کا باہمی تضاد اظہر من الشمس ہے۔میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔کلام اللہ سے دو آیتیں اور مرزا قادیانی اور ان کے حواری کے اقوال اور انجیل کی تصدیق پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔

۱...... پہلی آیت ’’سورۂ حجر:۷۲‘‘ کی ہے: ’’انهم لفی سكرتهم يعمهون ‘‘ وہ اپنی بیہوشی میں گم گشتہ راہ پھر رہے ہیں۔

۲...... دوسری آیت سورۂ نساء:۸۲ میں ہے: ’’ولو كان من عند غير الله لوجد وافيه اختلافًا كثيرًا ‘‘ اگر یہ کلام اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔

مرزا قادیانی اور ان کی جماعت اپنی خود غرضی کے لئے اسلامی تفسیر کو چھوڑ کر گمراہی میں سرگردان ہیں۔کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔مرزا قادیانی کہتا ہے:

۱...... ’’ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں۔کیونکہ ایسے طریق سے یا تو انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔‘‘ (ست بچن ص ۳۱، خزائن ج ۱۰ ص ۱۴۳)

۲...... ’’جھوٹے پر خدا کی لعنت......جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔‘‘
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۱، خزائن ج ۲۱ ص ۲۷۵)

۳...... ’’اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص ۱۸۴، خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۱)

نوٹ: مرزا قادیانی نے اس آیت کی جس قدر تفسیریں کی ہیں ان میں سے ہم نے صرف چار پیش کی ہیں اور دو ان کے حواریوں کی درج کی ہیں۔(۱) ساعۃ سے مراد وہ عذاب جو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد طیطوس رومی کے ذریعہ یہود پر نازل ہوا۔(۲) اس سے مراد قرآن مجید ہے۔(۳) اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ پیدا ہونا۔(۴) اس سے مراد عیسیٰ

علیہ السلام بغیر باپ بطور معجزہ پیدا ہونا۔(۵)اس سے مراد مثیل مسیح۔(۶)اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام۔ان سب کی سب کا آپس میں تضاد وتناقض ظاہر ہے۔پس مرزا قادیانی معہ اپنے صحابہ اپنے ہی فتویٰ کی رو سے۔پاگل،منافق،جھوٹے پر خدا کی لعنت اور مخبوط الحواس ثابت ہوئے۔مرزا قادیانی کے حواری مرزا خدا بخش مصنف (عسل مصفیٰ ج۱ص۴۱۹) پر علماء اسلام کی تفسیر میں اختلاف مزعومہ کے بارہ میں لکھتے ہیں:''یہ چھ قسم کے معانی علماء متقدمین ومتاخرین نے کئے ہیں اور یہی معانی میری نظر سے گزرے ہیں۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر علماء ومفسرین کو یقینی معنی معلوم ہوتے تو وہ کیوں اس قدر چکر کھاتے اور کیوں دوراز قیاس رائے ظاہر کرتے۔جب ہم ان معانی پر غور سے نظر کرتے ہیں تو سیاق کلام...... کے خلاف پاتے ہیں۔''

ناظرین! قادیانی تفسیر کے متعلق یہی عبارت پڑھ دیں صرف علماء متقدمین ومتاخرین کی بجائے مرزا قادیانی اوران کے حواری سمجھ لیں۔

تصدیق ازانجیل

حضرات! یہ تو آپ بخوبی سمجھتے ہیں کہ کلام اللہ،انجیل یا توریت کی نقل نہیں ہے بلکہ ایک بالکل الگ اور براہ راست سلسلہ وحی ہے۔پس جہاں کہیں قرآن کریم اورانجیل کے مضمون میں مطابقت لفظی یا معنوی معرض ظہور میں آجائے وہاں وہی معنی قابل قبول ہوں گے جو متفق علیہ ہیں۔خود مرزا قادیانی ہماری تصدیق میں لکھ گئے ہیں:''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ''یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اوران کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہوجائے۔ (ازالہ اوہام ص۶۱۷،خزائن ج۳ص۴۳۳)

سو ہم نے جب موافق اس حکم کے نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو مندرجہ ذیل عبارت نظر پڑی۔

(انجیل متی باب:۲۴،آیت:۳۰تا۳۱)''جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آکر بولے۔ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہے۔(''انه لعلم للساعة''قرآن کریم)یسوع نے جواب میں ان سے کہا خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کردے کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے......اس وقت اگر تم سے کوئی کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے......میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے......پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا۔دیکھو وہ کوٹھڑیوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندھ کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن مریم کا آنا ہوگا......ابن مریم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے۔یہی مضمون (انجیل مرقس باب:۱۳) اور (انجیل لوقا باب:۲۱) میں مرقوم ہے۔انجیل کے اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔

۱...... حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام خود دوبارہ نازل ہوں گے۔کیونکہ اپنے تمام نام نہاد مثیلوں سے بچنے کی ہدایت کررہے ہیں۔

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا قیامت کی نشانی ہے۔

۳...... جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے۔

۴...... حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے اچانک نازل ہوں گے۔
۵...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ تشریف لائیں گے۔

یہی مضمون کلام اللہ میں موجود ہے۔ جیسا کہ ہم تصریح کر چکے ہیں۔ پس قادیانی جماعت پر لازم ہے کہ مرزا قادیانی کے بیان کردہ معیار کے مطابق حق کو قبول کر کے مرزائیت سے اپنی بیزاری کا اعلان کردیں۔

نتیجہ: مرزا قادیانی اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص ۲۶۹، خزائن ج ۳ ص ۲۳۶) میں لکھتے ہیں: ''اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا اس کے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے۔ لہٰذا یہ بحث بھی کہ مسیح اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اترے گا جو دنیا میں اسے حاصل تھا۔ اس دوسری بحث کی فرع ہوگی جو مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔''

ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا ثابت کر دیا ہے۔ پس حسب قول مرزا قادیانی ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ نازل ہونا جبھی مانا جاسکتا ہے جب کہ ان کا آسمان پر اسی جسم کے ساتھ جانا تسلیم کرلیا جائے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالك!

حیات مسیح علیہ السلام کی چھٹی دلیل

''وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (مائدہ:۱۱۰)'' ﴿اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لے کر آیا ان کے پاس نشانیاں تو کہنے لگے کافر تھے جو ان میں اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح۔﴾

ف...... معجزات اور فوق العادت تصرفات کو جادو کہنے لگے اور انجام کار حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے۔ حق تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ اس طرح یہود کو ان کے ناپاک مقاصد میں کامیاب ہونے سے روک دیا گیا۔ (تفسیر عثمانی)

استدلال:۱

من جملہ ان نعمتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو دی گئیں ایک یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام ''وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَنْكَ'' اور اس وقت کو یاد کر کہ جب بنی اسرائیل کو تیرے پاس آنے سے بھی روک دیا۔ پس اگر خدانخواستہ قتل اور صلب میں کامیاب ہوگئے تو پھر اس تطہیر اور کف کے وعدہ اور انعام کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

''واذ کففت'' میں کف کا مفعول بنی اسرائیل کو بنایا ہے نہ کہ کاف ضمیر مخاطب کو۔ یعنی میں نے دور ہٹائے رکھا بنی اسرائیل (یہود) کو تجھ سے۔ یہ نہیں فرمایا: ''کَفَفْتُكَ عن بنی اسرائیل'' (ہٹادیا تجھ کو بنی اسرائیل سے) کیونکہ ضرر پہنچانے کا ارادہ یہودیوں کا تھا پس انہی کو ہٹائے رکھنے کا ذکر مناسب ہے۔ (دوم) یہ کہ کف کا صلہ عن ذکر کیا ہے جو بعد کے لئے آتا ہے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے۔ ''لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ (یوسف:۲۴)'' ہم نے یوسف علیہ السلام سے برائی اور بے حیائی کو دور ہٹادیا۔ یہ نہیں فرمایا: ''نصرفك عن السوء والفحشاء'' (یوسف علیہ السلام کو برائی سے ہٹادیں) یہ اگر ہوتا تو شبہ ہوتا کہ یوسف علیہ السلام کے دل میں برائی (قصد زنا) آگئی تھی بلکہ اللہ نے برائی اور بدی کے ارادہ کو ہی دور دور رکھا اور یوسف علیہ السلام تک پہنچنے ہی نہ دیا۔ اسی طرح اللہ نے یہود کو حضرت مسیح علیہ السلام سے دور دور رکھا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ''وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ (الاعراف:۱۴۱) ’’﴿اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تم کو فرعونیوں کے عذاب سے بچایا اور نجات دی۔﴾ اس لئے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عنوان اختیار فرماتے تو یہ شبہ ہوتا کہ بنی اسرائیل کی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دشمنوں سے ایذائیں اور تکلیفیں اٹھائیں۔ مگر اخیر میں اللہ نے ان مصائب اور تکالیف سے نجات دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی ایذا تو کیا پہنچاتا وہ خود بھی ان تک نہ پہنچ سکا۔ اللہ نے دشمنوں کو دور ہی رکھا اور کسی بدذات کو پاس بھی نہ بھٹکنے دیا اور جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر آسمان پر اٹھالیا۔ تمام تفاسیر معتبرہ میں یہی تفسیر مذکور ہے۔

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے رہا ہو کر کشمیر پہنچے اور ستاسی سال کے بعد کشمیر میں وفات پائی۔ حالانکہ کشمیر اس وقت کفر اور شرک اور بت پرستی کا گھر تھا جو ملک شام سے کسی طرح بہتر نہ تھا۔ شام حضرات انبیاء کا مسکن اور وطن تھا اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں: ’’وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ‘‘ کہ میں تجھ کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ ’’كما قال تعالىٰ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ‘‘ ان کی نبوت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ لہٰذا بنی اسرائیل کو چھوڑ کر کشمیر جانے کے کیا معنی؟

استدلال:۲

’’کف‘‘ کے لفظی معنی ہیں ’’بازگردانیدن‘‘ یعنی روکے رکھنا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ (۱) ’’وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ (نساء:۹۱)‘‘ (۲) ’’فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ (مائده:۱۱)‘‘ (۳) ’’كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ (نساء:۷۷)‘‘ (۴) ’’وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ (الفتح:۲۰)‘‘ (۵) ’’هُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ (الفتح:۲۴)‘‘

آخری آیت میں خصوصاً کف کے مفعول کو عن کے مجرور سے بکلی روکا گیا ہے۔ ’’اور وہ (اللہ) وہی ہے جس نے روک رکھے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے مکہ کے قریب میں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے قابو دیا تم کو ان پر۔‘‘ اس آیت میں صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے۔ قادیانی فریق کو بھی تسلیم ہے کہ حدیبیہ میں مطلقاً کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ جیسا کہ تمام مفسرین ومورخین کا اس پر اتفاق ہے۔ دوسری آیت ’’فكف ايديهم عنكم (مائده:۱۱)‘‘ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے: ’’اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب کفار نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کے ہاتھ تم سے روکے رکھے۔‘‘

ناظرین! جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے قتل کرنے کی کوشش کی اور قتل کا مکمل انتظام کر لیا بعینہ اسی طرح بنونضیر کے یہود نے آنحضرت ﷺ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بال بال محفوظ رکھا۔ جیسا کہ تمام مفسرین نے ’’سورۃ مائدہ آیت:۱۱‘‘ کے تحت لکھا ہے۔ قادیانی اپنے مسلمہ مجدد ابن کثیرؒ کی تفسیر کو اس آیت کے تحت میں ملاحظہ کریں جس طرح کف کا لفظ آنحضرت ﷺ کے لئے استعمال ہوا۔ بعینہ وہی لفظ ’’واذ كففت بنى اسرائيل عنك ‘‘ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے استعمال ہوا۔ آنحضرت ﷺ کو یہود کے شر سے محفوظ رکھنے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا حکم ہوا۔ اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے شر سے محفوظ رکھنے پر اللہ تعالیٰ شکریہ کا حکم فرمائیں گے اور اپنا انعام یاد کرائیں گے۔

عجیب نکتہ

حدیبیہ میں دونوں گروہ مسلمان اور کفار آمنے سامنے ہوئے۔ لیکن ایک دوسرے سے لڑائی کا مرحلہ نہیں آیا۔ یعنی ایک دوسرے تک ہاتھ نہیں پہنچے ”فکف ایدیھم عنکم، کف “ کا مفعول ایدی اور ان کا مجرور ضمیریں ہیں۔ یعنی دونوں فریقوں کا اجتماع تو ہوا لیکن لڑائی نہیں ہوئی۔ مگر آیت: ”واذکففت بنی اسرائیل عنك “ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ: ”اذ کففت ایدی بنی اسرائیل عنك “ کہ میں نے ان کے ہاتھ آپ سے روکے رکھے۔ بلکہ فرمایا کہ یہود کو عیسیٰ علیہ السلام سے روکے رکھا کہ وہ آپ کے قریب تک نہیں بھٹکے یعنی جب یہود عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ وہ آپ کے قریب تک نہیں آسکے۔ تمام تدبیروں کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام کے قریب پہنچنے سے روک لیا وہ ان کی پہنچ سے باہر (آسمان پر) تھے۔

تفسیری شواہد:

۱...... (تفسیر ابن کثیر ج۱ص۱۱۵) زیر آیت مذکور ہے: ”اذکر نعمتی علیك فی کفی ایاھم عنك اذ جئتھم بالبراھین والحجة القاطعة علی نبوتك ورسالتك من اللّٰہ الیھم فکذبوك واتھموك بانك ساحر وسعوا فی قتلك وصلبك فنجیتك منھم ورفعتك الی وطھرتك من دنسھم وکفیتك شرھم وھذا یدل علی الامتنان کان من اللّٰہ الیه بعد رفعه الی السماء الدنیا او یکون ھذا الامتنان واقعًا یوم القیامة وعبر عنه بصیغة الماضی دلالة علی وقوعه لا محالة وھذا من اسرار الغیوب التی اطلع اللّٰہ علیھا نبیه محمدا ﷺ “ ﴿(عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) کہ میری نعمتوں کو یاد کریں کہ جب یہودیوں کو آپ سے میں نے روکے رکھا جب آپ ان کے پاس فیصلہ کن دلائل وبراہین اور رسالت، اللہ تعالیٰ سے لے کر آئے تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی۔ جادوگری کا اتہام لگایا۔ آپ کے قتل و پھانسی کے درپے ہوئے۔ میں (اللہ تعالیٰ) نے ان سے آپ کو بچایا اور اپنی طرف اٹھالیا اور ان کی بدی سے آپ کو پاک کیا اور ان کے شر سے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان انعامات کا تذکرہ آپ کے آسمان دنیا پر اٹھائے جانے کے بعد کیا یا قیامت کے دن ان انعامات کا تذکرہ فرمائیں گے۔ (اگر قیامت کے دن فرمائیں گے تو پھر ”اذ قال اللّٰہ “ بصیغہ ماضی کیوں فرمایا؟) اس کی تعبیر ماضی سے اس لئے فرمائی کہ یہ یقینی امر ہے جو ہر حال میں ہوگا (گویا ہوچکا قیامت کے دن یہ کلام الٰہی عیسیٰ علیہ السلام سے ہوگا) یہ وہ غیب کے اسرار ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو مطلع فرمادیا۔﴾

۲...... (تفسیر خازن ج۲ص۵۳۹) پر ہے: ”فقصد الیھود قتله فخلصه اللّٰہ منھم ورفعه الٰی السماء “ جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ کو بچایا اور آسمان پر اٹھالیا۔

۳...... (معارف القرآن ج۴ص۱۵۳) حضرت کاندھلوی ؒ فرماتے ہیں: ”جب کہ میں (اللہ تعالیٰ) نے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کو تیرے پاس آنے سے روک دیا اور انہوں نے جو تیرے قتل کا ارادہ اور صلیب کا منصوبہ بنایا تھا اس کو میں نے ایک لخت ملیامیٹ کردیا اور تجھ کو صحیح وسالم زندہ آسمان پر اٹھالیا اور وہ تجھے کوئی ضرر نہ پہنچا سکے۔“

۴...... (تفسیر کبیر ج۱۲ص۱۲۷) زیر آیت بالا حضرت علامہ رازی ؒ فرماتے ہیں: ”انه علیه الصلوٰة والسلام لما اظھر ھذہ المعجزات العجیبه قصد الیھود قتله فخلصه اللّٰہ تعالٰی منھم حیث رفعه

الی السماء ‘‘حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب ان معجزات کا ظہور ہوا تو یہود نے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہود سے عیسیٰ علیہ السلام کو بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔

۵...... (معالم العرفان ج۵ص۴۸۰) پر ہے: ’’عیسیٰ علیہ السلام گھبراؤ نہیں میں ان کے ناپاک ہاتھ تم تک نہیں پہنچنے دوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بحفاظت آسمان پر اٹھالیا۔‘‘

قارئین محترم! اللہ رب العزت نے یہود کی دست و برد سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے طور پر محفوظ رکھا کہ وہ ان کی پہنچ سے باہر ہو گئے۔ یہود ان کے قریب نہ بھٹک سکے۔ ان تفسیری تصریحات کے باوجود مرزا قادیانی کا کیا مؤقف ہے؟ وہ ملاحظہ کریں۔

مرزا قادیانی کا مؤقف

۱...... ’’اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا: ’’اذ كففت بنی اسرائیل عنك ‘‘ یعنی یاد کر وہ زمانہ جب کہ بنی اسرائیل کو جو قتل کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے تجھ سے روک دیا۔ حالانکہ تواتر قومی سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا تھا اور صلیب پر کھینچ دیا تھا۔ لیکن خدا نے آخر جان بچادی۔ پس یہی معنیٰ ’’اذ كففت ‘‘ کے ہیں۔‘‘ (ضمیمہ نزول المسیح ص۱۵۱، خزائن ج۱۸ص۵۲۸)

۲...... اسی مضمون کو مرزا قادیانی دوسری جگہ اس طرح لکھتے ہیں: ’’پھر بعد اس کے مسیح علیہ السلام ان کے حوالہ کیا گیا اور اس کو تازیانے لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سننا اور فقیہوں اور مولویوں کے اشارہ سے طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا سب نے دیکھا۔ آخر صلیب دینے کے لئے تیار ہوئے...... تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح علیہ السلام کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھادیا۔ تا شام سے پہلے ہی لاشیں اتاری جائیں۔ مگر اتفاق سے اسی وقت ایک سخت آندھی آگئی...... انہوں نے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اتار لیا...... سو پہلے انہوں نے چوروں کی ہڈیاں توڑیں...... جب چوروں کی ہڈیاں توڑ چکے اور مسیح علیہ السلام کی نوبت آئی تو ایک سپاہی نے یوں ہی ہاتھ رکھ کر کہہ دیا کہ یہ تو مر چکا ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ اس کی ہڈیاں توڑی جائیں اور ایک نے کہا میں ہی اس لاش کو دفن کروں گا...... پس اس طور سے مسیح زندہ بچ گیا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۸۰ تا ۳۸۲، خزائن ج۳ص۲۹۶،۲۹۷)

۳...... مرزا قادیانی نے مزید تشریح یوں کی ہے: ’’مسیح علیہ السلام پر جو مصیبت آئی کہ وہ صلیب پر چڑھایا اور کیلیں اس کے اعضاء میں ٹھونکی گئیں۔ جن سے وہ غشی کی حالت میں ہو گیا۔ یہ مصیبت درحقیقت موت سے کچھ کم نہ تھی۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۳۹۲، خزائن ج۳ص۳۰۲)

۴...... مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’اب بھی خدا تعالیٰ کا وہ غصہ نہیں اترا جو اس وقت بھڑکا تھا جب کہ اس ’’وجیہہ‘‘ نبی کو گرفتار کرا کر مصلوب کرنے کے لئے کھوپری کے مقام پر لے گئے تھے اور جہاں تک بس چلا تھا ہر ایک قسم کی ذلت پہنچائی تھی۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۱۰۷، خزائن ج۱۷ص۲۰۰)

مرزا قادیانی علیہ ما علیہ کے ان چار حوالہ جات سے ذیل کے نتیجے اخذ ہوتے ہیں:

۱...... عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا گیا۔

۲...... عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر کھینچا گیا۔

۳...... عیسیٰ علیہ السلام یہود کے حوالہ ہوئے۔
۴...... عیسیٰ علیہ السلام کو تازیانے (کوڑے) لگائے گئے۔
۵...... عیسیٰ علیہ السلام نے گالیاں سنیں۔
۶...... عیسیٰ علیہ السلام کو طمانچے مارے گئے۔
۷...... عیسیٰ علیہ السلام سے ٹھٹھا و ہنسی ہوئی۔
۸...... عیسیٰ علیہ السلام چوروں کے ساتھ صلیب دیئے گئے۔
۹...... عیسیٰ علیہ السلام پر مصیبت آئی۔
۱۰...... عیسیٰ علیہ السلام کے اعضاء میں کیلیں ٹھونکی گئیں۔
۱۱...... عیسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوگئے۔
۱۲...... عیسیٰ علیہ السلام کی یہ مصیبت موت سے کم نہ تھی۔
۱۳...... عیسیٰ علیہ السلام وجیہ نبی کو گرفتار کیا گیا۔
۱۴...... عیسیٰ علیہ السلام کو ہر قسم کی ذلت پہنچائی تھی۔

چودھویں صدی کے سباب و کذاب اعظم مرزا قادیانی کی عبارتوں سے یہ چودہ نتائج برآمد ہوئے۔اس قادیانی تفسیر پر مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔تاہم بقول مرزا قادیانی کہ جب ہر ممکن ذلت و خواری میں مسیح علیہ السلام کو خدا نے مبتلا کرایا۔ یہاں تک کہ وہ ایسے بے ہوش ہوگئے کہ دیکھنے والے انہیں مردہ تصور کر کے چھوڑ گئے۔کیا اس کے بعد بھی خدا کو یہ حق پہنچتا ہے کہ یوں کہے بالفاظ مرزا ''یاد کروہ زمانہ جب بنی اسرائیل کو جو قتل کا ارادہ رکھتے تھے میں نے تجھ سے روک لیا۔'' (نزول المسیح ص۱۵۱، خزائن ج۱۸ ص۵۲۸)

اس آیت کی ابتداء میں باری تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرماتے ہیں: ''اذکر نعمتی ''یعنی یاد کر میری نعمتیں۔

انہی نعمتوں میں سے ایک نعمت بنی اسرائیل سے حضرت مسیح علیہ السلام کو بچانا بھی ہے۔دنیا جہاں میں ایسے موقعوں پر سینکڑوں دفعہ ایک انسان دوسروں کے نرغہ سے بال بال بچ جاتا ہے۔پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بال بال بھی بچ گئے ہوتے جب بھی اس بچانے کو مخصوص طور پر بیان کرنا باری تعالیٰ کی شان عالی کے لائق نہ تھا۔ایسا بچ جانا عام بات ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزانہ رنگ اور عجیب طریقہ سے یہود کے درمیان سے بچ کر آسمان پر چلا جانا ایک خاص نعمت ہے۔جس کو باری تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے بیان کر کے شکریہ کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ورنہ اگر مرزا قادیانی کا بیان اور تفسیر صحیح تسلیم کر لی جائے تو کیا اس نعمت کے شکریہ کے مطالبہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوں کہنے میں حق بجانب نہ ہوں گے؟ یا اللہ یہ بھی آپ کا کوئی مجھ پر احسان تھا کہ تمام جہان کی ذلتیں اور مصائب مجھے پہنچائی گئیں۔ میرے جسم میں میخیں ٹھونکی گئیں۔میں نے ''ایلی ایلی لما سبقتنی '' کی صدائیں دیں۔یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے۔پھر بھی تیری غیرت جوش میں نہ آئی۔اندھیری رات میں وہ مجھے مردہ سمجھ کر پھینک گئے۔میرے حواریوں نے چوری چوری میری مرہم پٹی کی۔میں یہود کے ڈر سے بھاگا بھاگا ایران اور افغانستان کے دشوار گزار پہاڑوں میں ہزار مشکلات کے بعد درۂ خیبر کے راستہ پنجاب، یو۔پی، نیپال پہنچا اور وہاں کی گرمی کی شدت برداشت نہ کر سکنے کے سبب کوہ ہمالیہ کے دشوار گزار دروں میں سے گرتا پڑتا سری نگر پہنچا۔وہاں ۸۷ برس گمنامی کی زندگی

بسر کر کے مر گیا اور وہیں دفن کر دیا گیا۔ اس میں آپ نے کون سا کمال کیا کہ مجھے نعمت کے شکریہ کا حکم دیتے ہیں؟ کیا یہ کہ میری جان جسم سے نہ نکلنے دی اور اس حالت کا شکریہ مطلوب ہے؟ سبحان اللہ! واہ رے آپ کی خدائی۔ ہاں! ایسی ذلت سے پہلے اگر میری جان نکال لیتا تو بھی میں آپ کا احسان سمجھتا۔ اب کون سا احسان ہے؟ اگر تو کہے کہ میں نے تیری جان بچا کر صلیب پر مرنے اور اس طرح ملعون ہونے سے بچا لیا تو اس کا جواب بھی سن لیں۔

۱...... کیا تیرا معصوم نبی اگر صلیب پر مر جائے تو واقعی تیرا یہی قانون ہے کہ وہ لعنتی ہو جاتا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر جان بچانے کے کیا معنی؟

۲...... باوجود اپنی اس تدبیر کے جس پر آپ مجھ سے شکریہ کا مطالبہ چاہتے ہیں۔ یہودی اور عیسائی مجھے ملعون ہی سمجھتے ہیں۔ آپ کی کس بات کا شکریہ ادا کروں؟

۳...... اگر آپ کے ہاں نعوذ باللہ ایسا ہی عجیب قانون ہے کہ ہر معصوم مظلوم پھانسی پر چڑھائے جانے اور پھر مر جانے پر ملعون ہو جاتا ہے اور آپ نے مجھے لعنتی موت سے بچانا چاہا تو معاف کریں اگر میں یوں کہوں کہ آپ کا اختیار کردہ طریق کار صحیح نہ تھا جیسا کہ نتائج نے ثابت کر دیا۔ جس کی تفصیل نمبر۲ میں میں عرض کر چکا ہوں۔ اگر مجھے اپنی مزعومہ لعنتی موت سے بچانا تھا تو کم از کم یوں کرتے کہ ان کی گرفتاری سے پہلے مجھے موت دے دیتے تاکہ میری اپنی امت تو ایک طرف یقیناً یہودی بھی میری لعنتی موت کے قائل نہ ہو سکتے۔ پس مجھے بتایا جائے کہ میں کس بات کا شکریہ ادا کروں؟

معاذ اللہ! یہ ہے وہ قدرتی جواب جو قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذہن میں آنا چاہئے۔ بشرطیکہ قادیانی اقوال واہیہ کو ٹھیک تسلیم کر لیا جائے۔ ہاں! اسلامی تفسیر کو صحیح تسلیم کر لیں تو وہ حالت یقیناً قابل ہزار شکر ہے۔ ہزارہا یہود قتل کے لئے تیار ہو کر آتے ہیں۔ مکان کو گھیر لیتے ہیں۔ مکر و فریب کے ذریعہ گرفتاری کا مکمل سامان کر چکے ہیں۔ موت حضرت مسیح علیہ السلام کو سامنے نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''انی متوفیك ورافعك الی ''یعنی (اے عیسیٰ علیہ السلام) میں تجھ پر قبضہ کرنے والا ہوں اور آسمان پر اٹھانے والا ہوں۔

پھر اس وعدہ کو اللہ تعالیٰ پورا کرتے ہیں اور یوں اعلان کرتے ہیں: ''وایدناہ بروح القدس ''یعنی ہم نے مسیح علیہ السلام کو جبرائیل فرشتہ کے ساتھ مدد دی۔ (جو انہیں اٹھا کر دشمنوں کے نرغہ سے بچا کر آسمان پر لے گئے) دوسری جگہ اس وعدہ کا ایفا یوں مذکور ہے: ''ماقتلوہ یقینًا بل رفعه اللّٰه الیه ''(یہود نے یقینی بات ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اٹھا لیا اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر) اسی ایفاء وعدہ اور معجزانہ حفاظت کو بیان کر کے شکریہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس آیت میں ''واذ کففت بنی اسرائیل عنك ''یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام یاد کر ہماری نعمت کو جب ہم نے تم سے بنی اسرائیل کو روک لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر واجب ہے کہ گردن مارے احسان کے جھکا دیں اور یوں عرض کریں۔ ''رب او زعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی ''یا رسول اللہ! مجھے توفیق دے کہ میں واقعی تیری معجزانہ نعمتوں کا شکریہ ادا کروں۔

قادیانی اعتراض:۱...... از مرزا قادیانی

''دیکھو آنحضرت ﷺ سے بھی عصمت کا وعدہ کیا گیا تھا حالانکہ احد کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ کو سخت زخم پہنچے تھے اور یہ حادثہ وعدۂ عصمت کے بعد ظہور میں آیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا: ''واذ

کففت بنی اسرائیل عنك ’’یعنی یاد کروہ زمانہ کہ جب بنی اسرائیل کو جو قتل کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے تجھ سے روک دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہودیوں نے گرفتار کرلیا تھا اور صلیب پر کھینچ دیا تھا۔ لیکن خدانے آخر جان بچادی۔ پس یہی معنی ’’اذ کففت‘‘ کے ہیں۔ جیسا کہ ’’واللّٰہ یعصمك من الناس‘‘ کے ہیں۔‘‘

(نزول المسیح ص ۱۵۱، خزائن ج ۱۸ ص ۵۲۹ حاشیہ)

جواب: ۱...... ’’عصم‘‘ کے معنی ہیں ’’بچالینا‘‘ یعنی دشمن کا طرح طرح کے حملے کرنا اور ان حملوں کے باوجود جان کا محفوظ رکھنا۔ لیکن ’’کف‘‘ کے معنی ہیں روک لینا۔ یعنی ایک چیز کو دوسری تک پہنچنے کا موقعہ ہی نہ دینا۔ پس دونوں آپس میں ایک جیسے کس طرح ہوسکتے ہیں؟ ہم اس پر بھی مفصل بحث کر کے ثابت کر آئے ہیں کہ: ’’کف‘‘ کے استعمال کے موقعہ پر ضروری ہے کہ ایک فریق کو دوسرے سے مطلق کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ جب ہم شواہد قرآنی سے ثابت کر چکے ہیں کہ تمام قرآن کریم میں جہاں جہاں ’’کف‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مکمل حفاظت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے تو ان معنوں کے خلاف اس آیت کے معنی کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟ لیجئے! ہم خود مرزا قادیانی کا اپنا اصول ایسے موقعہ پر صحیح معنوں کی شناخت کا پیش کر کے قادیانی جماعت سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر ایمان کی ضرورت ہے تو اسلامی تفسیر کے خلاف اپنی تفسیر بالرائے کو ترک کردو۔

’’اگر قرآن شریف اوّل سے آخر تک اپنے کل مقامات مین ایک ہی معنوں کو استعمال کرتا ہے تو محل مجوث میں بھی یہی قطعی فیصلہ ہوگا جو معنی...... سارے قرآن شریف میں لئے گئے ہیں وہی معنی اس جگہ بھی مراد ہوں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۳۳۰، خزائن ج ۳ ص ۲۶۷)

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ تمام قرآن شریف میں جہاں جہاں ’’کف‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے انہیں مذکورہ بالا معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پس محل نزاع میں اس کے خلاف معنی کرنا حسب قول مرزا الحاد اور فسق ہوگا۔

۲...... ایک لحہ کے لئے ہم مان لیتے ہیں۔ نہیں بلکہ قادیانی تحریف کی حقیقت الم نشرح کرنے کے لئے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ’’عصم‘‘ اور ’’کف‘‘ ہم معنی ہیں۔ پھر بھی قادیانی ہی جھوٹے ثابت ہوں گے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ وعدہ ’’عصمت‘‘ جو خدانے کیا۔ وہ مکمل حفاظت کے رنگ میں ظاہر کیا۔ یقیناً قادیانی دجل وفریب کا ناطقہ بند کرنے کو ایسا کیا گیا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ: ’’واللّٰہ یعصمك من الناس‘‘ کی بشارت کے بعد رسول کریم ﷺ کو کفار کوئی جسمانی گزند بھی نہیں پہنچا سکے۔

قادیانی کا یہ کہنا کہ جنگ احد میں رسول کریم ﷺ کا زخمی ہونا اور دانت مبارک کا ٹوٹ جانا اس بشارت کے بعد ہوا ہے۔ یہ ’’دو جمع دو چار روٹیاں‘‘ والی مثال ہے اور قادیانی کے تاریخ اسلام اور علوم قرآنی سے کامل اور مرکب جہالت کا ثبوت ہے۔

جنگ احد شوال ۳ھ میں ہوئی تھی اور رسول کریم ﷺ کو زخم اور دیگر جسمانی تکلیف بھی اسی ماہ میں لاحق ہوئی تھی جیسا کہ قادیانی خود تسلیم کر رہا ہے۔ مگر یہ آیت ’’واللّٰہ یعصمك من الناس‘‘ سورۂ مائدہ کی ہے جو نازل ہوئی تھی ۵ھ اور ۷ھ کے درمیان زمانہ میں۔ دیکھو خود مرزا قادیانی کا مرید محمد علی امیر جماعت لاہوری اپنی تفسیر بیان القرآن میں یوں رقمطراز ہے۔ ’’ان مضامین پر جن کا ذکر اس سورۂ (مائدہ) میں ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور یہی رائے اکثر محققین کی بھی ہے کہ اس سورت کے اکثر حصہ کا نزول پانچویں اور ساتویں سال ہجری کے درمیان ہے۔‘‘ (بیان القرآن ص ۵۸۸)

اب رہا سوال خاص اس آیت:’’وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس ‘‘کے نزول کا سو اس بارہ میں ہم قادیانی نبی اور اس کی امت کے مسلمہ مجدد صدی نہم علامہ جلال الدین سیوطی ؒ کا قول پیش کرتے ہیں:’’وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس فی صحیح ابن حبان عن ابی هریره ؓ انها نزلت فی السفر واخرج ابن ابی حاتم وابن مَرْدَوَیْه عن جابر انها نزلت فی ذات الرقاع باعلیٰ نخل فی غزوة بنی انمار‘‘ (تفسیر اتقان جز واوّل ص۱۹)

مطلب جس کا یہ ہے کہ غزوہ بنی انمار کے زمانہ میں یہ آیت سفر میں نازل ہوئی تھی۔ جب اس آیت کا وقت نزول غزوہ بنی انمار کا زمانہ ثابت ہو گیا تو اس کی تاریخ نزول کا قطعی فیصلہ ہو گیا کیونکہ یہ بات تاریخ اسلامی کے ادنیٰ طالب علم سے بھی معلوم ہو سکتی ہے کہ غزوہ بنی انمار ۵ھ میں واقع ہوا تھا۔ مفصل دیکھو کتب تاریخ اسلام ابن ہشام وغیرہ۔

لیجئے! ہم اپنی تصدیق میں مرزا قادیانی کا اپنا قول ہی پیش کرتے ہیں تاکہ مخالفین کے لئے کوئی جگہ بھاگنے کی نہ رہے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:’’لکھا ہے کہ اوّل مرتبہ میں جناب پیغمبر خدا ﷺ چند صحابی کو برعایت ظاہر اپنی جان کی حفاظت کے لئے رکھا کرتے تھے۔ پھر جب یہ آیت:’’وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس ‘‘نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے ان سب کو رخصت کر دیا اور فرمایا کہ اب مجھ کو تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں۔‘‘

(الحکم مورخہ ۲۴؍اگست ۱۸۹۹ء، بحوالہ خزینۃ العرفان ص۴۹۲)

اس حوالہ میں مرزا قادیانی نے تسلیم کر لیا کہ اس آیت کے بعد آپ ﷺ کو کوئی گزند نہیں پہنچی۔

مرزا قادیانی کا سیاہ جھوٹ

پس مرزا قادیانی کا یہ لکھنا:’’کہ جنگ احد کا حادثہ وعدہ عصمت کے بعد ظہور میں آیا تھا۔‘‘ بہت ہی گندہ اور سیاہ جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹوں کے متعلق فرماتے ہیں:’’لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْن ‘‘اور خود مرزا قادیانی جھوٹ بولنے والے کے بارہ میں لکھتے ہیں:’’جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۰۶، خزائن ج۲۲ ص۲۱۵)

قادیانی اعتراض:۲

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کفار نے آگ میں ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس آگ سے بچا لیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہود نے حضرت روح اللہ کو صلیب پر چڑھا دیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ رکھا اور ان کے ہاتھ سے مرنے نہ دیا تو اس میں کیا حرج ہے؟

جواب: ۱...... جناب! وقائع اور امور تاریخیہ میں قیاس کو بالکل دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کا مدار صرف روایت وشہادت ہی پر ہوتا ہے۔ وقائع میں قیاسات کے مفید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وقوع حوادث کی صورت واحد دون آخر نہیں ہوتی۔ پس حضرت روح اللہ کے واقعہ کو قیاس محض سے واقعہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا ہمرنگ بنانا جہالت وسفاہت ہے۔ کیونکہ صورت نجات اسی ایک طریق میں منحصر نہیں ہے۔’’كَمَا لَا یَخْفٰى عَلٰى مَنْ لَهٗ اَدْنٰى تَاَمُّلٌ‘‘ دیگر یہ۔

۲...... کہ ہمارا دین سماعی ہے قیاسی نہیں یعنی جو امر جس طرح قرآن وحدیث میں وارد ہے۔ اسے اسی طرح تسلیم کرتے ہیں اور اپنے قیاسات سخیفہ اور خیالات ضعیفہ پر مدار نہیں رکھتے۔ چونکہ قرآن مجید میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا آگ میں پڑنا اور پھر سلامت رہنا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے اس واقع کو اسی طرح مانتے ہیں اور چونکہ حضرت روح اللہ علیہ السلام کا صلیب پر نہ چڑھایا جانا اور یہود کا آپ کو مس تک بھی نہ کر سکنا مذکور ہے۔ اس لئے اسی طرح یقین رکھتے

ہیں۔ اپنے خیال وقیاس سے کچھ نہیں کہتے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے واقعۂ نار کی بابت سورۃ انبیاء میں فرمایا: ’’قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ (انبیاء:۶۹) ‘‘ ﴿ہم نے کہا اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا اور انہوں نے ابراہیم سے داؤ کرنا چاہا تھا۔ پس ہم نے انہی کو نہایت زیان کار کر دیا۔﴾

اور سورت صافات میں ’’اَلْاَسْفَلِیْنَ ‘‘ (نہایت پست) فرمایا۔ سوان آیات میں امر ’’یٰنَارُکُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ‘‘ میں اشارہ اس امر کا ہے کہ آپ آگ میں ڈالے گئے تھے۔ کیونکہ ’’امر یٰنَارُکُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا ‘‘ نہیں ہوسکتا جب تک آگ موجود نہ ہو (وجود خارجی بھی ہوتا ہے اور ذہنی بھی) خدا کے امر میں دونوں برابر ہیں۔ صورت اس کی یہ ہے کہ اگر خدا کے امر کے وقت مامور خارج میں موجود نہ ہو بلکہ خدا کے علم میں ہو تو خدا تعالیٰ اس صورت علمیہ کو امر کرتا ہے تو لزوماً خارج میں اس کا وجود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ’’اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ (یٰسین:۸۲) ‘‘ اور ’’علٰی ابراھیم ‘‘ صادق نہیں ہوسکتا۔ جب تک حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں واقع نہ ہوں۔ علاوہ اس کے یہ حدیث میں رفعاً وارد ہوا۔ ’’عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لما القی ابراھیم علیہ السلام فی النار قال اللھم انک واحد فی السماء وانا فی الارض واحد اعبدک‘‘

(ابن کثیر ج۶ ص۲۸۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو آپ نے کہا اے خدا تو آسمان میں واحد (لاشریک) ہے اور (اس وقت) زمین میں صرف میں اکیلا تیری (خالص) عبادت کرتا ہوں الخ! نیز (صحیح بخاری ج۲ ص۶۵۵، کتاب التفسیر سورۂ آل عمران) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً وارد ہے۔ ’’عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان اخر قول ابراھیم حین القی فی النار حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ‘‘ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تو آخری بات جو آپ نے کی وہ یہ تھی: ’’حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ‘‘ یعنی ’’ہمیں صرف اللہ کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔‘‘ پس اس سے واقعۂ آگ صاف ثابت ہوگیا۔

۳...... نیز یہ کہ کفار کو ’’اَخْسَرِیْنَ ‘‘ اور ’’اَسْفَلِیْنَ ‘‘ کردینا فرمایا اور ’’خَاسِرِیْنَ وَسَافِلِیْنَ ‘‘ نہ فرمایا۔ کیونکہ اسم تفصیل میں اسم فاعل پر ازروئے معنی زیادتی ہوتی ہے جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ پس کفار ’’اَلْاَخْسَرِیْنَ ‘‘ یعنی سخت زیان کار اور ’’اَلْاَسْفَلِیْنَ ‘‘ یعنی نہایت پست اور ذلیل تب ہی ہوسکتے ہیں۔ جب اپنا سارا زور بل لگا چکیں اور اپنے اسباب کو استعمال میں لاچکیں اور پھر اپنے ارادے میں ناکام رہیں۔ جیسا کہ سورۂ کہف ۱۰۲،۱۰۳ میں فرمایا۔ ’’قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ‘‘ (اے پیغمبران سے) کہو کیا ہم تم کو بتائیں کہ اپنے اعمال میں کون نہایت زیان کار رہتے ہیں۔ ایسے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی سعی اسی زندگی میں اکارت جائے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نیک کام کرتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ ’’اَخْسَرُ ‘‘ اس کو کہتے ہیں جس کی سعی اکارت جائے اور نیز یہی وجوہات مذکورہ اس امر کی مؤید ہیں کہ کفار کا کید حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے خلاف صرف تدبیر تک ہی نہ رہا تھا بلکہ صورت فعلیہ میں سرزد ہوا تھا اور پھر وہ اس میں ناکام رہے۔ بخلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے کہ کفار یہود کا مکر صورت فعلیہ میں صادر نہیں ہوا۔ جیسا کہ ’’وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ‘‘ اور ’’وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ ‘‘ اور ’’وَاِذْ کَفَفْتُ ‘‘ سے ظاہر ہے۔

حیات مسیح علیہ السلام کی ساتویں دلیل

’’اِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (آل عمران:۴۵) ‘‘ ﴿جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے اپنے ایک حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں ۔﴾

حضرت مسیح علیہ السلام کو قرآن وحدیث میں کئی جگہ ’’کلمۃ اللہ‘‘ فرمایا ہے: ’’اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ (نساء:۱۷۱) ‘‘یوں تو اللہ کے کلمات بے شمار ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ’’قُلْ لَوْکَانَ الْبَحْرُ مِدَادَ الْکَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا (کھف:۱۰۹) ‘‘لیکن بالتخصیص حضرت مسیح کو ’’کلمۃ اللہ‘‘ (اللہ کا حکم) کہنا اس حیثیت سے ہے کہ ان کی پیدائش باپ کے توسط کے بدون عام سلسلۂ اسباب کے خلاف محض خدا کے حکم سے ہوئی اور جو فعل عام اسباب عادیہ کے سلسلہ سے خارج ہو۔ عموماً اس کی نسبت براہ راست حق تعالیٰ کی طرف کردی جاتی ہے۔ جیسے فرمایا: ’’وَمَا رَمَیْتَ اِذْرَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (انفال:۱۷) ‘‘’’مسیح‘‘ اصل عبرانی میں ’’ماشیح‘‘ یا ’’مشیحا‘‘ تھا۔ جس کے معنی مبارک کے ہیں۔ معرب ہوکر ’’مسیح‘‘ بن گیا۔ باقی دجال کو جو ’’مسیح‘‘ کہا جاتا ہے وہ بالاجماع عربی لفظ ہے جس کی وجہ تسمیہ اپنے موقع پر کئی طرح بیان کی گئی ہے۔ ’’مسیح‘‘ کا دوسرا نام یا لقب ’’عیسیٰ‘‘ ہے۔ یہ اصل عبرانی میں ’’ایشوع‘‘ تھا۔ معرب ہوکر ’’عیسیٰ‘‘ بنا۔ جس کے معنی سید کے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے یہاں ’’ابن مریم‘‘ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے بطور جزء علم کے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ خود مریم علیہا السلام کو بشارت سناتے وقت یہ کہنا کہ تجھے ’’کلمۃ اللہ‘‘ کی خوشخبری دی جاتی ہے جس کا نام ’’مسیح عیسیٰ ابن مریم‘‘ ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتلانے کے لئے نہ تھا بلکہ اس پر متنبہ کرنا تھا کہ باپ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی نسبت صرف ماں ہی کی طرف ہوا کرے گی۔ حتیٰ کہ لوگوں کو خدا کی یہ آیت عجیبہ ہمیشہ یاد دلانے اور مریم کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے گویا نام کا جزبنادی گئی۔ ممکن تھا کہ حضرت مریم کو بمقتضائے بشریت یہ بشارت سن کر تشویش ہو کہ دنیا کس طرح باور کرے گی کہ تنہا عورت سے لڑکا پیدا ہوجائے۔ ناچار مجھ پر تہمت رکھیں گے اور بچہ کو ہمیشہ برے لقب سے مشہور کر کے ایذا پہنچائیں گے۔ میں کس طرح برأت کروں گی؟ اس لئے آگے ’’وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ‘‘ کہہ کر اطمینان دلا دیا کہ خدا اس کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی بڑی عزت ووجاہت عطاء کرے گا اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کردے گا۔ ’’وجیہ‘‘ کا لفظ یہاں ایسا سمجھو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ’’یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا (احزاب:۶۹) ‘‘گویا جو لوگ ’’وجیہ‘‘ کہلاتے ہیں ان کو حق تعالیٰ خصوصی طور پر جھوٹے طعن وتشنیع یا الزامات سے بری کرتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب پر جو خبیث باطن طعن کریں گے یا خدا کو یا کسی انسان کو جھوٹ موٹ ان کا باپ بتلائیں گے یا خلاف واقع ان کو مصلوب ومقتول یا بحالت زندگی مردہ کہیں گے یا الوہیت وابنیت وغیرہ کے باطل عقائد کی مشرکانہ تعلیم ان کی طرف منسوب کریں گے۔ اس طرح کے تمام الزامات سے حق تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اعلانیہ بری ظاہر کر کے ان کی وجاہت ونزاہت کا علیٰ رؤس الاشہاد اظہار فرمائے گا جو وجاہت ان کو ولادت وبعثت کے بعد دنیا میں حاصل ہوئی۔ اس کی پوری پوری تکمیل نزول کے بعد ہوگی۔ جیسا کہ اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے۔

پھر آخرت میں خصوصیت کے ساتھ ان سے ’’أَأَنتَ قلت للناس اتخذونی ‘‘ کا سوال کر کے اور انعامات خصوصی یاد دلا کر تمام اوّلین وآخرین کے روبرو وجاہت وکرامت کا اظہار ہوگا جیسا کہ سورہ ’’مائدہ‘‘ میں مذکور ہے اور نہ صرف یہ کہ دنیا وآخرت میں باوجاہت ہوں گے بلکہ خدا تعالیٰ کے اخص خواص مقربین میں ان کا شمار ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

تفسیر القرآن بالقرآن

اللہ رب العزت نے جہاں کہیں کسی کو مقرب کے لفظ سے خطاب فرمایا ہے۔ اس سے مراد یا اہل جنت ہیں یا فرشتے ہیں۔ ذیل میں قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

۱...... ’’لَنْ یَسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِلّٰہِ ۝ وَلَا الْمَلَائِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ (النساء:۱۷۳)‘‘

۲...... ’’وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ (الواقعۃ:۱۱)‘‘

۳...... ’’کِتَابٌ مَّرْقُوْم یَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ (المطففین:۲۱)‘‘

۴...... ’’وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْم عَیْنًا یَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (المطففین:۲۸)‘‘

۵...... ’’وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (آل عمران:۴۰)‘‘

۶...... ’’قَالَ نَعَمْ وَاِنَّکُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (الاعراف:۱۱۴)‘‘

۷...... ’’قَالَ نَعَمْ وَاِنَّکُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (الشعراء:۴۲)‘‘

۸...... ’’فَاَمَّا اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَرَیْحَانٌ وَجَنَّۃُ نَعِیْمٍ (الواقعۃ:۸۸)‘‘

قرآن مجید میں انہی مقامات پر مقرب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سات نمبر میں فرعون نے اپنے ساحرین کو اپنا مقرب قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقرب کا لفظ فرعون کا قول ہے۔ اللہ رب العزت نے جن کو مقرب کے لفظ سے خطاب فرمایا۔ وہ یا اہل جنت ہیں یا فرشتے۔ جنت آسمانوں میں ہے۔ فرشتوں کا مستقر بھی آسمان ہے۔ اب عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی یہی لفظ استعمال کیا گیا۔ جس سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ اس میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمانوں پر جانے کا حق تعالیٰ نے وعدہ کا ذکر (بوقت بشارت ولادت مسیح) حضرت مریم سے فرمایا۔ جس کا تحقق ووقوع ’’بل رفعه الله‘‘ میں ہوا۔ اب یہ ہماری رائے نہیں بلکہ مفسرین بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں۔ اسی طرح اسی آیت میں دوسرا لفظ ’’وجیھا فی الدنیا‘‘ ہے۔ وجاہت دنیوی کے لئے یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پیدائش سے یہود کے معتوب ہوئے۔ یہود آپ کے درپے آزار رہے۔ ساری زندگی فقر وزہد میں گزار دی۔ وجاہت دنیوی رفع تک آپ کو حاصل نہ ہوئی۔ وہ نزول کے بعد ہوگی۔ جس کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا: ’’یکون حکمًا عدلاً حکمًا مقسطا‘‘ کہ نزول کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل ہوں گے۔ گویا وجاہت دنیوی کا مظہر اتم ہوں گے۔

__نکتہ:__ نیز آپ کی وجاہت دنیوی کے وعدہ قرآنی کا تقاضہ تھا کہ آپ مصلوب نہیں ہوسکتے تھے۔ کیونکہ مصلوبیت اس عالم دنیوی میں ذلت کا سبب ہے جو وجاہت کے منافی ہے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید میں صلیب دیئے جانے کے ذکر کے بعد فرمایا ’’ذالك لهم خزی فی الدنیا (مائدہ:۳۳)‘‘ یہ ان کے اس زندگی دنیوی میں خواری ہے۔ معاذ اللہ! اگر حضرت روح اللہ علیہ السلام صلیب پر لٹکائے جاتے جیسا کہ مرزا قادیانی کا خیال فاسد وعقیدہ باطل ہے۔ خواہ صلیب سے

زندہ بھی اتارے جاتے تو بھی آپ کی وجاہت کے منافی ہوتا۔ پس عقیدہ ملعونیہ صلیبیہ قادیانیہ بالکل قادیانیت کی طرح مردود ہے۔

تفسیری شواہد:

۱...... اب حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ جن کی تفسیر مرزا قادیانی کے نزدیک بھی معتبر ہے جن کو قادیانی مجدد بھی تسلیم کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

''معنی الوجیہ ذوالجاہ والشرف والقدر...... اذا صارت له منزلة رفیعة عند الناس والسلطان'' (تفسیر کبیر ج۸ص۵۳)

صاحب وجاہت وبزرگی، صاحب قدر ومنزلۃ کو وجیہ کہتے ہیں...... جب کہ اسے عوام وخواص (بادشاہ) میں خاص قدر ومنزلت حاصل ہو۔ اب ظاہر ہے کہ اگر بادشاہ وقت نے یہودیوں کے کہنے پر ان کو مصلوب کیا تو پھر منزلت ووجاہت حاصل نہ ہوئی۔ اس لئے ''وجیهـــــاً'' کا تقاضہ ہے کہ وہ مصلوب نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح حضرت علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ ''ومن المقربین'' کے تحت فرماتے ہیں۔

''ان هذا الوصف کالتنبیه علی انه علیه السلام سیرفع الی السماء وتصاحبه الملائکة'' (تفسیر کبیر ج۸ص۵۴)

تحقیق (ومن المقربین) کا یہ وصف تنبیہ ہے۔ اس پر کہ عیسیٰ علیہ السلام عنقریب آسمانوں پر اٹھائے جائیں گے اور ملائکہ کی صحبت میں جلوہ گر ہوں گے۔ دیکھئے کس صراحت سے حضرت امام رازی نے ''وجیهًا فی الدنیا والآخرة ومن المقربین'' میں امت کے مؤقف کی تصریح فرمائی۔ ''من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر''

۲...... علامہ زمخشری جن کی تفسیر مرزا قادیانی کے ہاں معتبر ہے اور قادیانی ان کو مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ''ومن المقربین رفعه الی السماء وصحبته للملائکة'' (کشاف ج۱ص۳۶۴)

۳...... تفسیر جلالین میں ہے۔ ''ومن المقربین عند اللّٰه'' اس کے بین السطور میں مرقوم ہے۔ ''یرفعه الیٰ السماء'' (جلالین ص۵۱، مطبع اصح المطابع کراچی)

۴...... تفسیر خازن میں ہے۔ ''وجیهًا ای شریفًا رفیعًا ذا جاہ وقدر ومن المقربین...... انه رفع علی السماء'' (خازن ج۱ص۲۵۰)

۵...... تفسیر روح المعانی میں ہے: ''رفعه الیٰ السماء وصحبته الملائکة''

(روح المعانی ج۳ص۱۶۴)

۶...... تفسیر ابی السعود میں بھی ''رفعه الیٰ السماء صحبته الملائکة'' مذکور ہے۔

(ابی السعود ج۲ص۳۷)

قارئین آپ نے امت کا مؤقف اور اس کی صداقت کا ائمہ مفسرین کی کتب تفسیر سے بخوبی اندازہ فرمالیا۔ اب چلیں قادیانی مؤقف اور اس کا بطلان اور اہل اسلام کے مؤقف کی صداقت ملاحظہ کریں۔

قادیانی مؤقف ان کی مسلمات کی رو سے

۱...... مرزا قادیانی نے ’’وجیھًا فی الدنیا ‘‘ کے معنی لکھے ہیں: ’’دنیا میں راست بازوں کے نزدیک باوجاہت یا باعزت ہونا۔‘‘ (ایام الصلح ص ۱۶۴، خزائن ج ۱۴ ص ۴۱۲)

۲...... مرزا قادیانی کے نزدیک ’’تمام نبی دنیا میں وجیہ ہی تھے۔‘‘
(ایام الصلح ص ۱۶۶، ملخص خزائن ج ۱۴ ص ۴۱۴)

۳...... (الف) مرزا قادیانی کے لاہوری خلیفہ اپنی تفسیر بیان القرآن ج ۱ مطبوعہ ۱۳۴۰ھ ص ۳۱۱ پر لکھتے ہیں: ’’وجیہ کے معنی ہیں ذوجاہ یا ذووجاہۃ یعنی مرتبہ والا یا وجاہت والا۔‘‘ (ب) ’’اللہ تعالیٰ کے انبیاء سب ہی وجاہت والے ہوتے ہیں۔‘‘

ناظرین باتمکین! اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کو بطور بشارت کہا گیا ہے کہ وہ لڑکا (عیسیٰ علیہ السلام) دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی باعزت، بآبرو اور باوجاہت ہوگا۔ قابل توجہ الفاظ یہاں ’’وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا‘‘ کے ہیں۔ ان الفاظ سے صاف عیاں ہے کہ اس سے مراد صرف دنیوی وجاہت ہی ہے۔ جیسا کہ خود الفاظ ڈنکے کی چوٹ اعلان کر رہے ہیں۔ پھر دنیوی وجاہت سے بھی وہ معمولی وجاہت مراد نہیں ہوسکتی جو دنیا میں کروڑہا انسانوں کو حاصل ہے۔ اس سے کوئی خاص وجاہت (عزت مراد ہے) ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیوی وجاہت سے خاص کرنا اور اس کی بشارت کو خصوصیت کے ساتھ بطور پیش گوئی بیان کرنا شان باری تعالیٰ کے لائق نہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کو معمولی دنیوی وجاہت سے قبل از وقت اطلاع دینا قرین قیاس نہیں۔ روحانی وجاہت کا یقین تو حضرت مریم علیہا السلام کو ’’کلمۃ منہ‘‘ اور ’’وجیھًا فی الآخرۃ ‘‘ اور ’’غلاما ذکیا ‘‘ وغیرہ خطابات ہی سے حاصل ہوگیا تھا۔ ہاں! ’’وجیھًا فی الدنیا ‘‘ کے الفاظ کے اضافہ سے یقیناً باری تعالیٰ کا یہ مقصود تھا کہ اے مریم اس دنیا میں اپنی قوم سے چندروز بدسلوکی کے بعد ہم انہیں تمام جہاں کی نظروں میں باعزت بھی کر کے چھوڑیں گے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو واقعہ صلیب تک دنیوی وجاہت حاصل تھی یا نہ؟ اس کا جواب قادیانی کے اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔

’’وجیھًا فی الدنیا والآخرہ ‘‘ دنیا میں بھی مسیح علیہ السلام کو اس کی زندگی میں وجاہت یعنی عزت، مرتبہ، عظمت، بزرگی ملے گی اور آخرت میں بھی۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہیرودیس کے علاقہ میں کوئی عزت نہیں پائی۔ بلکہ غایت درجہ کی تحقیر کی گئی۔ (مسیح ہندوستان میں ص ۵۳، خزائن ج ۱۵ ص ۵۳) واقعی مرزا قادیانی سچ کہہ رہے ہیں۔

محمد علی لاہوری کی شہادت

’’یہاں اشارہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ سمجھیں گے کہ یہ شخص ذلیل ہوگیا مگر ایسا نہ ہوگا بلکہ اسے دنیا میں بھی ضرور وجاہت حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی۔ جس قدر تاریخ حضرت مسیح علیہ السلام کی عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ بظاہر انہیں ایک ذلت کی حالت میں چھوڑتی ہے۔ کیونکہ ان کا خاتمہ چوروں کے ساتھ صلیب پر ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ انبیاء کو کچھ نہ کچھ کامیابی دے کر اٹھاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ’’وجیھًا فی الدنیا ‘‘ فرمانا بھی یہی معنی رکھتا ہے کہ لوگ انہیں ناکام سمجھیں گے۔ مگر فی الحقیقت وہ کامیابی کے بعد اٹھائے جائیں گے۔ یہ کامیابی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود بیت المقدس میں حاصل نہیں ہوئی۔‘‘ (تفسیر بیان القرآن ج ۱ ص ۳۱۱)

معزز حضرات! جب یہ طے ہوگیا کہ واقعہ صلیب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیوی وجاہت وعزت حاصل نہ تھی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب اور اس کے بعد کے زمانہ میں کیا انہیں یہ وجاہت اس وقت تک نصیب ہوئی ہے یا نہ؟ اس کا جواب بھی قادیانی کے اپنے اقوال اور مسلمات سے پیش کرتا ہوں۔ یعنی ابھی تک دنیوی وجاہت اور عزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل نہیں ہوئی۔

۱...... واقعہ صلیبی کو آیت:''واذ کففت بنی اسرائیل عنك'' کے ذیل میں مرزا قادیانی کے الفاظ میں پڑھ لیا جائے۔ اگر مرزا قادیانی کا بیان صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے بڑھ کر دنیوی بے وجاہتی اور بے عزتی کا تصور انسانی دماغ کے تخیل سے محال ہے۔ یہی حال انجیل کے بیانات کو صحیح ماننے کا ہے۔ ہاں! اسلامی حقائق کو قبول کر لینے سے واقعہ صلیبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیوی وجاہت کی ابتداء معلوم ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ یہود کے مکروفریب کے خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزانہ رنگ میں آسمان پر اٹھایا جانا اور یہود نامسعود کا اپنی تمام فریب کاریوں میں بدرجہ اتم فیل ہو جانا گویا وجاہت کی ابتداء ہے۔

۲...... اب ہم واقعہ صلیب کے زمانہ مابعد کو لیتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہود اور عیسائی بالعموم یہی عقیدہ رکھتے چلے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور بالآخر قتل کئے گئے اور اس وجہ سے دونوں مذاہب کے ماننے والے یعنی یہودی اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) لعنتی قرار دیتے ہیں۔ (اگر قادیانی تصدیقات کی ضرورت ہو تو دیکھو''ومکروا ومکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین'' کے ذیل میں)

پس کیا کروڑہا انسانوں کا آپ کو لعنتی قرار دینا موجب وجاہت ہے یا بے عزتی؟ پہلے تو صرف مخالف یہودیوں کی نظر ہی میں بے عزت تھے مگر واقعۂ صلیب سے لے کر اس وقت تک عیسائی بھی لعنت میں یہود کے ہمنوا ہوگئے۔

قادیانی نظریہ وجاہت عیسیٰ علیہ السلام اور اس کی حقیقت

''سچی بات یہ ہے جب مسیح نے ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے شرف بخشا تو اس ملک میں خدا نے ان کو بہت عزت دی...... حال ہی میں ایک سکہ ملا ہے۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام درج ہے۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس ملک میں آکر شاہانہ عزت پائی۔'' (مسیح ہندوستان میں ص۵۳، خزائن ج۱۵ ص۵۳)

ناظرین! مرزا قادیانی کے اس بیان کو ایجاد مرزا قادیانی کہنا ہی زیادہ زیبا ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ مرزا قادیانی کا اپنا تخیل اور اپنے عجیب وغریب دماغ کی پیداوار ہے۔ قرآن وحدیث، تفاسیر، مجددین، انجیل اور کتب تواریخ یکسر اس بیان کی تصدیق اور تائید سے خالی ہیں۔ تینوں آسمانی مذاہب اسلام، یہودیت، مسیحیت کوئی اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ ہاں! اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی بھی''وجیھًا فی الدنیا'' کی تفسیر دنیوی جاہ وجلال اور بادشاہت سے کرتے ہیں۔ کوئی قادیانی حضرات سے دریافت کرے کہ علاقہ ہیرودیس میں مسیح علیہ السلام ساڑھے تینتیس برس تک رہے اور بغیر وجاہت دنیوی عزت کے رہے۔ دنیوی جاہ وجلال سے بھی عاری رہے۔ باوجود اس کے اس زمانہ میں جو انجیل نازل ہوئی۔ اس کے نام پر انجیل موجود ہے اور ساڑھے تینتیس سال کے حالات سے ساری انجیلیں بھری پڑی ہیں۔ اگر آپ کے بیان میں ذرہ بھر بھی صداقت کا نام ہو تو پنجاب میں جو حضرت مسیح علیہ السلام نے شاہانہ عزت پائی۔ اس زمانہ کے حالات کہاں درج ہیں؟ آپ کے خیال میں واقعہ صلیبی کے ۸۷ برس بعد تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہے۔ اس علاقہ میں آپ نے

جس انجیل کی تعلیم دی۔ وہ کہاں ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے؟ بلکہ آپ کا بیان اگر صحیح مان لیا جائے۔ یعنی صلیب کے واقعہ کے ۸۷ برس بعد تک حضرت مسیح گمنامی کی زندگی بسر کر کے کشمیر میں فوت ہوگئے تو کیا یہ بھی کوئی دنیوی وجاہت اور عزت ہے کہ جلاوطنی اور مسافری کے مصائب و آلام برداشت کر کے آخر ۸۷ برس کے بعد بے نام ونشان فوت ہوگئے؟ سبحان اللہ! کہ اتنی بڑی وجاہت کے باوجود اوراق تاریخ ان کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ تواریخ کشمیر پر یہ الہامی ضمیمہ کسی طرح چسپاں نہیں ہوسکتا۔ بینوا توجروا!

لیجئے! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ''وجیهًا فی الدنیا'' کا مطلب کیا ہے۔ لیجئے! ''وجیهًا فی الدنیا'' کی بشارت ووعدہ کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته'' یعنی تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ (مفصل دیکھو اسی آیت کی ذیل میں)

رسول کریم ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا حال ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: ''عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلًا۔ فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتّٰی لا یقبله احد، وتکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة رضی اللہ عنہ فاقروا ان شئتم! وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته (بخاری ومسلم)'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم عنقریب ابن مریم علیہ السلام تم میں اتریں گے حاکم عادل ہوکر۔ پھر وہ صلیب (عیسائیوں کے نشان مذہب) کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کرادیں گے اور بوجہ غلبۂ اسلام جہاد کو موقوف کردیں گے (یعنی جب کفار ہی نہ رہیں گے تو جہاد کس سے کریں گے۔ لہٰذا شروع میں جہاد ضرور کریں گے) اور مال اتنا فراوان ہوجائے گا کہ کوئی شخص اسے قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ ساری دنیا کی نعمتوں سے اچھا ہوگا۔ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم (اس کی تصدیق کلام اللہ سے) چاہو۔ تو پڑھو آیت: ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ''

دیکھئے ناظرین! یہ ہے وہ وجاہت جس کی بشارت حضرت مریم علیہا السلام کو دی جارہی ہے اور جو اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ بہرحال قادیانی مسلمات کی رو سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیوی وجاہت سے بکلی محروم رہے۔ حالانکہ قادر مطلق خدا کا سچا وعدہ ہے وہ پورا ہوکر رہے گا۔

تصدیق ازمرزا قادیانی

حضرات! مرزا قادیانی کو جس زمانہ میں ابھی مسیح عیسیٰ علیہ السلام، ابن مریم، بننے کا شوق نہیں چرایا تھا۔ تو اس زمانہ میں ان کا بھی وہی عقیدہ تھا۔ جو ایک ارب چالیس کروڑ مسلمانان عالم کا چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔ براہین احمدیہ اپنی الہامی کتاب میں مجدد ومحدث کا دعویٰ کرنے کے بعد یوں لکھتے ہیں: ''هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ'' یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔

(براہین احمدیہ ص۴۹۸، ۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳)

''عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَ عَلَیْکُمْ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا '' یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے...... تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے۔ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں سڑکوں کو خس وخاشاک سے صاف کردیں گے اور کج وناراست کا نام ونشان نہ رہے گا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست ونابود کردے گا۔ (براہین احمدیہ ص۵۰۵، خزائن ج۱ ص۶۰۱،۶۰۲)

ناظرین! یہ ہے وہ وجاہت جس کی طرف اللہ تعالیٰ حضرت مریم علیہا السلام کو توجہ دلا رہے ہیں۔ چونکہ ابھی تک یہ وجاہت حضرت مسیح علیہ السلام کو حاصل نہیں ہوئی۔ پس معلوم ہوا کہ وہ ابھی تک دنیا میں نازل بھی نہیں ہوئے اور بقول مرزا ''نزول جسمانی رفع جسمانی کی فرع ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۲۶۹، خزائن ج۳ ص۲۳۶) اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (فداہ ابی وامی، روحی وجسدی واولادی) کا رفع بھی ثابت ہوگیا۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذالک!

حیات مسیح علیہ السلام کی آٹھویں دلیل

''وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (مائدہ:۱۱۰) '' ﴿اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور تہہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا تھا گارے سے جانور کی صورت۔﴾

''وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ (آل عمران:۴۸)''

قرآن مجید میں جہاں کہیں آنحضرت ﷺ کے لئے ''یعلمهم الكتاب والحكمة '' کا لفظ آیا ہے۔ امت کے اجتماعی فہم قرآن کے مطابق ''الكتاب والحكمة '' سے مراد قرآن وسنت ہے۔ اب سورۂ مائدہ آیت:۱۱۰ اور آل عمران کی آیت:۴۸ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی جہاں تورات وانجیل کے علم دیئے جانے کا ذکر ہے۔ وہاں ''الكتاب والحكمة '' سے مراد بھی قرآن وسنت کا علم دیا جانا مذکور ہو تو یہ نہ صرف قرین قیاس بلکہ قرآن کی قرآنی تفسیر قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ ''الكتاب والحكمة '' معرفہ ہے۔ بدیں وجہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر ''یحکم بشرعنا لا بشرعه (اليواقيت) يهلك الملل كلها الا الملة الاسلام (حدیث) '' کے مطابق قرآن وسنت کا ان کو علم دیا جائے گا۔ وہ کسی سے قرآن وسنت کا علم حاصل نہیں کریں گے بلکہ قرآن وسنت کا علم بذریعہ الہام والقاء منجانب اللہ ان کو عطاء کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے مذکورہ بالا آیات سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کی دلیلیں قرار پائیں گی۔ یہ صرف ہماری رائے نہیں بلکہ قدیم مفسرین نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ جیسا کہ:

تفسیری شواہد:

۱...... علامہ خازن نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر خازن میں ''الحكمة '' یعنی ''العلم والسنة واحكام الشرائع '' لکھا ہے۔ (خازن ج۱ ص۲۵۱)

۲...... علامہ زمخشری نے (کشاف ج۱ ص۶۹۱) پر ''الكتاب والحكمة '' کے تحت ''لان المراد بهما جنس الكتاب والحكمة '' لکھا ہے۔

۳...... تفسیر ابی السعود اور روح المعانی میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

۴...... علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تفسیر عثمانی میں لکھا ہے: ''یعنی لکھنا سکھائے گا یا عام کتب ہدایت کا عموماً اور تورات وانجیل کا خصوصاً علم عطاء فرمائے گا اور بڑی گہری حکمت کی باتیں تلقین کرے گا اور بندہ کے خیال میں ممکن ہے کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نزول کے بعد قرآن وسنت رسول اللہ کے موافق حکم کریں گے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ ان چیزوں کا علم دیا جائے۔ واللہ اعلم!''

۵...... (معالم العرفان ج۳ ص۱۶۶) پر ہے: ''وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ'' اور اللہ تعالیٰ اسے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور حکمت سکھائے گا۔ عام مفسرین کرام کتاب سے مراد لکھنا لیتے ہیں اور حکمت سے دانائی۔ مگر بہت سے دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ مسلم شریف میں امام ابن ابی ذئبؒ کی روایت میں ہے کہ جب مسیح علیہ السلام دنیا میں دوبارہ نازل ہوں گے تو وہ کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن وسنت کا علم بھی بلاواسطہ دیں گے۔ آپ کسی استاد سے نہ تفسیر پڑھیں گے اور نہ سنت سیکھیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ یہ چیزیں خودبخود سکھائے گا۔

۶...... (مسلم شریف ج۱ ص۸۷) پر مستقل باب ہے جس کا عنوان ہے۔

''بَابُ نُزُوْلِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا ﷺ'' باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارہ میں (جب وہ نازل ہوں گے) تو ہمارے نبی ﷺ کی شریعت (کتاب وسنت) کے مطابق فیصلہ کرنے والے ہوں گے۔''

۷...... (مسلم شریف ج۱ ص۸۷، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) میں حضرت ابوہریرہؓ سے دو روایتیں ہیں: (۱) ''کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم'' عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام (حضرت مہدی علیہ الرضوان) تم میں سے ہوگا۔ اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدیؓ کی دو علیحدہ علیحدہ شخصیات کا تذکرہ ہے۔ (۲) دوسری روایت میں ہے کہ: ''کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم'' عیسیٰ علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور وہ تمہارے امام ہوں گے۔

اس روایت کی شرح میں حضرت امام مسلمؒ ایک روایت لائے ہیں۔ ''قال ابن ابی ذئب تدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم عزوجل وسنة نبیکم ﷺ (مسلم ج۱ ص۸۷)'' ابن ابی ذئب فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ وہ کس چیز پر تمہاری رہنمائی کریں گے۔ میں (راوی) نے کہا کہ آپ فرمائیں۔ فرمایا کہ وہ اللہ رب العزت کی کتاب اور آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق رہنمائی فرمائیں گے۔

حیات مسیح علیہ السلام کی نویں دلیل

''یکلم الناس فی المهد وکهلاً ومن الصالحین (آل عمران:۴۶)'' ﴿اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب کہ ماں کی گود میں ہوگا اور جب ادھیڑ عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں سے۔﴾

سیدہ مریم علیہا السلام کو جب بشارت دی گئی تو مسیح علیہ السلام کی دیگر خصوصیات کے ساتھ اس خصوصیت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ اسی طرح جب قیامت کے دن مسیح علیہ السلام سے حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہم نے آپ پر یہ احسان کئے تو دیگر انعامات کے علاوہ ''تکلم الناس فی المهد وکهلا (مائدہ:۱۱۰)'' ﴿تو کلام کرتا تھا لوگوں سے

گود میں اور بڑی عمر میں۔ اس کا اللہ تعالیٰ تذکرہ فرمائیں گے۔

تفسیری شواہد:

۱...... حضرت مولانا محمد شفیع ﷫ (معارف القرآن ج۲ص۶۲،۶۳) پر لکھتے ہیں: ''اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک صفت یہ بھی بتلائی ہے کہ وہ بچپن کے گہوارے میں جب کوئی بچہ کلام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس حالت میں بھی کلام کریں گے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں مذکور ہے کہ جب لوگوں نے ابتداء ولادت کے بعد حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت کی بناء پر طعن کیا، تو یہ نومولود بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے، ''اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ '' اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جب وہ ''کہل'' یعنی ادھیڑ عمر کے ہوں گے۔ اس وقت بھی لوگوں سے کلام کریں گے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ بچپن کی حالت میں کلام کرنا تو ایک معجزہ اور نشانی تھی اس کا ذکر تو اس جگہ کرنا مناسب ہے مگر ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام کرنا تو ایک ایسی چیز ہے جو ہر انسان مومن کافر، عالم، جاہل کیا ہی کرتا ہے۔ یہاں اس کو بطور وصف خاص ذکر کرنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ اس سوال کا ایک جواب تو وہ ہے جو بیان القرآن کے خلاصہ تفسیر سے سمجھ میں آیا، کہ مقصد اصل میں حالت بچپن ہی کے کلام کا بیان کرنا ہے۔ اس کے ساتھ بڑی عمر کے کلام کا ذکر اس غرض سے کیا گیا کہ ان کا بچپن کا کلام بھی ایسا نہیں ہوگا جیسے بچے ابتداء میں بولا کرتے ہیں۔ بلکہ عاقلانہ، عالمانہ، فصیح و بلیغ کلام ہوگا۔ جیسے ادھیڑ عمر کے آدمی کیا کرتے ہیں اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ اور اس کی پوری تاریخ پر غور کیا جائے تو اس جگہ ادھیڑ عمر میں کلام کرنے کا تذکرہ ایک مستقل عظیم فائدہ کے لئے ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسلامی اور قرآنی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے۔ روایات سے یہ ثابت ہے کہ ان کو اٹھانے کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تقریباً تیس پینتیس سال کے درمیان تھی جو عین عنفوان شباب کا زمانہ تھا۔ ادھیڑ عمر جس کو عربی میں کہل کہتے ہیں وہ اس دنیا میں ان کی ہوئی ہی نہ تھی۔ اس لئے ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام جبھی ہوسکتا ہے جب کہ وہ پھر دنیا میں تشریف لائیں۔ اس لئے جس طرح ان کا بچپن کا کلام معجزہ تھا اسی طرح ادھیڑ عمر کا کلام بھی معجزہ ہی ہے۔''

۲...... علامہ ابن جریر طبری ﷫ فرماتے ہیں: ''**معنی قوله وکهلا انه سیکلمهم اذا ظهر** '' عیسیٰ علیہ السلام کا جب نزول ہوگا اس وقت بھی کلام فرمائیں گے۔ اسی کے آگے ابن زید ﷫ کا اثر لائے ہیں۔ ''**قد کلمهم عیسیٰ فی المهد وسیکلم اذا قتل الدجال وهو یومئذ کهل** (ابن جریر ج۳ ص۲۷۲،۲۷۳) '' عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے پنگھوڑے میں باتیں کیں۔ اسی طرح جب قتل دجال (نزول کے بعد) کریں گے اس وقت بھی باتیں کریں گے۔ اس وقت وہ ادھیڑ عمر کے ہوں گے۔ یعنی اتنا لمبا عرصہ مرور زمانہ کا ان پر کوئی اثر انداز نہ ہوگا۔

۳...... علامہ جلال الدین سیوطی ﷫ نے بھی حضرت زید ﷫ کے اسی اثر کو نقل فرمایا ہے: ''**قد کلمهم عیسیٰ علیه السلام فی المهد وسیکلمهم اذا قبل الدجال وهو یومئذ کهل** (درمنثور ج۲ ص۲۵) '' عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں جس طرح باتیں کیں۔ اسی طرح دجال کے مقابل (نزول کے بعد) جب آئیں گے ادھیڑ عمر کے ہوں گے اور باتیں کریں گے۔

۴...... علامہ آلوسی ﷫ فرماتے ہیں: ''**وعلی ما ذکر فی سن الکهولة یراد بتکلیمه علیه السلام کهلا تکلیمه لهم کذالك بعد نزوله من السماء** '' ادھیڑ عمر سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا ادھیڑ عمر میں اس

وقت باتیں کرنا ہے جب وہ آسمانوں سے نازل ہوں گے۔ پھر وہی مذکورہ ابن جریر کے مذکورہ اثر کو اس کی تائید میں ذکر کیا ہے۔ (روح المعانی ج۳ ص۱۴۵)

۵...... حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں: ''وفیہ اشارة الٰی رفعه یعمر ولا یموت حتی یکھل والٰی ان سنه لا یتجاوز الکھولة قال الحسن بن فضل وکھلا یعنی بعد نزوله من السماء فانه رفع الٰی السماء قبل سن الکھولة (مظھری ج۳ ص۵۰) ''اس (وکھلا) میں اشارہ ہے کہ وہ طویل عمر پائیں گے۔ حتیٰ کہ ادھیڑ عمر اور (مرور زمانہ کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا) ان کی عمر (یعنی جیسے قبل از رفع تھے ویسے بعد النزول) کہولت سے تجاوز نہ کرے گی۔ حسن بن فضلؒ فرماتے ہیں کہ کہولت (کی باتوں سے مراد) ان کا آسمانوں سے نازل ہونے کے بعد باتیں کرنا ہے۔ اس لئے کہ وہ کہولت سے قبل آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں۔

۶...... علامہ علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی المعروف بالخازنؒ فرماتے ہیں: ''عن الحسن بن الفضل وکھلا یعنی ویکلم الناس کھلا بعد نزوله من السماء ''حسن بن فضلؒ سے روایت ہے کہ کہولت یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا ادھیڑ عمر میں باتیں کرنا یہ آسمانوں سے نزول کے بعد ہوگا۔

''وفی ھذہ نص علٰی انه سینزل من السماء الی الارض ویقتل الدجال (تفسیر خازن ج۲ ص۲۵۰) ''اور یہ نص (صریح قطعی) ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے زمین پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

۷...... حضرت فراء بغویؒ نے مذکورہ تفسیر نقل فرمائی ہے۔ (معالم التنزیل ج۱ ص۱۵۹)

۸...... علامہ رازیؒ فرماتے ہیں: ''کھلا ان یکون کھلا بعد ان ینزل من السماء فی آخرالزمان ویکلم الناس ویقتل الدجال قال الحسن بن الفضل وفی ھذہ الایة نص فی انه علیه الصلوٰة والسلام سینزل الی الارض ''کھلا سے مراد وہ ادھیڑ عمر ہے جوان کے آسمانوں سے زمانہ نزول میں (قرب قیامت) میں ہوگی کہ وہ لوگوں سے باتیں کریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ حسن بن فضلؒ اس آیت کو عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر نازل ہونے کے لئے نص (قطعی) قرار دیتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج۸ ص۵۵)

۹...... ابوالسعود العمادیؒ فرماتے ہیں: ''انه رفع شابا والمراد کھلاً بعد نزوله'' (تفسیر ابوالسعود ج۲ ص۴۷)

۱۰...... تفسیر جلالین میں ہے: ''فی المھدای طفلا وکھلا یفید نزوله قبل الساعة لانه رفع قبل الکھولة'' (جلالین المائدہ ص۱۱۰)

۱۱...... (تفسیر جامع البیان پ۷ ص۴۸) پر اس آیت کے تحت میں مذکور ہے: ''کیونکہ وہ سن کہولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے اور قیامت سے کچھ پہلے اتارے جائیں گے تو اس قدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم میں ان کو کچھ تغیر نہ ہوگا بلکہ وہی سن کہولت کے ہوگا...... یہاں (اس آیت) سے نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اقتضاء النص سے ثابت ہے۔''

۱۲...... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اپنی تفسیر (معارف القرآن ج۴ ص۱۵۲) پر فرماتے ہیں: ''لفظ کھلاً میں آپ کے نزول من السماء کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل احادیث میں آئی ہے۔ اس لئے کہ آپ زمانہ کہولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے، نزول کے بعد آپ کہولت کو پہنچیں گے اور حکمت وموعظت کی باتیں لوگوں کو بتلائیں گے۔''

حیات مسیح علیہ السلام کی دسویں دلیل

’’هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ولوکرہ المشرکون (توبہ:۳۳)‘‘ ﴿اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کرتا کہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے برا مانیں مشرک۔﴾

بعینہ اسی طرح یہی آیت سورۃ صف آیت:۸ میں ہے۔اس میں بجائے ’’مشرکون‘‘ کے ’’کافرون‘‘ ہے۔

(تفسیر انوار البیان ج۴ص ۲۶۶،۲۶۷) پر غالب ہونے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں: (۱) دلیل وحجت کے ساتھ غلبہ یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ (۲) اسلام کے غالب ہونے کی یہ صورت کہ مسلمان اقتدار کے اعتبار سے غالب ہوں۔ جب صرف تین بر اعظم دنیا میں معروف تھے تو قیصر وکسریٰ۔ ایشیاء وافریقہ اور یورپ پر مسلمان غالب رہے۔اس وقت بھی دنیا کے بڑے حصہ پر مسلمان برسر اقتدار ہیں۔ (۳) تیسری صورت کہ تمام اقوام جو مختلف ادیان کے ماننے والے ہیں، مسلمان ہو جائیں، اور دنیا میں اسلام ہی اسلام ہو ایسا قیامت سے پہلے ضرور ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام خوب پھیل جائے گا۔ (ملخص) دونوں مقامات پر ان آیات سے قبل کی آیات میں سیدنا مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ مفسرین نے ان آیات کو سیدنا مسیح علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری سے متعلق قرار دیا ہے۔

تفسیر نبوی ﷺ

اس آیت سراپا انعام وہدایت میں دین اسلام کو جملہ دینوں پر ایک نمایاں غلبہ دینے کا وعدہ دیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ یہ غلبۂ کاملہ حضرت مسیح ابن مریم کے نزول کے زمانہ میں ہوگا: ’’وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا يَذْهَبُ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى يُعْبَدُ اللَّاتُ وَالْعُزٰى فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ انی كُنْتُ لَا ظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى الآية اَنَّ ذَالِكَ تَامًا فَقَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذَالِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتُوُفِّیْ كُلُّ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ‘‘ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ بت پرستی کا دوبارہ زور شور نہ ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں تو جب آیت: ’’هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ‘‘ نازل ہوئی اس وقت سمجھ چکی تھی کہ دین کا غلبہ پورا ہو چکا۔ فرمایا تحقیق بات یہ ہے کہ اس کا غلبہ عنقریب پھر ہوگا جتنا عرصہ اللہ چاہے گا (مسیح ابن مریم علیہما السلام کے زمانہ میں نزول کے بعد) پھر خدا ایک پاک ہوا بھیجے گا جس سے ہر وہ مومن جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا مرجائے گا۔ ’’فَيَبْقٰى مَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِ فَلْيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ اٰبَائِهِمْ‘‘ پس باقی رہ جائیں گے ایسے شخص جن میں ذرہ بھر بھی بھلائی نہ ہوگی پس وہ جھک جائیں گے اپنے آبائی دین بت پرستی کی طرف۔

(مسلم ج۲ص ۳۹۴، کتاب الفتن واشراط الساعۃ مشکوٰۃ ص ۴۸۱، باب لاتقوم الساعۃ الاعلیٰ شرار الناس فصل اوّل، درمنثور ج۳ص ۲۳۰)

اسی باب کی دوسری حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ خدا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا پھر سات سال مسلمانوں پر ایسے آئیں گے کہ کسی دل میں رنج وبغض، حسد وعداوت نہ ہوگا۔ پھر خدا ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کو قبض کرلے گی اور باقی رہ جائیں گے شریر تب ان پر قیامت قائم ہوگی۔ (عن عبداللہ بن عمر ؓ مشکوٰۃ ص ۴۸۱، مسلم ج۱ص ۴۰۳)

الغرض اس آیت کی تفسیر حدیثی سے عیاں ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ ہیں جو آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ان کے ہاتھ سے دین اسلام جملہ مذاہب پر پھر غلبہ حاصل کرے گا۔

تفسیری شواہد:

۱...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (سورۃ صف:۸) کے فائدہ میں فرماتے ہیں:''اسلام کا غلبہ باقی ادیان پر معقولیت اور حجت ودلیل کے اعتبار سے۔ یہ تو ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔باقی حکومت وسلطنت کے اعتبار سے وہ اس وقت حاصل ہوا ہے اور ہوگا جب کہ مسلمان اصول اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان وتقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہوں گے اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کر کے بالکل صفحہ ہستی سے محو کردے۔ یہ نزول مسیح علیہ السلام کے بعد قریب قیامت کے ہونے والا ہے۔''

۲...... علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر کبیر ج۱۶ص۴۰) پر غلبہ دین اسلام کا جمیع ادیان پر کیسے؟ کے کئی جواب دیئے ہیں۔دوسرے جواب میں فرماتے ہیں:''الوجه الثانی فی الجواب ان نقول روی عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ بانه تعالیٰ یجعل الاسلام عالیًا علی جمیع الادیان وتمام هذا انما یحصل عند خروج عیسیٰ'' دوسرے جواب میں کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو تمام دینوں پر بلندی نصیب کریں گے۔یہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر ہوگا۔

۳...... (تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ ص۱۲۱) پر ہے:''یظهر دین الاسلام علی الادیان کلها من قبل ان تقوم الساعة''تمام ادیان پر غلبہ قیامت سے قبل نزول مسیح علیہ السلام کے وقت ہوگا۔

۴...... (درمنثور ج۳ص۲۳۱) پر ایک تو وہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کی گئی ہے جو اس آیت کی تشریح میں ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔(۲) دوسرے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہ غلبہ ہوگا۔ (۳) اسی طرح تیسری روایت عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نقل ہے:''عن ابی هریرة فی قوله لیظهره علی الدین کله قال خروج عیسیٰ علیه السلام''تمام ادیان پر دین اسلام کا غلبہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر ہوگا۔

۵...... علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (روح المعانی پارہ:۲۸ص۸۸) پر لکھتے ہیں:''عن مجاهد رحمۃ اللہ علیہ اذا نزل عیسیٰ علیه السلام لم یکن فی الارض الادین الاسلام''حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو روئے زمین پر دین اسلام کے سوا کوئی (دین) نہ ہوگا۔

۶...... (روح المعانی پارہ:۱۰ص۷۷) پر ایک قول نقل کر کے فیصلہ فرماتے ہیں:''واکثر المفسرون علی احتمال الثانی قالوا وذالك عند نزول عیسیٰ علیه السلام فانه حینئذ لا یبقی دین سوی دین الاسلام''اکثر مفسرین دوسرے قول کے مطابق فرماتے ہیں کہ (غلبۂ اسلام) نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوگا پس اس وقت سوائے دین اسلام کے اور کوئی دین باقی نہ رہے گا۔

۷...... (تفسیر مظہری پارہ:۱۰ص۲۶۰) پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دین اسلام کا غلبہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں لکھا ہے۔

۸...... ’’تفسیر کشاف سورۃ صف‘‘ کی آیت بالا میں مذکور ہے:’’عن مجاهد اذا نزل عیسٰی علیه السلام لم یکن فی الارض الا دین الاسلام ‘‘حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے کہ جب عیسٰیؑ علیہ السلام نازل ہوں گے تو روئے زمین پر صرف اور صرف اسلام ہی ہوگا۔

۹...... (تفسیر طبری ج۲۸ص۸۸) پر ہے:’’لیظهر الدین دینه الحق الذی ارسل به رسوله علی کل دین سواه وذالك عند نزول عیسٰی بن مریم حین تصیر الملة واحدة فلا یکون دین غیر الاسلام ‘‘تاکہ غالب کریں دین حق کو جو آنحضرت رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔ تمام دوسرے مذاہب پر اور یہ عیسٰیؑ بن مریم کے نزول کے وقت ہوگا جب کہ ایک ملت (اسلام) ہوجائے گی۔ دین اسلام کے سوا کوئی دین باقی نہ رہے گا۔

۱۰...... (طبری ج۱۰ص۱۱۶) پر بھی عیسٰیؑ بن مریم علیہما السلام کے نزول کے وقت غلبہ دین اسلام ہوگا۔ منقول ہے۔

۱۱...... (تفسیر ابن کثیر مع البغوی ص۱۵۲) سورۃ توبہ کی مذکورہ آیت کے تحت تمام احادیث متعلقہ نقل کر کے سب کے آخر میں قول فیصل کے طور پر سیدہ عائشہؓ کی مذکورہ بالا روایت نقل کی گئی ہے۔ فالحمدلله!

۱۲...... تفسیر معالم التنزیل سورۃ توبہ کی آیت مذکورہ کے تحت ص۴۷ پر حضرت ضحاکؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عائشہؓ سے آنحضرت ﷺ کی مذکورہ بالا تفسیر نقل کی گئی ہے۔

۱۳...... (تفسیر خازن ج۳ص۶۹) پر بھی اس طرح منقول ہے۔

۱۴...... (تفسیر مواہب الرحمٰن پ۲۸ص۳۱۷) پر اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ صحابی رسول ﷺ کی تورات کے حوالہ سے یہ روایت نقل فرمائی کہ:’’تورات میں آنحضرت ﷺ کی تعریف مذکور ہے اور یہ کہ عیسٰیؑ علیہ السلام آپ کے پاس دفن ہوں گے۔‘‘

۱۵...... (بیان القرآن پ۲۸ص۳) پر بھی حضرت عبداللہ بن سلام کی یہی روایت منقول ہے اور سورۃ توبہ کی آیت کی تفسیر میں ص۱۰۸ پر منقول ہے۔’’اتمام بمعنی اثبات وتقویت دلائل تو اسلام کے لئے ہر زمانہ میں عام ہے...... اور (اتمام) مع اعتبار انضمام سلطنت مشروط ہے۔ اصلاح اہل دین کے ساتھ اور مع محو کل بقیہ ادیان واقع ہوگا زمانہ عیسٰیؑ علیہ السلام میں۔ (باقی تفسیری شواہد طوالت کے خوف سے نقل نہیں کئے)‘‘

قادیانی شہادت

اس کی مزید تائید مرزا قادیانی کی تحریر سے کی جاتی ہے۔ (براہین احمدیہ ص۴۹۸،۴۹۹، خزائن ج۱ص۵۹۳) پر مرزا لکھتا ہے:’’هو الذی ارسل رسوله بالهدٰی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ‘‘یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔‘‘

<u>سوال:</u> مرزا قادیانی کے مرید کہتے ہیں کہ یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا تھا۔

<u>جواب:</u> مرزا قادیانی نے براہین کو ملہم ومامور ہوکر لکھا۔ قرآنی آیت سے استدلال کیا اور بقول اس کے یہ کتاب براہین

احمد یہ، حضور علیہ السلام کو دیکھا کر منظوری حاصل کی اور یہ کہ یہ کتاب قطبی یعنی قطب ستارہ کے مانند ہے۔ مرزا قادیانی نے (تتمہ حقیقت الوحی ص ۵۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۸۵) پر لکھا ہے: ’’اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ میں فرماتا ہے۔‘‘ گویا براہین احمدیہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے قادیانیوں کا یہ عذر عذر لنگ ہے۔

جواب: ۲...... عبارت مذکورہ میں ہے: ’’لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا۔‘‘ یہ ظاہر کرنے والا کون تھا؟ رحمٰن یا شیطان۔ اگر رحمٰن تھا تو پھر قرآنی تفسیر سے رحمانی فہم کے ساتھ مرزا حیات مسیح علیہ السلام تسلیم کر رہا ہے۔ ’’فھو المقصود‘‘ اور اگر یہ ظاہر کرنے والا شیطان تھا تو قادیانیوں کو مبارک ہو۔ قصہ ہی تمام ہوا ’’فماذا بعد الحق الا الضلال‘‘

حیات مسیح علیہ السلام کی گیارھویں دلیل

’’اَیَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (بقرہ ۲۵۳)‘‘ ﴿ہم نے مسیح کو جبرائیل کے ساتھ تائید دی۔﴾

جو مدعا بالا کی مؤید ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بوقت محصوری آسمان پر لے جانے کو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے جیسا کہ سابقاً بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ جن کو ’’علم قرآن بدعا نبوی ﷺ حاصل تھا۔‘‘ مذکور ہو چکا ہے۔ اسی کی طرف قرآن مجید میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ اگرچہ تمام انبیاء کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آتے رہے۔ مگر اس طرح کا واقعہ کسی نبی کے ساتھ پیش نہیں آیا جیسا مسیح علیہ السلام کے ساتھ، یعنی یہ کہ جبرائیل علیہ السلام انہیں دشمنوں کے نرغے سے نکال کر آسمان پر لے گئے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ خاص مسیح علیہ السلام کے متعلق آیات میں بار بار آیا ہے۔ ’’اَیَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ‘‘ ہم نے مسیح علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ تائید دی۔

اسی طرح خدا تعالیٰ قیامت کے دن مسیح علیہ السلام کو یہ انعام یاد دلائے گا۔ ’’اِذْ اَیَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ (مائدہ: ۱۱۰)‘‘ اے عیسیٰ علیہ السلام وہ وقت یاد کر جب میں نے تجھے روح القدس سے تائید بخشی یعنی آسمان پر زندہ اٹھایا۔ (تفسیر ہذا مذکور بر تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۲۶)

آیات بالا کی موجودگی میں یہ اعتقاد رکھنا کہ معاذ اللہ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا اور آپ کے ہاتھوں میں میخیں ٹھونکیں۔ ایک صریح گندہ اور کفریہ عقیدہ ہے۔ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام باعانت جبرائیل علیہ السلام بحکم وبموجب وعدہ الٰہی جو جلد اور بلاتوقف پورا ہونے والا تھا۔ یہود کے ہاتھوں میں مبتلائے آلام ہونے سے پیشتر زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اب چند آیات قرآنی ملاحظہ ہوں۔

’’وَآتَیْنَا عِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنَاتِ وَاَیَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (البقرہ: ۸۷)‘‘ روح القدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

’’وَآتَیْنَا عِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنَاتِ وَاَیَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (البقرہ: ۲۵۳)‘‘ روح القدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

’’وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ (النساء: ۱۷۱)‘‘ اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح (مراد روح اللہ)

’’اُذْكُرْ نِعْمَتِی عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ (المائدہ: ۱۱۰)‘‘ یاد کر میرا احسان جو ہوا ہے تجھ پر اور تیری ماں پر جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے۔ (مراد روح اللہ)

''یُـنَـزِّلُ الْمَلٰئِکَۃُ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ (النحل:۲)''یہاں روح سے مراد وحی الٰہی ہے۔

''قُلْ نَزَّلَہٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (النحل:۱۰۲)''مراد جبرائیل علیہ السلام۔

''وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ (الاسراء:۸۵)''اس سے مراد روح ہے۔

''قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (الاسراء:۸۵)''اس سے مراد روح ہے۔

''نَزَّلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنَ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذَرِیْنَ (الشعراء:۱۹۳)''مراد جبرائیل علیہ السلام۔

''یُـلْـقِی الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ الطَّلَاقُ (غافر:۱۵)''اس سے مراد وحی ہے۔

''اُوْلٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِنْہُ (المجادلۃ:۲۲)''اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

''وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃَ (المعارج:۴)''اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

''یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلَائِکَۃُ صَفًّا (النباء:۳۸)''اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

''تَنَزَّلُ الْمَلَائِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ (القدر:۴)''اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

''وَکَذَالِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ:۵۲)''اس سے مراد قرآن پاک۔

''فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا (مریم:۱۷)''اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

''اَحْـصَـنَـتْ فَـرْجَـھَـا فَنَفَخْنَا فِیْھَا مِنْ رُّوْحِنَا (الانبیاء:۹۱)''اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

''وَمَرْیَمَ ابْنَۃَ عِمْرَانَ اَلَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا فَنَفَخْنَا فِیْہِ مِنْ رُّوْحِنَا (التحریم:۱۲)''اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

استدلال:۱...... قرآن مجید میں ۱۸ آیات سے ثابت ہوا کہ جہاں کہیں اللہ رب العزت نے روح کا لفظ ارشاد فرمایا ہے وہاں روح سے مراد جبرائیل امین علیہ السلام، فرشتے، وحی یا روح اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں......اور ظاہر ہے کہ ان تمام چیزوں کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح منہ فرمایا یعنی روح اللہ فرمایا۔ جس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام میں عالم بالا کی طرف آنے جانے کی صلاحیت وخاصیت موجود ہے۔

استدلال:۲...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ نفخۂ جبرائیل علیہ السلام سے اس لحاظ سے ان میں ملکوتی صفات ہیں۔ ملائکہ کا مستقر آسمان ہیں۔ ان کا زمین پر آنا جانا عارضی ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام چونکہ سیدہ مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ بشر ہیں تو ان کا ملکوتی صفات کے لحاظ سے آسمانوں پر جانا عارضی ہے۔ غرض جب آسمان پر ہیں ملکوتی صفات کا ظہور ہے۔ رفع سے پہلے اور نزول کے بعد جب زمین پر تھے یا ہوں گے تو بشری صفات کا ظہور ہے۔

استدلال:۳...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ فرمایا گیا۔ تمام ارواح کا مستقر عالم سماوی ہے۔ اس لئے کہ روح لطیف چیز ہے اور ہر لطیف کا مرکز عالم سماوی ہے، جیسا کہ ہر کثیف چیز کا مرکز عالم دنیا ہے۔ روح اللہ کا تقاضہ ہے کہ سیدنا

عیسیٰ علیہ السلام عالم سماوی پر بھی تشریف لے جاتے تا کہ روح اللہ کا منشاء پورا ہوتا۔ اس لئے اگر وہ آسمانوں پر نہ جاتے تو جائے تعجب ہوتا ان کا جانا تو عین تقاضہ ومنشاء کی تکمیل ہے۔

استدلال:۴...... کلمۃ اللہ! سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا۔ دوسری آیت کریمہ ہے: ''الیہ یصعد الکلم الطیب (فاطر:۱۰)'' اللہ تعالیٰ کی طرف نیک کلمات اٹھائے جاتے ہیں۔ مسلمان مؤمن کے نیک کلمات اٹھائے جاتے ہیں، ان کا رفع ہوتا ہے تو کلمۃ اللہ (عیسیٰ علیہ السلام) کے رفع میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع نہ ہوتا تو جائے اشکال تھا۔ رفع تو عین تقاضہ ومنشاء کی تکمیل ہے۔

تفسیری شواہد:

۱...... (درمنثور ج۲ ص۳۴۵) پر''اذ ایدتك بروح القدس'' کے تحت علامہ سیوطی ؒ وہب ؒ کی روایت لاتے ہیں جس میں ہے: ''فقال لما رفع اللّٰہ عیسیٰ علیه السلام اقامه بین یدی جبرائیل ومیکائیل''

۲...... علامہ رازی ؒ اپنی (تفسیر کبیر ج۱۲ ص۱۲۵) زیر آیت: ''اذ ایدتك بروح القدس'' فرماتے ہیں: ''فاللّٰہ تعالیٰ خص عیسیٰ بالروح الطاهرة النورانیة المشرقة العلویة الخیرة'' اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو خاص طور پر پاک نورانی درخشندہ علویہ اور پسندیدہ روح سے مختص فرمایا۔ یہاں روح علویہ خصوصیت سے قابل توجہ ہے۔

۳...... علامہ رازی ؒ اپنی (تفسیر کبیر ج۶ ص۲۱۷)''ایدناہ بروح القدس'' کے تحت فرماتے ہیں: ''والمعنی اعناہ جبرائیل علیه السلام فی اوّل امرہ وفی وسطه وفی آخرہ اما فی اوّل الامر فلقوله فنفخنا فیه من روحنا اما فی وسطه فلأن جبرائیل علیه السلام علمه العلوم وحفظه من الاعداء واما فی آخر الامر فحین ارادت الیهود قتله اعانه جبرائیل علیه السلام ورفعه الی السماء'' تائید جبرائیل علیہ السلام کا معنی یہ ہے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام اوّل، درمیان اور آخر، ہر دور میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تائید میں رہے۔ اوّل اس طرح کہ نفخۂ جبرائیل سے پیدائش ہوئی۔ درمیان اس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام کو علوم سکھلائے اور دشمنوں سے حفاظت کی۔ آخر اس طرح کہ جب یہود عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کی تائید کی کہ ان کو آسمانوں پر اٹھا کر لے گئے۔

۴...... علامہ زمخشری ؒ اپنی (تفسیر کشاف ج۱ ص۲۹۹) پر ان آیات کے تحت میں حضرت ابن عباس ؓ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا کہ ہم (صحابہ ؓ) مسجد میں انبیاء کے فضائل پر بات کر رہے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی فضیلت طول عبادت (بوجہ طوالت عمر) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت یہ کہ وہ خلیل اللہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت یہ کہ وہ کلیم اللہ تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت یہ کہ ان کو آسمانوں پر اٹھایا گیا۔

اس روایت کو اس آیت کے تحت میں لاکر علامہ زمخشری ؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس آیت سے صحابہ ؓ یہ سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اٹھائے گئے۔

۵...... (تفسیر خازن ج۱ص۱۹۴) زیر آیت:''ایدناہ بروح القدس'' لکھتے ہیں:''وقویناہ بجبرائیل علیه السلام فکان معه الی ان رفعه الی عنان السماء''جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کو تائید بخشی کہ جبرائیل علیہ السلام ان کو آسمانوں پر اٹھا کر لے گئے۔

۶...... (تفسیر انوار البیان ج۶ص۱۸۶) زیر آیت:''فنفخنا فیها من روحنا'' لکھتے ہیں:''اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا جس نے ان (مریم علیہا السلام) کے کرتہ کے گریبان میں پھونک ماردی۔ اس سے حمل قرار ہوگیا اور اس کے بعد لڑکا پیدا ہوگیا۔ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تھے جو بنی اسرائیل کے سب سے آخری نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل فرمائی اور انہوں نے بنی اسرائیل کو تبلیغ کی اور شریعت کے احکام بتائے۔ بنی اسرائیل ان کے سخت مخالف ہوگئے اور ان کے قتل کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا۔ قیامت سے پہلے دوبارہ تشریف لائیں گے۔ جیسا کہ احادیث شریفہ میں وارد ہے۔''

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی بارھویں دلیل

''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (الرعد:۳۸)'' ﴿اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں ان کو بیویاں اور اولاد۔﴾

حضور نبی کریم ﷺ پر کفار مکہ جیسے امیہ بن خلف وابی جہل (معالم) کی طرف سے اعتراض ہوا کہ یہ کھاتے پیتے بازاروں میں چلتے اور نکاح کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی بھی تو تمام معاشرت انسانوں جیسی تھی۔ جب ان کی نبوت مسلم ہے اور ان انسانی افعال سے ان کی نبوت پر تم معترض نہیں تو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر اعتراض کیوں؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ پہلے انبیاء علیہم السلام نے شادیاں کیں یہ توجہ کے قابل ہے۔ اس کے لئے ہمیں آنحضرت ﷺ کی احادیث کی طرف مراجعت کرنی چاہئے۔

تفسیر نبوی ﷺ

چنانچہ (تفسیر درمنثور ج۴ص۶۵) پر مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد اور ترمذی کے حوالہ سے حضرت ابی ایوب ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں۔ خوشبو، نکاح، مسواک، ختنہ، اس روایت کو تفسیر ابن کثیر نے اور دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۹۷، باب۲۰۲، ماذکر فی السواک حدیث نمبر۲۱)

(مسند احمد ج۵ص۴۲۱ (لیکن اس میں چوتھی چیز بجائے ختنہ کے حیاء ہے) ترمذی ج۱ص۲۰۶ ابواب النکاح) پر یہ روایت موجود ہے۔ غرض اس روایت سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور آیت مبارکہ یہ بتاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے قبل بھی انبیاء علیہم السلام نے بتوفیق وبحکم الٰہی نکاح کئے اور ان کی اولاد ہوئی۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور نکاح

نصاریٰ، یہود اور خود قادیانیوں کو اعتراف ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا۔ مرزا قادیانی کی

بدباطنی ملاحظہ ہو۔شرافت سرپیٹ کر رہ جاتی ہے۔جب مرزا قادیانی سیدنا مسیح علیہ السلام کے نکاح نہ ہونے کے واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

’’مردمی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے۔ہیجڑا ہونا کوئی اچھا صفت نہیں جیسے بہرہ اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں ہاں! یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفات کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے۔‘‘

(نور القرآن نمبر۲ ص۱۷، خزائن ج۹ ص۳۹۲)

سیدنا مسیح علیہ السلام کے متعلق بڑے سے بڑے یہودی نے بھی یہ بکواس نہیں کی اور ان کے نکاح نہ کرنے کی یہ وجہ نہیں بتائی جو مرزا قادیانی ملعون نے بیان کی۔لیکن بہرحال اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا۔جب نکاح نہیں ہوا تو اولاد کا سوال ہی نہیں؟ لیکن اس کے باوجود اولاد نہ ہونے کا قادیانی حوالہ بھی ملاحظہ ہو۔

’’ظاہر ہے کہ دنیوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی آل نہ تھی۔‘‘

(تریاق القلوب ص۲۳۵، خزائن ج۱۵ ص۳۶۳)

استدلال: قارئین! مرزا قادیانی کے دجل و بدزبانی پر لعنت بھیجیں۔آیت قرآنی اور حدیث نبوی ﷺ کے بموجب توجہ فرمائیں کہ نکاح رب کریم کا حکم اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی پہلی زندگی (قبل از رفع) میں نکاح نہیں کیا تو اس حکم باری تعالیٰ اور سنت انبیاء علیہم السلام پر عمل ان کے نزول من السماء کے بعد ہوگا۔چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه ﷺ ینزل عیسیٰ بن مریم الیٰ الارض فیتزوج ویولد له ‘‘(مشکوٰۃ ص۴۸۰، باب نزول عیسیٰ بن مریم، التصریح ص۲۴۰، مرقات ج۵ ص۲۲۳، وفاء الوفاء للسمہودی ج۱ ص۵۵۸، شرح مواہب للزرقانی ج۸ ص۲۹۶، مواہب اللدنیہ ج۲ ص۳۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائیں گے تو شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔

لیجئے! اس حدیث شریف نے مذکورہ بالا آیت مبارکہ (شادی و اولاد) کے بموجب کہ حکم الٰہی اور سنت انبیاء علیہم السلام پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا عمل مبارک نزول من السماء کے بعد ہوگا۔اس بحث کو ختم کرنے سے قبل ایک اور حوالہ پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔مرزا قادیانی نے لکھا:’’چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی کہ ’’یتزوج ویولد له‘‘ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۳۳۷)

مرزا قادیانی نے اپنے دجل سے اس حدیث کو محمدی بیگم پر فٹ کرنا چاہا۔اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کیا کہ وہ پوری نہ ہوئی۔تاہم اس حدیث شریف (کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شادی کریں گے اولاد ہوگی) کی صحت مرزا قادیانی کے حوالہ بالا سے بھی ثابت ہوگئی۔’’فهو المقصود (فالحمد للّٰه اوّلا وآخرا)‘‘

نوٹ: انبیاء علیہم السلام میں سے صرف سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا مسیح علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے متعلق نص قرآنی ہے (حصورا) اس اعزاز کے باعث ان کا استثناء ہے۔رہے سیدنا مسیح علیہ السلام تو وہ نزول کے بعد شادی کریں گے۔

باب سوم ...... حیات عیسیٰ علیہ السلام احادیث کی روشنی میں

حیات عیسیٰ علیہ السلام پر عربی میں دس کتابوں کی جناب محدث کبیر الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے فہرست دی ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱...... ’’نظرة عابرة فی مزاعم من ینکر نزول عیسیٰ علیه السلام قبل الآخرة ‘‘ للامام محمد زاهد الکوثری رحمہ اللہ۔(۱۳۶۲ھ)

۲...... ’’عقیدة اهل الاسلام فی نزول عیسیٰ علیه السلام ‘‘ للشیخ عبدالله ابن الصدیق الغماری۔(م۱۳۶۹ھ)

۳...... ’’اقامة البرهان علی نزول عیسیٰ علیه السلام فی آخر الزمان (له ایضًا)‘‘

۴...... ’’عقیدة الاسلام فی حیاة عیسیٰ علیه السلام ‘‘ للشیخ محمد انور شاه الکشمیری رحمہ اللہ۔

۵...... ’’تحیة الاسلام فی حیلة عیسیٰ علیه السلام ‘‘ للشیخ محمد انور شاه الکشمیری رحمہ اللہ۔

۶...... ’’الجواب المقنع المحرر فی الرد من طغی وتحیر بدعوی أنه عیسیٰ او المهدی المنتظر ‘‘ للشیخ محمد حبیب الله الشنقیطی رحمہ اللہ۔(م۱۳۴۵ھ)

۷...... ’’ازالة الشبهات العظام فی الرد علی منکر نزول عیسیٰ علیه السلام ‘‘ للشیخ محمد علی اعظم رحمہ اللہ۔(م۱۳۷۸ھ)

۸...... ’’اعتقاد اهل الایمان بالقرآن بنزول المسیح ابن مریم علیه السلام اٰخرالزمان ‘‘ للشیخ محمد العربی التبانی الجزائری۔(م۱۳۶۹ھ)

۹...... ’’التوضیع فی تواتر ماجاء فی المنتظر والدجال والمسیح ‘‘ للقاضی الشوکانی۔

۱۰...... ’’فتوی العلامة الشیخ محمد بخیت مفتی الدیار المصریه فی نزول سیدنا عیسیٰ علیه السلام ‘‘

اس کے علاوہ بعض اور بزرگوں کی بھی حیات مسیح، علامات قیامت وغیرہ پر قدیم وجدید کتب اس وقت سعودی عرب میں کثرت سے چھپ رہی ہیں۔ ان میں سے ۵/۷ تو ہمارے اپنے کتب خانے میں موجود ہیں۔ نیز حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام پر پاک وہند میں ۱۰۰ سے زیادہ کتب ورسائل لکھی گئیں۔ جن میں سے ۷۹ کتابوں کا تو ’’قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت‘‘ میں تعارف آچکا ہے۔ ’’التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ‘‘ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے حکم پر مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے مرتب کی تھی جس کی حلب شام کے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے تخریج بھی فرمائی اور حسب ضرورت تشریح بھی فرمائی۔ دوران تخریج شیخ ابوغدہ رحمہ اللہ کو مزید احادیث وآثار ملیں جو انہوں نے ’’تتمہ واستدراک‘‘ کے نام سے شامل کردیں۔

صحاح ستہ پر سرسری نظر ڈالنے سے ذیل کی روایات آسانی سے سامنے آتی ہیں جو پیش خدمت ہیں۔ دقت النظر سے دیکھا جائے تو اس سے کہیں زیادہ روایات صرف صحاح ستہ میں مل سکتی ہیں۔

۱...... امام بخاری ؒ نے اپنی کتاب (بخاری شریف ج۱ص۴۹۰) پر ''باب نزول عیسیٰ بن مریم'' قائم کیا ہے اور حضرت ابوہریرہؓ سے دو روایات اس باب کے تحت درج فرمائیں۔ ویسے اس باب کی روایت اوّل کو حضرت امام بخاریؒ کئی جگہ اپنی کتاب میں لائے ہیں۔ مثلاً ''کتاب البیوع''، ''باب قتل الخنزیر''، ''کتاب المظالم''، ''باب کسر الصلیب وقتل الخنزیر'' وغیرہ۔

۲...... حضرت امام مسلمؒ کی کتاب (مسلم شریف ج۱ص۸۷) پر ''باب نزول عیسیٰ بن مریم'' موجود ہے۔ اس باب میں سات احادیث ہیں۔ ان میں سے چھ حضرت ابوہریرہؓ سے اور ایک حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہیں۔ اسی طرح (مسلم ج۱ص۴۰۸) ''باب جواز التمتع فی الحج والقرآن'' میں دو روایتیں حضرت ابوہریرہؓ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ''فج روحاء'' سے احرام باندھنے کی لائے ہیں۔ اس طرح کتاب (الفتن واشراط الساعۃ ج۲ص۳۹۲) پر حضرت ابوہریرہؓ سے ایک، (ص۳۹۳) پر حضرت حذیفہ بن اسید الغفاریؓ سے ایک، اور باب ذکر الدجال (ج۲ص۴۰۰) پر حضرت نواس بن سمعانؓ سے ایک روایت، (ص۴۰۳) پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت، کتاب الفتن باب خروج الدجال ومکثہ فی الارض ونزول عیسیٰ بن مریم کے تحت عروۃ بن مسعود ثقفیؒ سے ایک۔ کل تیرہ روایات، مسلم شریف میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان حوالوں کو آپ نے ملاحظہ کیا۔ علاوہ ازیں ''الخبر الصحیح فیما وردعن سید المسیح علیه السلام'' مستقل تصنیف ہے۔ عرب عالم دین عبداللہ الحسینی کی جو ۱۹۸۵ء میں بیروت سے شائع ہوئی اس میں انہوں نے سیدنا مسیح علیہ السلام سے متعلق بخاری ومسلم سے پچاس احادیث کو جمع کیا ہے۔

۳...... (ترمذی شریف ج۲ص۴۷) پر ''باب ماجاء فی نزول عیسیٰ بن مریم'' قائم فرمایا ہے اور اس میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت لائے ہیں۔ (ج۲ص۴۸) باب ماجاء فی فتنہ الدجال میں حضرت نواس بن سمعانؓ کی روایت۔ باب ماجاء فی قتل عیسیٰ بن مریم الدجال میں حضرت مجمع بن جاریۃ الانصاریؓ کی روایت لائے ہیں اور اس باب میں وفی الباب کے تحت (۱) عمران بن حصین۔ (۲) نافع بن عتبہ۔ (۳) ابی برزہ۔ (۴) حذیفہ بن اسید۔ (۵) ابی ہریرہ۔ (۶) کیسان۔ (۷) عثمان بن ابی العاص۔ (۸) جابر۔ (۹) ابی امامہ۔ (۱۰) ابن مسعود۔ (۱۱) عبداللہ بن عمر۔ (۱۲) سمرۃ بن جندب۔ (۱۳) نواس بن سمعان۔ (۱۴) عمرو بن عوف۔ (۱۵) حذیفۃ بن الیمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روایات کا حوالہ دیا ہے۔ گویا تین روایات نقل کر کے باقی پندرہ کا حسب معمول حوالہ دے کر نزول مسیح کی صریح وصحیح اٹھارہ روایات کو نقل فرمایا ہے۔

۴...... (ابوداؤد شریف کتاب الفتن باب ذکر الفتن ودلائلہا ج۲ص۱۲۷) پر حضرت ثوبانؓ سے ایک حدیث، (کتاب الملاحم باب امارات الساعۃ ج۲ص۱۳۴) پر حضرت حذیفہ بن اسید الغفاریؓ سے ایک حدیث، (باب خروج الدجال ج۲ص۱۳۴) پر حضرت نواس بن سمعانؓ سے ایک حدیث۔ اسی باب میں (ص۱۳۴) پر حضرت ابی امامہؓ سے ایک حدیث، (ص۱۳۵) پر حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث۔ گویا حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول پر صحیح اور صریح پانچ احادیث نقل فرمائی ہیں۔

۵...... ابن ماجہ نے فتنہ الدجال اور خروج عیسیٰ بن مریم کا باب (ص۲۹۵) پر قائم فرمایا ہے۔ (ص۲۹۶) پر حضرت نواس بن سمعانؓ کی حدیث (ص۲۹۷) پر حضرت ابوامامہ باہلیؓ اور (ص۲۹۹) پر حضرت ابوہریرہؓ اور (ص۲۹۹) پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نزول مسیح بن مریم پر صحیح اور صریح روایات نقل فرمائی ہیں۔

۶...... (سنن نسائی ج۲ ص۵۲) میں باب غزوۃ الہند کے تحت میں حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ میری امت کا جو طبقہ دجال سے لڑے گا ان پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ان کے علاوہ مزید:

۷...... اتحاف فضلاء البشر لدمیاطی۔
۸...... الاجوبة الفاضلة للكهنوی۔
۹...... احیاء علوم الدین للغزالی۔
۱۰...... الاذاعة لماكان ویكون بین یدی الساعة للصدیق حسن خان۔
۱۱...... ارشاد الساری للقسطلانی۔
۱۲...... اسباب النزول للواحدی۔
۱۳...... الاشاعة لاشراط الساعة برزنجی۔
۱۴...... الاصابه للعسقلانی۔
۱۵...... الاعلام بحكم عیسیٰ علیه السلام للسیوطی۔
۱۶...... اقامته البرهان لغماری۔
۱۷...... البدایه والنهایه لا بن كثیر۔
۱۸...... البحر المحیط لابی حیان اندلسی۔
۱۹...... بهجة النفوس لابی جمره۔
۲۰...... تاج العروس للمرتضی زبیدی۔
۲۱...... تاریخ الامم والملوك للطبری۔
۲۲...... تاریخ البغداد للخطیب البغدادی۔
۲۳...... تاریخ الخلفاء للسیوطی۔
۲۴...... تاریخ دمشق لابن عساكر۔
۲۵...... التاریخ الكبیر للبخاری۔
۲۶...... تاریخ الصغیر للبخاری۔
۲۷...... تاریخ الاوسط للبخاری۔
۲۸...... تذكرة الحفاظ للذهبی۔
۲۹...... التذكره باحوال الموتی للقرطبی۔
۳۰...... تفسیر ابن جریر طبری۔

٣١...... تفسیر ابن کثیر۔
٣٢...... تحقیق النضرة بتلخیص معالم دار الهجرة للمراغی۔
٣٣...... تقریب التهذیب لا بن حجر۔
٣٤...... التخلیص الحبیر لا بن حجر۔
٣٥...... تلخیص المستدرك للذهبی۔
٣٦...... تنزیه الشریعه لابن عراق۔
٣٧...... تهذیب تاریخ ابن عساکر لبدران۔
٣٨...... تهذیب التهذیب لا بن حجر۔
٣٩...... التیسیر بشرح الجامع الصغیر للمناوی۔
٤٠...... الجامع الصغیر للسیوطی۔
٤١...... الجامع لاحکام القرآن للقرطبی۔
٤٢...... الجرح والتعدیل لا بن ابی حاتم۔
٤٣...... حاشیة السندهی علی المسلم۔
٤٤...... الحاوی للسیوطی۔
٤٥...... الحلیة الاولیاء لا بی نعیم۔
٤٦...... الخطط للمقریزی۔
٤٧...... الدرلمنثور فی تفسیر المأثور للسیوطی۔
٤٨...... الدرة الثمینة فی اخبار المدینة لابن النجار۔
٤٩...... دفع شبهة التشبیه لا بن جوزی۔
٥٠...... ذخائر المواریث للنابلسی۔
٥١...... رسالة المسترشدین للمحاسبی۔
٥٢...... الرفع والتکمیل للکنوی۔
٥٣...... الروض الانف للسهیلی۔
٥٤...... روح المعانی لألوسی۔
٥٥...... الزهد لامام احمد۔
٥٦...... السراج المنیر للعزیزی۔
٥٧...... السیرة النبویه لا بن هشام۔
٥٨...... السعایة للکنوی۔
٥٩...... السنن الکبری للبیهقی۔
٦٠...... شذرات الذهب لابن عمامه۔

۶۱...... شرح مسلم للنووی۔
۶۲...... شرح المسلم لملا علی القاری۔
۶۳...... شرح المواہب للزرقانی۔
۶۴...... طبقات الشافعیہ لابن سبکی۔
۶۵...... الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔
۶۶...... ظفرالامانی للکنوی۔
۶۷...... العرف الوردی للسیوطی۔
۶۸...... عقیدۃ الاسلام للکشمیری۔
۶۹...... عقیدۃ اہل الاسلام للغماری۔
۷۰...... عمدۃ القاری للعینی۔
۷۱...... فتح الباری لابن حجر۔
۷۲...... فضائل الشام للربیعی۔
۷۳...... فیض الباری للکشمیری۔
۷۴...... فیض القدیر للمناوی۔
۷۵...... کشف الکربۃ لابن رجب۔
۷۶...... کشف الظنون حاجی خلیفہ۔
۷۷...... الکشف للسیوطی۔
۷۸...... کنزالعمال لعلی متقی الہندی۔
۷۹...... الکوکب الدری لکاندھلوی۔
۸۰...... اللآلی المصنوعہ للسیوطی۔
۸۱...... لسان المیزان للسیوطی۔
۸۲...... سواطع الانوار البہیہ للسفارینی۔
۸۳...... مجمع الزوائد للہیثمی۔
۸۴...... محاسن التاویل للقاسمی۔
۸۵...... مختصر تذکرہ للقرطبی۔
۸۶...... مختصر سنن ابی داؤد للمنذری۔
۸۷...... مرقات لملا علی قاری۔
۸۸...... مرقاۃ السعود۔
۸۹...... المستدرک للحاکم۔
۹۰...... مسند احمد لامام احمد بن حنبل۔

۹۱...... مسند ابوداؤد للطیالسی۔

۹۲...... مشکوٰۃ شریف للتبریزی۔

۹۳...... معالم السنن للخطابی۔

۹۴...... معانی الاثار للطحاوی۔

۹۵...... معجم البلدان لیاقوت الحموی۔

۹۶...... معجم ابی عبید البکری۔

۹۷...... المقالات للکوثری۔

۹۸...... المقاصد الحسنۃ للسَّخاوی۔

۹۹...... وفاء الوفاء للسمھودی۔

۱۰۰...... النھایۃ لابن اثیر۔

ہم نے صرف ایک سو کتاب کا نام لکھا ہے جن میں حیات مسیح علیہ السلام یا اس کے متعلقات پر حوالہ جات موجود ہیں۔ان کتب سے براہ راست حضرت علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ محدث الشام نے مراجعت کر کے التصریح کی تخریج کی ہے۔

ان کے علاوہ ہمارے ممدوح جناب بابو پیر بخش نے اپنی کتاب ''الاستدلال الصحیح فی حیات المسیح'' (مشمولہ احتساب قادیانیت ج ۱۲) میں ۱۸۷ حضرات کی روایات و کتب سے اور ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ''عقیدہ حیات ونزول چودہ صدیوں کے اکابر کی نظر میں'' (مشمولہ تحفہ قادیانیت ج ۳) دوصد پچیس حضرات کی شہادتوں کو شامل کیا ہے تو گویا امت کے گزشتہ صدہا سے زائد اکابر نے اپنی کتب میں حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ کو بیان کیا ہے۔

ان محولہ بالا کتابوں کے علاوہ اور بھی سینکڑوں اسماء الرجال، لغت، تفسیر، شروحات حدیث کی کتابوں سے حوالہ جات دیئے ہیں۔علیٰ وجہ البصیرت کہا جاسکتا ہے کہ حدیث کی کتابوں میں سے کوئی ایسی ''جامع'' نہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول کا ذکر نہ ہو۔جن کتابوں کے ہم نے حوالہ جات نقل کئے ہیں یہ عرب ممالک کی چھپی ہوئی ہیں۔آج کل زیادہ تر نئی چھپنے والی کتب احادیث میں حدیثوں کے نمبر دیئے جاتے ہیں۔جب کہ ہمارے ہاں ایسا نہیں اس لئے حوالہ تلاش کرنے کے لئے کتب حدیث میں آیات رفع ونزول کے تحت کتاب التفسیر دیکھ لی جائے۔بعض ائمہ حدیث نے کتاب الانبیاء، یا کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ یا باب نزول ابن مریم کے ضمن میں ان احادیث کا ذکر کیا ہے۔

ذیل میں ۳۴ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ۲۲ تابعین رحمہم اللہ سے ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ ان سے رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں روایات کی تعداد کا ذکر تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (۲۱) ۲...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔(۷)

۳...... حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ (۱) ۴...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۳)

۵...... حضرت ابوحذیفہ بن سعید غفاری رضی اللہ عنہ (۲)
۶...... حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ (۱)
۷...... حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ (۱)
۸...... حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ (۱)
۹...... حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ (۱)
۱۰...... حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ (۱)
۱۱...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۳)
۱۲...... حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ (۱)
۱۳...... حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (۲)
۱۴...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (۱۲)
۱۵...... حضرت اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ (۱)
۱۶...... حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (۱)
۱۷...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (۲)
۱۸...... حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ (۱)
۱۹...... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (۱)
۲۰...... حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ (۶)
۲۱...... حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ (۱)
۲۲...... حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ (۱)
۲۳...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (۱)
۲۴...... حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (۱)
۲۵...... حضرت کیسان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (۱)
۲۶...... حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (۳)
۲۷...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۷)
۲۸...... حضرت سلمہ بن نفیل السکونی رضی اللہ عنہ (۱)
۲۹...... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (۱)
۳۰...... حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ (۱)
۳۱...... حضرت عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ (۱)
۳۲...... حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ (۱)
۳۳...... حضرت سلمہ بن سعد رضی اللہ عنہ (۱)
۳۴...... حضرت ابوالطفیل اللیثی رضی اللہ عنہ (۱)

تابعین

۱...... ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۲...... نافع بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۳...... حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (۵)
۴...... حضرت عمرو بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۵...... حضرت محمد بن علی ابن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ (۲)
۶...... حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۷...... حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ (۴)
۸...... حضرت محمد ابن زید رحمۃ اللہ علیہ (۲)
۹...... حضرت ابومالک الغفاری رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۱۰...... حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۱۱...... حضرت ابورافع رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۱۲...... حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۱۳...... حضرت عبدالجبار بن عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۱۴...... حضرت وہب ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۱۵...... حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۱۶...... حضرت ارطاۃ رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۱۷...... حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ (۴)
۱۸...... حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۱۹...... حضرت عروہ بن رویم رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۲۰...... حضرت ولید ابن مسلم رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۲۱...... ابواشعث صنعانی رحمۃ اللہ علیہ (۱)
۲۲...... عبدالرحمٰن بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (۱)

سے روایات منقول ہیں۔ ان سب سے صرف دس احادیث پیش خدمت ہیں۔

حدیث:۱ ’’قال الامام احمد حدثنا عفان قال حدثناهمام قال اخبرنا قتادة عن عبدالرحمن بن

آدم عن ابی ہریرة ان النبی ﷺ قَالَ الْاَنْبِیَاء اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰی وَدِیْنُهُمْ وَاحِدٌ وانا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسٰی بْنَ مَرْیَمَ لَاَنَّهُ لَمْ یَکُنْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُ نَبِیٌّ وَاِنَّهُ نازل فاذا رأیتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض علیه ثوبان ممصران کان راسه یقطروان لم یصبه بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعوا الناس الی الاسلام ویهلك اللّٰه فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویهلك اللّٰه فی زمانه المسیح الدجال ثم تقع الامانة علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیات لا تضرهم فیمکث اربعین سنة ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون ''امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ان کی مائیں یعنی شریعتیں مختلف ہیں اور ان کا دین یعنی اصول شریعت سب کا ایک ہے اور میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں۔اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔وہ نازل ہوں گے جب ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔وہ میانہ قد ہوں گے۔رنگ ان کا سرخ اور سفیدی کے درمیان ہوگا۔ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہوں گے۔سر کی یہ شان ہوگی کہ گویا اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔اگرچہ اس کو کسی قسم کی تری نہیں پہنچی ہوگی۔صلیب کو توڑیں گے جزیہ کو اٹھائیں گے۔سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے تمام مذاہب کو نیست و نابود کردے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح دجال کو قتل کرائے گا۔پھر تمام روئے زمین پر ایسا امن ہوجائے گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے،اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں گے۔سانپ ان کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس سال ٹھہریں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

نوٹ: اس حدیث شریف کا متن (۱)(مسند احمد ج۲ص۴۰۶) سے ہم نے نقل کیا ہے۔یہ حدیث شریف مسند احمد کے علاوہ الفاظ کے معمولی تفاوت سے ذیل کی کتب میں بھی موجود ہے۔(۲) بخاری ج۱ص۴۸۹،۴۹۰۔(۳) مسلم ج۱ ص۸۷۔(۴) ابوداؤد ج۲ص۱۳۵۔(۵) ابن ماجہ ص۳۰۸۔(۶) مسند احمد ج۲ص۴۱۱،۴۹۴۔(۷) درمنثور ج۲ ص۲۴۲ پر ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ابن جریر ابن حبان کے حوالہ سے اس کو نقل کیا ہے۔(۸) ابن کثیر ج۳ص۱۶۔(۹) فتح الباری ج۶ص۳۵۷ پر حافظ ابن حجرؒ اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔(۱۰) التصریح ص۱۶۰۔(۱۱) مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ص۶۵۴، حدیث نمبر:۴۱، باب ذکر فی فتنۃ الدجال۔(۱۲) صحیح ابن حبان ج۹ص۲۸۹،۲۹۰ پر سے اس حدیث کے مکمل متن کو نقل کیا ہے۔(۱۳) مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا محمود نے حقیقت النبوۃ ص۱۹۲ پر مکمل اس حدیث کو نقل کیا ہے۔(۱۴) خود مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام ص۵۹۴، خزائن ج۳ص۴۲۰ پر اس حدیث کے بعض حصے نقل کر کے اس کی تصحیح و تصدیق کی بلکہ اس سے استدلال بھی کیا ہے۔

ضروری گزارش

مرزا قادیانی کے مرید خدا بخش مرزائی نے اپنی کتاب ''عسل مصفی'' لکھی اس کی جلد اوّل میں ص۱۶۲ سے ۱۶۵ تک تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست نقل کی ہے۔اس فہرست میں اس حدیث منقولہ بالا کو نقل کرنے والے مرزائیوں کے تسلیم شدہ مجددین سے امام احمد بن حنبل، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی، چار مجدد اس روایت کو نقل کرتے

ہیں۔مرزا قادیانی اوراس کا بیٹا اس روایت کو تسلیم کرتے ہیں۔قادیانی حضرات اس صحیح روایت کے نتائج پر غور فرمائیں۔

اس حدیث مبارک کے نتائج

اس حدیث مبارک سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

حدیث اوّل:

۱...... آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دوبارہ تم میں نازل ہوں گے۔

۲...... وہی عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے جن کے اور آنحضرت ﷺ کے درمیان کوئی اور نبی نہیں جو آنحضرت ﷺ کا علاتی بھائی تھا۔

۳...... عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد تمام ادیان باطلہ مٹ جائیں گے۔

۴...... عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہوگا۔

۵...... عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مسیح دجال ہلاک ہوگا۔

۶...... عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں امن وامان قائم ہوجائے گا۔

۷...... حتیٰ کہ ان کے زمانہ میں شیر اونٹ کے ساتھ، چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے۔

۸...... زہریلی چیزوں (سانپ وغیرہ) کی زہر ختم ہوجائے گی۔

۹...... نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس کا عرصہ اس زمین پر رہیں گے۔

۱۰...... اس کے بعد پھر عیسیٰ علیہ السلام وفات پائیں گے (ابھی ان کی وفات نہیں ہوئی)

اب مرزائیوں سے ہمارا سوال ہے

۱...... کیا مرزا قادیانی ابن مریم تھا؟ یا ابن چراغ بی بی؟

۲...... کیا مرزا قادیانی وہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنحضرت ﷺ سے پہلے تشریف لائے تھے؟ جن کے اور آنحضرت ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہ تھا؟

۳...... کیا مرزا قادیانی کے زمانہ میں تمام ادیان باطلہ یہودیت، نصرانیت مٹ گئی یا خود مرزا قادیانی کے جہنم بھومی ہندوستان میں بھی مرزا کے زمانہ میں نصرانیوں کی حکومت تھی؟

۴...... کیا مرزا قادیانی کے زمانہ میں دین اسلام کا غلبہ ہوا؟ یا خود مرزا قادیانی نے دین اسلام کے ماننے والے مسلمانوں کو کافر قرار دے کر دین اسلام کی بیخ کنی کی؟

۵...... مرزا قادیانی کے زمانہ میں دجال معہود کا قتل ہوا؟

۶...... مرزا قادیانی کے زمانہ میں امن وامان ہوا؟ یا کو دمرزا قادیانی زندگی بھر مقدمات کے لئے دربدر ٹھوکریں کھاتا پھرا؟ اس کے گھر پر چھاپے مارے گئے اور خود غیر مامون ہوا؟

۷...... مرزا قادیانی کے زمانہ میں شیر اونٹوں کے ساتھ، چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرے؟

۸...... ان امور کے بعد مرزا قادیانی کی وفات ہوئی؟ خدا لگتی بات یہ ہے کہ مرزائی صحیح جواب قیامت کے دن کے لئے تیار رکھیں۔

۹...... اس حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ''انہ نازل'' کا صراحۃً لفظ ہے۔ کیا پورے ذیرۂ احادیث میں قادیانی ''ان مثیله مولود'' کا لفظ دکھا سکتے ہیں؟

۱۰...... اس صحیح حدیث میں ''ثم یتوفی'' (ان امور کے بعد) عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوں گے۔ کیا قادیانی کسی صحیح حدیث میں ''قد توفی'' کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے دکھا سکتے ہیں؟

۱۱...... ''ویصلی علیه المسلمون'' اور عیسیٰ علیہ السلام کی نماز جنازہ مسلمان پڑھیں گے۔ کیا قادیانی کسی صحیح حدیث ''قد صلی علیه المسلمون'' کہ مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ چکے دکھا سکتے ہیں؟

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔ آسمان سے نازل ہونے کے بعد قیامت سے پیشتر جب یہ تمام باتیں ظہور میں آجائیں گی تب وفات ہوگی۔

حدیث:۲ ''عن الحسن مرسلا قال قال رسول الله ﷺ لليهود ان عیسیٰ علیه السلام لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة''

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے وہ قیامت کے قریب ضرور لوٹ کر آئیں گے۔ (ابن کثیر ج۱ ص۳۶۶) (زیر آیت انی متوفیك)

(ابن جریر ج۳ ص۲۸۹، درمنثور ج۲ ص۳۶)

نوٹ: یہ روایت ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے۔ دونوں قادیانیوں کے نزدیک مجدد ہیں اور ابن جریر کو مرزا قادیانی نے (آئینہ کمالات اسلام ص۱۶۸، خزائن ج۵ ص۱۶۸) پر رئیس المفسرین تسلیم کیا ہے۔ تینوں اکابر، قادیانیوں کے نزدیک مسلمہ مجدد ہیں۔

نتائج حدیث دوم:

۱۱...... یہود (جو ''انا قتلنا المسیح'' سے) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے ان کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''ان عیسیٰ لم یمت'' تحقیق عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔

۱۲...... اس روایت میں ''ان عیسیٰ لم یمت'' کی صراحت ہے۔

۱۳...... اس روایت میں ''انه راجع الیکم قبل یوم القیامة'' عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے قبل تم میں واپس لوٹیں گے کی صراحت ہے۔

قادیانیوں سے سوال

۱۲...... کیا کسی روایت میں قادیانی دکھا سکتے ہیں کہ اس روایت کے برعکس کسی نے آنحضرت ﷺ کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر کیا اور آپ ﷺ نے اس کی تصدیق کی ہو؟

۱۳...... اس روایت میں ’’لم یمت‘‘ صراحت سے مذکور ہے کیا قادیانی کسی صحیح روایت میں ’’قدمات عیسیٰ بن مریم علیه السلام‘‘ آنحضرت ﷺ سے منقول دکھا سکتے ہیں؟

۱۴...... اس روایت میں ’’انه راجع الیکم‘‘ کی صراحت مذکور ہے کیا قادیانی کسی صحیح روایت میں ’’انه لا یرجع الیکم‘‘ دکھا سکتے ہیں؟

۱۵...... مرزا قادیانی نے (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۴۱، خزائن ج۲۱ ص۵۲) پر لکھا ہے: ’’نازل ہوگا اگر دوبارہ آنا مقصود ہوتا تو اس جگہ ’’رجوع‘‘ کا لفظ چاہئے تھا نہ کہ نزول کا۔‘‘ یہی مطالبہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب، (کتاب البریہ ص۲۰۸ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۲۲۶) پر بھی کیا ہے۔ مرزا قادیانی کے لفظ رجوع کے مطالبہ کو مذکورہ روایت میں ’’انه راجع الیکم‘‘ کے الفاظ سے ہم نے پورا کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو اس روایت کا علم تھا یا نہیں؟ اگر علم تھا پھر مطالبہ کیا تو یہ دجل ہے۔ اگر علم نہیں تھا تو یہ کم علمی ہے۔ اب مرزائی بتائیں کہ وہ کم علم تھا یا دجال تھا؟

قادیانی اعتراض: یہ حدیث مرسل ہے اس لئے قابل قبول نہیں۔

جواب: حضرت حسن بصریؒ کی مرسل حدیث میں تو وہی شخص کلام کرے گا جس کو ان کے اقوال کا پورا علم نہیں وہ خود فرماتے ہیں: ’’کل شئ سمعتنی اقول فیه قال رسول الله ﷺ فهو عن علی ابن ابی طالب ؓ غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا ؓ‘‘ (تہذیب الکمال للمزنی) میں جتنی احادیث میں قال رسول الله ﷺ کہوں اور صحابی کا نام نہ لوں۔ سمجھ لو کہ وہ حضرت علی ابن ابی طالب ؓ کی روایت ہے۔ میں ایسے (سفاک دشمن آل رسول حجاج کے) زمانہ میں ہوں کہ حضرت علی ؓ کا نام نہیں لے سکتا۔ اے کاش! قادیانیوں نے حدیث پر اعتراض کرنے سے پیشتر علم حدیث کسی استاد سے پڑھ لیا ہوتا۔

قادیانی اعتراض: مرزائی بعض وقت کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حدیث بلاسند ہے۔

الجواب: ۱...... آنحضرت ﷺ کے ارشاد ’’انّ عیسٰی لم یمت‘‘ کو باب مدینۃ العلم مولیٰ علی مرتضیٰ ؓ نے سنا۔ ان سے حسن بصریؒ (سید التابعین وشیخ الصوفیہ) نے اخذ کیا، ان سے ربیع نے، ان سے ابوجعفرؒ نے، ان سے ان کے بیٹے عبداللہؒ نے، ان سے اسحٰقؒ نے ان سے مثنیٰ نے ان سے ابن جریر طبریؒ نے (ابن جریر ج۳ ص۲۸۹، ابن کثیر ج۱ ص۳۶۶) تفسیر ابن جریر کتب متداولہ میں سے ہے اور اس میں حدیث کی سند بھی موجود ہے۔

۲...... محمد بن جریرؒ بڑے پایہ کا محدث ہے کہ ابن خلکان وغیرہ نے ان کو ائمہ مجتہدین میں سے لکھا ہے۔ بغیر سند کے بھی وہ لکھتے تب بھی ان کا لکھنا معتبر ہے۔ اس لئے کہ خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ’’ابن جریر نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت حاشیہ ص۲۵۰، خزائن ج۲۳ ص۲۶۱)

قادیانی اعتراض: اگر یہ معتبر حدیث ہے تو اس کو صحاح ستہ میں ہونا چاہئے تھا۔

الجواب: ۱...... مرزا قادیانی نے (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۵۳، خزائن ج۱۱ ص۳۳۷) میں جو حدیث ’’یتزوج ویولدله‘‘ لکھی ہے وہ صحاح ستہ میں کہاں ہے؟

۲...... (حقیقت الوحی ص۱۹۴، خزائن ج۲۲ ص۲۰۲، حاشیہ، چشمہ معرفت ص۳۱۴، خزائن ج۲۳ ص۳۲۹) میں جو روایت کسوف وخسوف در رمضان تحریر کی ہے وہ صحاح ستہ میں کس جگہ ہے؟

۳...... (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۱، خزائن ج۱۱ ص۳۲۵) جو اثر خروج مہدی از کدعہ درج کیا ہے وہ صحاح ستہ کی کس کتاب میں ہے؟

۴...... (کتاب مسیح ہندوستان میں ص۵۳،۵۴، خزائن ج۱۵ ص۵۳،۵۴) میں جو تین روایات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیاحت سے متعلق تحریر ہیں ان کا پتہ صحاح ستہ سے بتاؤ؟

حدیث:۳ ’’عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم (بخاری ج۱ ص۴۹۰، باب نزول عيسىٰ بن مريم، مسند احمد ج۲ ص۳۳۶، مسلم ج۱ ص۸۷، باب نزول عيسىٰ بن مريم) ‘‘یہی روایت حضرت امام بیہقی نے اپنی کتاب (الاسماء والصفات ص۴۲۴) پر نقل فرمائی جس کی سند اور الفاظ یہ ہیں: ’’اخبرنا ابوعبدالله الحافظ انا ابوبكر بن اسحاق انا احمد بن ابراهيم ثنا ابن بكيرثنى الليث عن يونس عن ابن شهاب عن نافع مولىٰ ابن قتادة الانصارى قال ان اباهريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ كيف انتم اذا نزل ابن مريم من السماء فيكم وامامكم منكم انتهى‘‘

اس وقت تمہارا کیا عالم ہوگا (خوشی کے باعث) جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

نوٹ: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ قادیانیوں کے مسلمہ مجدد ہیں۔ آپ سے بخاری و مسلم و مسند احمد کی روایت میں ’’من السماء‘‘ کے الفاظ کی زیادتی مذکور ہے۔

نتائج حدیث سوم:

۱۴...... بیہقی کی اس حدیث شریف میں لفظ (السماء) آسمان کی صراحت مذکور ہے۔

۱۵...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ’’ینزل فیکم‘‘ اور سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے لئے ’’وامامکم منکم‘‘ کے الفاظ مذکور ہیں۔ ’’فیکم‘‘ اور ’’منکم‘‘ کی صراحت سے ثابت ہوا کہ مہدی علیہ الرضوان اور مسیح علیہ السلام علیحدہ علیحدہ شخصیات ہیں۔

قادیانیوں سے سوال

۱۶...... امام بیہقی کی روایت میں ’’من السماء‘‘ کی صراحت سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے نازل ہوں گے، نہ کہ ماں کے پیٹ سے۔ پس مرزا کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر مسیح ہونے کا دعویٰ کرنا غلط ثابت ہوا یا نہ؟

۱۷...... ’’فیکم‘‘ اور ’’منکم‘‘ کی صراحت سے ثابت ہوا کہ سیدنا مسیح و مہدی دو علیحدہ علیحدہ شخصیات ہیں۔ ان دو کو ایک ماننا۔ بخاری و مسلم اور بیہقی ایسے محدثین کی روایات کے خلاف ہے یا نہیں؟

یاد رہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں ’’من السماء‘‘ کی صراحت کی ہے وہاں وہ اسے بخاری و مسلم کی روایات کی اسناد ذکر کر کے فرماتے ہیں: ’’وانما اراد نزوله من السماء بعد الرفع اليه‘‘ کہ ان روایات میں آسمان پر رفع کے بعد آسمان سے نزول مراد ہے اور آنحضرت ﷺ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تک، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام مسلم رضی اللہ تک، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام رواۃ کی رفع الی السماء اور نزول من السماء ہی مراد تھی۔

قادیانی اعتراض: امام بیہقی نے اس حدیث کو روایت کر کے بخاری شریف کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ بخاری میں ''مِنَ السَّمَآءِ'' کا لفظ نہیں۔

الجواب: حدیث کی کتاب بیہقی مخرَّج نہیں ہے بلکہ مسند ہے۔ یعنی ایسی کتاب نہیں ہے کہ دوسروں سے نقل کر کے ذخیرہ اکٹھا کرے جیسا کہ کنز العمال وغیرہ ہے، بلکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے راویوں کے ذریعہ روایت کرتے ہیں اور بخاری کا حوالہ صرف اس لحاظ سے دیا گیا ہے کہ بخاری میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ اگرچہ لفظ ''مِنَ السَّمَآءِ'' نہیں۔ مگر مراد نزول سے ''مِنَ السَّمَآءِ'' ہی ہے۔ چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ خود لکھتے ہیں: ''اِنَّمَا اَرَادَ نَزُوْلَهٗ مِنَ السَّمَآءِ بَعْدَ الرَّفْعِ'' (کتاب الاسماء ص ۴۲۴)

یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اس کو روایت کرنے والے کا ارادہ ''نزول من السماء'' ہی ہے کیونکہ وہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں۔

پس معاملہ صاف ہے کہ بخاری میں ''من السماء'' نہ ہونا اس حدیث کے صحیح ہونے کے خلاف نہیں۔ امام بیہقی نے جو روایت کی ہے صحیح ہے۔ دیکھو مرزا قادیانی نے بھی تو (ازالہ اوہام ص ۸۱، خزائن ج ۳ ص ۱۴۲) کی عبارت مسلم شریف کی طرف ''من السماء'' کا لفظ منسوب کیا ہے۔ حالانکہ مسلم میں نہیں ہے تو سوائے اس کے کیا کہا جائے گا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ آسمان سے نزول کا ہی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات متعددہ اور احادیث نبویہ سے ان کا رفع آسمانی عیاں ہے۔ فافہم!

قادیانی اعتراض: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے نقل کیا ہے مگر اس میں لفظ ''من السماء'' نہیں لکھا۔ پس معلوم ہوا کہ بیہقی میں موجود ہی نہیں یا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی تشریح ہے۔

الجواب: یہ اعتراض احمقانہ ہے بھلے مانسو! جب حدیث کی کتاب میں جو اصل ہے یہ لفظ موجود ہے اور تم اسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہو تو اگر کسی ناقل نے غلطی سے اسی نقل نہ کیا ہو تو اس سے اصل کتاب کیسے مشکوک ہو جائے گی؟

دیکھئے تمہارے خود ساختہ ''حضرت نبی اللہ'' مرزا قادیانی نے اپنی کتب میں قرآن مجید کی سو کے قریب آیات غلط الفاظ میں نقل کی ہیں۔ کہیں لفظ کم کر دیا۔ کہیں زیادہ کیا۔ اس سے کوئی تمہارے جیسا احمق یہ نتیجہ نکال لے کہ قرآن مشکوک ہے۔ صحیح آیات وہی ہیں جو مرزا قادیانی نے لکھی ہیں تو وہ صحیح الدماغ انسان کہلانے کا حق دار ہے؟

مرزائیو! اب خواہ تم اس منہ کی کالک کو کاتب کے سر ہی تھوپو۔ مگر مرزا قادیانی کی نقل کردہ آیت تو ہر حال غلط ہے۔ حالانکہ قرآن میں اس طرح نہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ کسی ناقل کی غلطی اصل کتاب پر کوئی اثر نہیں کر سکتی۔

ایک نکتہ:

ماضی میں ایک بڑا فتنہ ''فرقہ جہمیہ'' کے نام سے اسی طرح سے پیدا ہوا جس طرح آج کل فتنہ مرزائیہ ہے۔ ''فرقہ جہمیہ'' اسماء وصفات باری تعالیٰ میں طرح طرح کی تاویلیں بلکہ تحریفیں کرتا تھا۔ اس لئے علمائے اسلام نے عموماً اور محدثین کرام نے خصوصاً اس فرقہ کی تردید میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ ''کتاب الاسماء والصفات

لـلبیهـقی ‘‘اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔جہمیہ کے عقائد باطلہ میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ ’’ان اللّٰہ لیـس فی السماء‘‘ (کتاب العلوم مطبوعہ مصر ص ۳۴۷)

امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب مذکور میں اس کی تردید میں کئی باب منعقد کئے ہیں اور ’’اللّٰہ فـی السمـاء ‘‘کو بہت سی حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ص ۴۲۰ میں باب ’’ءَ اَمِـنۡتُـمۡ مَّنۡ فِی السَّمَـآءِ ‘‘ کا منعقد فرماتے ہیں اور مختلف احادیث نبویہ سے مسئلہ مذکور ثابت کرتے ہیں۔اس کے ص ۴۲۴ پر باب ’’رَافِعُكَ اِلَیَّ، رَفَـعَـهُ الـلّٰـهُ اِلَيۡـهِ، تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ، اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ ‘‘ کالائے ہیں اور مختلف حدیثوں سے فرشتوں،کلموں اور عملوں کا آسمان پر خدا کی طرف جانا ثابت کرتے ہیں۔مثلاً ’’عـروج الـملكة الی السماء (ص ٤٢٤) ‘‘اسی باب میں پہلی حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت بھی لائے ہیں۔’’كيف انتـم اذا نزل ابن مريم من السماء فيكم ‘‘پس انصاف کرنا چاہئے کہ جب مصنف کا مقصود ہی یہی ہے کہ اس باب میں خصوصیت سے الیٰ السمـاء، فی السمـاء، من السماء ثابت کیا جائے تو یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ اصل بیہقی میں مـن السماء کا لفظ نہیں ہے؟ حالانکہ امام موصوف اسی چیز کے ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

__قادیانی اعتراض:__ اس حدیث میں ’’امامکم منکم ‘‘سے مراد وہ عیسیٰ علیہ السلام ہے جو مسلمانوں میں سے ایک ہوگا۔

__الجواب:__ قرآن وحدیث بلکہ کل دنیا بھر کے اہل اسلام کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام جس کا نزول مذکور ہے سوائے مسیح رسول اللہ کے اور کوئی شخص نہیں یہ افتراء ہے، اور از سرتاپا یہودیانہ تحریف ہے جو بیسیوں آیات وصدہا احادیث کے خلاف ہے۔حدیث میں مسیح کے نزول کے وقت ایک دوسرے امام کا ذکر ہے جو باتفاق جملہ مفسرین ومحدثین ومجددین غیر از مسیح ہے جو یقیناً امام مہدی علیہ الرضوان ہیں جن کے متعلق آنحضرت ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ ’’رَجُلٌ مِّنۡ اَهۡلِ بَيۡتِیۡ يُوَاطِئُ اِسۡمُهٗ اِسۡمِیۡ وَاِسۡمُ اَبِيۡهِ اِسۡمَ اَبِیۡ (ابوداؤد ج۳ ص ۱۳۱، ترمذی ج ۲ ص ٤٧، مشکوٰۃ بـاب اشـراط السـاعة ص ٤٧٠) ‘‘مرزا قادیانی نے لکھا ہے: ’’آنحضرت ﷺ پیش گوئی فرماتے ہیں۔مہدی خَلق اور خُلق میں میری مانند ہوگا میرے نام جیسا اس کا نام ہوگا، میرے باپ کے نام کی طرح اس کے باپ کا نام۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۱۴۸، خزائن ج ۳ ص ۱۷۵)

اس کے علاوہ خود مرزا قادیانی بھی مانتے ہیں کہ ’’امـامـکم منکم ‘‘میں مسلمانوں کے امام الصلوٰۃ غیر از مسیح کا ذکر ہے۔چنانچہ ایک شخص نے مرزا قادیانی سے سوال کیا کہ آپ خود امام بن کر نماز کیوں نہیں پڑھایا کرتے۔کہا: ’’حدیث میں آیا ہے کہ مسیح جو آنے والا ہے وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے گا۔‘‘ (فتاویٰ احمدیہ ج۱ ص ۸۲)

__حدیث:۴__ ’’وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ (فی حـديـث طويل) قال قال رسول اللّٰه ﷺ فـعـند ذلك ينزل اخی عيسیٰ بن مريم من السماء‘‘ (کنز العمال ج ۱۴ ص ۶۱۹ نمبر ۳۹۷۲۶)

ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پس اس وقت میرے بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔

__نوٹ:__ اس روایت کو ’’کنز العمال‘‘ کے مصنف ’’علی بن حسام المتقی ہندی‘‘ نے نقل کیا ہے۔قادیانیوں کے نزدیک یہ دسویں صدی کے مجدد ہیں۔مرزا قادیانی نے (حمامۃ البشریٰ ص ۱۴۸، خزائن ج ۷ ص ۳۱۴) پر اس کو حدیث رسول اللہ تسلیم کیا ہے اور ’’عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه ‘‘ لکھا ہے۔

نتائج حدیث چہارم:

۱۶...... اس روایت میں ’’نزول من السماء‘‘ کی صراحت ہے۔

قادیانیوں سے سوال

۱۸...... اس روایت کو نقل کرنے والے ’’علی المتقی ہندیؒ‘‘ قادیانیوں کے نزدیک مجدد ہیں۔ وہ حضرت ابن عباسؓ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نزول کا ذکر کرتے ہیں۔ اب اس قول کے بعد قادیانی فرمائیں گے کہ حضرت ابن عباسؓ کا حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ تھا یا نہ؟

۱۹...... مرزا قادیانی جگہ جگہ اپنی کتب میں حضرت ابن عباسؓ کو وفات مسیح کا قائل ظاہر کرتے ہیں کیا یہ مرزا قادیانی کا سفید جھوٹ ہے یا نہ؟

۲۰...... مرزا قادیانی نے اس روایت ابن عباسؓ کو (حمامۃ البشریٰ ص۱۴۸، خزائن ج۷ ص۳۱۴) پر نقل کیا ہے۔ مگر من السماء کا لفظ حذف کر کے خیانت کا ارتکاب کیا۔ کیا خائن نبی ہوسکتا ہے؟

حدیث:۵ ’’عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمَرَ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَنْزِلُ عِیْسٰی بْنَ مَرْیَمَ اَلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِی فِیْ قَبْرِیْ فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبرو احد بین ابی بکر وعمر‘‘

’’عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے (اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے) اور میرے قریب مدفون ہوں گے۔ قیامت کے دن میں، مسیح بن مریم کے ساتھ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کے درمیان قبر سے اٹھوں گا۔‘‘ اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں روایت کیا۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ علیہ السلام ص۴۸۰، وفاء الوفاء للسمہودی ج۱ ص۵۵۸، شرح مواہب للزرقانی ج۸ ص۲۹۶، مواہب لدنیہ القسطلانی ج۲ ص۳۸۲، مرقات ج۱۰ ص۲۳۳)

نوٹ: مرقات کے مصنف حضرت ملا علی قاریؒ قادیانیوں کے نزدیک مجدد ہیں۔ ان کی بیان کردہ یہ روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی قبریں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہیں۔ ان کے متعلق مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔

’’ان کو یہ مرتبہ ملا کہ آنحضرت ﷺ سے ایسے ملحق ہو کر دفن کئے گئے کہ گویا ایک ہی قبر ہے۔‘‘

(نزول المسیح ص۴۷، خزائن ج۱۸ ص۴۲۵)

جو مطلب ومراد اس تحریر کی ہے وہی مراد آنحضرت ﷺ کی متذکرہ حدیث کی ہے۔ ’’یدفن معی فی قبری‘‘ کے اصلی معنی یہ ہیں کہ وہ میرے ساتھ ایک ہی روضہ میں دفن ہوں گے جو حضرات عربی ادب سے ذوق رکھتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ’’فی‘‘ سے مراد کبھی قرب بھی ہوتا ہے جیسے ’’بورك من فی النار (سورۃ نمل)‘‘ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر برکت نازل کی گئی جو آگ کے قریب تھے نہ کہ اندر۔

مرزا قادیانی بھی اس معنی کی تائید کرتے ہیں اور لکھتے ہیں: ’’اس حدیث کے معنی ظاہر پر ہی عمل کریں تو ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۴۷۰، خزائن ج۳ ص۳۵۲)

مرزا قادیانی نے اس حوالہ میں قبر بمعنی مقبرہ بھی مانا ہے اور آنحضرت ﷺ کے پاس سیدنا مسیح کا مدفون ہونا بھی مانا ہے۔

نتائج حدیث پنجم:

۱۷...... اس حدیث شریف میں ’’ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض‘‘ کی صراحت ہے۔

۱۸...... اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ روضہ طیبہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین کی صراحت ہے۔

۱۹...... قیامت کے دن آنحضرت ﷺ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھ اٹھنے کی صراحت ہے۔

قادیانیوں سے سوال

۲۱...... قادیانی کسی حدیث میں ’’لاینزل الی الارض‘‘ دکھا سکتے ہیں؟

۲۲...... حدیث شریف میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین کے لئے آنحضرت ﷺ روضہ طیبہ میں آج بھی جگہ باقی ہے۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں صراحۃً مذکور ہے۔

(حوالہ آگے آرہا ہے) مرزا قادیانی سیدنا مسیح علیہ السلام کی قبر مبارک سری نگر میں بتاتا ہے۔ کیا آنحضرت ﷺ کا روضہ طیبہ سری نگر میں ہے؟

۲۳...... سری نگر کشمیر میں مسیح علیہ السلام کی قبر ہے۔ اس پر کسی آسمانی کتاب یا قرآن وسنت یا کسی ایک مجدد کا قول قادیانی قیامت تک پیش کر سکتے ہیں؟

۲۴...... کیا مرزا قادیانی نے حدیث مبارک کے مقابلہ میں سری نگر کا ڈھکوسلہ تیار کر کے آنحضرت ﷺ کے صریح فرمان کی تکذیب کا کفر اختیار نہیں کیا؟

۲۵...... کیا آنحضرت ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان سری نگر سے قیامت کے دن اٹھیں گے؟

۲۶...... مرزا قادیانی مسیح تھا تو آنحضرت ﷺ کے روضہ طیبہ میں دفن ہوا؟

۲۷...... قیامت کے دن مرزا، آنحضرت ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قبر سے اٹھے گا؟ (اس لئے کہ حدیث میں ’’فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر‘‘ کی صراحت ہے)

قادیانی اعتراض: قادیانی رذالت کی انتہاء

ایک قادیانی نے کہا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مومن کی قبر حد نگاہ تک فراخ ہو جاتی ہے تو آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک فراخ ہوتے ہوئے قادیان تک آگئی۔ مرزا قادیانی قادیان میں دفن ہوا تو آنحضرت ﷺ کے روضہ میں دفن ہوگیا۔

جواب: مرزا قادیانی کو اقرار ہے کہ ممکن ہے ایسا مسیح آ جائے جو آنحضرت ﷺ کے روضہ طیبہ میں مدفون ہو۔(حوالہ گزر چکا) مرزا قادیانی کی یہ عبارت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ روحانی قبر مراد نہیں۔

۲...... اگر روحانی قبر مراد ہے تو پھر سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ بھی روحانی طور پر آنحضرت ﷺ کے مقبرہ میں مدفون ہیں؟ اس حدیث میں تین اشخاص سیدنا مسیح علیہ السلام، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ ﷺ کے ساتھ تدفین کا ذکر ہے۔ دو حضرات کی تدفین کو جسمانی تدفین اور تیسرے کی تدفین کو روحانی تدفین ماننا۔ کیا یہ یہودیانہ خصلت نہیں؟

۳...... اگر روحانی تدفین مراد لی جائے تو سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ و مسیح علیہ السلام کی تخصیص ختم ہو جاتی ہے۔

۴...... آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک مدینہ طیبہ سے فراخ ہوتے ہوئے قادیان پہنچ گئی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! نقل کفر کفر نباشد۔ تو مدینہ طیبہ سے قادیان تک جاتے ہوئے راستہ میں جدہ، کراچی، حیدرآباد، سکھر، رحیم یار خان، بہاولپور، ملتان، اوکاڑہ، خانیوال، ساہیوال، لاہور، بٹالہ آتے ہیں۔ اس کے بعد قادیان، تو کیا حجاز سے قادیان تک جتنے غیر مسلم دفن ہیں وہ معاذ اللہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ دفن ہیں؟ ”فبهت الذی کفر“

قارئین! اندازہ کریں قادیانی خبث و بدباطنی کفر و دجل کا کہ کس طرح بکواس کرتے ہیں؟ نتائج سے قطعاً نہیں شرماتے۔ چاہے آنحضرت ﷺ کی توہین ہی کیوں نہ ہو؟ سچ ہے کہ قادیانیت گندگی ہے۔ ہر قادیانی کا دماغ گندگی کا ڈپو ہے اور گندگی کبھی پاک نہیں ہوتی۔ گندگی کا ایک ذرہ بھی ہو تو وہ ناپاک ہے۔ جتنا پانی ڈالتے جائیں گندگی زائل ہو جائے گی اس کا وجود مٹ جائے گا۔ مگر کبھی گندگی پاک نہ ہوگی۔ اس لئے قادیانیت کا علاج ہی اس کا مٹ جانا ہے۔ آج نہیں تو کل۔ مسیلمہ کذاب کی پارٹی کی طرح مٹ جائیں گے۔ ان شاء اللہ!

قادیانی اعتراض: مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (حقیقت الوحی ص ۳۱۳، خزائن ج ۲۲ ص ۳۲۶) پر اس کی تاویل یہ کی کہ اسے حضور ﷺ کا قرب نصیب ہوگا۔ ظاہری تدفین مراد نہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کا روضہ طیبہ کھولا گیا تو اس سے آپ ﷺ کی توہین لازم آئے گی۔

جواب: ۱...... روضہ طیبہ کی دیواروں کو توڑا نہیں جائے گا ایک دیوار جالی مبارک والی ہے جہاں پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھا جاتا ہے اس میں تو دروازہ موجود ہے۔ مسلم سربراہان اور مسجد نبوی ﷺ کے خدام کے لئے کھولا جاتا ہے۔ آگے والی دیوار مبارک جس پر پردہ مبارک ہے قبور مقدسہ تک جتنی دیواریں یا پردے ہیں ان سب میں دروازے موجود ہیں۔ بعد میں ان کو چن دیا گیا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین ہوگی تو معمولی سی کوشش سے ان دروازوں کو دوبارہ کھول دیا جائے گا اس سے آپ ﷺ کی توہین نہ ہوگی۔

۲...... نیز یہ کہ آپ ﷺ کے فرمان اقدس کو پورا کرنے کے لئے تمام رکاوٹوں کو دور کرنا آپ ﷺ کی عین اطاعت ہے نہ کہ توہین، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ ﷺ کے بعد زندہ رہوں تو آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ دفن کی جاؤں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ وہاں چار قبروں میری، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عیسیٰ علیہ السلام کی قبور کے سوا اور جگہ ہی نہیں۔ (کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۵۷)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرض الوفات تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری تدفین جنت البقیع میں ہو۔ آپ کے عزیزوں نے درخواست کی کہ آپ ﷺ کے پہلو میں ایک قبر مبارک کی جگہ باقی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی ریزرویشن نبی علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمادی ہے۔ وہی یہاں پر دفن ہوں گے۔ چنانچہ آج تک روضہ شریف میں وہ جگہ، پکار پکار کر مرزائیت کے غلط عقائد کا اعلان کر رہی ہے تو یہ حدیث شریف ظاہر کر رہی ہے کہ قبر بمعنی مقبرہ ہے۔

۳...... (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۲۲۹، مطبوعہ ملتان) کی (کتاب الجنائز ۱۵۱، باب فی الرجل یوصی ان یدفن فی موضع) پر ایک ساتھ دو حدیثیں ہیں۔ ایک ہی امر سے متعلق ایک حدیث شریف میں قبر کا لفظ ہے۔ دوسری حدیث شریف میں مقبرہ کا لفظ ہے۔ ایک ہی امر کے لئے ایک ہی حدیث میں قبر اور دوسری میں اسی امر سے متعلق مقبرہ کا لفظ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ قبر بمعنی مقبرہ بھی مستعمل ہے۔

۴...... قادیانی کے مسلمہ مجدد حضرت ملا علی قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''(ثم یموت فیدفن معی) ای مصاحبالی (فی قبری) ای مقبرتی وعبر عنها بالقبر قرب قبره بقبره فكانهما فی قبر واحد (فاقوم انا وعیسٰی فی قبر واحد) ای من مقبرة واحدة ففی القاموس ان فی تاتی بمعنی من كذافی المغنی'' (مرقاۃ ج۱۰ ص۲۳۳، مطبوعہ امدادیہ ملتان)

پھر فوت ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام اور میرے ساتھ دفن ہوں گے۔ میری مصاحبت میں دفن ہوں گے۔ فی قبری (میری قبر میں) قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ میری قبر اس لئے آپ ﷺ نے تعبیر کی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے ساتھ قریب ہوگی۔ گویا دونوں ایک ہی قبر ہے۔ آنحضرت ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر سے قیامت کو اٹھیں گے۔ یعنی ایک مقبرہ سے اٹھیں گے۔ قاموس میں ہے کہ ''فی'' من کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ مغنی میں ہے۔ اس حدیث شریف کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو جگہ قبر کا معنی مقبرہ کیا ہے۔

۵...... خود قرآن مجید میں بھی بعض جگہ فی بمعنی مع کا مستعمل ہے۔ جیسے فرمایا: ''بورك من فی النار (نمل)'' یعنی موسیٰ علیہ السلام پر برکت نازل کی گئی جو آگ کے قریب تھا، نہ کہ اندر، چنانچہ (تفسیر کبیر ج۲۴ ص۱۸۳) پر اسی آیت کے تحت علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وهذا اقرب لان القريب من الشی قديقال انه فيه'' کبھی کبھار قریب ترین کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ بھی اس میں ہے۔ یاد رہے کہ امام رازی کو بھی قادیانی مجدد مانتے ہیں۔ اب دو مجددین کے معنوں سے قادیانیوں کا انحراف زیغ نہیں تو اور کیا ہے؟

۶...... خود مرزا قادیانی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ ''ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو۔'' اس حوالہ میں بھی مرزا قادیانی نے قبر بمعنی مقبرہ یعنی روضہ کے تسلیم کیا ہے تو حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ: ''فیدفن عیسٰی فی قبری'' کہ عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے اس کا یہی معنی ہے کہ میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔

قادیانی اعتراض: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہونا صحیح ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تین چاند کیوں دکھائے گئے؟ پھر تو چار چاند دکھائے جانے چاہئے تھے۔

الجواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں تین چاند اس لئے دکھائے گئے کہ ان کی زندگی میں صرف تین چاند ہی ان کے حجرے میں دفن ہونے والے تھے اور وہ صرف تینوں ہی کو دیکھنے والی تھیں۔ یعنی آنحضرت ﷺ کو اور اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ باقی رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ سو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دفن ہونے والے نہ تھے اس لئے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ دکھائے گئے۔ مزید برآں حدیث نبوی اگر کسی امتی کے خواب کے خلاف یا قول کے خلاف ہونے سے غلط ہو جائے تو آج حدیث کا سارا دفتر مردود ہو جائے گا اور اسلام دنیا سے رخصت۔

اس حدیث شریف کی بحث کو ختم کرنے سے قبل قادیانیوں سے ایک سوال ہے۔

قادیانیوں سے سوال

الف...... ’’مسیح علیہ السلام کی قبر سری نگر میں ہے۔‘‘ (راز حقیقت ص۲۰، خزائن ج۱۴ ص۱۷۲)

ب...... ’’مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوا۔‘‘ (ازالہ ص۴۷۳، خزائن ج۳ ص۳۵۳)

ج...... ’’عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلدہ قدس میں ہے۔‘‘ (اتمام الحجہ ص۲۱، ۲۲، خزائن ج۸ ص۲۹۹، ۳۰۰)

ایک شخص کی قبر تین جگہ نہیں ہوسکتی۔ ایک جگہ ہوگی تو دو قبروں کے متعلق مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا۔ اس طرح ستاسٹھ فیصد جھوٹا ہوا۔ قادیانی بتائیں کہ ایک شخص تین جگہ کیسے دفن ہوا؟

حدیث:۶ ......سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک کہاں ہوگی؟

نزول من السماء کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پینتالیس سال دنیا میں قیام فرمائیں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ حج وعمرہ کریں گے۔ شادی ہوگی، اولاد ہوگی، پینتالیس سال نزول کے بعد دنیا میں رہ کر مدینہ طیبہ میں انتقال فرمائیں گے۔ حضور ﷺ کے روضہ طیبہ میں دفن ہوں گے۔ (۱) آنحضرت ﷺ، (۲) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، (۳) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔ تین قبور مبارکہ موجود ہیں۔ چوتھی قبر مبارک سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مدینہ طیبہ مسجد نبوی میں آنحضرت ﷺ کے روضہ طیبہ میں ہوگی۔

حوالہ نمبر:۱...... ’’عن عبداللّٰہ بن سلام رضی اللہ عنہ قال یدفن عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مع رسول اللّٰہ ﷺ وصاحبیہ رضی اللّٰہ عنہما فیکون قبرہ رابعًا‘‘ (مجمع الزوائد ج۸ ص۲۰۹، درمنثور ج۲ ص۲۴۶)

’’حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہوں گے اور ان کی چوتھی قبر ہوگی۔‘‘

حوالہ نمبر:۲...... ’’عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قلت یا رسول اللّٰہ انی اری انی اعیش بعدک فتاذن لی ان ادفن الٰی جنبک فقال وانّٰی لک بذالک الموضع مافیہ الاموضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسیٰ بن مریم‘‘ (کنز العمال ج۱۴ ص۶۲۰، حدیث نمبر ۳۹۷۲۸، ابن عساکر ج۲۰ ص۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بظاہر یہ ہے کہ میں آپ ﷺ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اپنے پہلو میں مجھے دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ آپ کے لئے جگہ کہاں۔ وہاں تو صرف میری (آنحضرت ﷺ) ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبور کی جگہ ہے۔

حوالہ نمبر:۳...... ’’عن عبداللّٰہ بن سلام قال وجدت فی الکتٰب ان عیسٰی بن مریم یدفن مع النبی ﷺ فی القبر وقد بقیی فی البیت موضع قبر‘‘ (ابن عساکر ج۲۰ص۱۵۴)

’’حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کتب سماویہ میں پایا کہ بے شک عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دفن ہوں گے نبی کریم ﷺ کے ساتھ قبر میں اور تحقیق باقی ہے روضہ طیبہ میں ایک قبر کی جگہ۔‘‘

حوالہ نمبر:۴...... ’’عن عبداللّٰہ بن سلام نظرت فی التورۃ صفۃ محمد وعیسٰی بن مریم یدفن معہ‘‘ (ابن عساکر ج۲۰ص۱۵۴)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں، میں نے آنحضرت ﷺ کی تعریف میں لکھا دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم آپ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔

حوالہ نمبر:۵...... ’’عن عبداللّٰہ بن سلام لیدفن عیسٰی بن مریم مع النبی فی بیتہ‘‘

(تاریخ الکبیر للبخاری ج۱ص۲۶۳، ابن عساکر ج۲۰ص۱۵۴)

حوالہ نمبر:۶...... ’’قال ابومودود وقد بقیی موضع قبر‘‘

(ابن عساکر ج۲۰ص۱۵۴، ترمذی ج۲ص۲۰۲، باب فضل النبی ﷺ)

’’حضرت ابومودود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارکہ میں صرف ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔(عیسیٰ علیہ السلام کے لئے)‘‘

حوالہ نمبر:۷...... ’’عن عبداللّٰہ بن سلام قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمدٍ وعیسٰی بن مریم یدفن معہ‘‘ (ترمذی ج۲ص۲۰۲، باب فضل النبی ﷺ)

’’حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی شان میں لکھا ہے کہ وہ ایک ساتھ دفن ہوں گے۔‘‘

درمنثور، ترمذی، کنز العمال، مجمع الزوائد، ابن عساکر، التاریخ الکبیر للبخاری، ایسی وقیع اور امہات الکتب کے حوالہ جات کے بعد بھی کوئی بدنصیب قادیانی اس بات کو نہیں مانتا تو پھر ان کا علاج خود عیسیٰ علیہ السلام ہی تشریف لا کر کریں گے۔ جیسا کہ (صحیح بخاری ج۱ص۴۹۰) پر ہے: ’’یقتل الخنزیر‘‘ خذوکن من الشاکرین!

نتائج حدیث ششم:

۲۰...... اس حدیث شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک روضہ طیبہ میں چوتھی قبر ہونے کی صراحت ہے۔

۲۱...... اس میں آنحضرت ﷺ کے روضہ طیبہ میں ابھی ایک قبر مبارک کی جگہ کے باقی ہونے کی صراحت ہے۔

۲۲...... عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔

قادیانیوں سے سوال

۲۹...... کیا روضہ طیبہ مدینہ منورہ میں چوتھی قبر مرزا کی بنی؟

۳۰...... کیا روضہ طیبہ کی چوتھی قبر مبارک کی باقی جگہ (ترمذی کی صراحت کے مطابق) پر ہوگئی ہے؟

۳۱...... کیا مرزا کے متعلق تورات میں تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے؟

حدیث:۷ ’’عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لن تهلك امة انا فی اولها وعیسیٰ بن مریم فی آخرها والمهدی فی وسطها ‘‘ وہ امت کبھی ہلاک نہیں ہوگی جس کے اوّل میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور درمیان میں مہدی علیہ الرضوان۔ (جامع الاحادیث للسیوطی ج۵ص۱۱۰، حدیث:۱۷۵۰۱، کنزالعمال ج۱۴ ص۲۶۶، حدیث:۳۸۶۷۱، ص۲۶۹، حدیث:۳۸۶۸۲، ص۳۳۷ حدیث:۳۸۸۵۸، سراج منیر ج۴ص۱۳۹ (مطبوعہ مکتبہ الایمان مدینہ) فیض القدیر ج۵ص۳۰۱، حدیث:۷۳۸۴، ابن عساکر ج۲۰ص۱۵۴)

نوٹ: اس حدیث میں علامہ سیوطی، علاء الدین بن حسام الدین صاحب الکنز یہ دونوں قادیانیوں کے نزدیک مجدد ہیں۔ ان کی بیان کردہ روایت ہے۔

نتائج حدیث ہفتم:

۲۳...... اس حدیث شریف میں صراحت ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام امت محمدیہ میں آئیں گے۔

۲۴...... اس حدیث شریف میں سیدنا مسیح ومہدی علیہما السلام کی علیحدہ علیحدہ شخصیات کی تصریح ہے۔

قادیانیوں سے سوال

۳۲...... کیا مرزا قادیانی مریم کا بیٹا تھا؟

۳۳...... اس کا ذاتی نام غلام احمد تھا یا عیسیٰ؟

۳۴...... مہدی ومسیح دو ہیں یا ایک؟

حدیث:۸ مشکوٰۃ ’’باب قصۃ ابن صیاد‘‘ میں مذکور ہے حضور ﷺ بمعہ صحابہ رضی اللہ عنہم، ابن صیاد کو دیکھنے گئے۔ ابن صیاد کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو شبہ تھا کہ یہ ہی دجال نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ’’ائذن لی یارسول اللّٰہ فاقتله فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ اِنْ یَکُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهٗ اِنَّمَا صَاحِبُهٗ عِیْسیٰ ابْنُ مَرْیَمَ ‘‘اجازت دو مجھ کو یارسول اللہ ﷺ کہ میں ابھی اسے قتل کردوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر یہ ابن صیاد دجال ہے تو پھر تو اسے قتل نہ کر سکے گا۔ کیونکہ اس کا قتل عیسیٰ بن مریم کے ہاتھوں ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص۴۷۹، باب قصۃ ابن صیاد، شرح السنۃ بغوی ج۷ص۴۵۳، ۴۵۴، حدیث:۴۱۶۹، کتاب الفتن باب ذکر ابن صیاد مسند احمد ج۳ص۳۶۸، مجمع الزوائد ج۸ص۶، باب ماجاء فی ابن صیاد، وقال رجالہ صحیح، کنزالعمال ج۱۴ ص۳۳۱، باب ابن صیاد حدیث:۳۸۸۳۸، فتح الباری ج۶ص۱۲۱، بخاری ج۱ص۴۲۹، کتاب الجہاد باب یعرض الاسلام علی الصبی)

بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ’’قال عمر رضی اللہ عنہ یا رسول اللّٰہ ائذن لی فیه اضرب عنقه قال النبی ﷺ ان یکن هو فلن تسلّط علیه وان لم یکن هو فلا خیر لك فی قتله ‘‘حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اتار دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تم اسے قتل نہیں کرسکتے۔ (اس لئے کہ اس کے قاتل عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے) اور اگر یہ وہ (دجال) نہیں تو اس کے قتل میں تمہاری بھلائی نہیں۔

نوٹ: امام احمد، صاحب کنزالعمال، علامہ عسقلانی۔ یہ سب قادیانیوں کے مسلمہ مجدد ہیں۔ یہ روایت ان کی بیان کردہ ہے۔

مرزا قادیانی بھی یہی لکھتے ہیں: ’’آنحضرت ﷺ نے عمر کو قتل کرنے سے منع (کیا اور فرمایا) اگر یہی دجال ہے تو اس کا صاحب عیسیٰ بن مریم ہے جو اسے قتل کرے گا۔ ہم اسے قتل نہیں کرسکتے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۲۵، خزائن ج۳ص۲۱۳)

ثابت ہوا کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر موجود ہیں جو زمین پر اتر کر دجال کو قتل کریں گے جیسا کہ حدیث معراج میں اس کی مزید تائید ہے۔

نتائج حدیث ہشتم:

۲۵...... اس حدیث میں صراحت ہے کہ دجال کے قاتل عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۲۶...... یہ کہ دجال ایک شخص معیّن ہے نہ کہ اقوام۔

۲۷...... یہ کہ دجال تلوار سے قتل ہوگا۔

قادیانیوں سے سوال

۳۵...... کسی حدیث شریف میں قادیانی دکھا سکتے ہیں کہ دجال کا قاتل عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور کو قرار دیا گیا ہو؟

۳۶...... کیا قادیانی حدیث میں دکھا سکتے ہیں کہ دجال کوئی قوم ہے نہ کہ شخص معین؟

۳۷...... قادیانی کسی حدیث میں دکھا سکتے ہیں کہ دجال کا قتل دلائل سے ہوگا؟

حدیث:۹ ’’عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ قال فتذاکروا امر الساعۃ فردوا امرھم الی ابراھیم، فقال لا علم لی بھا فردوا الامر الی موسیٰ، فقال لا علم لی بھا فردوا الامر الٰی عیسیٰ، فقال: اما وجبتھا فلا یعلمھا احد الا اللّٰہ تعالٰی ذلک وفیھما عھد الٰی ربی عزوجل ان الدجال خارج قال ومعیی قضیبان فاذا رآنی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیھلکہ اللّٰہ، حتی ان الحجر والشجر لیقول: یا مسلم ان تحتی کافرًا فتعال فاقتلہ قال: فیھلکھم اللّٰہ تعالٰی ‘‘حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی تو وہ قیامت کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ پس انہوں نے اس معاملہ میں ابراہیم علیہ السلام سے رجوع کیا (کہ وہ وقت قیامت کے بارے میں کچھ بتائیں) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا جہاں تک وقت قیامت کا معاملہ ہے تو اس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ یہ بات تو اتنی ہی ہے البتہ جو عہد پروردگار نے مجھ سے کیا ہے اس میں یہ ہے کہ دجال نکلے گا اور میرے پاس دو باریک سی نرم تلواریں ہوں گی پس وہ مجھے دیکھتے ہی رانگ (یا سیسہ) کی طرح پگھلنے لگے گا۔ پس اللہ اس کو ہلاک کرے گا۔ یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی کہیں گے کہ اے مرد مسلم میرے نیچے کافر چھپا ہوا ہے آ کر اسے قتل کر دے۔ چنانچہ اللہ ان سب (کافروں) کو ہلاک کر دے گا۔ (مسند احمد ج۱ ص۳۷۵ واللفظ لہ، ابن ماجہ ص۲۹۹، باب خروج الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم علیہما السلام وخروج یاجوج وماجوج (اس میں ہے کہ میں دجال کو قتل کروں گا) ابن جریر ج۱۷ ص۹۱، زیر آیت: ’’حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ وَھُمْ مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ‘‘مستدرک حاکم ج۵ ص۶۸۷، باب مذاکرۃ الانبیاء فی امر الساعۃ (امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیحین کی شرط پر صحیح الاسناد ہے) فتح الباری ج۱۳ ص۷۹، درمنثور ج۴ ص۳۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ ص۶۶۱، حدیث:۱۷، کتاب الفتن باب ماذکر فی فتنۃ الدجال)

نوٹ: امام احمد، حاکم، جلال الدین سیوطی، قادیانیوں کے مسلّم مجدد اور ابن جریر رئیس المفسرین ہیں ان سے یہ روایت منقول ہے۔

نتائج حدیث نہم:

۲۸...... تمام انبیاء علیہم السلام کی موجودگی میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قتل دجال کے لئے دوبارہ دنیا میں آنے کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ کسی نبی نے اس پر نکیر نہ کی گویا انبیاء علیہم السلام کا قرب قیامت نزول مسیح علیہ السلام پر اجماع ثابت ہوا۔

۲۹...... اس واقعہ کو آنحضرت ﷺ بیان فرماتے ہیں۔

۳۰...... عیسیٰ علیہ السلام نزول کو وعدہ خداوندی فرماتے ہیں۔

۳۱...... عیسیٰ علیہ السلام کی دجال سے لڑائی کے وقت میں پتھر و درخت کلام کریں گے۔

۳۲...... دجال کے ساتھی جو جنگ میں شامل ہوں گے ہلاک ہوجائیں گے۔

قادیانیوں سے سوال

۳۸...... انبیاء علیہم السلام کے اجماع کا مرزا قادیانی اور قادیانیت منکر ہیں یا نہ؟

۳۹...... جو شخص آنحضرت ﷺ کے بیان کردہ واقعہ کو تسلیم نہ کرے وہ کون ہے؟

۴۰...... جو شخص اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا منکر ہو وہ کون ہے؟

۴۱...... مرزا قادیانی کے زمانہ میں لڑائی ہوئی؟

۴۲...... پتھر اور درختوں نے کلام کیا؟

۴۳...... دجال کے ساتھی ہلاک ہوئے؟

حدیث:۱۰ ”حدثنی المثنی ثنا اسحاق ثنا ابن ابی جعفر عن ابیه عن الربیع فی قوله تعالیٰ الم اللّٰہ لا اله الا هو الحی القیوم قال ان النصاریٰ اتو رسول اللّٰہ ﷺ فخا صموه فی عیسیٰ بن مریم وقالوا له من ابوه وقالوا علی اللّٰہ الکذب والبهتان لا اله الا هو لم یتخذ صاحبة ولا ولدا فقال لهم النبی ﷺ الستم تعلمون انه لا یکون ولدا الا وهو یشبه اباه قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیه الفناء قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا قیم علی کل شئ یکلؤه ویحفظه ویرزقه قالوا بلٰی قال فهل یملك عیسیٰ من ذلك شیئا قالوا لا، قال: افلستم تعلمون ان اللّٰہ عزوجل لا یخفی علیه شئ فی الارض ولا فی السماء قالوا بلٰی قال فهل یعلم عیسیٰ من ذلك شیئا الاما علم قالوا لا قال فان ربنا صوّر عیسیٰ فی الرحم کیف شاء فهل تعلمون ذلك قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا لا یاکل الطعام ولا یشرب الشراب ولا یحدث الحدث قالوا بلٰی قال الستم تعلمون ان عیسیٰ حملته امرأة کما تحمل المرأة ثم وضعته کما تضع المرأة ولدها ثم غذی کما یغذی الصبی ثم کان یطعم الطعام ویشرب الشراب ویحدث الحدث قالوا بلٰی قال فکیف یکون هذا کما زعمتم قال فعر فواثم ابوا الاجحودا فانزل اللّٰہ عزوجل الم اللّٰہ لا اله الا هو الحی القیوم“ (تفسیر ابن جریر ج۳ ص۱۶۳، تفسیر درمنثور ج۲ ص۳)

نوٹ: ابن جریر قادیانیوں کے نزدیک رئیس المفسرین اور علامہ سیوطیؒ مجدد ہیں۔ ان دونوں کی یہ بیان کردہ روایت ہے۔

''ربیع'' سے ''الٓمٓ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم'' کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب نصاریٰ نجران نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں آپ ﷺ سے مناظرہ اور مکالمہ شروع کیا اور یہ کہا کہ اگر حضرت مسیح ابن اللہ نہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے۔ حالانکہ وہ خدا وحدہٗ لاشریک بیوی اور اولاد سے پاک اور منزہ ہے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں بے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔ (یعنی جب یہ تسلیم ہوگیا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو اس قاعدہ سے حضرت مسیح علیہ السلام بھی خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدا بے مثل ہے اور بے چون و چگون ہے ''لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ، وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَد'')

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار ''حی لا یموت'' ہے۔ یعنی زندہ ہے کبھی نہ مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا آنے والی ہے (اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں مرے نہیں۔ بلکہ زمانہ آئندہ میں ان پر موت آئے گی) نصاریٰ نجران نے کہا بے شک صحیح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار ہر چیز کا قائم رکھنے والا تمام عالم کا نگہبان اور محافظ اور سب کا رزاق ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کیا ان چیزوں کے مالک ہیں؟ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ اللہ پر زمین اور آسمان کی کوئی شئے پوشیدہ نہیں۔ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا عیسیٰ علیہ السلام کی بھی یہی شان ہے؟ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رحم مادر میں جس طرح چاہا بنایا۔ نصاریٰ نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے اور نہ بول و براز کرتا ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اور عورتوں کی طرح ان کی والدہ مطہرہ حاملہ ہوئیں اور پھر مریم صدیقہ نے ان کو جنا۔ جس طرح عورتیں بچوں کو جنا کرتی ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بچوں کی طرح غذا بھی دی گئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کھاتے بھی تھے پیتے بھی تھے اور بول و براز بھی کرتے تھے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کس طرح خدا کے بیٹے ہوسکتے ہیں؟ نصاریٰ نجران نے حق کو خوب پہچان لیا مگر دیدہ و دانستہ اتباع حق سے انکار کیا۔ اللہ عزوجل نے اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں: ''الٓمٓ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ''

نتائج حدیث دہم:

۳۳...... اس روایت میں صراحت ہے کہ نصاریٰ سے آنحضرت ﷺ کی گفتگو ہوئی۔ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل تھے اور ہیں۔ یہ موقع تھا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام فوت شدہ تھے تو آنحضرت ﷺ ان کے سامنے وفات مسیح علیہ السلام کو الم نشرح کرتے کیا آپ ﷺ نے ایسے کیا؟

۳۴...... آنحضرت ﷺ نے نصاریٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ حی و قیوم کا ذکر کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کہ ان پر فنا آئے گی۔ فرمایا اگر عیسیٰ علیہ السلام فنا شدہ (یعنی وفات شدہ تھے) تو آنحضرت ﷺ فرماتے کہ

اللہ تعالیٰ حی وقیوم ہے۔عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہوگئے تو آپ ﷺ کی دلیل اور پختہ ہوجاتی مگر آپ ﷺ کا فرمانا کہ ان پر فنا آئے گی یہ صریح دلیل ہے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی۔

۳۵...... اس حدیث میں ’’ان عیسیٰ یاتی علیه الفناء‘‘ کی تصریح ہے۔

قادیانیوں سے سوال

۴۴...... نصاریٰ حیات مسیح کے قائل تھے۔آنحضرت ﷺ کے سامنے حیات مسیح کا کیس آیا آپ ﷺ نے کیا فیصلہ دیا۔قادیانی فرمائیں کہ جو آپ ﷺ کے فیصلہ کو نہ مانے وہ کون؟

۴۵...... اگر عیسیٰ علیہ السلام فوت شدہ تھے تو نصاریٰ کے سامنے آنحضرت ﷺ نے اسلام کا کیا عقیدہ پیش کیا؟

۴۶...... قادیانی فرمائیں کہ نصاریٰ حیات مسیح کے قائل آنحضرت ﷺ نے بھی حیات مسیح کا اثبات فرمایا۔ اگر وہ فوت شدہ تھے تو آپ ﷺ نے نصاریٰ کی تائید کر کے اسلام کا کیس غلط پیش کیا؟ معاذ اللہ!

۴۷...... مرزا قادیانی کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ شرک ہے (الاستفتاء) کیا آنحضرت ﷺ نے معاذ اللہ شرک کی تائید کی؟

۴۸...... کیا آنحضرت ﷺ سے ابن جریر رحمہ اللہ اور جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تک سب راویوں نے شرک کو پھیلایا؟

۴۹...... اس حدیث میں: ’’ان عیسیٰ یاتی علیه الفناء‘‘ ہے کیا قادیانی ’’ان عیسیٰ علیه السلام اتی علیه الفناء‘‘ کا لفظ کسی روایت میں پورے ذخیرہ احادیث سے دکھا سکتے ہیں؟

۵۰...... ہم نے ان روایات میں مرزائیوں کے مسلمہ مجددین کی بیان کردہ روایات کو نقل کیا۔کیا یہ مجددین صحیح تھے یا مرزا قادیانی؟

۵۱...... تیرہ صدیوں کے مجددین حیات مسیح کے قائل چودھویں صدی کا (بزعم خود) مرزا مجدد ان کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔کیا وہ تیرہ صدیوں کے مجددین صحیح تھے یا صرف مرزا؟

۵۲...... وہ عقیدہ جو تیرہ صدیوں کے مجددین کا ہے ان کا انکار کرنے والا خود مجدد ہوسکتا ہے؟

ان روایات سے ہم نے ۳۵ نتائج نکالے چونکہ ہر قادیانی باون گز کا ہے ان سے باون سوال کئے۔

قادیانیوں کو چیلنج

۱...... ان روایات میں ہم نے نزول عیسیٰ بن مریم کے ابواب کے حوالے دیئے۔

۲...... ’’ینزل من السماء‘‘

۳...... ’’ان عیسیٰ یاتی علیه الفناء‘‘

۴...... ’’انه نازل‘‘

۵...... ’’ان عیسیٰ لم یمت‘‘

۶...... ’’انه راجع الیکم‘‘

۷...... ’’یهبط عیسیٰ (کنز ج ۱۴، حدیث: ۳۹۷۲۰)‘‘

۸...... ’’ینزل عیسٰی بن مریم الی الارض‘‘

۹...... ’’فیکون قبرہ رابعا‘‘

۱۰...... ’’فیدفن معی‘‘ کے صریح الفاظ دکھائے اس کے مقابلہ میں کوئی قادیانی ماں کا لعل صراحۃً۔

سوال: ۱...... ذخیرہ احادیث میں وفات مسیح کا باب دکھاسکتا ہے؟

۲...... ذخیرہ احادیث میں ’’لا ینزل من السماء‘‘ کا لفظ دکھاسکتا ہے؟

۳...... ذخیرہ احادیث میں ’’ان عیسٰی اتی علیه الفناء‘‘ کا لفظ دکھاسکتا ہے؟

۴...... ذخیرہ احادیث میں ’’انه لا ینزل‘‘ دکھاسکتا ہے؟

۵...... ذخیرہ احادیث میں ’’ان عیسٰی قدمات‘‘ دکھاسکتا ہے؟

۶...... ذخیرہ احادیث میں ’’انه (عیسٰی) لا یرجع الیکم‘‘ دکھاسکتا ہے؟

۷...... ذخیرہ احادیث میں ’’لا یهبط عیسٰی‘‘ دکھاسکتا ہے؟

۸...... ذخیرہ احادیث میں ’’لا ینزل عیسٰی الی الارض‘‘ دکھاسکتا ہے؟

۹...... ذخیرہ احادیث میں مسیح علیہ السلام کی قبر درروضہ طیبہ کی نفی دکھاسکتا ہے؟

۱۰...... ذخیرہ احادیث میں مسیح علیہ السلام کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تدفین کی نفی کا صراحۃً ذکر دکھاسکتا ہے؟ ’’وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار‘‘

ایک ضروری تنبیہ

ان تمام احادیث اور روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ احادیث میں جس مسیح کے نزول کی خبر دی گئی اس سے وہی مسیح مراد ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ یعنی وہی مسیح مراد ہیں کہ جو حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے بلا باپ کے نفخۂ جبرائیل سے پیدا ہوئے اور جن پر اللہ نے انجیل اتاری۔ معاذ اللہ! نزول سے امت محمدیہ میں سے کسی دوسرے شخص کا پیدا ہونا مراد نہیں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہو۔ ورنہ اگر احادیث نزول مسیح سے کسی مثیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہوتا تو بیان نزول کے وقت آنحضرت ﷺ اور ابوہریرہؓ کا آیت کو بطور استشہاد تلاوت کرنے کا کیا مطلب ہوگا؟ معاذ اللہ! اگر احادیث نزول میں مثیل مسیح اور مرزا قادیانی کا قادیان میں پیدا ہونا مراد ہے تو لازم آئے گا کہ قران کریم میں جہاں کہیں مسیح کا ذکر آیا ہے سب جگہ مثیل مسیح اور مرزا قادیانی ہی مراد ہوں۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا نزول مسیح کو ذکر فرما کر بطور استشہاد آیت کو تلاوت کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا مقصود انہیں مسیح بن مریم علیہما السلام کے نزول کو بیان کرنا ہے۔ جن کے بارے میں یہ آیت اتری، کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں اور علیٰ ہذا امام بخاریؒ اور دیگر ائمہ احادیث کا احادیث نزول کے ساتھ سورۂ مریم اور آل عمران اور سورۂ نساء کی آیات کو ذکر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ احادیث میں ان ہی مسیح بن مریم کا نزول مراد ہے کہ جن کی توفی (اٹھائے جانے) اور رفع الی السماء کا قرآن میں ذکر ہے۔ حاشا وکلا قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں۔ دونوں جگہ ایک ہی ذات مراد ہے۔

اس حقیقت کے واضح اور آشکارا ہونے کے بعد بھی اگر کوئی بدعقل اور بدنصیب ایسے مکار پر اپنی ایمان کی دولت کو قربان اور نثار کرنا چاہتا ہے تو اس کو اختیار ہے ہمارا کام تو حق اور باطل کے فرق کو واضح کردینا ہے۔ سو الحمد للہ! وہ کر

چکے۔ دوا کر چکے اور دعا بھی کرتے ہیں اور آپ سے یہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے رشد وہدایت کی دعا کریں۔

باب چہارم ...... حیات عیسیٰ علیہ السلام پر اجماع امت

۱...... حافظ عسقلانی ﷫ (تلخیص الحبیر ج۳ ص۴۶۲ مطبوعہ مکہ تحت روایت نمبر ۱۶۰۷) میں فرماتے ہیں: ''اما رفع عیسٰی فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی انه رفعه ببدنه حیا وانما اختلفوا هل مات قبل ان یرفع اونام فرفع انتهی ''یعنی تمام محدثین اور مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے کچھ دیر کے لئے موت طاری ہوئی یا حالت نوم میں اٹھائے گئے۔

۲...... (تفسیر بحر المحیط ج۲ ص۴۷۳) پر ہے: ''قال ابن عطیة واجمعت الامة علی ماتضمنه الحدیث المتواتر من ان عیسٰی فی السماء حی وانه ینزل فی اٰخر الزمان ''یعنی تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اخیر زمانہ میں نازل ہوں گے جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

۳...... (تفسیر النہر الماد ج۲ ص۴۷۳) پر ہے: ''واجتمعت الامة علیٰ ان عیسٰی حی فی السماء وینزل الی الارض ''امت کا اجماع ہے اس پر کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور زمین پر دوبارہ نازل ہوں گے۔

۴...... (تفسیر وجیز بر حاشیہ جامع البیان ص۵۲) میں ہے: ''والاجماع علی انه حی فی السماء وینزل ویقتل الدجال ویؤید الدین ''اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور اسلام کی تائید کریں گے۔

۵...... امام ابو الحسن اشعری قدس اللہ سرہ (کتاب الابانة عن اصول الدیانة ص۴۶) پر فرماتے ہیں: ''قال اللّٰه عزوجل یعیسٰی انی متوفیك ورافعك الی وقال اللّٰه تعالٰی وما قتلوه یقینا بل رفعه اللّٰه الیه واجمعت الامة علی ان اللّٰه عزوجل رفع عیسٰی الی السماء ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے عیسیٰ علیہ السلام میں آپ کو پورا پورا لوں گا اور آپ کو اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا۔

۶...... شیخ اکبر قدس اللہ سرہ (فتوحات مکیہ باب ۷۳ ج۲ ص۳) میں فرماتے ہیں: ''لا خلاف فی انه ینزل فی اخر الزمان ''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔

۷...... (علامہ سفارینی شرح عقیدۂ سفارینیہ ج۲ ص۹۰) پر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء کتاب اور سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اوّل آیت: ''وان من اهل الکتٰب الآیة ''نقل کی اور ابو ہریرہ ﷛ کی حدیث نقل کی اب اس کے بعد فرماتے ہیں: ''واما الاجماع: فقد اجتمعت الامة علٰی نزوله ولم یخالف فیه احد من اهل الشریعة وانما انکر ذلك الفلاسفة والملاحدة ممن لا یعتد بخلافه وقد انعقد

اجماع الامة علی انه ینزل ویحکم بهذه الشریعة المحمدیة ولیس ینزل بشریعة مستقلة عند نزوله من السماء وان کانت النبوة قائمة به وهو متصف بها ”یعنی رہا اجماع سو تمام امت محمدیہ ﷺ کا اجماع ہوگیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے اور اہل اسلام میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں۔ صرف فلاسفہ اور ملحد اور بے دین لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے جن کا اختلاف قابل اعتبار نہیں اور نیز تمام امت کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے موافق حکم کریں گے۔ مستقل شریعت لے کر آسمان سے نازل نہ ہوں گے۔ اگرچہ وصف نبوت ان کے ساتھ قائم ہوگا۔ (شرح عقیدہ سفارینیہ ج۲ ص۹۰)

۸...... علامہ طبری تفسیر (جامع البیان ج۳ ص۲۹۱) پر ہے: ”لتواتر الاخبار عن رسول اللّٰہ ﷺ انه قال ینزل عیسیٰ بن مریم فیقتل الدجال“ آنحضرت ﷺ کی تواتر کے ساتھ احادیث ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوکر دجال کو قتل کریں گے۔

۹...... علامہ محمود آلوسی اپنی تفسیر (روح المعانی پارہ:۲۲، زیر آیت: خاتم النّبیین ص۳۲) پر فرماتے ہیں: ”واجمعت الامة علیه واشتهرت فیه الاخبار ولعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوی ونطق به الکتاب علیٰ قول ووجب البیان به واکفر منکره کالفلاسفة من نزول عیسیٰ علیه السلام“ نزول عیسیٰ علیہ السلام پر امت کا اجماع ہے۔ اس کی احادیث حد شہرت کو پہنچ گئی ہیں شاید تواتر معنوی کا درجہ ان کو حاصل ہے۔ اس قول پر کتاب اللہ گواہ ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ جیسے فلاسفہ (یا آج کل کے قادیانی)

۱۰...... علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر (ابن کثیر زیر آیت: وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به) میں فرماتے ہیں: ”وانه باق حیی وانه سینزل قبل یوم القیامة کما دلّت علیه الاحادیث المتواترة“ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ موجود ہیں۔ وہ قیامت سے قبل نازل ہوں گے۔ اس پر احادیث متواترہ دلالت کرتی ہیں۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر سورۃ زخرف ”وانه لعلم الساعة“ کے تحت لکھتے ہیں کہ: ”وَقَدْ تَوَاتَرَتَ الْحَدِیْثَ عَنْ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیه السلام قبل یوم القیامة اماما عادلاً وحکمًا مقسطًا“ آنحضرت ﷺ سے متواتر احادیث مذکور ہیں۔ آپ ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے قبل نزول کی خبر دی کہ وہ امام عادل اور منصف حکمران بن کر تشریف لائیں گے۔

۱۱...... ”وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسما اوضح ذلك الشوکانی فی مؤلف مستقل یتضمن ذکرا اورد فی المهدی المنتظر والدجال والمسیح وعزه فی غیره وصححه الطبری هذا القول واورد بذلك الاحادیث المتواترة (فتح البیان ج۲ ص۳۴۴)“ عیسیٰ علیہ السلام کے جسماً نازل ہونے میں احادیث متواترہ وارد ہیں۔ علامہ شوکانیؒ نے ایک مستقل رسالہ میں جو مہدی موعود اور دجال و مسیح کے بارے میں ہے واضح کیا ہے اور اس کے غیر میں بھی اس کو بیان کیا ہے اور اس قول کی طبری نے تصحیح کی اور اس کے بارے میں احادیث متواترہ وارد ہیں۔

۱۲...... ”فتفرد ان الاحادیث الواردة فی المهدی المنتظر متواترة والاحادیث الواردة فی نزول عیسیٰ علیه السلام بن مریم متواترة انتهی کلام الشوکانی واما الاجماع فقال السفارینی فی اللوامع قد اجتمعت الامة علی نزوله ولم یخالف فیه احد من اهل الشریعة وانما

انکر ذلك الفلاسفة والملاحدة ممن لا یعتد بخلافه وقد انعقد اجماع الامة علی انه ینزل ویحکم بھذه الشریعة المحمدیة ولیس ینزل بشریعة مستقلة عند نزوله من السمآء وان کانت النبوة قائمة به وھو متصف بھا (کتاب الاذاعه ص۷۷) ''پس ثابت ہو چکا کہ وہ احادیث جو مہدی موعود کے بارے میں وارد ہیں متواتر ہیں اور وہ احادیث جو نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں وارد ہیں انتہی کلام الشوکانی، لیکن اجماع پس سفارینی نے لوامع میں فرمایا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام پر امت کا اجماع ہے کسی نے اہل شریعت میں سے اس میں خلاف نہیں کیا۔ بس صرف فلاسفہ اور ملاحدہ نے انکار کیا ہے۔ جن کے خلاف کا کچھ اعتبار نہیں اور تحقیق امت کا اجماع منعقد ہوا کہ وہ نازل ہوں گے اور شریعت محمدیہ ﷺ پر حکم کریں گے اور آسمان سے نزول کے زمانہ میں شریعت مستقل لے کر نازل نہ ہوں گے۔ اگرچہ نبوۃ ان کے ساتھ قائم ہے اور وہ نبوۃ کے ساتھ متصف ہوں گے۔

۱۳...... علامہ زمخشری امام المعتزلیین (تفسیر کشاف ج۳ص ۵۴۴،۵۴۵) میں لکھتے ہیں: ''فان قلت کیف کان اٰخر الانبیآء وعیسیٰ علیه السلام ینزل فی اٰخرالزمان قلت معنی کونه اٰخر الانبیآء انه لا ینبأ احد بعده وعیسیٰ ممن نبی قبله ''اگر تو کہے کہ حضور علیہ السلام آخر الانبیاء کیسے ہوئے حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہوں گے؟ میں کہوں گا کہ آخر الانبیاء ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا، اور عیسیٰ علیہ السلام ان نبیوں میں سے ہیں جن کو نبوۃ پہلے مل چکی ہے۔ معلوم ہوا کہ معتزلہ بھی اس عقیدہ میں خلاف نہیں ہیں جیسا کہ عقیدہ سفارینی میں مذکور ہے۔ صرف ملاحدہ اور متفلسفہ خلاف ہیں اور بعض علماء نے جو لکھا ہے کہ معتزلہ اس کے خلاف ہیں وہ وہی معتزلہ ہیں جو فلسفی العقیدہ ہو کر ملاحدہ میں جا ملے یہ بالکل لَا یُعْبَأُ بِهٖ ہیں۔ اجماع میں ان کے خلاف سے کچھ خلل لازم نہیں آتا۔

باب پنجم ...... مرزا قادیانی اور عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام

(تین ادوار) تیس قادیانی تحریفات کے جوابات

مرزا غلام احمد قادیانی ملعون نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں تیس آیات قرآنی میں تحریف معنوی کر کے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی سعی نامراد کی ہے۔ ذیل میں ان کے ترتیب وار جوابات عرض کئے جاتے ہیں۔ حضرت مولانا قاضی محمد سلمان منصور پوری ؒ، حضرت مولانا عبداللطیف مسعود ؒ، مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی ؒ اور دیگر حضرات کے رشحات قلم سے اس باب میں استفادہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس باب میں سب سے پہلے مرزا قادیانی کا مؤقف معلوم ہونا چاہئے کہ وہ حیات مسیح علیہ السلام پر کیا مؤقف رکھتے تھے؟ مرزا قادیانی کی کتب گواہ ہیں کہ مرزا قادیانی (۱) حیات مسیح علیہ السلام کا قائل رہا۔ (یہ اس زمانہ کی بات ہے جب وہ خود مدعی مسیحیت نہ تھا) (۲) پھر جب مدعی مسیحیت ہوا تو حیات مسیح علیہ السلام کو اپنے راستہ میں رکاوٹ خیال کر کے دلائل تراشنے لگا۔ اپنی کتاب ''توضیح المرام'' میں لکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تین آیات سے ثابت ہے۔ جب ''ازالہ اوہام'' لکھی تو کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تیس آیات سے ثابت ہے۔ (۳) پھر حیات مسیح کو شرکیہ عقیدہ قرار دے کر پوری امت مسلمہ کو مشرک بنا دیا۔ ذیل میں اس کے تینوں ادوار کے حوالہ جات اور ان کے نتائج پیش خدمت ہیں۔

مرزا قادیانی اور حیات عیسیٰ علیہ السلام (تین ادوار)

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی پہلی الہامی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں لکھتا ہے:

حوالہ:۱ ''هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ '' یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ غلبہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ذریعے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا...... حضرت مسیح علیہ السلام پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸، ۴۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳)

نتائج: اس بیان میں صاف اقرار کرتا ہے:

۱...... حضرت مسیح علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

۲...... ان کی آمد سے دین اسلام تمام عالم میں پھیل جائے گا اور ان کے ذریعہ دین اسلام کو غلبہ کاملہ نصیب ہوگا۔

۳...... یہ بھی صاف صاف اقرار کرتا ہے کہ قرآن کی مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کی پیش گوئی فرمائی ہے اور وہی اس پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی اپنی آخری تصنیف ''چشمہ معرفت'' میں، جو اس کی وفات سے دس دن پہلے شائع ہوئی، لکھتا ہے:

حوالہ:۲ ''هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ '' یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطاء کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔ (چشمہ معرفت ص ۸۳، خزائن ج ۲۳ ص ۹۱)

مرزا قادیانی نے اپنی آخری کتاب میں بھی وہی بات لکھی ہے جو سب سے پہلی کتاب میں لکھی تھی کہ اس آیت شریفہ میں جس عالمگیر غلبۂ اسلام کی پیش گوئی کی گئی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں ہوگا۔ مگر یہاں مرزا قادیانی کی اس تحریر میں دو فرق نظر آتے ہیں۔

اوّل...... یہ کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لکھنے سے شرماتا ہے اور اس کی جگہ ''مسیح موعود'' کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی سے پہلے ''مسیح موعود'' کی اصطلاح کسی نے استعمال نہیں کی۔

دوم...... یہ کہ وہ تیرہ صدیوں کے تمام بزرگان دین اور اکابر امت کا اجماع نقل کرتا ہے کہ اس آیت میں جو پیش گوئی کی گئی ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں پوری ہوگی۔ اس عبارت سے دو باتیں صاف طور پر ثابت ہو جاتی ہیں۔

۴...... تیرہ صدیوں کے سب اکابر اس پر متفق ہیں کہ آخری زمانے میں حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے جن کے ہاتھ سے اسلام تمام آفاق واقطار میں پھیل جائے گا اور اسلام کے سوا تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے اور

یہ کہ اس آیت شریفہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

۵...... مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ سے اسلام کا یہ عالمگیر غلبہ نہیں ہوا، اس کو مرے ہوئے بھی ایک صدی گزر رہی ہے لیکن غلبہ اسلام کے دور ونزدیک کوئی آثار نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ جب سے مرزا قادیانی نے ''مسیح'' ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اسلام کمزور سے کمزور تر ہو رہا ہے اور کفر ترقی پذیر ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کا ''مسیح موعود'' ہونے کا دعویٰ غلط اور جھوٹ ہے اور واقعات کا مشاہدہ گواہی دیتا ہے کہ مرزا ''مسیح موعود'' نہیں، بلکہ ''مسیح کذاب'' ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آثار مرویہ سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ ثابت ہے۔ اس لئے اپنے نبی کے آثار مرویہ کی پیروی کرتے ہوئے وہ بھی ایک زمانے میں یہی عقیدہ رکھتا تھا۔ مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل بیان بغور ملاحظہ فرمائیے:

حوالہ:۳ ''میں نے براہین میں جو کچھ مسیح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں، سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے لکھ دیا تھا کہ میں صرف مثیل موعود ہوں اور میری خلافت صرف روحانی خلافت ہے۔ لیکن جب مسیح آئے گا تو اس کی ظاہری اور جسمانی طور پر خلافت صرف روحانی خلافت ہے۔ لیکن جب مسیح آئے گا تو اس کی ظاہری اور جسمانی طور پر خلافت ہوگی یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے۔ صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے، جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔'' (ازالہ اوہام ص ۱۹۷، خزائن ج ۳ ص ۱۹۶)

مرزا قادیانی کے مندرجہ بالا اقتباس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۶...... مسلمانوں کا مشہور عقیدہ یہی چلا آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔

۷...... مرزا قادیانی اقرار کرتا ہے کہ میں نے براہین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے اور ظاہری وجسمانی خلافت پر فائز ہونے کا عقیدہ درج کیا ہے۔

۸...... جب تک مرزا قادیانی پر بذریعہ الہام براہ راست الہامی انکشاف نہیں ہوا تھا تب تک اس کا عقیدہ بھی اپنے نبی کے آثار مرویہ کی ''سرسری پیروی'' میں یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہی بنفس نفیس تشریف لا کر خلافت پر فائز ہوں گے۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ مرزا قادیانی جس شخصیت کو اس وقت اپنا نبی سمجھتا تھا یعنی آنحضرت ﷺ، ان کے آثار مرویہ اور احادیث طیبہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ونزول کا مسئلہ ذکر فرمایا گیا ہے، جس کی پیروی ہر اس شخص پر لازم ہے جو اپنے کو نبی کا امتی مانتا ہو۔ چنانچہ مرزا قادیانی بھی جب تک آنحضرت ﷺ کو واجب الاتباع سمجھتا رہا۔ آپ ﷺ کے ارشادات کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ونزول کا معتقد رہا۔

مرزا قادیانی یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ تیرہ صدیوں سے نسلاً بعد نسل اور قرناً بعد قرن مسلمانوں کا یہی عقیدہ چلا آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور کسی زمانہ میں وہ خود دوبارہ تشریف لائیں گے۔ گویا مرزا غلام احمد قادیانی کو اقرار ہے کہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا اجماعی اور متواتر عقیدہ یہی رہا ہے جو عقیدہ آج امت اسلامیہ کا ہے۔ حسب ذیل تصریحات بغور ملاحظہ فرمائیے۔

حوالہ:۴ ''ایک دفعہ ہم دہلی میں گئے تھے ہم نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ تم نے تیرہ سو برس سے یہ نسخہ استعمال کیا کہ......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر بٹھایا۔ مگراب دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں وہ استعمال کر کے دیکھواور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو......وفات شدہ مان لو۔'' (ملفوظات ج ۱۰ ص ۳۰۰ مطبوعہ ربوہ)

حوالہ:۵ ''مسیح ابن مریم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے آنے کی پیش گوئی ایک اوّل درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح ستہ میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی، تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے، انجیل بھی اس کی مصدق ہے، اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں، درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا۔'' (ازالہ اوہام ص ۵۵۷، خزائن ج ۳ ص ۴۰۰)

حوالہ:۶ ''مسیح موعود (عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری) کے بارے میں جو احادیث میں پیش گوئی ہے وہ ایسی نہیں کہ جس کو صرف ائمہ حدیث نے چند روایتوں کی بنا پر لکھا ہو بس۔ بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیش گوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلی آتی ہے، گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیش گوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں، کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتداء سے یاد کرتے چلے آتے تھے۔''

(شہادت القرآن ص ۸، خزائن ج ۶ ص ۳۰۴)

حوالہ:۷ ''اس امر سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود (عیسیٰ بن مریم کے دوبارہ آنے) کی کھلی کھلی پیش گوئی موجود ہے بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا۔'' (شہادت القرآن ص ۲، خزائن ج ۶ ص ۲۹۸)

حوالہ:۸ ''یہ خبر مسیح موعود (عیسیٰ علیہ السلام) کے آنے کی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانہ میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی رو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آئی ہے۔ صدی وار مرتب کر کے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزارہا سے کچھ کم نہیں ہوں گے۔'' (شہادت القرآن ص ۲، خزائن ج ۶ ص ۲۹۸)

مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تصریحات سے واضح ہوا کہ:

۹...... تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا یہی عقیدہ چلا آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت تک تیرہ صدیاں ہی گزری تھیں۔

۱۰...... مسلمان ابًا عن جدٍ یہی عقیدہ سکھاتے چلے آئے ہیں اور یہ عقیدہ ہمیشہ سے ان کے رگ و ریشہ میں داخل رہا ہے۔

۱۱...... مسلمانوں کا یہ عقیدہ ان ارشادات نبویہ پر مبنی ہے جن کو تواتر کا اوّل درجہ حاصل ہے۔

۱۲...... تیرہ صدیوں کے کل مسلمان اور ان کا ہر ہر فرد اس عقیدے کی صحت کا گواہ رہا ہے۔

۱۳...... یہ عقیدہ علم عقائد وغیرہ کی ہزارہا اسلامی کتابوں میں صدی وار اشاعت پذیر ہوتا رہا ہے۔

۱۴...... ایسے متواتر عقیدہ سے انکار کر دینا یا اس میں شک و شبہ کا اظہار کرنا سب سے بڑھ کر جہالت اور بصیرت دینی اور حق شناسی سے یکسر محرومی کی علامت ہے۔

حوالہ:۹ یہاں مرزا قادیانی کے الہامی فرزند اور اس کے خلیفہ دوم مرزا محمود کی شہادت بھی پیش کرنا چاہتا ہوں، وہ لکھتے ہیں: ''پچھلی صدیوں میں قریباً سب دنیا کے مسلمانوں میں مسیح کے زندہ ہونے پر ایمان رکھا جاتا ہے اور بڑے بڑے بزرگ اس عقیدہ پر فوت ہوئے...... حضرت مسیح موعود (غلام احمد قادیانی) سے پہلے جس قدر اولیاء صلحاء گزرے ان میں ایک بڑا گروہ عام عقیدہ کے ماتحت حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ خیال کرتا تھا۔''

(صرف بڑا گروہ نہیں بلکہ بلا استثناء امت اسلامیہ کے ہر ایک فرد کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ ناقل)

(حقیقت النبوۃ مصنفہ مرزا محمود ص ۱۴۲)

حوالہ:۱۰ نیز اس ضمن میں لاہوری گروپ کے امیر اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پرجوش مرید مسٹر محمد علی ایم.اے کی شہادت بھی ملاحظہ فرمائی جائے: ''بانی فرقہ احمدیہ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے پچاس یا اس سے بھی زیادہ کتابیں پبلک میں شائع کی ہیں، جن تمام میں یا ان میں سے بہت سی کتابوں میں اس نے جہاد کے قطعاً حرام ہونے اور خونی مہدی کے عقائد کے جھوٹے ہونے پر زور دیا ہے۔ اگر کوئی خاص اصول احمدیہ فرقہ کا سب سے بڑا اقرار دیا جاسکتا ہے تو وہ دو متذکرہ بالا خطرناک اصولوں کی، جو تیرہ صدیوں سے مسلمانوں میں چلے آتے تھے۔ بیخ کنی کرنا ہے۔''

(ریویو آف ریلیجنز ج ۳ ش ۳ ص ۹۰، بابت ماہ مارچ ۱۹۰۴ء)

مندرجہ بالا حوالوں میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہے کہ تیرہ سو سال سے ابا عن جد مسلمانوں کا یہی عقیدہ چلا آتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور آخری زمانے میں وہی دوبارہ تشریف لائیں گے۔ لیکن مرزا قادیانی تیرہ سو سال بعد امت اسلامیہ کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ ایک متواتر اسلامی عقیدہ کو خیر باد کہہ کر ایک نیا نسخہ آزمائے، جو خود مرزا قادیانی نے تجویز کیا ہے، یا بقول اس کے اس پر منکشف ہوا ہے۔

یہاں ہم مسلمانوں کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہیں گے کہ کیا کسی مسلمان کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ کوئی نیا عقیدہ اختیار کرلے؟ مسلمانوں کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پہلی تقریر کا یہ فقرہ یاد ہوگا: ''لوگو! میں تو صرف پیروی کرنے والا ہوں نئی بات ایجاد کرنے والا نہیں ہوں۔''

اس اصول کی روشنی میں ایک مسلمان کو سو بار یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی عقیدے کے بارے میں پوری طرح یہ اطمینان کرلے کہ آیا یہ عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے چلا آتا ہے؟ یا خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہے؟ لیکن جب یہ اطمینان ہو جائے کہ فلاں عقیدہ خیر القرون سے متواتر چلا آتا ہے تو اس کے بعد کسی مسلمان کو اس پر اعتراض کرنے یا اس سے انحراف کرنے کا حق حاصل نہیں، جس شخص کو اسلام کے کسی متواتر عقیدے پر نکتہ چینی کا شوق ہو اس کا فرض ہے کہ مسلمانوں کی صف سے نکل کر غیر مسلموں کی صف میں کھڑا ہو جائے، اس کے بعد بصد شوق اسلام کے متواترات ومسلمات کو ہدف اعتراض بنائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ منطق ناقابل فہم ہے کہ وہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو تیرہ صدیوں سے متواتر بھی تسلیم کرتا ہے اور پھر اسے تبدیل کر کے ایک نیا نسخہ استعمال کرنے کا بھی مشورہ دیتا ہے، حالانکہ وہ یہ اصول تسلیم کرتا ہے کہ:

حوالہ:۱۱ ''حدیثوں کا وہ دوسرا حصہ جو تعامل کے سلسلہ میں آگیا اور کروڑہا مخلوقات ابتداء سے اس پر اپنے عملی طریق سے محافظ اور قائم چلی آئی ہے اس کو ظنی اور شکی کیوں کر کہا جائے؟ ایک دنیا کا مسلسل تعامل جو بیٹوں سے باپوں تک،

اور باپوں سے دادوں تک، اور دادوں سے پڑدادوں تک بدیہی طور پر مشہور ہوگیا اور اپنے اصل مبداء تک اس کے آثار اور انوار نظر آگئے اس میں تو ایک ذرہ گنجائش نہیں رہ سکتی اور بغیر اس کے انسان کو کچھ نہیں بن پڑتا کہ ایسے مسلسل عملدرآمد کو اوّل درجے کے یقینیات میں سے یقین کرے، پھر جب کہ آئمہ حدیث نے اس سلسلہ تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا اور امور تعاملی کا اسناد راست گو اور متدین راویوں کے ذریعہ آنحضرت ﷺ تک پہنچا دیا تو پھر بھی اس پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔"

(شہادت القرآن ص۸، خزائن ج۶ ص۳۰۴)

آپ مرزا قادیانی کی زبان سے سن چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں تشریف لانا امت اسلامیہ کا تیرہ سو سال سے متواتر عقیدہ رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے متواتر ارشادات میں، جن کو تواتر کا اوّل درجہ حاصل ہے، یہی عقیدہ بیان ہوا ہے اور خیر القرون میں یہ عقیدہ وہاں وہاں تک پہنچا ہوا تھا جہاں کہیں ایک مسلمان بھی آباد تھا۔ انصاف فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر اس عقیدہ کی حقانیت کا اور کیا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے؟

اس کے بعد بھی جو شخص اس عقیدے پر زبان طعن دراز کرتا ہے، اسلام کی مسلسل اور متواتر تاریخ کی تکذیب کرتا ہے، اسلام کے متواترات وقطعیات کو، جن کی پشت پر تیرہ سو سالہ امت کا تعامل موجود ہے، جھٹلانے کی جرأت کرتا ہے۔ انصاف کیجئے کہ کیا ایسا شخص مسلمان کہلانے کا مستحق ہے؟ بہرحال مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ مشورہ کہ: "تم نے تیرہ سو برس سے یہ نسخہ استعمال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر بٹھایا مگر اب دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں وہ استعمال کر کے دیکھو اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ مان لو۔" (ملفوظات ج۱۰ ص۳۰۰)

کسی مسلمان کے لئے لائق التفات نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ کسی مسلمان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اسلام کے متواتر و مسلسل عقیدہ کو بدل ڈالنے کی جرأت کرے اور جو شخص ایسی جرأت کرے وہ مسلمان نہیں، بلکہ اسلام کا دشمن ہے۔

اس باب میں ہم نے مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کے گیارہ حوالے پیش کر کے چودہ نتائج اخذ کئے۔ مرزا قادیانی نے حوالہ نمبر۱ اور نمبر۲ میں قرآنی آیات سے استدلال کیا کہ سیدنا مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور ان کے ہاتھ سے غلبہ اسلام ہوگا۔ مرزا قادیانی اقراری ہے کہ قرآن کی رو سے سیدنا مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ اب یہاں ایک اہم حوالہ پیش خدمت ہے۔ مرزا قادیانی کا بڑا بیٹا اور قادیانی جماعت کا دوسرا خلیفہ مرزا محمود لکھتا ہے۔

حوالہ:۱۲ "لیکن ۱۸۹۱ء میں ایک اور تغیر عظیم ہوا یعنی حضرت مرزا قادیانی کو الہام کے ذریعہ بتایا گیا کہ حضرت مسیح ناصری (عیسیٰ علیہ السلام) جن کے دوبارہ آنے کے مسلمان اور مسیحی دونوں قائل ہیں، فوت ہو چکے ہیں اور ایسے فوت ہوئے ہیں کہ پھر واپس نہیں آسکیں گے اور یہ مسیح کی بعثت ثانیہ سے مراد ایک ایسا شخص ہے جو ان کی خو بو پر آوے اور وہ آپ (مرزا قادیانی) ہی ہیں۔ جب اس بات پر آپ کو شرح صدر ہو گیا اور بار بار الہام سے آپ کو مجبور کیا گیا کہ آپ اس بات کا اعلان کریں تو آپ کو مجبوراً اس کام کے لئے اٹھنا پڑا قادیان میں ہی آپ کو یہ الہام ہوا تھا۔ آپ نے گھر میں فرمایا کہ اب ایک ایسی بات میرے سپرد کی گئی ہے کہ اس سے سخت مخالفت ہوگی۔ اس کے بعد آپ لدھیانہ چلے گئے اور مسیح موعود ہونے کا اعلان ۱۸۹۱ء میں بذریعہ ایک اشتہار کے شائع کیا گیا۔ اس اعلان کا شائع ہونا تھا کہ ہندوستان بھر میں ایک شور پڑ گیا۔" (سیرت مسیح موعود ص۳۰ بار سوم مطبوعہ قادیان دسمبر ۱۹۴۶ء)

اس حوالہ نمبر۱۲ سے جو نتائج نکلتے ہیں اس کو ہم علیحدہ نمبر دے کر لکھتے ہیں:

نمبر:۱...... ۱۸۹۱ء تک مرزا قادیانی حیات مسیح علیہ السلام کا قائل تھا۔

نمبر:۲...... الہام کے ذریعہ بتایا گیا کہ مسیح فوت ہوگئے (اب یہاں سوال یہ ہے کہ حوالہ نمبر۱ میں قرآن کی رو سے مرزا اقراری ہے کہ مسیح زندہ ہے۔ حوالہ نمبر۱۲ سے الہام کے ذریعہ معلوم ہوا کہ مسیح فوت ہوگئے کیا مرزا قادیانی کا الہام قرآن کے لئے ناسخ تھا؟ اس شخص سے بڑھ کر کون کافر ہوسکتا ہے جو اپنے الہام سے قرآن کو منسوخ قرار دے)

نمبر:۳...... تمام مسلمان و مسیحی سیدنا مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے قائل تھے۔

نمبر:۴...... مسیح علیہ السلام کی بعثت ثانیہ سے مراد مرزا قادیانی کی آمد ہے۔

نمبر:۵...... بار بار الہام سے آپ کو مجبور کیا گیا تب مرزا قادیانی نے اعلان کیا۔

اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی کو مسیح بننے کا شوق الہام سے ہوا؟ سوال یہ ہے کہ یہ الہام شیطانی تھا یا رحمانی۔ اگر رحمانی ہوتا تو قرآن کے خلاف کیوں کر ہوسکتا تھا؟ پس ثابت ہوا کہ الہام شیطانی تھا۔ اس لئے تو بار بار شیطان نے مرزا قادیانی کو مجبور کیا کہ تم یہ اعلان کرو۔ شیطان کا الہام اور حکیم نورالدین کی انگیخت سے مرزا قادیانی نے مسیح ہونے کا اعلان کیا۔ شیطان، نورالدین اور مرزا قادیانی کی تثلیث نے مل کر امت مسلمہ میں فتنہ کا بیج بویا۔ قارئین حیران ہوں گے کہ ہم نورالدین کو کہاں سے گھسیٹ لائے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

حوالہ:۱۳ مرزا قادیانی حکیم نورالدین کے ایک خط کے جواب میں تحریر کرتا ہے: ''جو کچھ آں مخدوم (نورالدین) نے تحریر کیا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔''

(مکتوبات احمدیہ مکتوب نمبر۶، بنام حکیم نورالدین ج۵ نمبر۲ ص۸۵)

قارئین اس خط پر ۲۴؍جنوری ۱۸۹۱ء کی تاریخ درج ہے۔ مرزا محمود کا حوالہ نمبر۱۲ آپ نے پڑھا کہ ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اب یہ تثلیث مل کر ابلیس کا ناٹک رچانے کے درپے ہے کہ کس طرح مرزا قادیانی کو مسیح بنایا جائے۔ فرمایئے الہام سے ہو رہا ہے یا مشاورت سے؟ اس پر بس نہیں بلکہ نورالدین قادیان آیا اور مرزا قادیانی کو سبق پڑھایا۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

حوالہ:۱۴ ''محبّ واثق مولوی حکیم نورالدین اس جگہ قادیان میں تشریف لائے۔ انہوں نے اس بات کے لئے درخواست کی کہ جو مسلم کی حدیث میں لفظ دمشق ہے...... اس کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی جائے...... پس واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا کہ اس جگہ ایسے قصبہ (قادیان) کا نام دمشق رکھا گیا ہے۔ جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع ہیں اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں...... خدا تعالیٰ نے مسیح کے اترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا ہے تو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصلی مسیح نہیں (بلکہ نقلی مسیح مرزا) ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی بلکہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے...... دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا۔''

(ازالہ اوہام ص۶۵ تا ۶۷، خزائن ج۳ ص۱۳۵، ۱۳۶ حاشیہ)

لیجئے صاحب! دمشق کی حدیث کا مسئلہ حل ہوگیا۔ دمشق سے مراد قادیان اور مسیح سے مراد مرزا قادیان، فرمایئے کہ یہ الہام ربانی ہے یا کھیل شیطانی ہے؟

لیکن بایں ہمہ جھوٹ جھوٹ ہوتا ہے۔’’مرزامحمود ۱۹۲۴ء میں دمشق گیا۔ایک ہوٹل میں نماز پڑھی۔سامنے سفید مینارتھا۔کہنے لگا کہ لوحدیث دمشق پوری ہوگئی۔‘‘ (سوانح فضل عمر ج۳ص ۱۷۱،تاریخ احمدیت ج۵ص ۴۱۳)

گویا مرزا قادیانی کا جھوٹ کہ قادیان دمشق ہے۔ مرزا محمود کو ہضم نہ ہوا۔لیکن کیا کیا جائے اس حماقت کا کہ مرزا قادیانی نے صرف قادیان کو دمشق نہیں بنایا بلکہ مینارہ بھی بنوانا شروع کیا۔لیکن اس دجل کا قدرت نے پردہ یوں چاک کیا کہ مرزا قادیانی (فرضی مسیح) مرگیا مینارہ بعد میں بنا۔سچے مسیح کے لئے مینارہ پہلے مسیح پھر،لیکن یہاں قادیان میں الٹی گنگا کہ مسیح پہلے مینارہ بعد میں۔بہرحال مرزا قادیانی نے جب مسیح بننے کا تانابانا تیار کیا تو ابتداء میں کہا کہ:

حوالہ:۱۵ ’’کہ قرآن میں تین آیات سے وفات مسیح ثابت ہے۔‘‘ (توضیح المرام ص۸،خزائن ج۳ص ۵۴)

حوالہ:۱۶ جب یہ جھوٹ اپنے احمق مریدوں کو منوا چکے تو اگلی کتاب میں کچھ دنوں بعد کہا کہ:’’قرآن مجید کی تیس آیتوں سے وفات مسیح ثابت ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۹۸،خزائن ج۳ص ۴۲۳)

آخر میں تو عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا جو قائل نہ ہو ان کو مشرک تک قرار دے دیا۔

حوالہ:۱۷ ’’فمن سوء الادب ان یقال ان عیسیٰ مامات ان ھو الاشرك عظیم‘‘

(الاستفتاء ص۳۹،خزائن ج۲۲ص ۶۶۰)

علاوہ ازیں اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھا کہ مسئلہ حیات اور نزول مسیح مرزا قادیانی سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھا۔اس کی حقیقت صرف اور صرف مرزا قادیانی پر ہی منکشف ہوئی۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ نے بھی اس کو لوگوں سے پوشیدہ اور مخفی رکھا۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

حوالہ:۱۸ ’’ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو......تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۹۱،خزائن ج۳ص ۴۷۳)

حوالہ:۱۹ مرزا قادیانی کے نزدیک خود سیدنا مسیح علیہ السلام کو بھی اپنے نزول کا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔ چنانچہ لکھا:’’یہ امر بھی ناممکن نہیں کہ مسیح کو اپنی آمد ثانی کے معنی سمجھنے میں غلطی لگی ہو اور بجائے روحانی آمد سمجھنے کے اس نے جسمانی آمد اس سے سمجھ لی ہو۔‘‘ (ریویو آف ریلیجنز ج۳ نمبر۸ بابت ماہ اگست ۱۹۰۴ء ص ۲۸۱)

حوالہ:۲۰ یہ بھی لکھا کہ صحابہ کرامؓ کو بھی اس مسئلہ کی حقیقت معلوم نہ ہوئی:’’یا اخوان! ھذا ھو الامر الذی اخفاہ اللّٰہ عن اعین القرون الاولیٰ ‘‘اے بھائیو!یہ وہ بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلی صدی کے مسلمانوں (یعنی صحابہ کرامؓ) سے چھپا رکھا تھا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۴۲۶،خزائن ج۵ص ایضاً)

حوالہ:۲۱ اس طرح اپنی کتاب’’تحفہ بغداد‘‘میں لکھا:’’وما کان ایمان الاخیار من الصحابة والتابعین بنزول المسیح علیه السلام الا اجمالیا وکانوا یؤمنون بالنزول مجملاً ‘‘مسیح علیہ السلام کے نزول کے بارہ میں اخیار صحابہ اور تابعین کا ایمان اجمالی تھا اور وہ اس عقیدہ نزول مسیح پر مجمل ایمان رکھتے تھے۔(یعنی تفصیل کا انہیں علم نہیں تھا) (تحفہ بغداد ص۷،خزائن ج۷ص ۸)

حوالہ:۲۲ مرزا قادیانی کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ان سے پہلے کسی شخص کو اس مسئلہ کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ:’’علم من لدنه ان النزول فی اصل مفهومه حق ولکن مافهم المسلمون حقیقة لان اللّٰه تعالیٰ اراده اخفاه فغلب قضاء ه ومکره وابتلاء ه علی الافهام، فصرف وجوههم

عن الحقیقة الروحانیة الی الخیالات الجسمانیة، فکانوا بھامن القانعین، وبقی ھذا الخبر مکتومًا مستورًا کالحب فی السنبلة قرنًا بعدقرن حتی زماننا...... فکشف اللّٰہ الحقیقة علینا‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۵۲،خزائن ج۵ص ایضاً)

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ نزول اپنے اصل مفہوم کے لحاظ سے حق ہے لیکن مسلمان اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کو پردہ اخفاء میں رکھنے کا تھا۔ پس اللہ کا فیصلہ غالب آیا اور لوگوں کے ذہنوں کو اس مسئلہ کی حقیقت روحانیہ سے خیالات جسمانیہ کی طرف پھیر دیا گیا اور وہ اسی پر قانع ہوگئے اور یہ مسئلہ پردہ اخفا ہی میں رہا جیسے کہ دانہ خوشے میں چھپا ہوتا ہے کئی صدیوں تک حتیٰ کہ ہمارا زمانہ آ گیا...... پس اللہ تعالیٰ نے اس بات کی حقیقت کو ہم پر منکشف کیا۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت تک نزول مسیح کا مسئلہ کلی طور پر پردہ اخفاء میں رہا اور سوائے مرزا غلام احمد قادیانی کے اس کی حقیقت کا کسی اور پر انکشاف نہ ہوا۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:

حوالہ:۲۳ ’’مگر باوجود اس قدر آشکارا ہونے کے خدا تعالیٰ نے اس کو مخفی کر لیا اور آنے والے موعود کے لئے اس کو مخفی رکھا۔‘‘ (اخبار الحکم قادیان ص۶ ج۱۰ کالم۳، مورخہ ۱۷؍فروری ۱۹۰۶ء)

یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے عقیدہ حیات مسیح میں ۵۲ سال کے بعد جو تبدیلی کی وہ قرآن وحدیث کے دلائل کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اپنی وحی کی وجہ سے کی جو موسلا دھار بارش کی طرح ان پر ہوئی اور بقول ان کے اس نے ان کو مجبور کردیا کہ وہ اپنے باون سالہ عقیدہ میں تبدیلی کریں۔ چنانچہ اس عقیدہ میں تبدیلی انہوں نے اپنی وحی کی وجہ سے کی جس نے اس عقیدہ کے اخفاء کو ان پر منکشف کیا۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا ؎

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

اعتراض: مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننا شرکیہ عقیدہ ہے اور مرزا قادیانی کا عقیدہ حیات مسیح قبل از الہام تھا۔ الہام کے بعد وہ عقیدہ منسوخ ہوگیا۔ جس طرح آنحضرت ﷺ پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن جب وحی آئی بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ نیز آنحضرت ﷺ نے پہلے فرمایا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو بعد میں فرمایا کہ میں تمام نبیوں سے افضل ہوں۔ پس جب آپ کو وحی ہوئی تو آپ نے فضیلت کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح جب مرزا قادیانی کو الہام ہوا کہ (مسیح فوت ہوگئے ہیں اور میں مسیح موعود ہوں) تو انہوں نے بھی دعویٰ کر دیا۔ نیز مرزا قادیانی کا عقیدہ حیات مسیح ایک رسمی عقیدہ تھا۔

الجواب: ۱...... مرزا قادیانی کو بارہ برس تک خدائے تعالیٰ سے الہام ہوتے رہے۔ مگر وہ برابر شرک میں مبتلا رہے۔ ہمیں اس کی نظیر انبیاء میں نہیں ملتی اور بیت المقدس کی مثال بالکل مہمل ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ بیت المقدس کو قبلہ بنانا حسب ہدایت آیت: ’’فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہ (انعام:۹۰)‘‘ انبیائے سابقین کی سنت پر عمل ہے اور شرک نہیں تو وہ اس کی مثال کیسے بن سکتا ہے۔ بلکہ ’’انبیاء جو شرک کو مٹانے آئے ہیں خود شرک میں مبتلا ہیں؟‘‘ دیگر اس وجہ سے بے محل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ عقائد میں سے ہے اور عقائد میں تنسیخ وتبدیلی نہیں ہوسکتی اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا عملیات میں سے ہے جن میں تبدیلی وتنسیخ ہوسکتی ہے پس یہ اس کی نظیر نہیں۔

۲...... مرزائیوں کا یہ کہنا کہ محض رسمی عقیدہ کی بناء پر مرزا قادیانی حیات مسیح کے قائل تھے بالکل لغو ہے۔ کیونکہ براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جو بقول مرزا قادیانی دربار رسالت مآب میں رجسٹرڈ ہوچکی اور آنحضرت ﷺ سے قبولیت حاصل کررہی تھی کیا اس وقت یہ تمام بیانات جن میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور رفع آسمانی اور نزول ثانی مرقوم تھے، براہین سے نکال کر پیش ہوئے تھے یا آنحضرت ﷺ کی نظر میں نہ چڑھے تھے اور آپ نے یونہی بلا تحقیق مطالعہ اس کو شہد کی صورت میں ٹپکا دیا۔

۳...... اور حضرت یونس بن متی والی مثال بھی بے محل ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ ''یا تو یہ حدیث ضعیف ہے یا بطور تواضع وانکساری کے ایسا کہا گیا ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۱۶۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

عذر مرزائیہ

مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ میں محض رسمی طور پر عقیدہ حیات مسیح لکھا تھا۔

الجواب: اوّل تو ہمیں یہ مضر نہیں کیونکہ ہم نے بآیت قرآن وحدیث رسول ﷺ ثابت کردیا ہے کہ یہاں حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی ذکر ہے۔ دوم مرزائیوں کا عذر یوں بھی غلط ومردود ہے کہ مرزا قادیانی بقول خود ''براہین احمدیہ کے وقت رسول اللہ تھے۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۲، خزائن ج۱۸ ص۲۰۶، ایام الصلح اردو ص۷۵، خزائن ج۱۴ ص۳۰۹)

پھر اور سنو! براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جو بقول مرزا قادیانی: ''مولف نے ملہم ہوکر بغرض اصلاح تالیف کی۔'' (اشتہار براہین احمدیہ ملحقہ کتاب آئینہ کمالات وسرمہ چشم آریہ) اور خود آنحضرت ﷺ کے دربار میں رجسٹرڈ ہوچکی ہے آپ نے اس کا نام قطبی رکھا یعنی قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل ومستحکم اور یہ کتاب خدا کے الہام اور امر سے لکھی گئی ہے۔

(براہین احمدیہ ص۲۴۸، ۲۴۹، خزائن ج۱ ص۲۷۵)

تیس آیات کے جوابات

پہلی آیت: ''یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (آل عمران:۵۴)'' اے عیسیٰ علیہ السلام میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں۔ غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک۔

قادیانی استدلال: ''یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کافروں کی تہمتوں سے (تجھے) پاک کرنے والا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔'' (ازالہ اوہام ص۵۹۸، خزائن ج۳ ص۴۲۳)

جواب: ۱...... اس آیت میں ''مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' کی نسبت مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۳۹۴، خزائن ج۳ ص۳۰۳) پر یہ اقرار کرلیا ہے کہ یہ آیت وعدۂ وفات ہے (یعنی دلیل وخبر وفات نہیں) حیرانگی ہے کہ وعدۂ وفات دینے میں کیا مصلحت الٰہی ہوسکتی ہے؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی یہ خیال کر بیٹھے تھے کہ ان پر موت وارد نہ ہوگی؟ حالانکہ ہر شخص خواہ مومن ہو یا کافر ''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ'' کو مانتا ہے۔ مرزا قادیانی کا بیان ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب یہود نے حضرت مسیح کو پکڑ کر صلیب پر کھینچنا چاہا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جو صلیب پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ رب کریم نے

یہود کے اس ارادۂ فاسد کے مقابلہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا اطمینان فرمایا کہ تم صلیب پر نہیں مرو گے بلکہ اپنی موت سے، مرزا قادیانی کی اس وجہ اور سبب وعدۂ وفات کے غلط ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ تو اپنی پیدائش کے دن ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ نہ قتل کئے جائیں گے اور نہ صلیب پر لٹکائے جائیں گے بلکہ سلامتی کی موت کے ساتھ اپنی انفاس حیات پوری کریں گے۔ پڑھو یہ آیت:''وَسَلَامٌ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوْتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (مریم:۲۳)''پس یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ''اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ''کے معنی موت دوں گا ہرگز صحیح نہیں، مرو گے۔ عزت پاؤ گے ان کافروں کے ارادۂ فاسد سے پاک وصاف رہو گے۔ مرزا قادیانی کی یہ خود تراشیدہ وجہ بھی وعدۂ وفات کی مصلحت کو ظاہر کرنے میں بودی اور کمزور ہے۔ مرزا قادیانی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹکائے گئے۔ صلیب کی سختیوں سے ایسے قریب بہ مرگ ہو گئے کہ یہود نے مر جانے کا خیال کر لیا۔ سبت بھی قریب تھا۔ جلدی سے اتار کر دفن کر گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے یار و احباب نے آ کر ان کو نکال لیا۔ پھر وہ خفیہ زندہ رہے اور اپنی موت سے مر گئے۔

اہم استنباط: یہ وجہ اس لئے کمزور اور بودی ہے کہ مرزا قادیانی مانتے ہیں کہ صلیب پر لٹکائے جانے کے بعد پھر زندہ رہے اور مدتوں جئے تو اندریں صورت اقتضائے مقام یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو وعدۂ نجات دیتا کہ یہود تو تجھے صلیب پر لٹکانا چاہتے اور بے عزتی کے ساتھ ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ مگر میں تجھے ان کے ہاتھوں سے نجات دوں گا اور تو اپنی زندگی اور عمر کا بقیہ حصہ خاموشی اور امن کے ساتھ پورا کرے گا نہ کہ برخلاف اس کے کہ ایک شخص جو موت کے سامان اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہے اور اپنے مرنے کا یقین کر رہا ہے اس کی تسلی اور تشفی ان الفاظ میں کی جائے کہ میں تجھے ماروں گا اور وفات دوں گا۔ درآنحالیکہ مارنے اور وفات دینے میں ہنوز عرصۂ دراز باقی ہے۔ ایسے موقعہ دلدہی اور اطمینان پر ایسے الفاظ کا استعمال دنیا کی کسی زبان میں بھی نہ ہوتا ہوگا۔ چہ جائیکہ رب کریم کے کلام میں ہو۔ جس کی بلاغت بدرجہ غایت پہنچی ہوئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے وہی اپنی غلطی اور اندرونی شہادت رکھتا ہے اور بآواز بلند پکار رہا ہے کہ الفاظ ربانی کے ایسے معانی کرنا جس کے ایک پہلو سے اللہ تعالیٰ پر فعل عبث اور کلام بے محل کا الزام آتا ہو اور دوسرے پہلو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر غلط فہمی کا اعتراض قائم ہوتا ہو بالکل بے بصیرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کو اس کے درجہ اعلیٰ سے''متنزل''کر دینا ہے اور''مُتَوَفِّيْكَ''کا ترجمہ تجھے ماروں گا کرنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ترجمہ''وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا''پہلے الفاظ سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ یعنی عدم مطابقت کلام الٰہی ہے اور وہ محال ہے کیونکہ جس عزت کی موت کا وعدہ تھا یا تو وہ عزت جسمانی ہو سکتی ہے۔ جو بقول آپ کے حضرت مسیح علیہ السلام کو نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ تادم زیست یہودیوں کے خوف سے چھپے ہی رہے۔ گمنامی کے ساتھ زندگی بسر کرنا اور معمولی طور پر مر جانا جسمانی لحاظ سے باعزت موت نہیں ہو سکتی۔ جب کہ اس کا وعدہ بھی منجانب اللہ دیا گیا ہو اور یا وہ عزت روحانی ہو سکتی ہے یعنی اعلیٰ علیین میں روح کا جاگزین ہونا وغیرہ وغیرہ تو یہ سب امور تو انبیاء علیہم السلام کو یقیناً حاصل ہوتے ہیں اور کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا۔ جس کو سوء خاتمہ کا خوف ہو۔ یا سلب ایمان کا ڈر۔ پس اس اعتبار سے بھی یہ وعدہ ایک فعل لایعنی ہوا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ یہود کی مخالفت دیکھ کر خود حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی اپنی صداقت اور نبوت میں شک ہو گیا تھا۔ (معاذ اللہ) جس کا دفعیہ خدا تعالیٰ کو کرنا پڑا کہ نہیں تو شک نہ کر۔ تو سچا ہے اور اس لئے تو عزت کے ساتھ ہمارے پاس آئے گا۔''مُتَوَفِّيْكَ''کے ترجمہ ماروں گا کی غلطی تو لفظ''مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ

کَفَرُوْا ‘‘ بھی ظاہر کرتا ہے۔ جب مرزا قادیانی کا اقرار ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہود کے ہاتھوں صلیب پر لٹکائے گئے (گوان کو صلیب پر وفات پانے کا انکار ہے) اور توریت کے خاص الفاظ یہی ہیں کہ جو صلیب پر لٹکایا گیا (دیکھو صلیب پر لٹک کر مر گیا توریت بھی نہیں کہتی) وہ لعنتی ہے، تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہود کی آنکھوں میں تطہیر حاصل نہیں ہوئی۔ حالانکہ وعدہ تطہیر کا تھا۔

اب ناظرین یہ بھی خیال فرمائیں کہ مرزا قادیانی نے ان ہر چہار فعلوں میں ترتیب طبعی کو تسلیم کر لیا ہے۔ حالانکہ ان کی بتلائی ہوئی وجہ سے جس کا ذکر اوپر ہوا ’’مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ‘‘ کو ’’مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ ‘‘ پر تقدم زمانی حاصل ہے۔ کیونکہ تطہیر کے معنی ان کے نزدیک صلیب پر لٹکے ہوئے وفات نہ پانا ہے۔ جو واقعہ تصلیب سے اگلے روز ہی ان کو حاصل ہوگئی تھی اور جب یہ تقدم زمانی ثابت ہوئی تو پھر ان کا یہ مذہب کہ تقدیم وتاخیر الفاظ قرآنی صریح الحاد ہے۔ انہی پر لوٹ چلے گا۔ غرض یہ ترجمہ ہی اپنی بطلان پر خود شاہد ہے۔

اس جگہ تقدیم وتاخیر الفاظ کی نسبت بھی کچھ گزارش کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ: ’’مُتَوَفِّيْكَ ‘‘ کے معنی ’’مُمِيْتُكَ ‘‘ ہیں۔ اس پر وہی اعتراضات وارد ہوتے جو مرزا قادیانی کے ترجمہ پر ہوئے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ان کا یہ مذہب بھی ہے کہ الفاظ ’’مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ‘‘ میں تقدیم وتاخیر ہے۔ مرزا قادیانی اس مقام پر آ کر ایسے غضب میں بھر جاتے ہیں کہ تقدیم وتاخیر الفاظ کا نام الحاد قرار دیتے ہیں اور ان کے خوش فہم مرید بھی بحق صحابی رسول۔ مفسر قرآن فقیہ فی الدین، برادر عم زاد نبی ابن عباس رضی اللہ عنہ اس فتوے الحاد پر بڑے نازاں ہو رہے ہیں۔ اگر ان کو نظم قرآنی پر ذرا غور کا موقع بھی ملا ہوتا تو یہ حرف کبھی زبان پر نہ لاتے۔

نوٹ: آیت: ’’اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ اِلَيَّ ‘‘ کے جو معنی مرزا قادیانی نے کئے ہیں اور اس معنی پر جو اعتراض ہم نے کیا ہے کہ آپ اس آیت کو حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے اطمینان دہ اور تسلی بخش مانتے ہیں۔ مگر آپ کا ترجمہ اس آیت کو ان کے حق میں ایک پر وحشت خبر اور پیام مرگ بتا رہا ہے اور ایک مقید واسیر کو جو اپنی آنکھوں سے صلیب کو اپنے لئے تیار اور قوم کو اپنے قتل پر آمادہ دیکھے۔ موت فوری اور قتل ذلت کا یقین دلا رہا ہے۔ ہمارے اس اعتراض کا صحیح ہونا مرزا قادیانی نے خود تسلیم کر لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ’’واضح ہو کہ مسیح کو بہشت میں داخل ہونے اور خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے جانے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ مگر وہ کسی اور وقت پر موقوف تھا جو مسیح پر ظاہر نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں ’’اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ‘‘ وارد ہے۔ سو اس سخت گھبراہٹ کے وقت میں مسیح نے خیال کیا کہ شاید آج ہی وہ وعدہ پورا ہوگا چونکہ مسیح ایک انسان تھا اور اس نے دیکھا کہ تمام سامان میرے مرنے کے موجود ہوگئے ہیں۔ لہٰذا اس لئے برعایت اسباب گمان کیا کہ شاید آج میں مر جاؤں گا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۹۴، خزائن ج۳ ص۳۰۳)

مرزا قادیانی ’’مسیح ایک انسان تھا‘‘ کہہ کر اپنے معنی کا نقص چھپانا چاہتے ہیں۔ مگر مسیح علیہ السلام ایک رسول تھا جس کے پاس یہود کے ہاتھوں سے نجات پا جانے کا وعدہ حتمی اللہ تعالیٰ کے پاس سے آچکا تھا۔ اس لئے لازمہ نبوت تھا کہ وہ ان کمزور ہیچ کاربندوں کے اسباب کو بیت العنکبوت سے زیادہ کمزور خیال کرتا اور ذرا گھبراہٹ اس کے لاحق حال نہ ہوتی۔ بے شک ہم یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے استقلال واستقامت وصبر میں کبھی لغزش ظاہر نہیں ہوئی۔ یہود اور سلطنت کے مخالفوں کے سامنے ان کا بھروسہ خدائے کریم پر تھا اور اس نے اس کو بچا بھی لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے استقامت احوال پر یہ جو اعتراض ہوتا ہے وہ بھی مرزا قادیانی کے ترجمہ کی خرابی کا موجب ہے

ورنہ نبی کی شان اس سے اعلیٰ و برتر ہے۔

جواب: ۲...... ناظرین! مرزا قادیانی کے الفاظ ترجمہ پر مکرر غور فرمائیں کہ اگر ان کے ترجمہ کے موافق ’’مُتَوَفِّیْكَ‘‘ سے وفات جسمی اور رفع سے عروج روحی مراد لی جائے تولامحالہ عبارت میں یہ تقدیر ماننی پڑے گی۔’’اِنِّیْ مُتَوَفِّیْ جَسَدَكَ رَافِعُ روحك‘‘ حالانکہ معنی بنانے کے لئے قرآن شریف کی عبارت میں الفاظ کی تقدیر مرزا قادیانی کے مذہب میں الحاد اور کفر ہے۔

خیال کرنا چاہئے کہ اس جگہ چار فعل ہیں اور ان چاروں فعلوں کا فاعل باری تعالیٰ ہے اور ان چاروں فعلوں میں مخاطب یا عیسیٰ ہیں۔جن پر ان افعال کا اثر مرتب ہوتا ہے۔اب یہ طے کر لینا چاہئے کہ لفظ عیسیٰ جو اسم ہے۔یہ مسمی کے صرف جسم یا صرف روح پر دلالت کرتا ہے یا جسم وروح دونوں پر۔مرزا قادیانی کا مذہب بہت ہی عجیب ہے۔وہ’’اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ‘‘ میں ک کا مرجع یا عیسیٰ سے صرف جسم مراد لیتے ہیں۔کیونکہ توفی کے معنی وہ روح کو قبض کر کے جسم کو بیکار چھوڑ دینا بتلاتے ہیں اور’’رَافِعُكَ اِلَیَّ‘‘میں’’ك‘‘ کا مرجع یا عیسیٰ سے صرف روح عیسیٰ لیتے ہیں اور’’مُطَهِّرُكَ‘‘ اور ’’اتَّبَعُوْكَ‘‘ میں یا عیسیٰ کا مرجع جسم وروح دونوں کو اور اس طرح پر وہ آیت کا ترجمہ کرسکنے کے قابل ہوتے ہیں جو سراسر نظم قرآنی کے خلاف اور شان کلام ربانی سے بعید ہے۔

جواب: ۳...... ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ’’براہین احمدیہ‘‘ میں جس کو خدا کے حکم والہام سے مرزا قادیانی نے لکھا اور جس کو کشف میں حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ نے مرزا قادیانی کو یہ کہہ کر دیا کہ یہ تفسیر علی مرتضیٰؓ کی ہے۔ مرزا قادیانی نے آیت:’’یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ‘‘ کا اپنے اوپر الہام ہونا لکھا ہے اور پھر اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔’’اے عیسیٰ میں تجھے پوری نعمت دوں گا۔‘‘ حوالہ ظاہر ہے کہ اگر’’مُتَوَفِّیْكَ‘‘ کے معنی حقیقی تجھے ماروں گا ہوتے تو الہامی کتاب اور کشفی تفسیر میں یہ ترجمہ اس کا نہ کیا جاتا۔مرزا قادیانی اس وقت بھی کچھ جاہل نہ تھے۔جو توفی کے معنی نہ جانتے ہوں۔پس اگر یہ ترجمہ ان کے لئے جائز اور صحیح ترجمہ تھا تو حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے کیوں یہ ترجمہ صحیح نہیں؟ اگر مرزا قادیانی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کے الہام میں تو اس وقت بھی’’مُتَوَفِّیْكَ‘‘ کے معنی ماروں گا۔مراد تھی مگر ترجمہ کرنے میں غلطی ہوئی تو خیر یہ بھی سہی مگر ظاہر ہے کہ براہین میں اس الہام کو چھپے ہوئے یعنی مرزا قادیانی کو خبر وفات منجانب باری تعالیٰ ملتے ہی مرزا کو پندرہ سال کا عرصہ ہو چکا اور مرزا قادیانی کو فوری موت نہیں آئی تو اس سے واضح ہوا کہ جس طرح مرزا قادیانی کے لئے بعد از خبر وفات پندرہ سال کا عرصہ اوپر گزر جانا جائز ہے۔اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے صدیوں کا عرصہ گزر جانا بھی جائز ہے اور اس صورت میں حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ماننا پڑے گا۔

جواب: ۴...... ’’اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ‘‘ پر تدبر فرمایئے۔’’تَوَفّی‘‘ کے معنی قبض تام ہیں اور چونکہ یہ قبض تام عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے جس کے مفہوم میں روح اور جسم دونوں شامل تھے۔لہٰذا توفی بجسدہ العنصری ثابت ہوا۔’’رَافِعُكَ اِلَیَّ‘‘ پر تفکر کیجئے۔’’رفع‘‘ کے معنی بلند کرنا ہیں جس کی ضد’’وضع‘‘ ہے جو نیچے رکھ دینے کے معنی میں آتا ہے۔پس قبض تام کے بعد رفع۔رفع جسمی ہی ہے۔

چیلنج: لفظ عیسیٰ کے مفہوم اور توفی کے معنی نے حضرت مسیح علیہ السلام کا بجسدہ العنصری قبض کیا جانا اور لفظ’’رفع‘‘ کے معنی نے اسی جسم کے ساتھ آسمان پر جانا ثابت کر دیا۔وللہ الحمد! یہ وہ معنی ہیں۔جس میں نہ لغت سے عدول ہوا۔نہ عرف سے،نہ کہیں مرادی معنی لئے گئے۔نہ مجازی ڈھکوسلہ لگایا گیا۔مرزا قادیانی جو اس آیت کے معنی کرتے ہیں۔وہ’’یَا

عِیْسٰی ‘‘ کے لفظ پر تو کچھ غور کرنا ہی نہیں چاہتے۔ ’’اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ ‘‘میں توفی کے معنی صرف قبض روح کرتے ہیں۔ مگر ہم حیران ہیں کہ توفی کے معنی صرف قبض روح کس لغت میں ہیں؟ اگر براہ عنایت مرزا قادیانی کسی مستند کتاب لغت میں یہ الفاظ لکھے دکھائیں: ’’کہ توفی کے معنی صرف قبض روح اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۰۰، خزائن ج۳ ص۴۲۴) تو وہ ایک ہزار روپیہ کا انعام پانے کے مستحق ہوں گے۔

’’وَرَافِعُكَ اِلَیَّ ‘‘ کے معنی وہ لغوی نہیں لیتے بلکہ مرادی معنی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ’’رافعك الی ‘‘ سے قرب الٰہی مراد ہے۔ مسلمانوں کا اعتقاد ہے اور لغت ان کا شاہد ہے کہ رفع کسی جسم کے بلند کرنے، نیچے سے اٹھا کر اوپر لے جانے کو کہتے ہیں۔ وہ جسم خواہ محسوس ہو یا غیر محسوس۔ واضح ہو کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے محسوس جسم کے اٹھا لینے پر رب کریم نے اس لفظ کا استعمال فرمایا ہے۔ اسی طرح رسول خدا نے بھی ایک محسوس جسم کے زمین سے اوپر اٹھائے جانے پر اسی لفظ کا استعمال فرمایا ہے۔

’’وقریش تسألنی عن مسرای فَسَاَلتنی عن اشیاءٍ مِنْ بیت المقدس لم اثبتها فَكَرِبْتُ کربةً مَا كُرِبْتَ مِثْله قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لَیَّ انظر الیه مَایَسَألُونی عن اشیاء الا انبأتهم‘‘

(مسلم ج۱ ص۹۶، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ الی السموات عن ابی ہریرہؓ)

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں شب معراج کے بعد (جب آپ ﷺ نے لوگوں سے اپنا بیت المقدس تشریف لے جانا اور وہاں سے افلاک پر جانا بیان فرمایا) قریش میرے اس سفر کے متعلق سوال کرنے لگے۔ انہوں نے بیت المقدس کے متعلق چند ایسی چیزیں دریافت کیں۔ جن کا میں نے دھیان نہ رکھا تھا۔ مجھے اس وقت نہایت ہی شاق گزرا (کیونکہ جواب نہ دینے سے کفار کو احتمال کذب کا یارا تھا) رب کریم نے میرے لئے بیت المقدس کو اٹھا کر بلند کر دیا کہ میں اسے بخوبی دیکھتا تھا۔ پھر قریش نے جو کچھ مجھ سے پوچھا۔ میں نے جواب دے دیا۔

آنحضرت ﷺ کا معراج جسمی

مسرای کا لفظ غور طلب ہے کہ اس سے معراج جسمانی ثابت ہوتا ہے (جو جمہور اہل السنّت والجماعت کا مذہب ہے) یا کشفی ومنامی ہے؟ جو مرزا قادیانی کا مذہب ہے پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر آنحضرت ﷺ نے اپنا خواب یا کشف بیان کیا ہوتا تو کفار کو اس سے سخت انکار کرنے اور امتحان کی غرض سے مختلف سوالات پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ خواب میں کسی دور دراز مکان کا دیکھ لینا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ علیٰ ہذا خواب میں مرئیات کو واقع کے مطابق دیکھنا بھی ضروری نہیں۔ کفار کے سوال اور ان کے اعتراض سے رسول کریم ﷺ کی گھبراہٹ اور اللہ تعالیٰ کا اس گھبراہٹ کو دور فرمانا تو تب ہی ٹھیک ہوتا ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے معراج کو جسمانی بتلایا تھا اور آپ ﷺ کے الفاظ سے صحابہ اور مشرکین نے یہی سمجھا تھا۔

جناب مرزا قادیانی ’’رَفَعَهُ اللّٰهُ لِیَ ‘‘ پر کم سے کم تین بار غور فرمائیں۔

’’رَفَعَ ‘‘ کے جو معنی ’’وَرَافِعُكَ اِلَیَّ ‘‘ میں ہم نے کئے ہیں۔ ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ‘‘ کا منطوق ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے جب ’’مُتَوَفِّیْكَ ‘‘ میں صرف قبض روح کے معنی لئے تو ’’رَافِعُكَ ‘‘ میں معزز موت مراد لی۔ ان دونوں فعلوں کا مرجع بہرحال عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ مگر جب وہ ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ‘‘ کے معنی کرتے ہیں تو ان کے بیان میں

لغزش آجاتی ہے کیونکہ ’’مَاقَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ‘‘ کی ضمیر کا مرجع جسم اور روح دونوں ہیں۔ جس کو مرزا قادیانی بھی مانتے ہیں لیکن ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ‘‘ میں آکر وہ ضمیر کا مرجع صرف روح کو قرار دے بیٹھے ہیں۔ جس کے واسطے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ یہ تو کلام میں نہایت بھونڈی اور بدنما تعقید ہے۔ جس کا وجود کسی فصیح انسان کے کلام میں بھی نہیں ملتا۔ چہ جائیکہ ایسے معجز کلام الٰہی میں ہو۔ اس وقت مرزا قادیانی کو اپنے وہ الفاظ جو توضیح میں لکھے ہیں۔ یاد کرنے چاہئیں۔ ’’خوبصورت اور دلچسپ طریقے تفسیر کے وہ ہوتے ہیں۔ جن میں متکلم کی اعلیٰ شان بلاغت اور اس کے روحانی ارادوں کا خیال بھی رہے۔ نہ یہ کہ غایت درجہ کے سفلی اور بدنما اور بے طرح موٹے معنی جو ہجو ملیح کے حکم میں ہوں۔ اپنی طرف سے گھڑے جائیں اور خداتعالیٰ کی پاک کلام کو جو پاک اور نازک دقائق پر مشتمل ہے۔ صرف دہقانی لفظوں تک محدود خیال کیا جائے۔‘‘ (توضیح مرام ص۱۴،۱۵، خزائن ج۳ ص۵۸)

اب مرزا قادیانی کو دیکھنا چاہئے کہ متکلم کی اعلیٰ شان بلاغت کا خیال نہ کر کے غایت درجہ کے سفلی بدنما اور بے طرح موٹے معنی آپ کرتے ہیں۔ یا ہم؟ ایسے معنی کہ اس میں ضمائر بھی ٹھیک نہیں بیٹھتی ہیں۔

مرزا قادیانی نے ازالہ کے خاتمہ پر پھر آیت: ’’يَا عِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ‘‘ کو لکھا ہے (ازالہ اوہام ص۹۲۲، خزائن ج۳ ص۶۰۶) اور بیان کیا ہے کہ خداتعالیٰ نے ترتیب وار چار فعل بیان کر کے اپنے تئیں ان کا فاعل بیان کیا ہے میں کہتا ہوں کہ ہمارا مذہب بھی یہی ہے اور آیت کے جو معنی ہم نے لکھے ہیں۔ اس میں بھی ترتیب ان فعلوں کی اسی طرح قائم رہتی ہے۔ البتہ ترتیب توڑنے کا جو الزام بڑے زور وشور سے مرزا قادیانی نے قائم کیا ہے اور ترتیب توڑنے والوں کو پیٹ بھر گالیاں دی ہیں۔ وہ حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ہے۔ وہی ابن عباسؓ جن کا مذہب امام بخاری نے ’’مُتَوَفِّيْكَ‘‘ بمعنی ’’مُمِيْتُكَ‘‘ بیان کیا ہے اور وہی ابن عباسؓ جن کا مذہب (ازالہ اوہام ص۸۹۲، خزائن ج۳ ص۵۸۷) پر آپ نے اپنے لئے سند سمجھا ہے۔

بڑی حیف کی بات ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے مقولہ کا آدھا حصہ تو آپ قبول کرتے ہیں اور آدھا قبول نہیں کرتے۔ ایمان بعض اور کفر بعض کی۔ اگر کوئی اور مثال ہے تو فرمائیں؟

دوسری آیت: ’’وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (نساء:۱۵۸،۱۵۹)‘‘ ﴿اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا نہ سولی پر چڑھایا۔ لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا۔ بے شک اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا اور جتنے فرقے ہیں اہل کتاب کے سو عیسیٰ علیہ السلام پر یقین لائیں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان پر گواہ۔﴾

قادیانی استدلال: ’’دوسری آیت جو مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کرتی ہے یہ ہے یعنی مسیح ابن مریم مقتول اور مصلوب ہوکر مردود اور ملعون لوگوں کی موت نہیں مرا۔ جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے بلکہ خداتعالیٰ نے عزت

کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ جاننا چاہئے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا‘ (ازالہ اوہام ص۵۹۹، خزائن ج۳ ص۴۲۳)

جواب: ۱...... یہ دوسری آیت مرزا قادیانی نے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر ’’بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ‘‘ پیش کی ہے۔ انہوں نے اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے۔ ’’بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔‘‘ ترجمہ کے بعد پھر لکھا ہے: ’’اس جگہ رفع سے مراد موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ ’’وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا‘‘ مرزا قادیانی نے مراد کا لفظ لکھ کر ثابت کر دیا کہ وہ اس جگہ مرادی ترجمہ کرتے ہیں اور ترجمہ آیت میں حسب مراد خود جو چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں۔ نیز ثابت کر دیا کہ اس جگہ رفع کے لغوی معنی مرزا قادیانی کے مذہب کو دفع کر رہے ہیں۔ آیت: ’’وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا‘‘ جو حضرت ادریس علیہ السلام کی شان میں ہے۔ وہ نہ ان مرادی معنی پر دلالت کرتی ہے اور نہ ہی مرزا قادیانی کے کچھ مفید ہے۔ کیونکہ یہاں رفع کا لفظ ’’مَكَانًا عَلِيًّا‘‘ سے مضاف ہے اور جس کے یہ معنی ہیں کہ رب کریم نے حضرت ادریس علیہ السلام کو رتبہ علیا پر فائز کیا اور منصب برتر پر ممتاز فرمایا۔ ایسا ہی دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرۃ:۲۵۳)‘‘ یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے اور بعض کے درجے ہم نے بلند کئے ہیں۔ اس میں رفع کو درجات کی طرف مضاف کیا ہے پس واضح ہوا کہ مرزا قادیانی نے یہ مرادی معنی تو اللہ تعالیٰ کے مقصود ومطلوب کلام کے خلاف کئے ہیں۔ لہٰذا روشن ہوا کہ رفع کے معنی یہاں بھی وہی ہیں۔ جو لغت میں ہیں اور جو ہر جگہ لئے اور سمجھے سمجھائے بولے جاتے ہیں یعنی بلند کرنا۔ اب چونکہ یہاں رفع کا لفظ ہے اور وہ ’’اِلَیَّ‘‘ کی طرف مضاف ہے تو صاف اور سیدھے معنی جن کو لغت کی امان حاصل ہے یہ ہیں کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اوپر اٹھالیا۔ ’’اِلَیَّ‘‘ کے معنی میں فوق، جہت، علو کی بحث (جو مسئلۂ صفات کا حصہ ہے) شامل کی جاسکتی ہے مگر میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان صفات الٰہی سے منکر نہ ہوں گے اور مسئلۂ صفات میں اہل سنت والجماعت کا مذہب چھوڑ نہ بیٹھے ہوں گے۔ ناظرین بجائے اس کے کہ مرزا قادیانی اس آیت سے وفات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر سکتے۔ ان کو شروع تقریر میں ہی اپنے ضعف استدلال کا خود اقرار کرنا پڑا اور یہ ماننا لازمی ہوا کہ جو معنی ہم نے کئے ہیں وہ مرادی معنی ہیں۔ مجھے نہایت تعجب آتا ہے کہ توفی کے لفظ پر تو مرزا قادیانی نے اتنا زور دیا ہے کہ گویا تمام بحث کا لب لباب اور کل دلائل کا عطر مجموعہ یہی لفظ ہے اور وہ سارا زور صرف اس بات پر ہے کہ توفی کے لغوی اور اصلی معنی وفات کے ہیں مگر رفع میں آ کر اس تمام جوش وخروش کو سینہ میں دبا کر چاہتے ہیں کہ اس کے لغوی اور اصلی معنی کو چھوڑ کر مرادی معنی لے لئے۔‘‘

جواب: ۲...... مرزا قادیانی کے نزدیک رفع کا اٹھانا اور الیہ کا معنی آسمان کی طرف مسلم ہیں۔ کیونکہ جب وہ ارواح کے اٹھائے جانے کے قائل ہیں تو اس صورت میں رفع کے حقیقی معنی اٹھانا ثابت ہیں اور چونکہ ارواح کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف ہوتا ہے جو قرآنی آیت: ’’فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر‘‘ سے ثابت ہے۔ اس لئے آیت: ’’بل رفعه اللّٰه‘‘ میں آسمان کی طرف حقیقی طور پر اٹھایا جانا مرزا قادیانی کے نزدیک مسلم ٹھہرا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا چیز اٹھائی گئی؟ اس کا جواب خود قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جس کو قتل نہیں کر سکے وہی اٹھایا گیا۔ ظاہر ہے کہ وہ جسم ہی تھا۔

تیسری آیت: ’’فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (مائدہ:۱۱۷)‘‘ ﴿پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی۔﴾

قادیانی استدلال: ’’یعنی جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا...... تمام قرآن شریف میں ’’تَوَفّٰی‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ روح کو قبض کرنا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۰۰، خزائن ج۳ ص۴۲۴)

تیسری آیت وفات عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا قادیانی نے ’’فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘ پیش کی ہے۔ اس آیت کے ضمن میں لفظ توفی پر نہایت پرجوش اور زوردار لفظوں میں بحث کی ہے۔ لکھا ہے۔ ’’توفی کے معنی اماتت اور قبض روح ہیں۔ بعض علماء نے الحاد اور تحریف سے اس جگہ ’’تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘ سے ’’رَفَعْتَنِیْ‘‘ مراد لیا ہے اور اس طرف ذرا خیال نہیں کیا کہ یہ معنی نہ صرف لغت کے مخالف بلکہ سارے قرآن کے مخالف ہیں۔ پس یہی تو الحاد ہے۔ قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہی معنی کا التزام کیا گیا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۰۱، خزائن ج۳ ص۴۲۴)

مرزا قادیانی دیکھیں کہ جب آپ نے محض ایک لفظ ’’تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘ کے معنی ’’رَفَعْتَنِیْ‘‘ لینے سے سینکڑوں سال کے مرے ہوئے ہزاروں علماء پر فتویٰ الحاد جاری کر دیا اور ملحد کہنے میں ان کے ایمان واسلام، اقرار شہادتین وغیرہ کا کچھ خیال نہ کیا۔ کیا آپ کو حال کے علماء سے اپنے فتویٰ تکفیر کے بارہ میں کیا شکایت ہوسکتی ہے۔

الجواب: اب مجھے لازم ہے کہ توفی کے لفظ پر بحث کروں اور لغت نیز قرآن مجید سے اس کے معنی اماتت اور قبض روح کے سوا اور بھی ثابت کر دوں۔

پہلے لغت کی کتابوں کو لیجئے۔

۱...... صحاح میں ہے: ’’اوفاه حقه‘‘ (باب افعال سے) اور ’’وفاه حقه‘‘ (باب تفعیل سے) اور ’’استوفٰی حقه‘‘ (باب استفعال سے) اور ’’توفاه‘‘ (باب تفعل سے جو زیر بحث ہے) سب ایک ہی معنی رکھتے ہیں کہ اس کا حق پورا دے دیا۔ ’’توفاه اللّٰه‘‘ کے معنی قبض روح کے ہیں اور ’’توفی‘‘ کے معنی نیند بھی ہیں۔

۲...... ’’ایفاء‘‘ گزاردن حق کسے بہ تمام۔ ’’ویقال منه واوفاه حقه ووفاه واستیفاه توفی تمام گرفتن حق توفاه اللّٰه ای قبض روحه وفاة مردن موافاة رسیدن وآمدن وتوافی القوم هی تناموا‘‘

۳...... قاموس میں ہے ’’اوفی فلانا حقه‘‘ کے یہ معنی ہیں کہ اس کو پورا حق دے دیا۔ جیسے ’’وفاه‘‘ اور ’’اوفاه، استوفاه‘‘ اور ’’توفاه‘‘ کے یہی معنی ہیں۔ وفات بمعنی موت بھی ہے۔ ’’توفاه اللّٰه‘‘ کے معنی قبض روح ہیں۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ کتب مذکور بالا سے ان کو کوئی ایسی مثال یا محاورہ دکھلا دیا جائے جس میں لفظ توفی بمعنی قبض جسم بولا گیا ہو۔ اب وہ ’’توفاه حقه‘‘ کے محاورہ پر غور کریں۔ جس سے درہم ودینار وغیرہ اجسام کا قبض کرنا ثابت ہے۔

اب تفاسیر کی طرف آیئے۔ ’’تفسیر بیضاوی‘‘ میں ہے۔ توفی کسی چیز کے پورا لینے کو کہتے ہیں۔ بیضاوی جیسے متبحر وماہر نے لکھا ہے: ’’التوفی اخذاً وافیًا‘‘ مارنا اس کی ایک قسم ہے (اور نیند اس کی دوسری قسم) ان دونوں قسموں کا اس قول ربانی میں ذکر ہے۔ خدائے تعالیٰ جانوں کو موت کے وقت پورا لیتا ہے۔ (یعنی مارتا ہے) اور جو نہیں مرتے ان کو نیند میں پورا لیتا ہے۔ (یعنی ان کو سلا دیتا ہے)

’’تفسیر کبیر‘‘ میں ہے توفی کے معنی قبض کرنا ہے۔ اس لفظ سے عرب کے محاورات یہ ہیں: ’’وفانی فلان دراهمی واوفانی وتوفیتها منه‘‘ یعنی فلاں شخص نے میرے درہم میرے قبضہ میں دے دیئے اور میں نے اس سے

پورے کر لئے۔ خیال فرمائیے یہ محاورہ قبض جسم کی مثال ہے۔ (جس کے مرزا قادیانی منکر ہیں) جیسے یہ محاورات ہیں ''سلم فلان درهمی الی وتسلمتها منه ''یعنی فلاں شخص نے میرے درہم مجھے سپرد کر دیئے اور میں نے اس سے لے لئے اور کبھی توفی بمعنی ''استوفی '' آتا ہے جس کے معنی پورا لینے کے ہیں۔ ان دونوں معنی کے اعتبار سے (کہ خود توفی کے معنی بھی قبض کرنا ہے اور ''توفی '' کے معنی ''استوفی '' بھی ہیں) حضرت مسیح علیہ السلام کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر چڑھا لے جانا ان کی توفی ہے۔ اس پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب توفی بعینہ رفع جسم ہوا تو ''متوفيك '' کے بعد ''رافعك الى '' کہنا تکرار بلافائدہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''متوفيك '' فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے اور اس کے تحت میں کئی انواع واقسام پائے جاتے ہیں۔ (۱) موت (جس میں صرف روح کو قبض کرنا ہوتا ہے)، (۲) جسم کو آسمان پر لے جانا (جس میں روح کی شمولیت بھی پائی جاتی ہے)، (۳) نوم جس میں ایک قسم کا قبض روح ہوتا ہے۔ پس جب ''متوفيك '' فرمانے کے بعد ''ورافعك الى '' بھی فرما دیا تو اس سے اس جنس کی ایک نوع کا تقرر ہو گیا اور تکرار لازم نہ آیا۔

اسی تفسیر میں آیات زیر بحث کی تفسیر میں ہے: ''يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ '' کے معنی ہیں۔ خدا تعالیٰ تم کو رات کو سلا دیتا ہے اور تمہاری ان ارواح کو قبض کر لیتا ہے۔ جن سے تم ادراک اور تمیز کر سکتے ہو۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ خدا تعالیٰ ارواح کو نیند کے ساتھ قبض کرتا ہے جیسا کہ موت کے ساتھ قبض کرتا ہے۔

لغات اور تفاسیر کے بعد آپ قرآن مجید کی آیات ذیل پر غور فرمائیے۔ ''وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى (الانعام:٦٠) '' ﴿خدا وہ ہے جو تم کو رات کے وقت پورا قبض کر لیتا ہے اور جو تم دن کو کیا کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو دن میں اٹھاتا ہے تا کہ تمہاری میعاد حیات پوری کرے۔﴾

مرزا قادیانی جو (ازالہ اوہام ص۶۰۰، خزائن ج۳ ص۴۲۴) پر توفی کے معنی صرف اماتت یعنی مار دینا اور روح کو قبض کر کے جسم کو بیکار چھوڑ دینا بتاتے تھے۔ اپنے ان معنی کو ملحوظ رکھ کر ذرا اس آیت کا ترجمہ تو کر دیں! مگر یاد رکھیں کہ اگر اس شبانہ روزی موت کا آپ نے اقرار کر لیا تو آپ کے بیسیوں دلائل پر پانی پھر جائے گا۔ ''اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (الزمر:٤٢) '' ﴿خدا تعالیٰ موت کے وقت جانوں کو پورا قبض کر لیتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی توفی نیند میں ہوتی ہے یعنی نیند میں ان کو پورا قبض کر لیا جاتا ہے پھر ان میں جس پر موت کا حکم لگا چکتا ہے اس کو روک لیتا ہے اور دوسری کو (جس کی موت کا حکم نہیں دیا...... نیند میں توفی کے بعد) ایک وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔﴾

مرزا قادیانی کو لازم بلکہ واجب ہے کہ اس آیت میں توفی کے معنی ضرور ہی اماتت کے لیں۔ کیونکہ یہاں نفس انسانی مفعول اور خدا فاعل بھی ہے۔ لیکن اگر ان کو اس جگہ توفی کے معنی اماتت لینے میں کچھ پس و پیش ہو (جیسا کہ (ازالہ اوہام ص۳۳۲، خزائن ج۳ ص۲۶۹) پر اس تذبذب اور اندرونی بے چینی کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ: ''یہ دو موخر الذکر آیتیں اگرچہ بظاہر نیند سے متعلق ہیں۔ مگر درحقیقت ان دونوں آیتوں میں نیند نہیں مراد لی گئی'') تو ان کو (ازالہ اوہام ص۶۰۱، خزائن ج۳ ص۴۲۴) پر لکھے ہوئے الفاظ سے ذرا شرم فرمانی چاہئے کہ: ''قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک توفی کے معنی اماتت

کا ہی التزام کیا گیا ہے۔‘‘ حوالہ کتب لغت اور نقل محاورات اور ثبوت آیات قرآنیہ کے بعد میں بہتر سمجھتا ہوں کہ (ازالہ اوہام ص۶۰۱) کے جواب میں اسی کا (ص۳۳۲، خزائن ج۳ص۲۶۹) پیش کردوں۔ جس میں آپ نے توفی کے معنی اس جگہ بظاہر نیند ہونا قبول کر لئے ہیں، اور پھر لکھا ہے کہ اس جگہ توفی سے حقیقی موت نہیں بلکہ مجازی موت مراد ہے جو نیند ہے۔ ہم کو آپ کا اس قدر اقرار بس ہے کیونکہ خواہ آپ نے لفظ بظاہر کی قید لگائی یا مجاز کی۔ بہرحال آپ کا وہ دعویٰ (ازالہ اوہام ص۹۱۸، خزائن ج۳ص۶۰۳) قرآن مجید میں لفظ توفی بجز معنی اماتت کے دوسرے معنی میں مستعمل ہی نہیں ہوا۔ غلط ثابت ہوگیا۔

لفظ توفی پر اس قدر بحث وتحقیق کے بعد اب میں مرزا قادیانی کی وجہ استدلال کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جس سے آپ نے اس آیت کو تیسری دلیل وفات مسیح علیہ السلام پر قرار دیا ہے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘ سے پہلے یہ آیت ہے: ’’اِذْ قَالَ اللّٰہُ یَا عِیْسٰی. الخ‘‘ ’’قَالَ‘‘ ماضی کا صیغہ ہے اور ’’اِذْ‘‘ جو خاص ماضی کے واسطے آتا ہے اس سے پہلے موجود ثابت ہوا۔ یہ قصہ نزول آیت کے وقت ایک ماضی کا قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا۔ پھر جو جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہے۔ یعنی ’’فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘ وہ بھی صیغہ ماضی ہے۔ غرض اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے اور اس مرنے کا اقرار خود ان کی زبان کا موجود ہے۔ (ازالہ اوہام ص۶۰۲، خزائن ج۳ص۴۲۵)

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رب العالمین کے اس سوال وجواب کو زمانہ مستقبل کا سوال وجواب ثابت کردیں اور پھر ’’تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘ کے جو معنی ’’رَفَعْتَنِیْ اِلَی السَّمَاء‘‘ عام مفسرین نے لئے ہیں۔ اس کا قرینہ اسی آیت میں سے نکال دیں تو کچھ شک نہیں کہ مرزا قادیانی کی یہ دلیل بھی ان کے حق میں بالکل بودی اور ضعیف ثابت ہو جائے گی۔ واضح ہو کہ ’’قَالَ‘‘ کے ماضی ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ مگر یہ غلط ہے کہ ’’اِذْ‘‘ صرف ماضی کے واسطے آتا ہے یا جب ماضی پر آتا ہے تو اس جگہ زمان مستقبل مراد ہونا ممتنع ہوتا ہے۔ دیکھو ’’وَلَوْ تَرَا اِذْ فَزِعُوْا‘‘ اور ’’اِذْ تَبَرَّ اَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا‘‘ میں ماضی پر ’’اِذْ‘‘ آیا ہے۔ مگر وہی حال قیامت کے لئے۔ علیٰ ہذا مضارع پر بھی ’’اِذْ‘‘ آیا ہے۔ پڑھو یہ آیت: ’’وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ‘‘ اور ’’وَاِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ‘‘ مگر ہاں سنت اللہ یہ ہے کہ زمان مستقبل کے جن امور کا ہونا یقینی اور ضروری ہے۔ ان کو بصیغۂ ماضی بیان کیا جایا کرتا ہے۔ جس شخص کو نظم قرآنی کے سمجھنے میں ذرا بھی مناسبت ہوگی۔ جس نے معمولی توجہ سے بھی قرآن مجید کے ایک پارہ کی تلاوت کی ہوگی۔ وہ ہمارے بیان کی صداقت سے بخوبی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ قیامت کا ذکر خصوصیت سے ایسا ذکر ہے جس کو جابجا بصیغۂ ماضی سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح واقعات گزشتہ کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح احوال قیامت میں کسی کو مجال انکار ومقام شبہ باقی نہ رہ جائے۔ مثلاً حدیث صحیح میں آیا ہے: ’’جَاءَ تُ الراجفة تَتْبَعُھَا الرادفه‘‘ پہلا نفخ صور آ گیا۔ اس کے ساتھ دوسرا بھی ہے۔ قرآن میں ہے: ’’اتی امر اللّٰه‘‘ قیامت آ گئی۔ گو ’’جاء ت‘‘ اور ’’اتی‘‘ صیغہ ماضی ہیں۔ مگر زبان مستقبل کی خبر دیتے ہیں۔ اس طرز کلام میں یہ سمجھانا مقصود ہوتا ہے کہ ان امور کا واقع ہونا ذرا بھی غیر یقینی نہیں۔

اب یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ پرسش وگزارش یہ سوال اور جواب زمانہ ماضی کا ایک قصہ نہیں بلکہ ’’یَوْمِ الدِّیْن‘‘ کے وقوعی امر کا اخبار ہے۔ آپ قرآن مجید کی طرف توجہ فرمائیے کہ شروع قصہ مسیح ابن مریم علیہما السلام سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَاعِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ

اَلْغُیُوْبَ (المائدہ:۱۰۹)'' ﴿جس دن خدا تعالیٰ رسولوں کو اکٹھا کر کے فرمائے گا تم کو تمہاری امتوں نے کیا جواب دیا۔ عرض کریں گے ہم کو اس کی خبر نہیں تو علام الغیوب ہے۔﴾ الرسل لانے کے بعد ایک اولوالعزم رسول کے ساتھ جو سوال وجواب ہوں گے، ان کی خصوصیت سے تصریح بھی فرمادی اور اس سوال وجواب کے لکھنے سے پہلے مسئول عنہ کی قدرومنزلت دکھلانے کے واسطے ان نعمتوں وعزتوں کا شمار بھی فرمایا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطاء کی گئی تھیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس ہولناک دن میں کیسے کیسے ممتاز رسولوں کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور مشرکین کو ان کے معبود ذرا بھی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔

پھر دیکھو کہ اس جواب وسوال کے ختم ہونے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے گناہی کو تسلیم کر لینے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ''اِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (مائدہ:۱۱۸)'' کا اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا ہے:''قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ (مائدہ:۱۱۹)'' ﴿آج تو وہ دن ہے کہ صادقین کو ان کا صدق نفع پہنچائے گا۔﴾ اب اس میں تو شک نہیں کہ''هٰذَا یَوْمُ''اس سوال وجواب کے دن ہی کو کہا گیا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ''یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ'' کا ظہور قیامت کے روز ہی ہونا ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کو چاہئے کہ اب''اذ قال'' کی کوئی اور توجیہ پیش کریں۔

اب ناظرین آیت ومعنی آیت ملاحظہ فرمائیں:''وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ (مائدہ:۱۱۷)'' میں ان کی نگہبانی کرتا رہا۔ جب تک ان کے درمیان موجود رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ان کا نگہبان اور رکھوالا تھا۔'' واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دینے کے وقت''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ'' فرمایا تھا۔ توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ یہ ایک جنس ہے جس کے تحت میں بہت انواع ہیں۔ رفع بھی اس کی ایک نوع ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ'' کے لفظ سے خبر دی ہے تاکہ تعین ہو جائے، اور اسی لئے جب مفسرین نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ خود اس جنس سے تعین ایک نوع کی فرما چکا ہے تو انہوں نے''فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ'' کے معین بھی مراد سبحانی وتعین ربانی کے موافق کئے۔ جس کو مرزا قادیانی نے خود نہیں سمجھا اور اس غلط فہمی کی وجہ سے سب مفسرین پر الحاد اور تحریف کرنے کا فتویٰ جاری کر دیا۔ حضرت! اس میں مفسرین کا کچھ قصور نہیں۔ اگر تحریف اسی کا نام ہے تو وہ خود اس کلام پاک اور قدیم کے متکلم کی طرف سے وقوع میں آئی ہے جو فتوے لگانا ہو اس پر لگائے۔

جواب: ۲...... خارجی دلائل کو تائید میں لانے سے پہلے خود اس آیت کے اندر دلائل کے تلاش کرنے سے بہت کچھ ملتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یوں عرض کیا ہے:''كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَا دُمْتُ فِیْهِمْ'' یعنی جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا تب تک ان کا نگہبان تھا۔ یہ الفاظ بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رہنے یعنی زندگی بسر کرنے کا کوئی ایسا زمانہ بھی ہے جب کہ وہ اپنی امت میں موجود نہیں رہے اور ان کو منصب رسالت وتبلیغ ووعظ وانداز سے کوئی علاقہ بھی نہیں رہا اور کچھ شک نہیں کہ وہی زمانہ صعود بر سماء کا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول''مَادُمْتُ فِیْهِمْ'' کے معنی سمجھنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوسرے قول''مَادُمْتُ حَیًّا'' پر بھی نظر ڈالنی چاہئے کہ پہلے قول میں آپ نے فرمایا ہے:''جب تک میں ان کے درمیان رہا۔'' اور دوسرے قول میں ہے:''جب تک میں زندہ رہوں۔'' پہلے میں ان کے درمیان رہنے کی قید اور دوسرے قول میں''نماز

وزکوٰۃ کے لئے حیات کی قید۔'' کیا معنی رکھتی ہے۔اگر ''فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ '' میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی موت کا بیان کرنا تھا تو اس کے لئے نہایت واضح لفظ یہ تھے کہ یوں فرماتے:''کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَا دُمْتُ حَیًّا فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ '' جب کہ ایسا نہیں فرمایا تو ثابت ہوا کہ آپ کی یہ تیسری مستدلہ آیت بھی آپ کے دعویٰ کا کچھ ثبوت نہیں۔ بلکہ روشن ہو گیا کہ حیات مسیح علیہ السلام کے لئے ہماری دلیل ہے۔ناظرین کو یہ بھی واضح ہو کہ مرزا قادیانی نے اپنی دیگر مستدلہ آیات کی نسبت تو دلالت کا لفظ استعمال کیا ہے۔یعنی یہ آیت دلالت کرتی ہے اور وہ آیت دلالت کرتی ہے۔مگر اس تیسرے نمبر کی آیت کی نسبت یہ الفاظ لکھے تھے کہ یہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کے مرنے پر کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے،اور جو آیت ان کے زعم میں کھلی کھلی گواہی دیتی تھی اسی میں ان کا ضعف استدلال اس قدر ہے۔

اعتراض: امت کے بگڑنے کا علم مسیح علیہ السلام کو قیامت کے دن دیا جائے گا۔

جواب: یہ کسی آیت سے بھی ثابت نہیں۔قطعاً بے بنیاد ہے خود مرزا قادیانی مانتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو قیامت سے پیشتر امت بگڑنے کی اطلاع ہے۔

''میرے پر یہ کشفاً ظاہر کیا گیا کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم میں پھیل گئی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی خبر دی گئی۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۵۴،خزائن ج ۵ ص ایضاً)

''خدائے تعالیٰ نے اس عیسائی فتنہ کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دکھایا گیا یعنی اس کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دی گئی۔'' (آئینہ کمالات ص ۲۶۸،خزائن ج ۵ ص ایضاً)

حضرات!ہمارے پاس قرآن پاک کی نص صریحہ اور احادیث نبویہ صحیحہ ہیں جو اس بات پر شاہد ہیں کہ مسیح دنیا میں آئیں گے اور آ کر اپنی امت کا حال زبوں ملاحظہ کر کے قیامت کو ان پر گواہ ہوں گے۔بخلاف اس کے مرزا قادیانی اپنا کشف بتاتے ہیں۔اوّل تو خلاف قرآن وحدیث کسی کا کشف خود عندالمرزا قابل حجت نہیں۔

(ازالہ اوہام ص ۵۶۷،خزائن ج ۳ ص ۴۰۵)

دوم: یہ کہ کشف ہمارے مخالف نہیں بلکہ ہمارے بیان کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔یعنی مسیح علیہ السلام کو قبل از نزول آسمان پر اس کی خبر دی گئی اور بعد از نزول بموجب آیت قرآن واحادیث نبی علیہ السلام بچشم خود ملاحظہ فرمالیں گے۔

بہر حال یہ متعین ہو گیا کہ مسیح کو قیامت سے پیشتر امت بگڑنے کا پتہ ہے۔ **فھو المطلوب!**

ہماری اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مرزائی جو کہا کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام قیامت کے دن اپنی لاعلمی کا اظہار کریں گے۔یہ از سرتاپا جھوٹ فریب اور بہتان وافتراء ہے۔

ایک اور طرز سے

مرزائیوں کو مسلّم ہے کہ عیسائی بعد توفی مسیح کے بگڑے ہیں اور یہ بھی ان کا مذہب ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ کشمیر چلے آئے۔ایک سو بیس برس زندہ رہے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۲۷،خزائن ج ۲۰ ص ۲۹)

''حالانکہ انجیل پر ابھی پورے تیس برس نہیں گزرے تھے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی۔'' (چشمہ معرفت ص ۲۵۴،خزائن ج ۲۳ ص ۲۶۶)

مذکورہ بالا بیان سے بلاتاویل ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام کی ہجرت کشمیر کے بعد فوراً تثلیث پھیل گئی تھی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ توفی کے معنی موت نہیں ہیں۔

اعتراض: بخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ قیامت کے دن کہیں گے کہ میری توفی کے بعد میری امت بگڑی ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی مثال دیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ توفی کے معنی موت ہیں۔

الجواب: ایک ہی لفظ جب دو مختلف اشخاص پر بولا جائے تو حسب حیثیت وشخصیت اس کے جدا جدا معنی ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے حضرت مسیح علیہ السلام اپنے حق میں نفس کا لفظ بولتے ہیں اور خدائے پاک کے لئے بھی ’’تَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِیۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِكَ (مائدہ:۱۱۶)‘‘ اب کیا خدا کا نفس اور مسیح علیہ السلام کا نفس ایک جیسا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ٹھیک اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی توفی بمعنی ’’اخذ الشئ وافیا‘‘ پورا لینے کے ہے۔ کیونکہ اگر موت مراد لی جائے تو علاوہ نصوص صریحہ جن میں حیات مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے کے خلاف ہونے کے یہود پلید کی تائید وتصدیق ہوتی ہے کیونکہ وعدہ توفی کا رفع کا۔ بلاتوقف وبجلد ’’پورا ہوا ہے جو سوائے رفع جسمانی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔‘‘

چوتھی آیت: جس کا موت مسیح علیہ السلام پر دلالت کرنا مرزا قادیانی نے تحریر کیا ہے۔ وہ یہ ہے: ’’وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ‘‘ اس کی وجہ استدلال مرزا قادیانی نے اس جگہ کچھ نہیں لکھی۔ صرف یہ تحریر کیا ہے کہ اس کی تفسیر اسی رسالہ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

ناظرین واضح ہو کہ اس آیت میں غور طلب تین الفاظ ہیں۔ اوّل: ’’لَيُؤۡمِنَنَّ‘‘ دوم: ’’بِهٖ‘‘ سوم: ’’قَبۡلَ مَوۡتِهٖ‘‘ مرزا قادیانی نے ’’لَيُؤۡمِنَنَّ‘‘ کو صیغہ ماضی بنا کر ترجمہ کیا ہے اور یہ الفاظ لکھے ہیں کہ ’’کوئی اہل کتاب نہیں جو اس بیان پر ایمان نہ رکھتا ہو۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۷۲، خزائن ج۳ ص۲۹۱)

حالانکہ تمام روئے زمین کے علماء علم نحو کا اس قاعدے پر اتفاق ہے کہ جب مضارع پر لام تاکید اور نون ثقیلہ واقع ہوتے ہیں تو فعل مضارع اس جگہ خالص مستقبل کے لئے ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا قاعدہ ہے جس کو مرزا قادیانی آج تک غلط ثابت نہیں کر سکے اور نہ کر سکیں گے۔ بلکہ جب یہاں آ کر نہایت بے دست وپا ہو گئے تو یہ جواب بنایا۔ ’’ہمارے پر اللہ اور رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خود تراشیدہ قواعد صرف ونحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دے دیں کہ باوجودیکہ ہم پر کافی اور کامل طور پر کئی معنی آیت کھل جائیں اور اس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت بھی مل جائے۔ تو پھر بھی ہم اسی قاعدہ یا نحو کو ترک نہ کریں۔ اس بدعت کے التزام کی ہمیں حاجت ہی کیا ہے۔‘‘

(مباحثہ دہلی ص۵۳، خزائن ج۴ ص۱۸۳)

(صرف ونحو کو بدعت کہنا یہی مرزا قادیانی کی بدعت ہے۔ شاہ اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ’’ایضاح الحق الصریح‘‘ میں فرماتے ہیں ’’جمع قرآن وترتیب سور، نماز تراویح، اذان اوّل برائے نماز جمعہ واعراب قرآن مجید، ومناظرہ اہل بدعت بدلائل نقلیہ، وتصنیف کتب حدیث۔ تبیین قواعد نحو، وتنقید رواۃ حدیث، واشتغال با استنباط احکام فقہ بقدر حاجت، ہمہ از قبیل ملحق بالسنۃ ست کہ در قرون مشہود لہا بالخیر مروج گردیدہ، وبآں تعامل بلانکیر درآں قرون جاری شدہ، چنانچہ بر ماہر فن مخفی نیست۔‘‘ مرزا قادیانی دیکھیں کہ قواعد نحو کو کن علوم ہمایوں کے پہلو میں جگہ دی گئی ہے۔ پھر اس کا ملحق بالسنۃ ہونا، قرون مشہود لہا بالخیر میں بلاانکار احد سے مروج ہونا اور تعامل کے زبردست سلسلہ میں (جس کی اوٹ آپ اکثر لیا کرتے ہیں) آجانا یہ سب امور کس وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں اور آخر فقرہ میں یہ بھی ظاہر فرمادیا ہے کہ

ان سے انکار کرنے والا تاریخ اسلامی سے ناواقف محض ہے)

اس جواب سے جو علمیت وقابلیت اور پھر اس پر زبان دانی اور الہام یابی کا افتخار ظاہر ہورہا ہے۔ وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیسری آیت کی وجہ استدلال میں جب مرزاقادیانی نے حرف ''اِذْ'' اور ''قَالَ'' پر نحوی بحث کی تھی۔ اس وقت تو اس بدعت کے التزام کی ان کو حاجت تھی۔ اب کہ اس التزام سے دعویٰ ٹوٹتا ہے اور بے شمار وساوس ودورازکار خیالات (جن کو بڑی آب وتاب کے ساتھ مجموعہ اوہام میں جلوہ دیا گیا ہے) ''هَبَآءً مَنْثُوْرًا'' کی طرح اڑے جاتے ہیں تو اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ کو اس التزام بدعت کی کچھ حاجت نہیں رہی۔ مگر اس لئے کہ آپ کو اس کی حاجت نہیں رہی۔ لازم نہیں آتا کہ قاعدہ نحوی کی صحت بھی باقی نہیں رہی۔ ناظرین یاد رکھیں کہ ''لَيُؤْمِنَنَّ'' خالص مستقبل کے لئے ہے۔

(ایک دوسری آیت میں ہے: ''ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرَنَّه (آل عمران:۸۱)'' صرف حاضر وغائب کا فرق ہے۔ مرزاقادیانی اس کو بھی ماضی بنا کر ترجمہ کر دکھلائیں)

دوسری بحث ''بہ'' کی ضمیر پر ہے کہ اس کا مرجع کون ہے۔ مرزاقادیانی ''بہ'' کا مرجع بیان مذکورہ بالا کو بتاتے ہیں۔ دیکھو (ازالہ اوہام ص۳۷۲، خزائن ج۳ ص۲۹۱) اور ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ لیکن بیان مذکورہ کو مرجع قرار دینے سے ہمارا کچھ حرج نہیں۔ یعنی محض ''بہ'' کا مرجع بیان مذکورہ قرار دینے سے مرزاقادیانی کا مذہب ثابت ہونا ممکن نہیں۔

تیسری بحث ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کی ضمیر پر ہے اور یہ بھی ''لَيُؤْمِنَنَّ'' کی طرح ضروری بحث ہے کیونکہ جو کوئی ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کی ضمیر کا مرجع قرار دیا جائے گا۔ اسی کی حیات بالفعل ثابت ہو جائے گی۔ بعض مفسرین نے ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کے مرجع قرار دینے میں مختلف اقوال لکھے ہیں۔ مگر اہل سنت والجماعت کے جمہور کا مختار مذہب یہ ہے کہ ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ مرزاقادیانی نے بھی مسلمانوں کے حال پر رحم فرما کر (ازالہ اوہام ص۳۷۲، خزائن ج۳ ص۲۹۱) پر ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا ہے اور گو آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے بڑے بڑے لمبے لمبے جملہ ہائے معترضہ بیچ میں ڈال کر معنی کچھ کے کچھ کر گئے ہیں مگر ہم اس کو لاکھ غنیمت سمجھتے ہیں کہ ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کے مرجع میں وہ ہم سے خلاف نہیں۔ (ازالہ اوہام ص۳۸۵، خزائن ج۳ ص۲۹۸)

(مرزاقادیانی نے ''بِهٖ'' کی ضمیر کا مرجع بیان مذکورہ اور ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کا مرجع کتابی ہی کو بتایا ہے مگر معلوم نہیں کہ: ''يوم القيامة يكون عليهم شهيدا'' میں ''یکون'' کا فاعل کس کو قرار دیں گے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی قرار دیں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ضمائر میں اس قدر بعد وانفصال اور تعقید کلام میں داخل ہے جو فصاحت وبلاغت سے سخت مخالف ہے۔ پھر ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کی ضمیر کا مرجع کتابی کو کہنا اس لئے غلط ہے کہ اس صورت میں ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کا جملہ کلام میں ذرا بھی فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ ''لَيُؤْمِنَنَّ'' میں جو ایمان لانے کی خبر ہے۔ وہ خود حیات کتابی کی متقاضی ہے۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ بعد از موت یقین کرنے کا نام بھی شرع میں ایمان رکھا گیا ہے اور یہ بالبداہت باطل ہے۔ واضح رہے کہ شرع میں حالت نزع بھی بعد از موت میں داخل اور زمانۂ حیات سے خارج ہے۔ دیکھو جب فرعون نے اپنے غرق ہونے کو یقینی معلوم کر کے ''اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَاءِيْلَ'' کہا تو اس کے جواب میں اس کو یہی کہا گیا: ''آلْاٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ'' غرض مرزاقادیانی کے معنی ہر طرح سے نظم قرآنی کے خلاف ہیں۔ اگرچہ ان کے وہ معنی بھی کسی طرح سے مفید مطلب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ''لَيُؤْمِنَنَّ'' صیغہ ماضی نہیں بن سکتا)

پھر قند مکرر کے طور پر اس شہادت کو ادا کیا ہے اور تسلیم کر لیا کہ: ’’قَبْلَ مَوْتِہٖ‘‘ کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ: ’’قَبْلَ مَوْتِہٖ‘‘ کی تفسیر یہ ہے کہ ’’قَبْلَ ایمانه بموته‘‘ ہم کو ان معنی سے کچھ سروکار نہیں۔ ضمیر کا مرجع جس کو ہم نے قرار دیا تھا اسی کو مرزا قادیانی نے تسلیم بھی کر لیا۔ ’’وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ‘‘ اب اس تسلیم کے بعد مرزا قادیانی اور ان کے تمام اعیان وانصار کے لئے محال کلی ہے کہ اس آیت سے وفات عیسیٰ علیہ السلام کی (صراحت تو کیا) دلالت بھی ثابت کر سکیں۔ اب اس آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... اور نہیں کوئی اہل کتاب سے۔ مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے۔ (شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ)

۲...... اور جو فرقہ کتاب والوں میں سے ہے۔ سو اس پر یقین لائیں گے اس کی موت سے پہلے۔ (شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ)

۳...... ونباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا ایمان آورد بہ عیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ۔ (شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

ان ہر سہ تراجم میں ’’بِہٖ‘‘ اور ’’قَبْلَ مَوْتِہٖ‘‘ دونوں کی ضمیروں کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہی مذہب جمہور ہے۔

۴...... اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا وہ قرآن کے بیان مذکورہ بالا پر پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے۔ (مرزا غلام احمد قادیانی)

یہ معنی مرزا قادیانی کے مذہب پر ہیں جو ’’بِہٖ‘‘ کا مرجع بیان کو اور ’’مَوْتِہٖ‘‘ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے ہیں۔ اور ان سب صورتوں میں حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔ وفات کا کیا ذکر ہے اور اس آیت سے مرزا قادیانی کو استدلال کرنے کی کیا وجہ ہے؟

یاد رکھو کہ جب تک مرزا قادیانی ’’لَیُؤْمِنَنَّ‘‘ کو مفید معنی ماضی ثابت نہ کر سکیں۔ تب تک وہ اس آیت سے استدلال کا نام بھی نہیں لے سکتے اور وہ ثابت کرنا اس وقت تک ان پر محال ہے جب کہ موجودہ علم نحو کی تمام کتابوں کو ڈبو کر اور تمام عرب اہل زبان کو دریا برد کر کے از سر نو ملک عرب آباد نہ کریں اور اس میں اپنا نو ایجاد کردہ صرف ونحو جاری نہ فرمائیں۔

پانچویں آیت: مرزا قادیانی نے وفات مسیح کے ثبوت میں تحریر کی ہے: ’’مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلِ وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَةٌ كَانَا یَاْكُلَانِ الطَّعَامِ‘‘ آیت مذکورہ کو مرزا قادیانی نے موت مسیح علیہ السلام پر نص صریح لکھ کر بتایا ہے کہ وجہ استدلال یہ ہے کہ ’’كَانَا‘‘ حال کو چھوڑ کر گزشتہ کی خبر دیا کرتا ہے...... اس جگہ ’’كَانَا تثنیہ‘‘ ہے۔ دونوں اس ایک ہی حکم میں شامل ہیں۔ یہ نہیں بیان کیا گیا کہ حضرت مریم علیہا السلام تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکی گئیں لیکن حضرت ابن مریم کسی اور وجہ سے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ’’اگر اس آیت کو ’’مَاجَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامُ‘‘ کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو یقینی وقطعی نتیجہ یہ ہے کہ فی الواقع حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۰۳، خزائن ج۳ ص۴۲۶)

ناظرین! یہ غلط ہے کہ ’’کان‘‘ ہمیشہ حال کو چھوڑ کر گزشتہ زمانہ کی خبر دیا کرتا ہے۔ اگر یہی صحیح ہے تو ’’کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (فتح:۲۱)‘‘ کا ترجمہ مرزاقادیانی کر کے دکھلائیں۔ کیا خدا پہلے قادر تھا اب نہیں؟ معاذ اللہ! یا ’’مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ (توبہ:۱۱۳)‘‘ کیا مشرکین کے گزشتہ زمانہ میں استغفار ناجائز تھا۔ اب جائز ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ کان صرف ماضی کے لئے نہیں بلکہ حال و مستقبل کو بھی شامل ہوتا ہے۔

اب حقیقت حال سنئے۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے دوفرقوں کی تردید وتکذیب دلائل عقلی سے فرمائی ہے اوران کے کفر کا ثبوت دیا ہے۔

۱…… ’’لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اعْبُدُوْا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ (مائدہ:۱۷)‘‘ ﴿البتہ وہ کافر ہوئے۔ جن کا یہ قول ہے کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے کیونکہ مسیح نے تو خود کہا ہے۔ لوگو میرے اور اپنے خدا کی عبادت کرو۔﴾

۲…… ’’لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ (مائدہ:۷۳)‘‘ ﴿البتہ وہ بھی کافر ہوئے جو خدا کو تثلیث کا ایک اقنوم کہتے ہیں۔﴾

۳…… ’’مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْ کُلٰنِ الطَّعَامَ (مائدہ:۷۵)‘‘ ﴿اور مسیح بن مریم تثلیث کے دوسرے دو اقنوم جیسا کہ رومن کیتھولک کا اعتقاد ہے بھی خدا نہیں کیونکہ مسیح بن مریم تو رسول ہے اس سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں اور اس کی ماں صحابیہ وصدیقہ ہے۔ دونوں طعام کھایا کرتے تھے۔﴾

صاف ظاہر ہے کہ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کو عیسائیوں کی غلطی ثابت کرنا اور ان کے کفر پر دلیل قائم کرنا منظور تھا جو مسیح علیہ السلام ہی کو خدا قرار دیتے تھے۔ ان پر یوں دلیل قائم کی کہ مسیح علیہ السلام خود لوگوں کو یوں کہا کرتا تھا کہ میرے رب اور اپنے رب کی عبادت کرو اگر وہ خود خدا ہوتا تو وہ یوں کہا کرتا۔ لوگو میں جو تمہارا رب ہوں۔ میری عبادت کرو۔ لیکن جب مسیح علیہ السلام نے خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے تو اس تربیت یافتہ کو رب کہنا کفر ہے۔

جو لوگ ایک خدا کو تین خدا اور تین خدا کو ایک خدا کہتے اور خدا، مسیح۔ مریم کو اقانیم ثلثہ قرار دیتے تھے۔ خداوند کریم نے ان پر دلیل قائم کی کہ جب ہزاروں، لاکھوں شخصوں نے ان دونوں ماں بیٹا کو لوازم بشری کے محتاج اپنی طرح پایا اور دیکھا ہے اور بایں ہمہ پھر ان کو خدا کہنے کی جرأت کی ہے۔ یہ بھی ان کا کفر ہے۔ اب ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اس میں موت وحیات کی کیا بحث ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے وہ مراد ہی نہیں لی تو مرزاقادیانی متکلم کے خلاف ان الفاظ سے معانی نکالنے کے کیا مجاز ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ تفسیر بالرائے کا کیا حکم ہے؟

علاوہ اس کے مرزاقادیانی کو خود اقرار ہے کہ ’’حضرت مریم علیہا السلام کے طعام نہ کھانے کی وجہ موت اور ابن مریم کے طعام نہ کھانے کی کوئی دوسری وجہ بیان نہیں کی گئی۔ صرف ’’کانا‘‘ کہا گیا ہے۔‘‘ تو اس صورت میں مرزاقادیانی کا کیا حق ہے کہ جس امر کی وجہ اس آیت میں بیان نہیں ہوئی۔ اس کو آپ خود بیان کریں بلکہ اس پر جزم بھی کر دیں۔ کیا ممکن نہیں کہ دو شخصوں کا ایک مشترکہ فعل سے جدا ہونا مختلف اسباب سے ہو۔ مثلاً زید اور عمرو پارسال دونوں لاہور رہتے تھے۔ زید نے تعلیم چھوڑ دی اور عمرو ولایت چلا گیا۔ اس مثال میں دیکھو۔ لاہور میں رہائش دونوں کا مشترکہ فعل ہے مگر اس سے

جدا ہونے کے مختلف اسباب ہیں۔

مرزا قادیانی! اگر ایسے دلائل ہی آپ کے مذہب کے مؤید ہیں تو اس کے مقابلہ میں کوئی شخص یہ آیت پیش کر سکتا ہے: ''قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (مائدہ:۱۷)'' ﴿یہ کہہ دے کون سی چیز خدا کی روک بن سکتی ہے۔ اگر وہ یہ چاہے کہ مسیح علیہ السلام اور اس کی ماں کو نیز تمام مخلوق کو جو کل صفحۂ زمین پر ہے، ہلاک کر دے۔ اگر ہلاک کر دے بتا رہا ہے کہ اب تک اللہ تعالیٰ نے ہلاک نہیں کیا۔﴾ اور کہہ سکتا ہے کہ نہ کبھی ''جَمِيْعَ مَنْ فِى الْاَرْضِ'' ہلاک ہوئے اور نہ مسیح علیہ السلام اور نہ ان کی مادر صدیقہ ہی کو ہلاکت نے اپنا اثر پہنچایا۔ جس طرح آج ''جَمِيْعَ مَنْ فِى الْاَرْضِ'' زندہ ہیں۔ مسیح اور اس کی ماں بھی زندہ ہے۔ اگر آپ اس کو صحیح نہیں مان سکتے تو وہ آپ کا استدلال باولیٰ غیر صحیح اور سراپا غلط ہے۔

اس آیت کو آپ نے نص صریح کہہ کر پھر استدلال کے وقت اس کے ساتھ دوسری آیت کو ملانے اور پھر یقینی نتیجہ پر پہنچنے کی نسبت جو لکھا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک بھی یہ آیت نص صریح ''لذاتِها'' نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ دوسری آیت جس کو ملا کر آپ نے اس دلیل کو کامل بنایا ہے اس کی بحث ذیل میں آتی ہے۔

<u>چھٹی آیت:</u> ''وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (الانبیاء:۸)'' ﴿اور نہیں بنائے تھے ہم نے ان کے ایسے بدن کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔﴾

<u>قادیانی استدلال:</u> ''درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح علیہ السلام کی موت پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ جب کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا، یہی سنت اللہ ہے تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام کیوں اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے: ''ولن تجد لسنة اللّٰه تبديلا'' اور اگر کوئی کہے کہ اصحاب کہف بھی تو بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی ان کو بھی مار چکی ہے۔ بے شک ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی شہداء کی طرح زندہ ہیں، ان کی بھی کامل زندگی ہے۔ مگر وہ دنیا کی ایک ناقصہ کثیفہ زندگی سے نجات پا گئے ہیں۔ دنیا کی زندگی کیا چیز ہے اور کیا حقیقت؟ ایک جاہل اس کو بڑی چیز سمجھتا ہے اور ہر ایک قسم کی زندگی جو قرآن شریف میں مذکور و مندرج ہے اسی کی طرف گھسیٹتا چلا جاتا ہے، وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ دنیوی زندگی تو ایک ادنیٰ درجہ کی زندگی ہے جس کے ارزل حصہ سے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے اور جس کے ساتھ نہایت غلیظ اور مکروہ لوازم لگے ہوئے ہیں۔ اگر انسان کو اس سفلی زندگی سے ایک بہتر زندگی حاصل ہو جائے اور سنت اللہ میں فرق نہ آئے تو اس سے زیادہ کون سی خوبی ہے؟'' (ازالہ اوہام ص۶۰۵، خزائن ج۳ ص۴۲۶،۴۲۷)

<u>جواب:</u> (۱) یہ آیت مشرکین مکہ کا جواب ہے جو کہا کرتے تھے: ''مالهذا الرسول ياكل الطعام ويمشى فى الاسواق'' ''یہ کیا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا ہے۔'' قرآن مجید نے جواب میں فرمایا: ''وما جعلنٰهم جسدا لا ياكلون الطعام'' ''کوئی ایسا انسان نہیں جو کھانا نہ کھاتا ہو۔'' پہلے انبیاء بھی کھانا کھاتے تھے۔ آپ ﷺ بھی کھانا کھاتے ہیں۔ اجسام کے لئے طعام ضروری ہے۔ لیکن آسمان والوں کے لئے آسمانی کھانا، زمین والوں کے لئے زمینی کھانا، لیکن اللہ تعالیٰ کبھی ایسا بھی فرماتے ہیں کہ زمین والوں کے لئے آسمانی کھانا زمینی کھانے جیسا بھیج دیا۔ جیسے نزول مائدہ، یا آنحضرت ﷺ کے لئے اس سے بھی اعلیٰ کھانا ''يطعمنى ربى ويسقينى'' صوم وصال میں دیکھئے۔ آپ ﷺ ہیں زمین پر مگر کھانا آسمان والوں کا کھا رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر آسمانی کھانا کھاتے ہیں تو اس میں

کیا اشکال؟ (تفصیل آگے آئے گی)

جواب: ۲...... وفات مسیح پر یہ چھٹی آیت مرزا قادیانی نے لکھی ہے: ''وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ'' اور تحریر کیا ہے کہ درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح علیہ السلام کی موت پر دلالت کرتی ہے۔

(ازالہ اوہام ص۶۰۵، خزائن ج۳ ص۴۲۳)

اس فقرہ کے الفاظ درحقیقت یہی اکیلے، کافی طور پر ناظرین کی توجہ کے لائق ہیں۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اس اکیلی کے سوا مرزا قادیانی کی دیگر متدلہ آیات درحقیقت مسیح علیہ السلام کی موت پر دلالت نہیں کرتیں اور اگر ان کو حقیقت کے خلاف اس مسئلہ کی دلیل بنایا بھی جائے تو وہ کافی طور پر دلیل نہیں کہلاسکیں۔ ناظرین یہ کیسا صاف اقرار ہے کہ مرزا قادیانی کے دل میں بھی باقی ۲۹ آیتیں ان کے مذہب کی تائید پر نہیں: ''قضی الرجل علی نفسه'' یاد رکھو کہ ''یہی'' حصر کے لئے آتا ہے۔ ''اکیلی'' نے اس کو اور بھی پرزور کر دیا۔ مرزا قادیانی کی وجہ استدلال یہ ہے کہ جب کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام کیونکر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں؟ ناظرین اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ کوئی جسم ایسا نہیں جسے طعام (غذا) کی حاجت نہ ہو مگر آیت میں یہ کہاں ہے کہ کوئی جسم ایسا نہیں جو فلاں مدت تک بغیر طعام کے زندہ نہ رہ سکے اور جب یہ نہیں تو مرزا قادیانی کے لئے یہ دلیل بھی نہیں۔ مرزا قادیانی کا خیال ہے کہ جو شخص ان کی طرح ہر روز دو وقت کھانا نہ کھاتا ہو۔ وہ مردہ ہے۔ اگر یہی صحیح ہے تو فرنچ قوم کے نزدیک جو دن میں آٹھ دفعہ کھاتے ہیں۔ کل ہندوستان مردہ ہے اور جو چینی پورے پچاس پچاس روز کا برت رکھتے ہیں وہ مردہ در گور ہیں۔ ناظرین آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ کسی جسم کا ایک خاص مدت معین تک اکل و شرب سے جدا رہنا نہ تو اس جسم کے مردہ ہونے کی دلیل ہوسکتا ہے اور نہ اس جسم کے لوازم جسمانی سے بے نیاز ہونے کی حجت بن سکتا ہے۔

قرآن مجید اس امر کا گواہ ہے کہ: ''وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (کهف:۲۵)'' اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک اسی معمورہ دنیا کے ایک پہاڑ میں اکل و شرب کے بغیر زندہ رہے اور ۳۰۹ برس بعد ان کو طعام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ ان میں سے ایک اس وقت طعام لینے کو پہاڑ سے نکلا۔ مرزا قادیانی غور کریں کہ جس طرح پر تحقیقات حکماء کو جن کا یہ قول ہے کہ زیادہ سے زیادہ ابن آدم ۷۰ دن تک بلا طعام کے زندہ رہ سکتا ہے۔ ۳۰۹ برس نے غلط ثابت کر دیا۔

جواب: ۳...... دوسری دلیل کو سماعت فرمائیے۔ شاید آپ یہ جانتے ہیں کہ طعام کا لفظ زبان شرع میں صرف نباتات اور زمین کی روئیدگی یا حیوانی غذا کے لئے آتا ہے اور یہی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ آپ یاد رکھیں کہ زبان شرع میں ان انوار و برکات کو بھی طعام کہا گیا ہے۔ جو خواص بشر کی جسمانی اور روحانی تربیت ایسی ہی کرتے ہیں جیسے دیگر ماکولات اور روئیدگی زمینی عوام کی تربیت جسمانی کا کام آتی ہیں۔ ذیل میں مثالیں ملاحظہ ہوں۔

بغیر کھائے پئے زندہ رہنا

۱...... اسی طرح کسی جسم عنصری کا بغیر کھائے اور پئے زندگی بسر کرنا بھی محال نہیں۔ اصحاب کہف کا تین سو سال تک بغیر کھائے پئے زندہ رہنا قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ''وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (کهف:۲۵)'' اس سے مرزا قادیانی کا یہ وسوسہ بھی زائل ہوگیا کہ جو شخص اسّی یا نوے سال کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ محض

نادان ہوجاتا ہے۔’’کَمَا قَالَ تَعَالٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا (النحل:۷۰)‘‘اس لئے کہ ارذل العمر کی تفسیر میں اسّی یا نوے سال کی قید مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے لگائی ہے۔ قرآن وحدیث میں کہیں قید نہیں۔ اصحاب کہف تین سو سال تک کہیں نادان نہیں ہوگئے اور علیٰ ہذا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام صدہا سال زندہ رہے اور ظاہر ہے کہ نبی کے علم اور عقل کا زائل ہونا ناممکن اور محال ہے۔

۲...... حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دجال ظاہر ہوگا تو شدید قحط ہوگا اور اہل ایمان کو کھانا میسر نہ آئے گا۔ اس پر صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس وقت اہل ایمان کا کیا حال ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:’’یُجْزِئُھُمْ مَایُجْزِئُ اَھْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّقْدِیْسِ‘‘

(مشکوٰۃ ص۴۷۷، باب علامات بین یدی الساعۃ)

یعنی اس وقت اہل ایمان کو فرشتوں کی طرح تسبیح وتقدیس ہی غذا کا کام دے گی۔

۳...... اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کئی کئی دن کا صوم وصال رکھتے اور یہ فرماتے:’’اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ‘‘ (بخاری ج۲ص۱۰۱۲، باب کم التعزیر والادب)

’’تم میں کون شخص میری مثل ہے کہ جو صوم وصال میں میری برابری کرے۔ میرا پروردگار مجھے غیب سے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔‘‘ یہ غیبی طعام میری غذا ہے معلوم ہوا کہ طعام وشراب عام ہے۔ خواہ حسی ہو یا غیبی ہو۔ لہٰذا’’وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ (الانبیاء:۸)‘‘ سے یہ استدلال کرنا کہ جسم عنصری کا بغیر طعام وشراب کے زندہ رہنا ناممکن ہے غلط ہے۔ اس لئے کہ طعام وشراب عام ہے کہ خواہ حسی ہو یا معنوی۔ حضرت آدم علیہ السلام اکل شجرہ سے پہلے جنت میں ملائکہ کی طرح زندگی بسر فرماتے تھے۔ تسبیح وتہلیل ہی ان کا ذکر تھا۔ پس کیا حضرت مسیح علیہ السلام جو نفخۂ جبرائیل سے پیدا ہونے کی وجہ سے جبرائیل امین کی طرح تسبیح وتہلیل سے زندگی بسر نہیں فرما سکتے۔

۴...... ’’اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ (آل عمران:۵۹)‘‘ جو آسمانوں پر سیدنا آدم علیہ السلام کی غذا تھی وہی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا شکم ماہی میں بغیر کھائے پیئے زندہ رہنا قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد:’’فَلَوْلَا اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (الصافات:۱۴۳،۱۴۴)‘‘اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ یونس علیہ السلام اگر مسبحین میں سے نہ ہوتے تو اس طرح قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرے رہتے اور بغیر کھائے اور پیئے زندہ رہتے۔

۵...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے:’’کَمَا قَالَ تَعَالٰی اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ (المائدہ:۱۱۲) الٰی قولہ تعالیٰ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَاءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مُنَزِّلُھَا عَلَیْکُمْ (المائدہ:۱۱۴،۱۱۵)‘‘ جو خدا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا پر ان کی قوم کو آسمانوں کا کھانا زمین پر بھیج سکتا ہے کیا وہ مسیح علیہ السلام کو آسمانوں پر رکھ کر آسمانی کھانا نہیں دے سکتا؟

ساتویں آیت: ’’وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران:۱٤٤) ‘‘ ﴿اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول۔ پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں۔﴾

قادیانی استدلال: یعنی محمد ﷺ صرف ایک نبی ہیں ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔ اب کیا اگر یہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو ان کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئے گا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ؟ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا ہی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم علیہ السلام زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہوگی۔

(ازالہ اوہام ص۶۰۶، خزائن ج۳ ص۴۲۷)

جواب: ا...... ناظرین قابل غور یہ ہے کہ ترجمہ میں یہ الفاظ ’’ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔‘‘ قرآن مجید کے کن الفاظ کا ترجمہ ہیں۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ’’قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل ‘‘ کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی براہ نوازش کسی لغت کی کتاب میں یہ تو دکھلائیں کہ ’’خَلَتْ ‘‘ یا ’’خَلَا ‘‘ بمعنی موت زبان عرب میں آیا بھی ہے؟ آپ اس جگہ صرف اپنے دعویٰ کی تائید میں ایسے مصروف ہوئے ہیں کہ خواہ لغت اور محاورہ آپ کے ترجمہ کی غلطی کو صاف ظاہر کر رہا ہو۔ مگر آپ کو اس کی ذرہ پرواہ نہیں۔ اچھا صاحب اگر خلت کے معنی فوت ہو جانا ہی ہیں تو آپ اس آیت: ’’سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِىْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ (الفتح:۲۳) ‘‘ کا کیا ترجمہ کرتے ہیں؟ کیا یہی کہ وہ سنت الٰہی ہے جو تم سے پہلے فوت ہو چکی ہو؟ اگر آپ ایسا ترجمہ کریں گے تو آیت ہذا کے ساتھ ملے ہوئے الفاظ ’’وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ‘‘ آپ کے اس ترجمہ کی سخت تکذیب کریں گے۔

پس جب آیت متدلہ میں مرزا قادیانی کا ترجمہ ہی غلط ہے تو استدلال کی صحت کہاں رہی؟ مرزا قادیانی کے ترجمہ میں اتنے الفاظ سینہ واہیں تو ’’ان کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئے گا۔‘‘ حالانکہ نہ ان الفاظ کی کچھ ضرورت تھی اور نہ کسی الفاظ قرآنی کا ترجمہ ہیں۔

ناظرین کو یہ بھی واضح ہو کہ آیت کا نزول جنگ احد میں ہوا تھا۔ رسول کریم ﷺ اس جنگ میں زخمی ہو کر کشمکش کے اندر ایک غار میں گر گئے تھے۔ شیطان نے پکار دیا کہ محمد ﷺ مارے گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کا تمام لشکر (بجز خواص اصحاب کے) بھاگ نکلا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ احکام شریعت کی تعمیل صرف اس وقت تک کی جاتی ہے جب تک نبی اپنی امت میں بہ نفس نفیس موجود رہے؟ یہ تمہارا خیال غلط ہے۔ ذرا خیال کرو کہ کس قدر نبی اور رسول ہو چکے ہیں۔ کیا وہ سب اپنی امت میں موجود ہیں ان کے متبعین نے اپنا دین محض اسی وجہ سے ترک کر دیا ہے؟ اور جب کسی نے بھی ایسا نہیں کیا تو کیا تم ایسا کرو گے؟ پہلے حکمت سے سمجھایا پھر تنبیہ کے لئے زجر آمیز کلمات فرمائے۔ خیال کرو اس میں وفات مسیح کی کون سی دلیل ہے؟

واضح ہو کہ ’’خلت ‘‘ کا مصدر ’’خَلَوًا ‘‘ ہے اور چند معنی میں مستعمل ہے۔ ’’جدا ہونا یا تنہا ہونا۔‘‘ چنانچہ اس آیت میں ہے۔ (۱) ’’وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ (البقرہ:۷٦) ‘‘ جب ایک دوسرے کے پاس سے تنہا ہوتے ہیں، یا ہوتے رہنا چنانچہ اس آیت میں ہے۔ (۲) ’’وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَافِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر:۲٤) ‘‘ کوئی امت نہیں مگر اس میں ڈرانے والا ہوا ہے۔ (۳) ’’قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ (آل عمران:۱۳۷) ‘‘ تم سے پہلے کئی دستور

ہوتے رہے ہیں۔ چلے آنا۔ چنانچہ اس آیت میں ہے۔(۴)''سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ (الفتح:۲۳)''یہ سنت الٰہی ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے۔(۵)''وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ (البقرہ:۱۴)''(۶)''وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ (آل عمران:۱۱۹)''(۷)''وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ (الاحقاف:۱۷)''(۸)''تلك امة قد خلت (البقرة)''(۹)''فی امم قد خلت (الاعراف:۳۸)''(۱۰)''قد خلت من قبلها امم (الرعد:۳۰)''پس''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ''کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔''ہوتے رہے ہیں ان سے پہلے رسول۔''

یہ یاد رکھو! کہ''خَلَا''اور''خَلَتْ''لغت میں زمانہ کی صفت کے لئے آتا ہے۔ دیکھو قرون خالیہ مثلاً عرب بولتے ہیں۔''خَلَتْ یَاخَلُوْنَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانِ''(رمضان کی فلاں تاریخ گزر گئی) اور اہل زمانہ کے لئے مجازاً، اور اس سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ''خَلَتْ''کا سیدھا اثر رسالت پر ہے نہ رسولوں کے وجود پر لہٰذا آیت:''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ''کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے بھی بہت رسول رسالت کر چکے ہیں۔ تبلیغ احکام رسالت کر چکنا متضمن اس امر کا نہیں کہ سب کے سب مر بھی چکے ہیں۔ گو ان میں سے اکثر مر بھی چکے ہوں۔ مثلاً (بلاتشبیہ) کوئی پرویز مشرف کو مخاطب کر کے کہے کہ آپ سے پہلے بھی جسٹس رفیق تارڑ حکومت کر چکے ہیں تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جسٹس رفیق تارڑ جواب تک زندہ صحیح سالم حالت میں موجود ہیں۔ یہ سب مر بھی گئے۔

ناظرین بلاغت قرآنی سمجھنے کے لئے یہ غور کرنا چاہئے کہ''خَلَتْ''کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے۔ مقتضائے مقام اور بظاہر تناسب کلام تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا:''قَدْ مَاتُوْا اَوْ قُتِلُوْا مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلَ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْقُتِلَ''(محمد ﷺ) سے پہلے جتنے رسول تھے یا وہ مر گئے یا قتل ہوگئے۔ پھر اگر آپ ﷺ بھی قتل ہوجائیں یا مر جائیں۔ مگر ایسا نہیں فرمایا:''ولله الحجة البالغة''وجہ یہ ہے کہ مفرورین پر حجت بھی قائم ہوجائے اور آنحضرت ﷺ سے پہلے رسولوں اور نبیوں کے زمان رسالت کے منقطع ہونے کی خبر بھی دی جائے اور حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی حیات پر دلیل بھی قائم رہی۔''اَیُّهَا النَّاس تَفَکَّرُوْا''

اس تمام بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے لشکر مسلمین پر جو دلیل قائم کی ہے۔ وہ صحیح و درست ہے مگر جو مطلب مرزا قادیانی ان الفاظ میں ڈھونڈھتے ہیں۔ اسے پاش پاش کرنے کے لئے عرب کا لغت اور قرآن کریم کا اسلوب شمشیر بکف کھڑے ہیں۔ تعالیٰ اللّٰه عن ذلك!

جواب: ۲...... پوری دنیا کے قادیانی مل کر اپنے مسلمہ تیرہ صدیوں کے مجددین کا ایک حوالہ دکھا سکتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت سے یہی استدلال کیا ہو جو مرزا کا ہے قیامت کی صبح تک نہیں؟

کیا''خلت''کے معنی موت ہیں؟ اور سنو! اسی سورت میں ایک مقام پر ارشاد ہے:''کَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ (الرعد:۳۰)''﴿اے رسول ﷺ اسی طرح بھیجا ہم نے تم کو ایک امت میں۔ ہو چکی ہیں اس سے پیشتر امتیں۔﴾ کیا اس جگہ خلت کے معنی یہ ہیں کہ پہلی امتیں سب کی سب صفحۂ زمین سے مٹ چکی تھیں؟ ہرگز نہیں۔ یہود و نصاریٰ وغیرہ موجود تھے۔ خود قرآن میں یا اہل الکتاب اہل انجیل اہل تورات کہہ کر ان کو یاد کیا گیا ہے۔ الغرض خلت کے معنی موت لے کر وفات مسیح کو ثابت کرنا مقصود خداوندی و منشاء محمدی ﷺ کے خلاف ہے ایسا ہی''الرسول''سے تمام رسول مراد لینا بھی تحکم ہے۔

ہاں! ہاں!! اگر آنحضرت ﷺ سے پہلے سب کے سب فوت ہو چکے تھے تو مرزا قادیانی نے (نور الحق حصہ اوّل ص۵۰، خزائن ج۸ص۶۹) پر جناب موسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ ہونا اور اس پر ایمان لانا ضروری ولازمی کیسے لکھا؟

’’عیسیٰ صرف اور نبیوں کی طرح ایک نبی خدا کا ہے اور وہ اس نبی معصوم کی شریعت کا ایک خادم ہے جس پر تمام دودھ پلانے والی حرام کی گئی تھیں۔ یہاں تک کہ اپنی ماں کی چھاتیوں تک پہنچایا گیا اور اس کا خدا کوہ سینا میں اس سے ہم کلام ہوا اور اس کو پیارا بنایا۔ یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے۔’’ولم یمت ولیس من المیتین‘‘ وہ مردوں میں سے نہیں۔ مگر یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے سو ہم نے اس خیال کا باطل ہونا ثابت کر دیا ہم قرآن میں بغیر وفات عیسیٰ علیہ السلام کے کچھ ذکر نہیں پاتے۔‘‘

قادیانیو! جہاں آنحضرت ﷺ کے پہلے انبیاء سے موسیٰ علیہ السلام کو علیحدہ کر دیا گیا ہے وہاں مہربانی کر کے مسیح کی مسند بھی بچھی ہوئی سمجھ لیجئے۔

اعتراض: اس جگہ موسیٰ علیہ السلام کی روحانی زندگی مراد ہے۔

الجواب: یہ کہنا کہ یہ روحانی زندگی ہے بالکل غلط ہے اور مرزا قادیانی کی تقریر کے بالکل خلاف ہے روحانی زندگی تو بعد وفات سب انبیاء کو حاصل ہے اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا خصوصیت حاصل ہے۔ نیز اس کے بعد مرزا قادیانی نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ کہا تو یہ تفریق بتلا رہی ہے کہ مرزا قادیانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جسمانی زندگی سے زندہ سمجھتے تھے۔

آٹھویں آیت: ’’وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (الانبیاء:۳۴)‘‘ ﴿اور نہیں دیا ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لئے زندہ رہنا، پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ رہ جائیں گے۔﴾

قادیانی استدلال: ’’اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے نہیں بچا نہ آئندہ بچے گا اور لغت کی رو سے خلود کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے۔ کیونکہ تغیر موت اور زوال کی تمہید ہے۔ پس نفی خلود سے ثابت ہوا کہ زمانہ کی تاثیر سے ہر ایک شخص کی موت کی طرف حرکت ہے اور پیرانہ سالی کی طرف رجوع اور اس سے مسیح ابن مریم علیہ السلام کا بوجہ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کے باعث فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۰۷، خزائن ج۳ص ۴۲۷، ۴۲۸)

جواب: ا...... مرزا قادیانی نے آٹھویں آیت یہ پیش کی ہے: ’’وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ‘‘ اور بہت صحیح لکھا ہے کہ آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں۔ نہ کوئی موت سے بچا ہے اور نہ آئندہ بچے گا۔ مگر ناظرین غور کریں اس کو وفات مسیح سے کیا علاقہ ہے؟ اب رہی اس آیت سے مرزا قادیانی کی یہ وجہ استدلال کہ خلود کے مفہوم میں داخل ہے۔ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہنا اور نفی خلود سے ثابت ہے کہ ہر شخص کی حرکت موت کی طرف ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم علیہا السلام بوجہ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کے فوت ہو گیا۔ یہ بالکل مرزا قادیانی کے مذہب کے خلاف ہے۔ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کا نام وہ شخص لے سکتا ہے جس کا یہ مذہب ہو کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر تو گئے تھے۔ مگر شیخ فانی ہو کر اور امتداد زمانہ سے ضعف ہرم وغیرہ میں آ کر پھر فوت ہو گئے۔ جب آپ کا مذہب ہی یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے تو یہ آپ کے سینہ زار شاعرانہ

الفاظ بھی آپ کی دلیل نہیں بن سکتے۔ بسم اللہ! آپ مسیح علیہ السلام کا آسمان پر جانا تسلیم فرمائیے اور پھر یہ وجہ استدلال پیش کیجئے۔ ''وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ'' اب میں مرزا قادیانی سے یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی حد بطور کلیہ قاعدہ کے آپ کو معلوم ہے؟ کہ جب کوئی بنی آدم اس حد کو پہنچ جائے تو وہ شیخ فانی بھی ضرور ہی ہو جائے۔ شیخ فانی کے لئے حد اگر معلوم ہو تو براہ مہربانی بیان فرمائیں تا کہ درایۃً وروایۃً اس کی جانچ پڑتال کر لی جائے۔ ناظرین خوب یاد رکھیں کہ اس کا جواب مرزا قادیانی کچھ نہیں دے سکتے اور اسی لئے نہ وہ اس آیت سے استدلال ہی کر سکتے ہیں اور نہ ان کی وجہ استدلال درست ہی ہو سکتی ہے۔

جواب: ۲...... قارئین زمین وآسمان کے رہنے والوں پر اثرات جدا جدا مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ دونوں کے ماحول کے اثرات جدا جدا ہیں۔ زمین پر رہنے والوں کی نسبت آسمانوں پر رہنے والوں (ملائکہ) کی زندگی لمبی ہے۔ پس آسمان پر ہونے کے باعث مسیح علیہ السلام زمینی اثرات سے محفوظ ہونے کے باعث لمبی زندگی پائیں تو اس میں کوئی امر مانع نہیں۔

جواب: ۳...... مسیح کے خلود کے تو مسلمان بھی قائل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف مسیح علیہ السلام کے خلود کے مسلمان قائل ہوتے تب تو یہ آیت مانع ہوتی۔ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ سے پہلے یا بعد کے کسی بھی مخلوق کے خلود کے مسلمان قائل نہیں۔ اس آیت میں خلود کی نفی ہے وجود کی نفی نہیں۔

نویں آیت: ''تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (البقرة:۱۴۱)'' ﴿وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی۔﴾

قادیانی استدلال: ''یعنی اس وقت سے پہلے جتنے پیغمبر ہوئے ہیں یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا، ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے اور ان کے کاموں میں تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔''

(ازالہ اوہام ص۲۰۷، خزائن ج۳ ص۴۲۸)

جواب: ۱...... نویں آیت وفات مسیح پر مرزا قادیانی نے یہ پیش کی ہے: ''تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ'' اس آیت کا صرف ترجمہ ہی کر گئے ہیں اور وجہ استدلال وغیرہ کچھ تحریر نہیں کی۔ ہاں! ترجمہ میں یہ الفاظ ضرور لکھ دیئے ہیں۔ یعنی اس وقت سے پہلے جتنے پیغمبر ہوئے ہیں یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا۔

ناظرین! آپ بخوبی اور بآسانی معلوم کر سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے یہ الفاظ ''اس وقت سے پہلے جتنے پیغمبر ہوئے ہیں۔'' کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ غالباً ''تِلْكَ'' کا ترجمہ ہے یہ جو اسم اشارہ ہے اب اگر تم اس کا مشار الیہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو قرآن شریف کھول کر دیکھ لیجئے کہ کون کون سے نام اس سے پہلے آیت میں آچکے ہیں۔ (اس سے پہلی آیت کی تخصیص ہم نے اس لئے کر دی ہے کہ ''تِلْكَ'' اشارہ قریب کے لئے ہے) ناظرین دیکھیں کہ اس سے پہلی آیت یہ ہے: ''اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى قُلْ ءَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (البقرہ:۱۴۰،۱۴۱)'' ''تم کیا کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق ویعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصاریٰ تھے۔ کہہ دیجئے تم زیادہ جانتے ہو یا خدا، اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو شہادت کو چھپاتا ہے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے

ہے اور اللہ تمہارے عملوں سے بے خبر نہیں۔ یہ ایک امت تھی جو گزر چکی۔ خلت کے لفظ پر بحث ساتویں آیت میں ہو چکی ہے۔ اعجاز قرآن ہے کہ آیت میں عیسیٰ کا نام نہیں۔

جواب: ۲...... سیدنا مسیح علیہ السلام کے رفع کے لئے چونکہ تخصیص منقولی ثابت ہو چکی ہے اس لئے اب عموم کی آیت سے استدلال قادیانی دجل کا شاہکار ہے۔ وہ مسیح علیہ السلام کے نام کے ساتھ واضح صریح موت کا لفظ وہ بھی بصیغۂ ماضی جب تک نہ دکھائیں ان کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

دسویں آیت: ''وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ (مریم:۳۱،۳۲)''
﴿اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں سے۔﴾

قادیانی استدلال: ''اب ظاہر ہے کہ ان تمام تکلیفات شرعیہ کا آسمان پر بجالانا محال ہے اور جو شخص مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ زندہ مع جسدہٖ آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اس کو اسی آیت موصوفہ بالا کے منشاء کے مطابق یہ بھی ماننا پڑے گا کہ تمام احکام شرعی جو انجیل اور توریت کی رو سے انسان پر واجب العمل ہوتے ہیں وہ حضرت مسیح علیہ السلام پر اب بھی واجب ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۴۳۶، خزائن ج۳ ص۳۳۱)

الجواب: ۱...... کسی نے سچ کہا ہے کہ ''خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار۔'' کسی بھوکے سے پوچھا گیا دو اور دو کتنے ہوتے ہیں۔ وہ جھٹ بولا چار روٹیاں۔ ٹھیک یہی مثال مرزائیوں کی ہے۔ کہاں صاف وصریح آیات قرآنیہ جن میں بالفاظ صریح حیات مسیح کا مذکور ہے اور کہاں مرزائیوں کی یہ یہودیانہ کھینچ تان۔

اے جناب! اگر یہ ضروری ہے کہ اس آیت کی رو سے مسیح تمام زندگی بھر زکوٰۃ وغیرہ دیتے رہیں اور ضرور ہی اس کام کے لئے ان کی جیب روپوں سے بھری رہے تو جب یہ الفاظ مسیح نے کہے تھے یعنی پیدائش کے پہلے دن (ص۲۸ پاکٹ بک مرزائی) اس وقت بھی تو وہ زندہ تھے۔ فرمایئے ان کی جیب میں کتنے سو پونڈ موجود تھے اور کون کون شخص زکوٰۃ ان سے وصول کیا کرتے تھے۔ نیز یہ بھی فرمایئے کہ وہ ان دنوں کتنی نمازیں روزانہ ادا کیا کرتے تھے اور گواہ کون ہے۔ فما جوابکم فھو جوابنا!

ناظرین شروع میں کسی کام کا حکم ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ ہر وقت، دن رات، سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے اس پر عمل کرتے رہیں بلکہ ہر نکتہ مکانے دارد کے تحت ہر کام کا وقت اور اس کی حدود قائم ہیں۔ نماز بعد بلوغت فرض ہوتی ہے اور زکوٰۃ بعد مال۔ جب تک مسیح بچے تھے، نماز فرض نہ تھی۔ بالغ ہوئے حکم بجالائے جب مال ہوتا زکوٰۃ دیتے۔ اب آسمان پر مال دنیاوی ہے ہی نہیں۔ زکوٰۃ کیونکر دیں۔ پھر اور سنو! حدیث میں آیا ہے کہ نبیوں کا دین واحد ہے۔ بدیں لحاظ موسیٰ علیہ السلام پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ بتلایئے آسمانوں پر جب وہ زندہ ہیں تو زکوٰۃ کسے دیتے ہیں اور روپیہ ان کے پاس کس قدر ہے؟

جواب: ۲...... مرزا قادیانی کا یہ بیان سقم اور غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس آیت سے وفات مسیح پر مرزا قادیانی کی وجہ استدلال ''ازالہ اوہام'' میں یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تاحیات خود صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا ادا کرنا فرائض میں شمار کیا ہے۔ اگر وہ زندہ ہیں تو ان کا زکوٰۃ دینا ثابت کرو۔ ورنہ وہ مردہ ہیں۔ اس تقریر میں متانت مثلیت اور وقار مہدویت کو بالائے نفاق رکھ کر مرزا قادیانی نے شوخانہ استہزاء بھی کیا ہے اور دریافت کیا ہے کہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زکوٰۃ کہاں سے دیتے ہوں گے اور کون لیتا ہوگا؟

واضح ہو! کہ کل نبیوں پر جیسا کہ زکوٰۃ کا لینا حرام ہے۔ ویسا ہی دینا بھی حرام ہے۔" فقال لهم عمر رضی اللہ عنہ انشدكم بالله الم تعلموا ان رسول الله ﷺ قال ان كل مال النبى صدقة الا ما اطعمه اهله اوكساهم" (کنز العمال ج۱۲ ص۴۵۱، حدیث نمبر:۳۵۵۴۲)

"یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نہیں جانتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ نبی کا مال سب صدقہ ہوتا ہے مگر جس قدر اپنے اہل کو کھلائے پہنائے۔" کیونکہ ان کا کل مال خدا کی راہ میں وقف ہوتا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ "اَوْصَانِیْ" کیوں کہا یہ بطور تعلیم ارکان شریعت کے ہے۔ کیونکہ جب فرمایا: "اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا" خدا نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا تو ساتھ ہی اپنی شریعت کے ارکان بھی ظاہر کر دیئے۔ (۲) زکوٰۃ سے مراد اس جگہ زکوٰۃ مال نہ ہو بلکہ زکوٰۃ نفس ہو۔ قرینہ اس پر روح القدس کا حضرت مریم کو کہنا ہے "لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا" ظاہر ہے کہ اس جگہ "زکیّا" کے معنی زکوٰۃ مال نکالنے والا نہیں بلکہ صاف زکوٰۃ وطہارت ہیں۔

بیضاوی میں ہے: "وَاَوْصَانِیْ وامرنی بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ زَكٰوةِ الْمَالِ اِنْ مَلَكْتُهُ اَوْتَطْهِيْرُ النفس عن الرزائل" زکوٰۃ سے زکوٰۃ مال مراد ہے کہ جب صاحب نصاب ہوں ورنہ نفس کو رزائل سے پاک صاف رکھنا بھی زکوٰۃ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے: "وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً (مریم:۱۲،۱۳)" ﴿ہم نے اس کو لڑکپن ہی میں حکم، نرم دلی اور پاکیزگی عنایت کی۔﴾ یہاں لفظ زکوٰۃ خصوصیت سے بمعنی پاکیزگی ہے۔

جواب: ۳...... زکوٰۃ تو اہل نصاب پر فرض ہے۔ اگر مرزا قادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کا اس دنیا پر زکوٰۃ دینا ثابت کر دیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ مسیح علیہ السلام کا آسمان پر زکوٰۃ دینا بھی ثابت کر دوں گا۔

جواب: ۴...... مرزا قادیانی کی اس بیان میں دوسری غلطی یہ ہے کہ ان کو انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کی وصیت کی گئی تھی۔ "وہ عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔" اس غلطی کا منشاء یہ ہے کہ ان کو معنی نبوت معلوم نہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (جن کی قرآن دانی اور اسرار فہمی کی توصیف مرزا قادیانی نے ازالہ میں کی ہے) کا مذہب یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ ظاہر اور باطن پر یکساں ہوتا ہے۔ مگر آپ تو نبوت کو بھی ظاہر اور باطن کے لئے نہیں سمجھتے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جس طرح تمام کافہ ناس کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ اسی طرح جن و ملک کی طرف بھی۔ کوئی ذوی العقول متنفس ایسا نہیں۔ خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی۔ جس پر آپ ﷺ کے احکام اور شرائع ومناہج کی پیروی واطاعت فرض نہ ہو اور آپ ﷺ کی رسالت کے بعد سابقہ شرائع واحکام پر چلنا حرام نہ ہو گیا ہو۔ پس جب حالت یہ ہے تو آپ کا یہ خیال کرنا کہ اب وہ انجیلی طریق پر نماز پڑھتے ہیں اور نزول کے بعد برخلاف وصیت مسلمانوں کی طرح پڑھیں گے۔ معنی رسالت کے نہ سمجھنے ہی پر محمول ہو سکتا ہے۔ مرزا قادیانی...... دیکھئے! اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران:۸۰)" ﴿جب خدا نے نبیوں سے اقرار لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے۔ پھر جب تمہاری طرف رسول موعود آئے جو تمہاری سچائی ظاہر کرے گا تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔﴾

اب سمجھ لو کہ مسلمانوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نماز پڑھنا برخلاف وصیت نہیں بلکہ موافق میثاق ازلی ہے۔ اس معنی کی طرف ''صحیح مسلم'' کی حدیث عن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں اشارہ ودلالت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم علیہم السلام کا امام بن کر نماز پڑھائی۔

جواب: ۵...... تیسری غلطی اس بیان میں مرزاقادیانی کی یہ ہے کہ: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھتے ہوں گے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پاس پڑے رہتے ہوں گے۔ مردہ جو ہوئے۔'' یہ غلطی بھی درجۂ انبیاء سے عدم معرفت کی وجہ سے ناشی ہوئی ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ گو مرجانے کے بعد تکلیف احکام سے انسان سبکدوش ہو جاتا ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام جن کے جسم میں عبادت الٰہی بمنزلہ روح کے ہے۔ جن کے دل میں محبت ربانی بجائے حرارت غریزی کے ہے۔ وہ مرجانے کے بعد بھی طاعات میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم ج۱ص۹۵، باب الاسراء) کی حدیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی ازرق میں پہنچے تو فرمایا میں نے اس وادی میں موسیٰ علیہ السلام کو کانوں میں انگلیاں دیئے۔ لبیک لبیک پکارتے۔ گزرتے دیکھا ہے جب ہرشی میں پہنچے تو فرمایا میں نے یونس علیہ السلام کو جبہ صوف (لباس احرام) پہنے، اونٹنی پر سوار اس وادی سے گزرتے دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم ج۱ص۹۶، باب الاسراء) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ علیہما السلام کا نماز پڑھنا ثابت ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی پڑے ہی نہیں رہتے بلکہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح نماز پڑھا کرتے ہیں۔ مگر سیدنا یحییٰ علیہ السلام پر موت کا عمل واقع ہو چکا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر موت کا عمل نزول کے بعد ہوگا۔

ناظرین! بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ آیت بھی مرزاقادیانی کے دعویٰ کے لئے کچھ مفید نہیں اور آیت کو وفات مسیح سے ذرا تعلق نہیں۔ نیز دعویٰ اثبات وفات مسیح کے علاوہ دیگر زوائد جو مرزاقادیانی نے لکھے تھے ان کا ایک حرف بھی صحیح نہیں۔

گیارھویں آیت: ''وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (مریم:۳۳)'' ﴿اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر۔﴾

قادیانی استدلال: ''اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وجود سے متعلق تھے۔ صرف تین بیان کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ہونا چاہئے تھا۔ کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح علیہ السلام کا مورد اور محل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہئے تھا؟ سو اس جگہ پر خداتعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح ابن مریم علیہ السلام کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے۔ صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقعہ ہے بلکہ وہ ''رفع یوم اموت'' میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۶۰۸، خزائن ج۳ص۴۲۸)

تنقیح اشکال: مرزاقادیانی لکھتے ہیں: اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وجود کے متعلق تھے صرف تین بیان کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا۔ کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الٰہی کا نہیں ہونا چاہئے تھا۔

الجواب: ۱...... مرزاقادیانی کے ان فقرات کو بار بار حیرت اور تعجب سے دیکھئے کہ وہ اسرار دانی اور قرآن فہمی کہاں ہے؟ کیا کسی شئے کا کسی جگہ مذکور نہ ہونا اس کے عدم وجود کی بھی دلیل ہو سکتی ہے؟ صحیحین بلکہ صحاح ستہ میں بیسیوں ایسی

احادیث ملیں گی کہ سائل نے آ کر رسول کریم ﷺ سے اسلام کا سوال کیا اور آنحضرت ﷺ نے بیان ارکان میں کبھی کلمہ شہادت، کبھی زکوٰۃ کبھی حج کو بیان نہیں فرمایا تو کیا مرزا قادیانی مجرد ان احادیث پر اکتفاء کر کے ان ارکان اسلام کے رکن ہونے سے انکار کر جائیں گے؟ اگر نہیں تو یہاں بھی وہی عمل کریں۔

جواب: ۲...... مرزا قادیانی کو یاد کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ کلام اس وقت کا تھا۔ جب مریم صدیقہ علیہا السلام ان کو جن کر گود میں لے کر قوم میں آئی تو کیا ضرور ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اسی وقت اپنی زندگی کے مفصلانہ کل واقعات عظیمہ سے واقف بھی کئے گئے ہوں بلکہ قرآن کریم اس امر کا شاہد صادق ہے کہ ''رَفَعَ'' کی خبر حضرت کو حالت نبوت میں دی گئی تھی۔ ''یَا عِیسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ'' مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے کہ مسیح علیہ السلام کو جب یہود نے گھیرا تو اس وقت یہ آیت: ''رافعك'' اتری۔ (سراج منیر ص ۴۱، خزائن ج ۱۲ ص ۴۳)

''والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت'' عیسیٰ علیہ السلام والدہ مریم کی گود میں تھے۔ اس وقت کی کلام ہے۔ پس رفع کا وعدہ بعد میں ہوا۔ اس لئے اس وقت اس کا ذکر کیسے فرماتے؟

جواب: ۳...... حقیقت یہ ہے کہ: ''سَلَامٌ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُ وَیَوْمَ اَمُوْتُ'' اسی قبیل کا جملہ ہے جیسے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اولہ واخرہ یا بِسْمِ اللّٰہ اولہ واخرہ'' جو ابتداء سے لے کر آخر تک کی تمام حالتوں پر شامل ہے اب اگر ان فقرات پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تو ''سَلَامٌ عَلَیَّ'' پر کیوں ہے؟ ہمارے نزدیک رفع اور نزول حضرت مسیح علیہ السلام دونوں مورد اور محل سلام الٰہی کے ہیں اور اسی لئے دو سلامتیوں کے اندر اور وسط میں واقع ہوئے ہیں۔ ہاں! مرزا قادیانی جو ان الفاظ کا درمیانی واقعات پر اثر انداز نہ ہونا تسلیم کرتے ہیں ان کو اس امر کا ضرور جواب دینا چاہئے کہ جب بقول ان کے مسیح علیہ السلام پر سولی لٹکائے گئے۔ ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونکی گئیں اور ان اذیتوں اور تکلیفوں کے بعد دروازۂ مرگ پر پہنچ کر پھر وہ بچ رہے تو کیا ان کی یہ جان بری مورد اور محل سلام الٰہی کا نہ تھی؟ کیا مسیح علیہ السلام کا صحیح وسلامت رہنا ربانی سلامتی کے بغیر تھا؟ اگر ایسے دشمنوں کے نرغہ میں سے ایسے بر صلیب کشیدہ کے سلامت رہنے کو تم سلام الٰہی تسلیم نہیں کرتے تو اور کسے کرو گے؟ لیکن اگر تسلیم کرتے ہو تو بتاؤ کہ آیت میں ایسی نہایت ہی حیرت بخش جان بری اور ایسی آفت کے بعد سلامتی کا ذکر کیوں نہیں؟

جواب: ۴...... واقعتاً اگر تمام اہم واقعات کا تذکرہ اسی آیت میں منحصر قرار دے کر قادیانی استدلال (بروفات مسیح) ہو رہا ہے تو پھر ان واقعات بے مثل کا ذکر ہونا یعنی واقع رفع ونزول سے بھی اہم تھا۔ کیونکہ رفع الیٰ السماء کی مثال تو بعض سید الانبیاء ﷺ کے معراج جسمانی اور نیز آمد ورفت ملائکہ معہود تھی۔ مگر تمہاری مزعومہ صلیب وہجرت الیٰ دیار الغربیہ بلا اظہار عظمت وشان نبی کی مثال تاریخ رسالت میں موجود نہیں۔ لہٰذا ان واقعات کا ذکر ہونا لازم تھا تو جب تمہارے واقعات غیر معہودہ کا تذکرہ تمہارے ہاں باعث اشکال نہیں تو ہمارے مسلمہ اور معہودہ واقعات (رفع ونزول) کا عدم ذکر کیسے محل استعجاب ہے؟ حالانکہ ہمارے اعتقاد کی جملہ تفصیلات بے شمار نصوص وحدیثہ اور اجماع امت کے تحت مذکور بھی ہیں۔ بلکہ خود نص میں اس آیت سے ذرا قبل بھی معہود ہے۔ ''کما قال حاکیا عن المسیح وجعلنی مبارکًا اینما کنت'' گویا جس امر کو تم طلب کر رہے ہو کہ یہ بھی ہونا چاہئے تھا وہ ان امور ثلاثہ سے پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ ''فللّٰہ الحمد''

بارھویں آیت: ’’وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا (الحج:۵)‘‘ ﴿اور کوئی تم میں سے قبضہ کرلیا جاتا ہے اور کوئی تم میں سے پھر چلایا جاتا ہے نکمی عمر تک۔ تا نکہ سمجھنے کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے۔﴾

قادیانی استدلال: ’’اس آیت میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہوجاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہوجاتے ہیں۔ یہ آیت بھی مسیح ابن مریم علیہ السلام کی موت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان اگر زیادہ عمر پائے تو دن بدن ارذل عمر کی طرف حرکت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بچے کی طرح نادان محض ہوجاتا ہے اور پھر مرجاتا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۶۰۸، ۶۰۹، خزائن ج ۳ ص ۴۲۹)

الجواب: ۱...... ناظرین کو واضح ہو کہ یہ آیت مرزا قادیانی کی تب دلیل ہے۔ جب وہ مسیح علیہ السلام کا زیادہ عمر پانا تسلیم کرلیں۔ مگر اس کے ساتھ ’’رَفَعَ اِلَی السَّمَاء‘‘ بھی ملا ہوا ہے۔ لہٰذا یہ بھی مرزا قادیانی کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ وہ ایک حد قرار دیں کہ جب عمر کے فلاں سال تک کوئی انسان پہنچے گا تو وہ ضرور ہی ارذل عمر میں داخل ہوجائے گا۔ قرآن کریم تو اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ:

الف...... حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تک دعوت کی۔ نبوت حاصل ہونے سے پہلے کی عمر اور دعوت کے بعد طوفان آنے اور بعد از طوفان آپ کے زندہ رہنے کی عمر ان ساڑھے نو صدیوں کے علاوہ ہے۔ پھر رب کریم کا یہ کلام پاک ہم کو یہ بھی بتاتا ہے کہ سینکڑوں سالوں کے وہ تغیرات وانقلابات (جن سے قومیں مفقود ہوجاتی ہیں۔ خرابہ آباد اور آباد خرابہ بن جاتے ہیں۔ سلطنتیں بدل جاتی ہیں۔ بولیاں تبدیل ہوجاتی ہیں) بعض جسموں پر اسی طبقۂ ارض کی موجودگی کی حالت میں اتنا اثر بھی نہیں ڈال سکتے کہ وہ اتنا بھی معلوم کرلیں کہ اس طبقۂ ارض پر اور اس حصہ ملک میں کبھی کوئی تغیر آیا بھی تھا؟ اور کسی قسم کا انقلاب ہوا بھی تھا یا نہیں؟ وہ سینکڑوں برسوں کا ممتد زمانہ اور دراز عرصہ ان کی نگاہ میں ایسا قلیل نظر آیا کرتا ہے کہ یہ خاصان خدا اسے ’’یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ‘‘ سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ کیا مرزا قادیانی کے نزدیک یہ بیانات ہدایت اور نور نہیں ہیں؟ کیا انسان ضعیف البیان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ تحکم کی راہ سے یہ قرار دے کہ جو کچھ آج کل ہو رہا ہے رب کریم نے نہ کبھی اس سے تجاوز فرمایا ہے اور نہ فرمائے گا۔ کیا:

ب...... ان کو لقمان ذوالنسور کا حال معلوم نہیں۔ جس کی عمر دو ہزار سال کی تھی۔ کیا:

ج...... ان کو عمر معدیکرب کی تاریخ پر نظر ہے۔ جو دو سو پچاس سال کی عمر میں ایرانیوں کے بیسیوں جنگ آزما، عربدہ جو فیلوں کو تلوار سے کاٹ کاٹ کر پھر شہید ہوا تھا؟ کیا مرزا قادیانی کا حق ہے کہ وہ ارذل عمر کی بھی حد سنین کا تعین کر کے اپنی طرف سے خود ہی مقرر کردیں۔ ’’اِتَّقُوا اللّٰہَ اَیُّھَا النَّاس‘‘

جواب: ۲...... زمین پر مرور زمانہ کے اثرات جدا ہوتے ہیں۔ آسمانوں پر ان کو قیاس کرنا حماقت ہے۔ انسانوں سے ملائکہ اور ابلیس کی زندگی کا موازنہ کرنا حماقت ہے تو زمین والوں اور آسمان والوں کی زندگی کا موازنہ کرنا بھی درست نہیں۔ اس لئے بھی استدلال باطل ہے۔

جواب: ۳...... دوسرے نطفہ انسان کی یہ صفت ہے کہ وہ عمر کی درازی سے ضعیف ہوجاتا ہے۔ یعنی مادی ہونے کے باعث زمین کی تاثیرات سے متاثر ہوکر ضعیف ہوجاتا ہے۔ مگر آسمان کی تاثیرات ایسی ہیں کہ اجرام فلکی کا بدل ماتحل

ساتھ ہی ساتھ ہوتا جاتا ہے اور وہ ضعیف نہیں ہوتے۔ پس مسیح علیہ السلام بھی تاثیرات فلکی سے ارذل عمر کے ضعف سے بچے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ فرشتے، ستارے، آفتاب، مہتاب وغیرہ ایک ہی حالت پر رہتے ہیں۔ لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام بھی آسمان پر درازی عمر سے نکمے نہیں ہوسکتے اور نہ زمین کی آب وہوا کی طرح آسمان کی آب وہوا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو ارذل عمر ملے اور چونکہ مسیح علیہ السلام کی پیدائش نفخ روح سے تھی اور روح درازی عمر سے ضعیف اور ارذل نہیں ہوتی۔ اس لئے مسیح علیہ السلام کے واسطے ارذل عمر کا ضعف لازم بھی نہیں۔ کیونکہ وہ روح مجسم تھے۔ صرف وہ جسم ضعیف وارذل ہوتا ہے جو نطفہ امشاج وغیرہ کی ترکیب سے بنایا جاتا ہے۔

جواب: ۴...... حدیث شریف میں ہے کہ: ’’رأیت عیسیٰ بن مریم علیه السلام شابا‘‘

(مسند احمد ج۱ ص۳۷۴، کنز العمال ج۵ ص۳۲۲، ج۶ ص۳۰۷، الخصائص ج۲ ص۸)

یعنی حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو جوان دیکھا۔ حضور ﷺ فرمائیں کہ مسیح علیہ السلام جوان ہیں مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ بوڑھے ہوگئے۔ قادیانی بتائیں ان دو اقوال سے کن کا قول سچا؟

جواب: ۵...... جب خدا تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں فرماتے ہیں کہ وہ نہ صلیب دیئے گئے اور نہ قتل کئے گئے۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا تو کیا وہ قادر مطلق ان کو انسانی ارذل عمر اور ضعف پیری سے ایسا ہی مستغنی نہیں کرسکتا جیسا کہ ان کو ان کی ولادت میں قانون فطرۃ عامہ سے مستثنیٰ کردیا تھا کہ بغیر نطفۂ مرد کے پیدا کیا۔ دیکھو اصحاب کہف کا قصہ کہ ۳۰۹ برس سوتے رہے۔ نہ بھوک لگی نہ پیاس جب خود بیدار ہوئے تب بھوک محسوس ہوئی اور ان کے جسم میں کسی طرح کا تغیر بھی پیدا نہ ہوا تھا اور حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ پڑھو کہ سو برس کے بعد زندہ کئے گئے۔ بیضاوی شریف میں لکھا ہے کہ جب اپنے گھر لوٹ کر آئے تو آپ جوان تھے اور ان کی اولاد بوڑھی تھی۔ ’’اذا رجع الی منزله کان شابا واولاده شیوخا‘‘ (بیضاوی ج۱ طبع مجتبائی ص۱۶۸)

اور (مستدرک ج۲ ص۲۸۲) میں حدیث علیؓ میں ہے کہ سب سے پہلے ان کی آنکھیں پیدا کی گئیں۔ وہ اپنی ہڈیوں کو گوشت پہناتے اور پیدا ہوتے ہوئے دیکھتے تھے اور اسی قصہ میں خدا تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ (البقرة:۲۵۹)‘‘ یعنی ﴿دیکھ اپنے کھانے اور پانی کو کہ وہ سو برس کی مدت تک سڑے نہیں۔﴾ افسوس جب اسی جگہ یہ قدرت کے کرشمے دکھلائے گئے اور ہم کو قرآن میں سنائے گئے تو مومن قرآن کے دل میں تو یہ شبہ ہی نہیں آسکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنی عمر پاکر بالکل نکمے ہوجائیں گے۔ وہ آکر کیا خدمت کریں گے۔ الٹا ہم سے خدمت لیں گے۔ معاذ اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی درازی عمر سے کیوں گھبراتے ہو ’’عوج بن عنق‘‘ کی عمر ۳ ہزار کے قریب تھی۔ (مطلع العلوم ص۳۰۸)

جواب: ۶...... ایک مناظرہ میں قادیانی کو ایک مسلمان مناظر نے جواب دیا کہ مسیح کے بوڑھے ہونے کی بات وہ کرے جس نے مسیح علیہ السلام کو رشتہ دینا ہو۔ اس پر مرزائی بہت سٹ پٹائے تو مولوی صاحب نے فوراً کہا کہ رشتہ کے چکر میں نہ پڑنا۔ ورنہ ’’یتزوج ویولد‘‘ شادی کریں گے اولاد ہوگی۔ اس میں بھی پھنس جاؤ گے۔ اس پر قادیانیوں کے اوسان خطا ہوگئے۔

تیرھویں آیت: ’’وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ قال فیها تحیون وفیها تموتون (البقرة:۳۶)‘‘ ﴿اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانہ ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک۔﴾

قادیانی استدلال: ’’یعنی تم اپنے خاکی جسم کے ساتھ زمین پر ہی رہو گے۔ یہاں تک کہ اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ گے۔ یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے۔ کیونکہ ’’لَکُمْ‘‘ جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا بلکہ زمین سے ہی نکلا اور زمین میں ہی رہے گا اور زمین میں ہی داخل ہوگا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۰۹، خزائن ج۳ ص۴۲۹)

الجواب: ۱...... خاص دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہو چکی ہے اور علم اصول میں مقرر و مسلم ہے کہ خاص دلیل عام پر مقدم ہوتی ہے اور ان دونوں کے مقابلے میں دلیل خاص کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ مثلاً عام انسانوں کی پیدائش کی نسبت فرمایا: ’’اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (الدھر:۲)‘‘ یعنی ﴿انسانوں کو ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا۔﴾ اور اس کے برخلاف حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواؑ علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت خاص دلائل سے معلوم ہے کہ ان کی پیدائش بایں طور نہیں ہوئی۔ پس ان کے متعلق دلیل خاص کا اعتبار کیا گیا ہے اور دلیل عام کو ان کی نسبت چھوڑ دیا گیا ہے۔

جواب: ۲...... فرشتوں کی جائے قرار اصلی اور طبعی طور سے آسمان ہیں۔ مگر وہ عارضی طور پر کچھ مدت کے لئے زمین پر بھی رہتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام عارضی طور پر اب آسمانوں پر ہیں۔

ناظرین دیکھیں! ترجمہ میں جسم خاکی اور ’’مر جاؤ گے‘‘ کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ مرزا قادیانی ’’لکم‘‘ کو مفید تخصیص جانتے ہیں اور قرآن مجید کا سیاق کلام شاہد ہے کہ آیت کے مخاطب ابلیس و آدم و حواؑ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (البقرہ:۳۶)‘‘ ﴿پس شیطان نے آدم و حواؑ دونوں کو پھسلا دیا اور بہشت سے جہاں وہ رہتے تھے ان دونوں کو نکال دیا اور ہم نے کہا تم اترو۔ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا اور فائدہ ہے ایک وقت تک۔﴾ ’’اَزَلَّهُمَا‘‘ میں تثنیہ ہے اور ذکر شیطان کے بعد ضمائر جمع ’’لَکُمْ‘‘ کو جو ضمیر خطاب ہے۔ جب مفید تخصیص مرزا قادیانی تسلیم کر چکے تو پھر ان کا مخاطبین کے سوا اوروں سے مراد لینا ان کی تسلیم کے خلاف ہے۔

جواب: ۳...... بالفرض اگر آیت کے یہ معنی ہیں کہ مخاطبین زمین سے اٹھ کر آسمان پر نہ جا سکیں تو یہ کہاں سے مرزا قادیانی نے نکال لیا کہ جو لوگ خطاب کے وقت ہنوز کتم عدم میں مستور تھے۔ وہ بھی اسی حکم میں شامل و داخل ہیں۔ اس کی دلیل انہوں نے کچھ نہیں دی بلکہ ’’لَکُمْ‘‘ مفید تخصیص مان کر اپنے دعویٰ کو ضعف پہنچایا۔

جواب: ۴...... اگر بلا کسی دلیل کے مان لیا جائے کہ ’’لَکُمْ‘‘ میں ابلیس اور آدم کے سوا ان کی ذریات بھی شامل ہیں۔ تب بھی آیت بالا مفید معنی و مقصود مرزا قادیانی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جب ثابت ہو چکا کہ ’’لَکُمْ‘‘ میں ابلیس و آدم و حواؑ کی طرف خطاب ہے تو قرآن مجید کے بیسیوں مقامات سے یہ ثابت اور واضح ہے کہ شیاطین آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں اور ملائکہ سے قریب ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ شہاب ثاقب ان کے پیچھے لگ کر ان کو خاک کر دیتا ہے۔ بقول مرزا قادیانی آیت کا اثر مخاطبین پر یہ ہونا چاہئے تھا کہ یہ سب زمین سے اونچے اٹھ نہ سکیں۔ فضا میں جا نہ سکیں۔ مگر شیاطین کا چڑھ جانا دیگر آیات سے معلوم ہو گیا اور آیت مستدلہ ان کے لئے مانع نہ ہوئی۔ اب مرزا قادیانی فرمائیں کہ یہ آیت انبیاء، خدا کے لئے آسمان پر جانے سے کیوں مانع ہے؟

جواب: ۵...... ''مستقر'' کا ترجمہ ٹھیک ہیڈ کوارٹر ہے۔ جس کو صدر مقام بھی بولتے ہیں۔ عربی زبان کی تاریخوں میں اسی لئے تخت گاہ کو مستقر الخلافہ لکھا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی شخص کا اپنے ہیڈ کوارٹر میں موجود ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ دوسری جگہ جا نہیں سکتا۔ علیٰ ہذا اس کا ہیڈ کوارٹر سے علیحدہ ہونا بھی اس امر کا ثبوت نہیں کہ اس کو اپنے صدر مقام سے اب کوئی مناسبت نہیں رہی۔ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی بشر تھے۔ جو شب معراج کو بالائے سدۃ المنتہیٰ تشریف لے گئے تھے۔ اگر آنحضرت ﷺ کے لئے یہ آیت مانع نہ ہوئی تو حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے بھی نہیں ہو سکتی۔ معراج جسمانی کا ثبوت اس مضمون میں آگے آئے گا۔

جواب: ۶...... مرزا قادیانی نے ''اِلٰی حِیْنَ'' کا ترجمہ ''یہاں تک کہ مر جاؤ گے۔'' کیا ہے مگر وہ کسی لغت کی کتاب سے ''حِیْنَ'' کے معنی موت ثابت نہ کر سکیں گے۔ ''حین'' کے معنی وقت کے ہیں اور اسی لئے ''اِلٰی حِیْنَ'' کا ترجمہ ایک وقت تک ہے۔ ہر شخص کے لئے ''استقرار فی الارض'' کا ایک معین عرصہ رب کریم نے مقرر کر رکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک وقت تک زمین پر رہے اور جب ''مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ الی'' کا وعدہ پورا ہونے کو آیا تو وہ آسمان پر تشریف لے گئے۔ ظاہر ہے کہ ''اِلٰی حِیْنَ'' کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایک وقت زمین پر ہے تو دوسرے وقت زمین پر سے اٹھ کر چلا بھی جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی جسم کا بھی بوجہ جسم ہونے کے آسمان پر جانا محال نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ رب کریم اس جسم کو آسمان پر لے جانا چاہے یا نہ چاہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمان پر لے جانے کا اظہار اس نے خود فرمایا اور خود ہی اپنے منشاء کو پورا فرمایا۔

بالفرض مرزا قادیانی نے زور لگا کر ''حِیْنَ'' بمعنی موت ثابت بھی کر دیا تب اور بھی زیادہ ان کے معنی قابل اعتراض ہو جائیں گے۔ یعنی اس وقت ترجمہ آیت یہ ہوگا اور تمہارے لئے زمین میں استقرار اور فائدہ (اگر یہ جواب ہو کہ موت کے بعد جسم تو زمین میں ہی رہتے ہیں۔ مگر ان کو زمین سے کچھ فائدہ نہیں ملتا تو اس کے رد میں آیت ''ثم اقبرہ'' اور آیت: ''اَلَمْ نَجْعَلَ الْاَرْضَ کفاتًا احیاء واَمواتًا'' پر نظر کرو) موت تک ہے۔ جس سے یہ نکلا کہ موت کے بعد اموات کی لاشیں زمین سے اٹھائی جاتی ہیں۔ قبروں میں نہیں دبائی جاتیں۔ بلکہ وہ فضا میں چلی جاتی ہیں۔ اس معنی کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ اس وقت آپ کو ''حِیْنَ'' کا ترجمہ مجبوراً ''وقت'' کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ وشاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ غرض بہر صورت آپ کے استدلال کا بودا اور کمزور اور غلط ہونا ظاہر ہو گیا اور کھل گیا کہ گو آپ نے آیت کا ترجمہ بھی غلط کیا اور اپنی طرف سے الفاظ بھی زیادہ کئے مگر بایں ہمہ مساعی پھر بھی مرزا قادیانی حصول مرام میں ناکامیاب ہی رہے۔

جواب: ۷...... ہم اس پاگل مخبوط الحواس جس سے مخاطب ہیں۔ اس سے پوچھئے کیا ایک مستقر میں رہتے ہوئے عارضی طور پر کوئی دوسری جگہ نہیں جا سکتا۔ کیا ملائکہ کا مستقر آسمان ہونا ان کے نزول الیٰ الارض سے مانع ہے۔ کیا آج تمام انسانوں مع مرزائی ٹولے کا مستقر زمین ہونا ان کے خلائی پرواز کر کے اپنے جنم بھومی (انگلینڈ جرمنی) پہنچنا غیر معقول اور محال ہے۔ کیا امریکی اور روس چاند گاڑیوں کا زمینی مخلوق کو لے کر دور ارض سے نکلنا محال تھا؟ کیا یہ واقع نہیں ہو چکا؟ اب تو مخلوق خدا مریخ، زحل اور اس سے بھی اوپر پرواز کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں بلکہ ارض قمر میں خلائی اسٹیشن اور بستیاں قائم کر کے مستقر انسانی ارض کو ترک کرنے کا اعلان کر کے تاحیات کی قبر پر تعزیت کے ڈونگرے برسا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان دو جزء سے مرکب ہے۔ بدن اور روح، اور دونوں کا مزاج اور تقاضے اور تاثیرات الگ الگ ہیں۔ بدن تو

ثقل ارض میں جکڑا ہوا ہے۔مگر روح ثقل جسمانی کی گرفت میں ہے تو ظاہر ہے کہ مزاحمت وتقابل میں ہر دو فریقین کا غلبہ ممکن ہوتا ہے۔لہٰذا جیسے عموماً ثقل ارضی غالب رہتا ہے تو کبھی کشش سمائی کا غلبہ بھی ممکن ومحتمل تسلیم کرنا پڑے گا یہ کوئی بعید از عقل بات نہیں۔لہٰذا جب رحمت کائنات ﷺ کی کامل ترین روحانیت کے تحت اسراء کا واقعہ عین ممکن اور واقع ہو چکا ہے تو بسلسلہ مسیح علیہ السلام بضمن روحانیت وہ کشش سمائی کے دائرہ میں کیوں نہیں جاسکتے؟ بالخصوص جب کہ ان کی روحانیت ابتداء سے ہی غالب رکھی گئی ہے۔

جواب: ۸...... کلمۂ طیبہ:''محمد رسول اللّٰہ ''اس کا ترجمہ ہے۔محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو کیا حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں؟ پس جس طرح محمد رسول اللہ کہنے سے دیگر انبیاء کی رسالت کی نفی نہیں ہوتی۔اسی طرح''ولکم فی الارض مستقر'' کہنے سے''فی السماء مستقر'' کی نفی نہیں ہوتی۔

جواب: ۹...... ''ولکم فی الارض ''کے مخاطب تمام بنی آدم ہیں۔تب بھی مسیح علیہ السلام کا مستقر آسمان نہیں بلکہ عارضی قیام ہے۔

جواب: ۱۰...... ''مامن عام الا وقد خص عنه البعض ''کے تحت مستقر فی الارض کی بجائے''مستقر فی السماء للمسیح ''ہوگیا تو بھی سوفیصد ہوا۔

چودھویں آیت: ''وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ (یٰسین:۶۸)''﴿اور جس کو ہم بوڑھا کریں،اوندھا کریں اس کی پیدائش میں۔﴾

قادیانی استدلال: تشریح:''یعنی انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔حواس میں اس کے فرق آجاتا ہے۔عقل اس کی زائل ہوجاتی ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۶۱۰،خزائن ج۳ص۴۲۹)

(اور یہ وہ کیفیت ہے جو دنیا میں بڑھاپے کی حالت میں عام مشاہدہ میں آتی ہے)

مرزا قادیانی لکھتے ہیں:''اگر مسیح ابن مریم کی نسبت فرض کیا جائے کہ اب تک جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ ایک مدت دراز سے ان کی انسانیت کے قویٰ میں بکلی فرق آگیا ہوگا اور یہ حالت خود موت کو چاہتی ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۶۱۰،خزائن ج۳ص۴۲۹)

الجواب: ۱...... مرزا قادیانی کے اس وجہ استدلال کا جواب آٹھویں اور بارھویں آیت کے تحت ہوگیا ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں بار بار یہی عرض ہے کہ مرزا قادیانی بطور کلیہ قاعدہ کے عمر کے وہ مقدار قرار دیں۔جس کو ارذل عمر کہہ سکیں اور جس پر تنکیس فی الخلق صحیح ثابت ہوسکے۔ہم توریت وغیرہ کتابوں میں لکھا دیکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ۹۳۰ برس،حضرت شیث علیہ السلام کی ۹۱۲،حضرت نوح علیہ السلام کی ۱۰۰۰،حضرت ادریس علیہ السلام کی ۳۶۵،حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ۱۲۰،حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ۱۷۵ سال کی عمریں تھیں اور بایں ہمہ ان کے انسانیت کے قویٰ میں کچھ فرق نہ آیا تھا۔اصحاب کہف کا قصہ پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض انسانی جسموں کو صدیوں کے زمانہ کا اثر محض اتنا ہوتا ہے۔جتنا ہم لوگوں پر ۶رگھنٹے یا ۱۲رگھنٹے یا ۲۴رگھنٹے یا ۴۸رگھنٹے گزر جانے سے،اگر ناظرین اور مرزا قادیانی کے نزدیک ایک ۳۳سال کا جوان شخص ایسا پیر ہرم اور شیخ فانی ہوسکتا ہے کہ اس کی قوت جسمانی اور قویٰ بشری بالکل ہی اسے جواب دے جائیں تو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت بھی مرزا قادیانی کو ایسا خیال باندھ لینے کا حق ہے۔لیکن اگر یہ ایک قابل تمسخر بات سمجھی جائے کہ کوئی نوجوان شخص معمولی قاعدہ انحطاط بدنی کے لحاظ سے ۴۸رگھنٹہ میں شیخ فانی ہوسکے تو یقیناً

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیر ضعیف ہو جانا بھی غلط ہے۔

حوالہ: حکیم نورالدین جو ''فصل الخطاب'' میں مان چکے ہیں کہ الہامی زبان میں ایک یوم ایک سال کو کہتے ہیں۔ وہ اس بیان سے زیادہ تر فائدہ حاصل کر سکتے ہیں کہ وحی ربانی میں ۳۰۹ برس کو ایک یوم یا ایک یوم کا حصہ کہا گیا ہے۔ ان کوار بعہ لگالینا چاہئے کہ جب الہامی زبان میں ۳۰۹ برس برابر ہیں ایک دن کے، تو دو ہزار برس کتنے دن کے برابر ہوتے ہیں۔ یہ سوال حل کرنے سے پہلے یہ بھی غور فرمالینا چاہئے کہ (اصحاب کہف) ۳۰۹ برس کا بعض یوم کے برابر ہونا تو اسی طبقۂ ارض پر ثابت ہے۔ مملکت آسمانی کا حساب اس سے نرالا ہے۔ رب کریم قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ كَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ (الحج:۴۷)'' جس کو تم ہزار سال شمار کرتے ہو۔ وہ پروردگار کے ہاں ایک یوم ہے۔ اس اعتبار سے مسیح علیہ السلام کو آسمان پر گئے ہوئے چند دن ہوتے ہیں۔

واضح ہو ''اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ'' کو مرزا قادیانی نے (ازالہ اوہام ص۶۹۶، خزائن ج۳ ص۴۷۵) پر درج کیا ہے اور اس حساب سے روز ششم کو الف ششم کا قائم مقام بتا کر اپنی پیدائش اس میں ثابت کی ہے اس لئے اب مرزا قادیانی اس حساب سے انکار نہیں کر سکتے۔

جواب: ۲...... مندرجہ بالا امور کے علاوہ ایک ضابطہ یہ بھی قابل توجہ ہے کہ ہر جہاں کی آب و ہوا اور تغیر و تبدل کے ضوابط الگ الگ ہیں تو اس ضابطہ کے تحت یہ سطح ارض ہے جہاں ہر چیز بزو دیا بدیر (کلی مشکک کے طور پر) تغیر پذیر ہو رہی ہے۔ مگر عالم بالا (آسمان) ایک غیر متغیر ماحول ہے وہاں کوئی چیز بھی تغیر پذیر نہیں ہوتی۔ دیکھئے وہ ارواح وملائکہ کا جہاں اور ماحول ہے وہاں یہ نوع مخلوق لاکھوں سال سے غیر متغیر حالت میں موجود ہیں۔ آج تک کبھی نہیں سنا گیا کہ کوئی ایک فرشتہ عمر رسیدہ ہو کر فوت ہو گیا۔ یا وہ نہایت بوڑھا ہو گیا۔ یا کم از کم اس کی سروس پوری ہو کر وہ اپنی ڈیوٹی سے پنشن یافتہ ہو گیا ہو۔

جواب: ۳...... عالم بالا خدا تعالیٰ کی تجلی گاہ ہے تو جیسے اس کی ذات عالیہ ازل ابدی ہے۔ وہ تغیر و تبدل سے بکلی منزہ ہے۔ ایسے ہی اس کا ماحول، آسمان بھی غیر متغیر ہے اگرچہ اس کے سوا سب مخلوق ہے اور ایک دن وہ لقمۂ فنا بنیں گے مگر وہاں عالم دنیا اور ناسوت کی طرح، تدریج و تسلسل نہیں ہے۔ تغیر و تنزل کا کوئی وجود نہیں۔ لہٰذا جب حضرت مسیح علیہ السلام بقدرت الٰہی وہاں پہنچ گئے تو وہاں کا ٹائم ٹیبل ہے۔ وہاں کی آب و ہوا ہے جس کے تحت وہ لاکھ سال بھی بلا تغیر و تبدل رہ سکتے ہیں۔ مرزا قادیانی چونکہ سفل الطبع تھے۔ ان کی ذہنی اور روحانی پرواز نکتہ انجماد سے بھی ڈاؤن تھی۔ اس لئے یہ عام اور موٹی بات بھی ذہن میں نہ آسکی جس کی بناء پر وہ معراج جسمانی کے انکار پر اترے ہوئے ہیں اور رفع ونزول مسیح علیہ السلام بھی ان کے اس سفل ادراک سے ماوراء ہے۔ وہ اس میدان کے فرد ہی نہیں یہ مسئلہ بمع دیگر ایسے مسائل کے تو عقول صافیہ کا مسئلہ ہے۔ مرزا قادیانی کے سامنے ایسے حقائق تو ایسے ہیں جیسے کوئی بھینس کے سامنے بین بجا کر اس سے اپنی بہترین موسیقی پر داد تحسین وصول کرنا چاہے۔ یہ صاحب تو احمق علی الارض کا نمونہ ہے۔ لہٰذا ''وضع العلم عند غیر اهله کمقلد الخنازیر اللؤلؤ'' والا مسئلہ ہے۔

پندرھویں آیت: ''اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّشَیۡبَةً (الروم:۵۴)'' ﴿اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے پھر دیا کمزوری کے پیچھے زور پھر دے گا زور کے پیچھے کمزوری اور سفید بال (بڑھاپا)۔﴾

قادیانی استدلال: تشریح: ’’یہ آیت بھی صریح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ کوئی انسان اس قانون قدرت سے باہر نہیں اور ہر ایک مخلوق اس محیط قانون میں داخل ہے کہ زمانہ اس کی عمر پر اثر کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ تاثیر زمانہ سے وہ پیر فرتوت ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۶۱۰، خزائن ج ۳ ص ۴۲۹)

الجواب: یہ سچ ہے مگر آیت میں مسیح علیہ السلام کے مر چکنے کی دلیل اور مرزا قادیانی کے بیان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات کر جانے کی وجہ استدلال ذرا بھی موجود نہیں۔ اچھا اگر کوئی شخص مشہور کر دے کہ مرزا مسرور قادیانی کا انتقال ہو گیا اور جب کوئی اس سے پوچھے کہ تم کو کیونکر معلوم ہوا تو وہ یہی آیت پڑھ دے تو آپ اس کی وجہ استدلال کو کیا کہیں گے؟ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اس وقت مسیح علیہ السلام ’’ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعُفٍ قُوَّۃً‘‘ کے مصداق حال ہیں۔ نزول بر زمین کے بعد ’’ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعُفًا وشَیْبَہ‘‘ کی حالت ان پر طاری ہوگی۔

جواب: پہلے کمزور پھر طاقتور پھر کمزور سفید بال! اگر قادیانیوں کے نزدیک قاعدہ کلیہ ہے تو پھر جو بچہ نوعمری میں مر گیا وہ کلیہ میں شامل ہے؟ سیدنا نوح علیہ السلام ہزار برس کے ہو کر بھی پیر فرتوت نہ ہوئے۔ حالانکہ مرزا قادیانی ۶۰ سال کے ہو کر پیر فرتوت ہو گئے تھے کہ دائیں بائیں جوتے کی تمیز نہ تھی تو ایک بچہ کے لئے چند دن کی زندگی، نوح علیہ السلام کے لئے ہزار برس کی زندگی، اس آیت کے منافی نہیں۔ بلکہ مستثنیات ہیں تو مسیح علیہ السلام کے لئے کیوں نہیں؟ جب کہ وہ اس عالم میں ہی نہیں ہیں بلکہ عالم بالا میں ہیں۔

سولھویں آیت: ’’اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ (یونس:۲۴)‘‘ ﴿دنیا کی وہی مثل ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے پھر رلا ملا نکلا اس سے سبزہ زمین کا جو کہ کھائیں آدمی اور جانور۔﴾

قادیانی استدلال: ’’یعنی اس زندگی دنیا کی مثال یہ ہے جیسے اس پانی کی مثال ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں۔ پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے۔ آخر کاٹی جاتی ہے۔ یعنی کھیتی کی طرح انسان پیدا ہوتا ہے۔ اوّل کمال کی طرف رخ کرتا ہے پھر اس کا زوال ہوتا جاتا ہے۔ کیا اس قانون قدرت سے مسیح علیہ السلام باہر رکھا گیا ہے؟‘‘ (ازالہ اوہام ص ۶۱۱، خزائن ج ۳ ص ۴۳۰)

جواب: ۱...... کاش مرزا قادیانی اس مثال سے ہی فائدہ اٹھاتے اور سمجھتے کہ سب روئیدگی کی قسمیں زمین سے اگنے، کمال تک پہنچنے اور بڑھنے اور پھر زوال کی جانب مائل ہو کر خشک ہونے میں درجہ مساوی نہیں رکھتیں۔ چنانچہ ان ہر سہ مراتب کو دو ماہ میں طے کر لیتا ہے اور نیشکر (کماد) کو کمال تک پہنچنے کے لئے دس ماہ کا عرصہ درکار ہے۔ سن اور ہالوں کا بیج چند پہر میں زمین سے اگ آتا ہے اور گنوارے اور کھنڈی کا بیج سال بھر تک زمین میں جوں کا توں پڑا رہتا ہے۔ افسوس کہ آپ حارث وحراث ہونے کے دعویدار ہو کر بھی ان مثالوں سے بہت کم مستفید ہوتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اس قانون قدرت سے باہر نہیں۔ مگر اس قانون میں مساوات شخصی نکال کر آپ دکھا دیجئے۔

جواب: ۲...... مرزا قادیانی کے لئے یہ نمونہ میں کافی ہے کہ اگر یہ ضابطہ عام مانا جائے تو پھر تمام انبیاء حیوان، جماد ایک ہی رفتار سے سفر کریں۔ یہ انسان ایک ہی طرح کے حالات وتغیرات سے دوچار ہو۔ فعلی اور پودے ایک ہی رفتار سے پیدا ہوں۔ بڑھیں اور قابل استفادہ ہوں۔ حالانکہ ان امور میں ناقابل فہم تفاوت سامنے ہے ایک پودہ چند دن میں اپنا سفر طے کر رہا ہے اور ایک پودہ صدیوں تک اپنا سفر حیات طے کرتا ہے۔ ایک جانور چند لمحات کا مسافر ہوتا ہے (جیسے کئی قسم کے

جراثیم) اور کئی حیوان انسان سے بھی بڑھ کر عمر پاتے ہیں اور دیکھئے یہ قانون خود مرزا قادیانی کے گھر میں بھی نافذ رہا ہے کہ اس کا کوئی بچہ پیٹ ہی سے چل بسا۔ کوئی چند دن زندہ رہ کر کوئی چند سال کے بعد اور کوئی لمبی عمر پاکر فوت ہوئے تو جب رفتار حیات کسی کی بھی مساوی نہیں تو مرزا قادیانی صرف مسیح علیہ السلام کو قانون مساوی کے کیوں پابند کرنے کے درپے ہیں؟ جب اس متغیر سطح ارضی پر کئی صدیاں انسان زندہ رہ چکے ہیں۔ (اصحاب کہف سیدنا نوح علیہ السلام) تو اس غیر متغیر جہان میں جہاں کا ٹائم ٹیبل بھی اس جہاں سے کہیں متفرق ہے۔ وہاں باذن الٰہی مسیح علیہ السلام چند صدیاں زندگی نہیں گزار سکتے۔ آخر سارے جہاں سے صرف مرزا قادیانی کو ہی کیوں اتنا فکر ہو رہا ہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی خود بھی جسمانی حیات مسیح علیہ السلام کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ کئی جگہ لکھ چکے ہیں کہ میں نے مسیح علیہ السلام کے ہمراہ کئی دفعہ ایک دسترخوان پر کھانا بھی کھایا اور ایک جگہ لکھا کہ میں نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت بھی کھایا۔ (تذکرہ ص۴۴۷) معلوم ہوا کہ وہ جوان ہیں زندہ ہیں کھاتے پیتے بھی ہیں۔

سترھویں آیت: ''ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ (المؤمنون:۱۵)'' ﴿پھر تم اس کے بعد مروگے۔﴾

قادیانی استدلال: ''یعنی اوّل رفتہ رفتہ خداتعالیٰ تم کو کمال تک پہنچاتا ہے اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو یہاں تک کہ مرجاتے ہو۔ یعنی تمہارے لئے خداتعالیٰ کی طرف سے یہی قانون قدرت ہے کوئی بشر اس سے باہر نہیں۔ اے خداوند قدیر! اپنے اس قانون قدرت کو سمجھنے کے لئے ان لوگوں کو بھی آنکھ بخش جو مسیح ابن مریم علیہ السلام کو اس سے باہر سمجھتے ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۶۱۱، خزائن ج۳ ص۴۳۰)

جواب: ۱...... ناظرین زبان عرب میں حرف ثُمَّ، تراخی اور ترتیب کے لئے آتا ہے اور اسی لئے ہم نہایت صدق دل سے گواہی دیتے ہیں۔ ''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشَکَنَّ اَنْ ینزل فِیْنَا ابْنُ مَرْیَمَ حکَمًا عَدْلًا ثُمَّ اِنَّہٗ بَعْدَ ذٰلِكَ لیموت'' مرزا قادیانی قانون قدرت کے موٹے موٹے حروف تو پڑھ لیتے ہیں۔ مگر کیا اچھا ہو کہ اس کی تشریحات بھی ملاحظہ کرلیا کریں۔

جواب: ۲...... رفتہ رفتہ کمال سیدنا مسیح علیہ السلام کا دور چل رہا ہے۔ اس کے بعد: ''بعد ذالك لمیتون'' میں داخل ہوں گے کیا یہی آیت پڑھ کر اس وقت تمام زندہ لوگوں کی وفات پر استدلال کیا جاسکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر مسیح علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیسے صحیح ہوگا؟

اٹھارویں آیت: ''اَلَمْ تَرَا اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَہٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُہٗ حُطَامًا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ (الزمر:۲۱)'' ﴿تونے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی، پھر چلایا وہ پانی چشموں میں زمین کے، پھر نکالتا ہے اس سے کھیتی کئی رنگ بدلتے اس پر، پھر آئے تیاری پر تو دیکھے اس کا رنگ زرد پھر کر ڈالتا ہے اس کو چورا چور، بے شک اس میں نصیحت ہے عقل مندوں کے واسطے۔﴾

قادیانی استدلال: ''ان آیات میں بھی مثال کے طور پر یہ ظاہر کیا ہے کہ انسان کھیتی کی طرح رفتہ رفتہ اپنی عمر کو پورا کر لیتا ہے اور پھر مرجاتا ہے۔'' (اور حضرت مسیح علیہ السلام بھی بحیثیت انسان اس قاعدہ کلیہ اور قانون قدرت سے باہر نہیں رہ سکتے۔ مرتب) (ازالہ اوہام ص۶۱۲، خزائن ج۳ ص۴۳۰)

جواب: مرزا قادیانی وفات مسیح علیہ السلام پر اس آیت سے استدلال کی وجہ کچھ نہیں لکھ سکے۔ کھیتی کی مثال سچ ہے مگر

اس مثال میں مرزا قادیانی کی غلط فہمی کا اظہار سولہویں آیت کے تحت میں ہم کر چکے ہیں۔ رفتہ رفتہ عمر پوری کرتا ہے لیکن عمریں مختلف ہیں۔ بچہ کی اور بوڑھے کی اور نوح علیہ السلام کی اور اصحاب کہف کی اور مسیح علیہ السلام کی اور اس تدرج طبعی کو سو فیصد تسلیم کرتے ہیں کہ ہر انسان ہی نہیں بلکہ ہر فرد مخلوق آہستہ آہستہ موت تک ہی سفر طے کر رہا ہے۔ ہر فرد مخلوق ''کل من علیها فان'' سے مستثنیٰ نہیں مگر یہ بات کہ مسیح علیہ السلام پر موت آ گئی کہاں ثابت ہوا۔ کیا امکان اور وقوع میں فرق نہیں؟

انیسویں آیت: ''وَمَا اَرسَلنَا قَبلَكَ مِنَ المُرسَلِینَ اِلَّا اِنَّهُم لَیَاکُلُونَ الطَّعَامَ وَیَمشُونَ فِی الاَسوَاقِ (الفرقان:۲۰)'' ﴿اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے رسول سب کھاتے تھے کھانا اور پھرتے تھے بازاروں میں۔﴾

قادیانی استدلال: ''یعنی ہم نے تجھ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب تمام نبی نہ کھانا کھاتے ہیں نہ بازاروں میں پھرتے ہیں اور ہم پہلے بنص قرآنی ثابت کر چکے ہیں کہ دنیوی حیات کے لوازم میں سے طعام کا کھانا ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب فوت ہو چکے ہیں جن میں بوجہ کلمہ حصر مسیح بھی داخل ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۶۱۲،۶۱۳، خزائن ج۳ ص۴۳۱)

الجواب: ۱...... ناظرین اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان منکرین نبوت کے جواب میں نازل فرمائی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے اور رسالت کو بنظر حقارت دیکھتے اور یوں کہا کرتے تھے۔ ''مَا لِهٰذَا الرَّسُولِ یَأکُلُ الطَّعَامَ وَیَمشِی فِی الاَسوَاقِ (الفرقان:۷)'' یہ رسول کیسا ہے، جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ان کی اس بیہودہ گفتگو کے جواب میں بطور تشفی وتسکین قلب فرمایا ہے۔ کہ بازاروں میں پھرنا اور طعام کھانا اگر رسالت کے منافی ہے تو سارے کے سارے پیغمبر ایسے ہی گزرے ہیں۔ جن میں یہ صفات لوگوں نے دیکھے اور معلوم کئے اور بایں ہمہ یہ معترض ان میں سے بعض کی نبوت کا یقین بھی رکھتے ہیں۔ مثلاً نصاریٰ اور یہود اور عرب کے اکثر قبیلے اب آپ خیال فرمائیں کہ اس میں کون سی دلیل وفات مسیح کی ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے طعام کھانے یا نہ کھانے کی بحث ساتویں آیت کے تحت میں ہو چکی۔ مرزا قادیانی آپ نے ان تین آیتوں کو دلیل وفات مسیح بنانے میں حصر اور تعمیم سے بہت ہی کام لیا ہے اور یہ دل میں ٹھان لی ہے کہ اگر ایک تعمیم کی دوسری نص تخصیص کر دیتی ہو تو اس تخصیص کا ہرگز اعتبار نہیں کریں گے۔ مگر یہ کاغذ کی ناؤ چلتی نظر نہیں آتی۔ ''اَوَلَم یَرَ الاِنسَانُ اَنَّا خَلَقنَاهُ مِن نُطفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیمٌ مُّبِینٌ (یٰسین:۷۷)'' ﴿کیا انسان نے نہیں دیکھا اور غور کیا کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا اور وہ جھٹ کھلم کھلا خصومت رکھنے والا بن گیا۔﴾

آیت میں ''اَلاِنسَانُ'' کل انسانوں پر شامل ہے۔ جس سے کوئی باہر نہیں۔ حالانکہ اسی آیت میں دو جگہ آپ کو تخصیص ماننی پڑے گی۔ اوّل ''مِن نُطفَة'' میں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام انسان تھے مگر نطفہ سے پیدا نہ ہوئے تھے۔ دوم ''خَصِیمٌ مُّبِین'' میں کیونکہ ہم یقیناً اور ایماناً جانتے ہیں کہ انبیاء اور صدیقین نہایت فرمانبردار بندے ہوتے ہیں اور کبھی اپنے پروردگار سے خصومت نہیں کرتے۔

جواب: ۲...... مرزا قادیانی یہ فرمائیں کہ طعام کھانا اور بازاروں میں پھرنا یہ مرسلین کا لازم حال تھا یا منجملہ صفات بشری کے ایک صفت، اگر لازمۂ حال تھا تو لازم آتا ہے کہ ہر ایک نبی اور مرسل نے وقت پیدائش سے لے کر

زندگی کی آخری ساعت تک،غرض اپنی تمام ترعمر کا کوئی لحہ کوئی لحظہ کوئی منٹ کوئی سیکنڈ ایسا گزرنے نہ دیا ہو کہ وہ بازار میں نہ پھرتے ہوئے اور کچھ نہ کچھ کھاتے ہوئے نظر نہ آئے ہوں۔غرض کہ ان کا منہ اوران کے پاؤں ہروقت چلتے ہی رہتے تھے۔کیوں مرزا قادیانی آپ کے مذہب میں یہی معنی اس آیت کے ہیں؟ اگر یہی معنی ہیں تو اس کا بطلان نہایت صریح ہے لیکن اگر باوجود آیت کے الفاظ بالا کے یہ معنی آپ نہیں کرتے۔ بلکہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے کھانے اور بازاروں میں پھرنے کے خاص اوقات ہوں اور دیگر اوقات میں اکل طعام اور''مَشِیٔ فِی السُّوْقِ''ان میں پایا بھی نہ جاتا ہو تب آیت بالا آپ کے کیا مفید ہے؟ اگر کسی معتکف وصائم کو دیکھ کر کوئی شخص یہ حکم لگا سکتا ہے کہ طعام کھانے اور بازاروں میں پھرنے کی صفت اس سے جاتی رہی تو اس کے دانشمند ہونے میں کسی کو شک ہوسکتا ہے؟ مرزا قادیانی ان نمونوں سے بھی مستفید نہیں ہوتے۔

جواب: ۳...... ممکن ہے کہ مرزا قادیانی یا کوئی انکا مرید کبھی یہ استدلال بھی کرنے لگے کہ روزہ رکھنا اس آیت کے خلاف ہے۔''ماجعلناھم جسدًا لا یاکلون''اور آیت ہذا:''انھم لیاکلون الطعام ویمشون فی الارض'' اگر اس کو راز نبوت قرار دے لیا جائے تو پھر آپ ﷺ کے مراقبات حرا اور وصال کا انکار لازم آتا ہے۔

بیسویں آیت: ''وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ (النحل:۲۰،۲۱)''﴿اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔مردے ہیں جن میں جان نہیں اور نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے۔﴾

قادیانی استدلال: ''دیکھو یہ آیتیں کس قدر صراحت سے مسیح علیہ السلام اور ان سب انسانوں کی وفات پر دلالت کر رہی ہیں جن کو یہود اور نصاریٰ اور بعض فرقے عرب کے اپنے معبود ٹھہراتے تھے اور ان سے دعائیں مانگتے تھے۔اگر اب بھی آپ لوگ مسیح ابن مریم علیہ السلام کی وفات کے قائل نہیں ہوتے تو سیدھے یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمیں قرآن کریم کے ماننے میں کلام ہے۔قرآن کریم کی آیتیں سن کر پھر وہیں نہ ٹھہر جانا کیا یہ ایمان داروں کا کام ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۶۱۳،۶۱۴، خزائن ج۳ ص۴۳۱)

جواب: ۱...... ''الذین''کا ترجمہ''جن لوگوں کو''صحیح نہیں کیونکہ''الذین''سے مراد اصنام (بت) بھی ہیں۔ لہٰذا صحیح ترجمہ یوں ہے۔''اور جن کو پکارتے ہیں۔''اور چونکہ کفار میں زیادہ تر بت پرستی ہی پائی جاتی تھی۔(چنانچہ کعبہ کے ۳۶۰ بت جو فتح مکہ کے دن توڑے گئے اس پر شاہد ہیں) اس لئے۔

جواب: ۲...... اموات کے بعد غیر احیاء کا ذکر کیا گیا تاکہ اصنام کی حقیقت اصلیہ ظاہر ہوجائے کہ وہ علی الاطلاق مردہ ہیں۔ان کو حیات کی ہوا بھی نہیں لگی نہ پہلے کبھی نہ اب۔

جواب: ۳...... ''وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ (النحل:۲۱)''کا مطلب تو یہ ہے کہ ان معبودوں کو اس کا بھی شعور (علم) نہیں کہ ان کے پوجنے والے کب اٹھائے جائیں گے۔(جلالین وفتح البیان) بلکہ ان سے بہتر تو ان کے عابد ہیں کہ ان کو علم وشعور اور حیات تو حاصل ہے۔(دوسری طرز سے)

جواب: ۴...... آیت کا یہ مطلب نہیں کہ معبودان مصنوعی مرچکے ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ان سب کو موت آنے والی ہے۔صرف لفظ اموات کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکال لینا کہ وہ سب کے سب مرچکے ہیں غلط ہے۔''اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ (الزمر:۳۰)''اے رسول ﷺ تو بھی میت ہے اور وہ بھی، مطلب یہ ہوا کہ بالآخر موت آنے والی ہے۔لہٰذا

آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہوا کہ تمام وہ لوگ جو اللہ کے سوا پوجے جاتے ہیں۔ آخرکار مرنے والے ہیں گو ان میں کئی مرچکے ہوں اور ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بعد نزول فوت ہو جائیں گے۔

جواب: ۵...... نیز مشرکین جنوں اور فرشتوں کو بھی پوجتے تھے کیا وہ سب مرچکے ہیں؟ کیونکہ وہ بھی ''من دون اللہ'' میں شامل ہیں۔ نیز آج بھی کئی ایسے ملنگ پیر معبود ہیں جنکو جاہل لوگ سجدے کرتے ہیں ان کی عبادت کرتے ہیں تو کیا وہ اب مرے ہوئے ہیں؟ اصل مفہوم یہی ہے کہ جن کی لوگ پوجا کرتے ہیں وہ معرض فنا میں ہیں۔ بقا صرف ذات واحد کو ہے۔ ''الحی القیوم'' صرف ایک ہی ہے لہٰذا عبادت کا مستحق بھی یہی ہے۔ بلکہ تمام کے تمام ''کل شی ھالك'' اور ''کل من علیھا فان'' کے زیر تصرف ہیں۔ کیونکہ ماسوی اللہ ہر چیز پردہ فنا میں تھی پھر عالم موجود میں آئی اس کے بعد پھر پردہ فنا سے دوچار ہونے والی ہے۔

ناظرین! مرزا قادیانی نے اپنی عبارت میں انسانوں کی قید اپنی طرف سے لگادی ہے۔ آیت میں ہے اور اس لئے ایسے تین صفات بیان ہوئے جن سے کوئی خلوق جن وملک اور انسان وغیرہ اس تعمیم سے باہر نہیں رہ سکتے۔ (۱) ''مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ'' اس میں کل مخلوق شامل ہے۔ (۲) کسی کا خالق نہ ہونا۔ یہ بھی سب پر محیط ہے۔ (۳) مخلوق ہونا۔ یہ بھی بجز خدا کے سب کو گھیرے ہوئے ہیں۔ پس ان صفتوں والا اگر کسی قوم اور قبیلہ کا معبود سمجھا یا مانا گیا ہے تو وہ مردہ ہے۔

جب ہم نصاریٰ کے مذہب پر نظر ڈالتے ہیں جو خدا کو ''ثالث ثلثه'' جانتے ہیں اور اس کے علاوہ اقنوم قائم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ خدا کے سوا ایک تو مسیح کو معبود جانتے ہیں دوسرے روح القدس کو۔ ان دونوں کی پرستش بھی کرتے ہیں اور ان دونوں کو پکارتے بھی۔

مرزا قادیانی اس آیت پر تمسک کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت کرتے ہیں۔ میں ان سے دریافت کرلینا چاہتا ہوں کہ وہ روح القدس کو بھی مردہ جانتے ہیں، یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا وہ ''مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ'' نہیں۔ یا وہ کسی شئے کا خالق بھی ہے یا وہ خود مخلوق نہیں یا نصاریٰ اس کو اسی طرح نہیں پکارتے۔ جس طرح مسیح کو پکارتے ہیں؟ اگر یہ سب صفات اس میں موجود ہیں تو پھر...... روح القدس کو آیت کی تعمیم سے جدا رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ اگر مرزا قادیانی کے پاس روح القدس کو اس عمومیت سے جدا رکھنے اور جدا باور کرنے کی کوئی وجہ ہے۔ تو یقین رکھئے کہ ہمارے پاس بھی ہے اور اگر وہ روح القدس کو بھی مردہ سمجھتے ہیں تو بسم اللہ اس کا اقرار فرمائیں تاکہ ان کے بیسیوں دلائل پر پانی پھر جائے اور میں پھر معنی آیت گزارش کروں۔

ناظرین! (۱) ایک لطیف قصہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ جب قرآن مجید میں ''اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ (الانبیاء:۹۸)'' نازل ہوا۔ تو مشرکین نے اس تعمیم کو دیکھ کر خوب تالیاں لگائیں اور خوش ہو کر کہا کہ اگر ہم اور ہمارے بت جہنم میں ڈالے جائیں گے تو ہم کو کچھ غم نہیں۔ کیونکہ اسی قاعدہ ''وَمَا تَعْبُدُوْنَ'' کے بموجب نصاریٰ کے ساتھ مسیح کو بھی جہنم میں ڈالا جائے گا اور ہم اس پر خوش ہیں کہ جب مسیح جہنم میں جائے تو ہم اور ہمارے بت بھی وہیں ڈالے جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا۔ ''مَاضَرَبُوْہُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ ھُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ (الزخرف:۵۸)'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظیر جو ان کفار نے پیش کی ہے۔ یہ ان کا مجادلہ ہے یہ لوگ محض خصومت سے ایسی باتیں کرتے ہیں: ''اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ (الزخرف:۵۹)'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو خدا کے ایسے بندہ ہیں جن پر خدا نے نعمت کی ہے۔ پس آیت کریمہ کی اس تعمیم میں وہ منعم علیہ جس کی تخصیص واستثناء دیگر آیات سے

ہوچکی ہے۔ کیونکر شامل ہوسکتا ہے۔ فرمایا:’’اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ‘‘گویا مرزا قادیانی نے فطرت کے لوگوں کو واضح کیا کہ عدم سے استدلال صحیح نہیں ہوتا۔

مرزا قادیانی ملاحظہ فرمائیں کہ ایسی تعمیمات سے تمسک واستدلال کرنا اور دیگر آیات پر نظر نہ ڈالنا وہ شیوہ اور وہ مسلک ہے جس پر مشرکین مکہ گامزن ہوچکے ہیں اور جن کی تکذیب قرآن مجید فرما چکا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کا استدلال نہ شرعی ہے نہ عالمانہ بلکہ آیت مذکورہ ایسے استدلال کا نام مجادلہ رکھتی اور مستدل کو’’قوم خصمون‘‘میں شامل کرتی ہے۔’’فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ‘‘

۲...... ’’اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ‘‘پر بھی غور فرمایئے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ یہ’’من دون اللّٰہ‘‘جن کو پکارا جاتا ہے۔ یہ’’اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ‘‘حالاً ہیں یا مآلاً ہیں۔ یعنی کیا آیت کے یہ معنی مرزا قادیانی کرتے ہیں کہ جب چند شخصوں نے کسی’’مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ‘‘کو پکارنا شروع کیا تو وہ فوراً مر بھی جاتا ہے اور اس کی حیات بھی منقطع ہوجاتی ہے۔ اگر وہ یہی معنی کرتے ہیں۔ تب کچھ شک نہیں کہ یہ معنی خلاف واقع ہیں اور کلام ربانی کی شان عظیم اس سے برتر واعلیٰ ہے۔ ہم نے خود سینکڑوں ایسے شخص دیکھے ہیں اور مرزا قادیانی نے نیز ناظرین نے بھی دیکھے ہوں گے کہ ان کے بیوقوف معتقد اور مریدان کو خدائے حاضر وناظر کی طرح ہر وقت ہر جگہ موجود جانتے ہیں اور اٹھتے بیٹھتے، جاگتے سوتے، یا پیر یا پیر ہی پکارا کرتے ہیں۔ ان کا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ خدا روٹھ جائے تو پیر ملا دیتا ہے اور پیر روٹھ جائے تو خدا نہیں ملا سکتا۔ اس لئے وہ ہمیشہ پیر کا درجہ رسول اور خدا سے برتر وافضل جانا کرتے ہیں اور بایں ہمہ طغیانی کفر وشرک یہ’’مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ‘‘معبود اپنی تمتع اور کامرانی کے دن بڑی عیش وشادمانی سے پورے کیا کرتے ہیں۔ یہ واقعات جن کا ظہور ہر شخص ہر روز دیکھ سکتا ہے۔ بتلا رہے ہیں کہ مرزا قادیانی کے معنی غلط اور خلاف واقع ہیں۔

اب رہا ان کا مآلاً اموات اور غیر احیاء ہونا یعنی بالآخر ان مشرکین کے معبودوں نے ایک روز مرنا ہے۔ یہ بے شک صحیح ہے مگر اب آیت میں مسیح علیہ السلام کی وفات بالفعل پر ذرا بھی اشارت باقی نہ رہے گا اور مرزا قادیانی کا ہم پر کچھ اعتراض نہ رہ گیا۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات بزمانہ آئندہ کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور’’کل نفس فان‘‘کا اثر ونفاذ مسیح پر بھی تسلیم کرتے ہیں۔

(جوابات بالا مرزا قادیانی کی تفہیم کے لئے عرض کئے گئے ہیں۔ ورنہ مفسرین نے آیت کو بحق اصنام یعنی بتوں کے لئے لکھا ہے اور اموات غیر احیاء کے یہ معنی کئے ہیں کہ ان بنائے ہوئے معبودوں کو تو کبھی بھی حیات حاصل نہیں ہوئی۔ ان میں کبھی بھی لوازم زندگی پائے نہیں گئے اور اس لئے عدم محض ہیں اس معنی پر کوئی اعتراض مرزا قادیانی کا وارد نہیں ہوتا اور وفات مسیح کی دلیل کا تو اس میں ہونا ذرا بھی تعلق نہیں رکھتا)

اکیسویں آیت: ’’مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:۴۰)‘‘﴿محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر۔﴾

قادیانی استدلال: ’’یہ آیت بھی صاف دلالت کررہی ہے کہ بعد نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتا، کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے...... اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مرگیا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۱۴، خزائن ج۳ ص۴۳۱)

الجواب: ا...... ناظرین یہاں مرزا قادیانی سے سخت غلط فہمی ہوئی ہے اور منشاء غلطی یہ ہے کہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان رفیعہ کے سمجھنے میں قصور ہوا ہے۔ قرآن مجید میں یہ آیت صریح اور نص قطعی موجود ہے:''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (آل عمران:۸۱)'' ﴿جب خدا نے نبیوں سے اقرار لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر جب تمہاری طرف رسول موعود آئے جو تمہاری سچائی ظاہر کرے گا تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔﴾

اس کا مفہوم و منطوق یہ ہے کہ جس قدر انبیاء و رسل حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک گزرے ہیں۔ یہ سب وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے شمار میں اپنے آپ کو داخل و شامل سمجھیں گے اور امتیوں کی طرح آپ کا کلمہ پڑھیں گے۔ اسی آیت کی عملی تفسیر اس حدیث معراج میں ہے۔ جو صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے امام بن کر نماز پڑھائی اور حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ و حضرت ابراہیم علیہم السلام وغیرہ نے آپ ﷺ کے پیچھے مقتدی بن کر پڑھی۔ پس جب انبیاء گزشتہ کا شمار پہلے ہی سے حضور ﷺ کی امت میں حضور ﷺ کی رسالت کے بعد ہوتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس میثاق ازلی کے ایفاء کے طور پر دنیا میں آنا اور خلیفۃ المسلمین بننا رسول کریم ﷺ کے اعلیٰ درجہ رسالت کا مظہر ہے نہ کہ آنحضرت ﷺ کے درجہ خاتمیت کے منافی۔ یہ امر کہ مسیح علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی امت میں شمار ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے انیسویں آیت کے تحت میں (ازالہ اوہام ص ۶۲۳، خزائن ج ۳ ص ۴۳۶) پر ان الفاظ میں مان لیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں۔ یہ اقرار کرنے کے بعد مرزا قادیانی سے نہایت مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ مسیح بن مریم کے آنے کا انکار اس آیت کے تمسک سے کریں اور تعجب پر تعجب یہ ہے کہ انبیاء گزشتہ میں سے اگر کوئی نبی اس میثاق ازلی کے موافق جس کی خبر قرآن مجید میں دی گئی۔ ہمارے سید حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نصرت و خدمت کے لئے دنیا میں تشریف لائے تو مرزا قادیانی اس آیت کو اس کے لئے مانع خیال کرتے ہیں۔ مگر خود اپنے لئے ایک پہلو نکال کر یوں تحریر کرتے ہیں:''خاتم النّبیین'' ہونا ہمارے نبی ﷺ کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں! ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ ﷺ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا۔ جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تحریر سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے کل میں جزو داخل ہوتی ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۵۷۵، خزائن ج ۳ ص ۴۱۱)

دیکھو کیسے صاف لفظوں میں لکھ گئے کہ میں نبی ہوں اور یہ آیت میرے لئے مانع نہیں کیونکہ فنافی الرسول ہو کر میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا جزو بن گیا ہوں۔

اچھا مرزا قادیانی اگر بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے کوئی نبی ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہو جاتا ہے اور اس کی نبوت جداگانہ شمار نہیں ہوتی۔ تب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اور نزول فرمانا ثابت ہو گیا۔ کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث معراج عن ابی ہریرہؓ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اتباع کیا ہے اور فنافی الرسول ہونے کی شہادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وعظ سے ملتی ہے۔ جس میں انہوں نے اپنی امت کو وجود باوجود محمدی ﷺ کی بشارت سنا سنا کر فرمایا تھا۔''آگے کو تم سے بہت باتیں نہ کروں گا کیونکہ اس دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ

میں اس کی کوئی چیز نہیں۔'' یوحنا:۱۵، باب:۳۰ دنیا کا سردار اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔ خیال تو کرو کیسے الفاظ ہیں اور کس سچے دل اور صادق زبان سے نکلے ہیں۔ اگر فنافی الرسول کا درجہ اس قول کے قائل کو بھی حاصل نہیں۔ (جس کا اپنے قول میں صادق ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے) تو اور کس شخص کو ہوسکتا ہے؟ اس کے بعد مرزا قادیانی اس حدیث پر نظر فرمائیں۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے انبیاء کو علاتی بھائی فرما کر آخر میں فرمایا ہے: ''وَاَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ'' یہاں آپ ذرا غور سے دیکھیں کہ آپ کی اصطلاح کے موافق عیسیٰ بن مریم تو محمد رسول اللہ ﷺ میں اور محمد رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح علیہ السلام میں کس طرح داخل ہیں۔ غرض ثابت ہوا کہ آپ کی مستدلہ آیت آپ کے مفید نہیں ہوسکتی۔ بچند وجوہ!

۱...... قرآن مجید شہادت دیتا ہے کہ سابقہ جملہ انبیاء آنحضرت ﷺ کی امت میں ہیں۔ لہٰذا اس میں سے کسی ایک کا آنا اور خلیفہ بننا بعینہٖ صدیق ؓ اور فاروق ؓ جیسا خلیفہ بننا ہے۔

۲...... مرزا قادیانی نے مان لیا کہ مسیح علیہ السلام بھی اسی امت محمدیہ ﷺ کے شمار میں آچکا ہے۔

۳...... مرزا قادیانی کہتے ہیں۔ میں نبی ہوں اور میرے لئے آیت خاتم النّبیین مانع نہیں کیونکہ مجھے درجہ فنافی الرسول حاصل ہے اور میں رسول خدا سے کچھ جدا نہیں ہوں۔

۴...... فنافی الرسول کا قاعدہ کلیہ حضرت مسیح پر زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ انجیل اور صحیح مسلم اس کے گواہ ہیں۔

پس ثابت ہوگیا۔ مرزا قادیانی نے اس آیت سے استدلال میں بڑی غلطی کھائی ہے یا صریح مغالطہ دیا ہے۔

ناظرین! یہ بھی یاد رکھیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو خدا کے نبی ہیں۔ وہ ہمارے سید و مولا محمد مصطفی ﷺ کے صحابی بھی ہیں۔ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ اس نے ایمان کے ساتھ اس زندگی میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو۔ آنحضرت ﷺ کا حضرت مسیح علیہ السلام سے شب معراج کو ملاقات کرنا ثابت ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ اگر صدیق ؓ وفاروق ؓ کی خلافت کے لئے آیت خاتم النّبیین مانع ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلافت کے لئے بھی ہے اور اگر ان کے لئے مانع نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی مانع نہیں۔ ایک نبی کا نبی ہوکر پھر صحابی ہونا بھی بعید نہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کی مثالیں موجود ہیں۔ ہارون علیہ السلام تو موسیٰ علیہ السلام کے صحابی تھے۔ یحییٰ زکریا علیہ السلام کے۔

المختصر مرزا قادیانی کا یہ استدلال اور مفہوم اجماع امت کے بھی خلاف اور خود مرزا قادیانی کے مسلمہ اقرار واعتراف کے خلاف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اس آیت کریمہ کے متعلق سابقہ تمام صحابہ ؓ اور بعد کے ائمہ ہدیٰ، مجددین، ملہمین، مفسرین ومحدثین تمام متکلمین اور متصوفین نے اس آیت کا مفہوم خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت پر نص صریح تسلیم کیا ہے اور اس کو آمد مسیح علیہ السلام کے رتی بھر منافی نہیں رکھا۔ یہ صحیح مفہوم تھا جو ہر زمانہ اور ہر دور میں مسلم تھا۔ اب مرزا قادیانی نے لکھا اجماعی مسئلہ کے منکر پر خدا اور رسول اور تمام کائنات کی لعنت ہے۔ (ازالہ) پھر لکھا کہ سلف، خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں ان کی شہادات ماننا ہی پڑتی ہیں۔ (ازالہ ص۴۷۶، ۴۷۵)

جواب: ۲...... سیدنا مسیح علیہ السلام کا آنا آپ ﷺ کی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ مرزا قادیانی سے صدیوں پہلے علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اس اعتراض کا جواب دے دیا ہے۔ ''ای لاینباء احد بعدہ اما عیسٰی ممن نبی قبلہ'' خاتم النّبیین کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ باقی رہے عیسیٰ علیہ السلام

تو وہ آپ ﷺ سے پہلے نبی بن چکے ہیں۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی آمد آپ ﷺ کی ختم نبوت کے منافی نہیں۔

جواب: ۳...... معراج کی رات تمام انبیاء علیہم السلام موجود تھے تو بھی آپ ﷺ خاتم النّبیین تھے۔ قیامت کے دن تمام انبیاء علیہم السلام موجود ہوں گے تب بھی آپ ﷺ خاتم النّبیین ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جاچکے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بنے تو آپ ﷺ کی ختم نبوت کے منافی ہے۔

جواب: ۴...... سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنا رہی۔ نہ شمار انبیاء میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بن رہا۔ بلکہ نبی ماقبل آپ ﷺ کی امت میں شامل ہو رہا ہے۔ وہ ایک نہیں بلکہ سب (شب معراج، یوم قیامت) شامل ہوں تب بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت کے خلاف نہ ہوگا۔ بخلاف اس کے کہ کوئی آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے جیسے مسیلمہ کذاب یا کذاب قادیان وہ آپ ﷺ کی ختم نبوت کے باغی ومنحرف کہلائیں اور کافر، کذاب ودجال۔

بائیسویں آیت: ''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:۴۴)'' ﴿سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں۔﴾

قادیانی استدلال: ''یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔ سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا اگر کسی نبی گزشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو تو وہی آجاتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اسی امر متنازعہ فیہ کا ہم شکل ایک مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام آپ ہی فیصل کر چکے ہیں اور ان کے فیصلہ کا ہمارے فیصلہ کے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب سلاطین وملا کی نبی اور انجیل جو ایلیاہ علیہ السلام نبی کا دوبارہ آسمان سے اترنا کس طور سے حضرت مسیح علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۶۱۵،۶۱۶، خزائن ج۳ ص۴۳۲)

آیئے مرزا قادیانی! اگر آپ ''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ'' پر ہی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو یوں ہی فیصلہ کر لیں آپ نے الفاظ ''ایلیاہ کا دوبارہ آسمان سے اترنا'' لکھ کر یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ایلیاہ آسمان پر چڑھایا گیا۔ آپ یہ دریافت کرتے ہیں کہ اس کا اترنا کس طور کا بیان کیا گیا ہے تو پہلے یہ دریافت کر لیجئے کہ ''ایلیاہ کا آسمان پر چڑھ جانا کس طرح بیان کیا گیا ہے۔'' اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اڑا کے آسمان پر لے جائے۔ تب ایلیاہ الیسع کے ساتھ جل جلال سے چلا اور ایلیاہ نے الیسع کو کہا تو یہاں ٹھہر یو اس لئے کہ خداوند نے مجھے بیت ایل کو بھیجا ہے۔ سو الیسع بولا۔ خداوند کی حیات اور تیری جان کی سوگند میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ سو وہ بیت ایل کو اتر گئے اور انبیاء زادے جو بیت ایل میں تھے نکل کر الیسع پاس آئے اور اس کو کہا تجھے آگاہی ہے کہ خداوند آج تیرے سر پر سے تیرے آقا کو اٹھا لے جائے گا۔ وہ بولا ہاں میں جانتا ہوں تم چپ رہو۔ تب ایلیاہ نے اس کو کہا۔ اے الیسع تو یہاں ٹھہر یو کہ خداوند نے مجھے یریحو کو بھیجا ہے۔ اس نے کہا خداوند کی حیات اور تیری جان کی قسم میں تجھ سے جدا نہ ہوں۔ چنانچہ وہ یریحو میں آئے اور انبیاء زادے جو یریحو میں تھے۔ الیسع پاس آئے اور اس سے کہا تو اس سے آگاہ ہے کہ خداوند آج تیرے آقا کو تیرے سر پر سے اٹھا لے جائے گا۔ وہ بولا میں تو جانتا ہوں۔ تم چپ رہو اور پھر ایلیاہ نے اس کو کہا تو یہاں درنگ کیجیو کہ خداوند نے مجھ کو یردن بھیجا ہے۔ وہ بولا خداوند کی حیات اور تیری جان کی قسم میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ وہ دونوں آگے چلے اور ان کے پیچھے

پیچھے پچاس آدمی انبیاءزادوں میں سے روانہ ہوئے اور سامنے کی طرف دور کھڑے ہورہے اور وہ دونوں لب یردن (نام رہا) کھڑے ہوئے اور ایلیاہ نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کر پانی پر مارا کہ پانی دو حصے ہوکے ادھر ادھر ہوگیا اور وہ دونوں خشک زمین پر ہوکے پار گئے اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئے تب ایلیاہ نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے کہ میں تجھ سے جدا کیا جاؤں۔ مانگ کہ میں تجھے کیا دوں۔ تب الیسع بولا مہربانی کر کے ایسا کیجئے کہ اس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو۔ تب وہ بولا تو نے بھاری سوال کیا۔ سو اگر مجھے آپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے گا تو تیرے لئے ایسا ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا اور ایسا ہوا کہ جوں ہی وہ دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں کے درمیان آکے ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں ہوکے آسمان پر جاتا رہا اور الیسع نے یہ دیکھا اور چلایا۔ اے میرے باپ میرے باپ اسرائیل کی رتھ اور اس کے ساتھی۔ سو اس نے پھر نہ دیکھا اور اس نے اپنے کپڑوں پر ہاتھ مارا اور انہیں دو حصے کیا اور اس نے ایلیاہ کی چادر کو بھی جو اوپر سے گر پڑی تھی۔ اٹھالیا اور الٹا پھرا اور یردن کے کنارے پر کھڑا ہوا اور وہاں اس نے ایلیاہ کی چادر کو جو اس پر سے گر پڑی تھی لے کر پانی پر مارا اور کہا کہ خداوند ایلیاہ کا خدا کہاں ہے اور اس نے بھی اس چادر کو جب پانی پر مارا تو پانی ادھر ادھر ہوگیا اور الیسع پار ہوگیا۔ مرزا قادیانی ایلیاہ کے آسمان پر چڑھ جانے کی یہ کیفیت مفصل پڑھ کر اب اپنے اس فقرہ کو یاد کریں کہ ''جب جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چلے جانا ثابت ہوجائے تو پھر اسی جسم کے ساتھ اترنا کچھ مشکل نہیں۔'' نیز یہ فقرہ (کتاب مقدس سلاطین:۲، باب۲، آیت:۱تا۱۴ص۳۵۰، مطبوعہ۱۹۲۷ء) ''مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا اس کے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۲۷۰، خزائن ج۳ ص۲۳۶) اور ملاحظہ کیجئے کہ ایلیاہ کا جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھنا کس وضاحت سے اہل کتاب کے صحف سماوی میں مندرج ہے۔ آپ کا یہ کہنا کہ ایلیاہ کی جس چادر کے گرنے کا ذکر ہے وہ اس کا جسم ہی تو تھا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اوّل تو شروع باب میں یہ فقرہ ہے یہ خدا نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اڑا کے آسمان پر لے جائے۔ بگولے میں اڑا کر لے جانا روح سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ دوم: یہ فقرہ ایلیاہ نے اپنی چادر کو لپیٹ کر دریا پر پھینک کر مارا۔ پانی ادھر ادھر ہوگیا۔ اگر چادر سے مراد جسم ہے تو ایلیاہ نے خود اپنے جسم کو کس طرح لپیٹ کر دریا پر مارا تھا۔ سوم: یہ فقرہ الیسع نے بھی اس چادر کو جب پانی پر مارا۔ کیا الیسع نے اپنے پیر ومرشد کی لاش کو پھینک کر مارا تھا۔ غرض یہ تاویل فضول ہے اور سلاطین باب:۲ سے ایک جسم کا آسمان پر جانا ثابت ہے۔ اگر مرزا قادیانی کو ''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ'' پر ایمان ہے تو پہلے اس صعود جسمی کو تو مان لیں۔

ناظرین اس بیان میں مرزا قادیانی نے چند غلطیاں کی ہیں۔ اوّل معنی آیت کے سمجھنے میں۔ آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ اگر تم کو معلوم نہ ہو تب اہل کتاب سے پوچھو۔ خدا کے فضل سے نزول مسیح علیہ السلام کا مسئلہ ایسا نہیں جو ہم کو معلوم نہ ہو۔ قرآن مجید سے لے کر صحاح ستہ اور دیگر تمام دواوین حدیث میں نزول مسیح علیہ السلام کی مفصل خبریں درج ہیں۔ بلکہ میں دعویٰ کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ احادیث نزول مسیح میں اس قدر تفصیل اور تشریح ہے کہ آج تک کسی پیش گوئی کو تو کیا گزشتہ واقعہ کو بھی کسی مورخ نے ایسی خوبی اور صفائی سے شاید ہی بیان کیا ہو۔ میرا یہ کہنا تو مرزا قادیانی کو ناگوار خاطر ہوگا کہ انہوں نے ان احادیث پر نظر نہیں ڈالی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ان کی تحریر میں ان احادیث کا علم ہونے کی ذرا بھی دلالت نہیں۔

الف...... مرزا قادیانی!!! جغرافیائی طور پر اس پیش گوئی کے متعلقہ احادیث اس طرح ہیں۔

۱...... مدینہ کی آبادی اہاب تک پہنچ جائے گی۔ (صحیحین مسلم ج۲ ص۳۹۳، کتاب الفتن)

ناظرین آج ہمارے زمانہ میں اس حد تک آبادی نہیں پہنچی۔

۲...... اسلامی شہروں میں سے سب سے آخر میں مدینہ ویران ہوگا۔(ترمذی ج۲ص۲۲۹، باب فضل المدینہ) خدا کے فضل سے آج مدینہ آباد و بارونق ہے۔

۳...... بیت المقدس کی کامل آبادی سبب ہے مدینہ کی خرابی کا۔ مدینہ کا خراب ہونا سبب ہے جنگ عظیم کا۔ جنگ عظیم کا واقع ہونا سبب ہے قسطنطنیہ کی فتح کا۔ قسطنطنیہ کا فتح ہو جانا وقت ہے خروج دجال کا (ابوداؤد ج۲ص۱۳۲، باب امارت الملاحم) یہ فقرہ یاد رہ جانے کی ضرورت نہیں کہ خروج الدجال سبب ہے نزول مسیح کا۔

۴...... حضرت مسیح شہر بیت المقدس میں اور مسلمانوں کے لشکر میں نازل ہوں گے۔

(ابوداؤد ج۲ص۱۳۵، باب خروج الدجال وابن ماجہ ص۲۹۷، باب فتنۃ الدجال)

ب...... اس کے بعد ملکی انقلابات سے متعلقہ احادیث پر نظر ڈالئے۔

۱...... مسلمانوں کا لشکر جو نصاریٰ کی طلب میں نکلا ہوگا۔ اس فوج کے مقابل ہوں گے جس نے قسطنطنیہ فتح کر لیا ہوگا۔ تین روز تک مسلمانوں کو شکست ہوتی رہے گی۔ چوتھے روز مسلمانوں کو فتح کامل حاصل ہوگی۔ اس جنگ سہ روزہ میں ۹۹ فیصدی مقتول ہوں گے۔ اس فتح کے بعد مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے۔ فتح کے بعد جب ملک شام میں پہنچیں گے تب دجال خروج کرے گا اور پھر نماز صبح کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔

(مسلم ج۲ص۳۹۱،۳۹۲، کتاب الفتن عن ابی ہریرہؓ وابن مسعودؓ)

۲...... دجال زمین مشرق، خراسان سے نکلے گا۔

(ترمذی ج۲ص۴۷، باب ماجاء فی الدجال عن ابی بکر صدیقؓ)

وہ بجز مکہ و مدینہ سب جگہ پھر جائے گا۔ (مسلم ج۲ص۴۰۵، باب فی بقیۃ احادیث الدجال)

۳...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام باب لد پر دجال کو قتل کریں گے۔ (مسلم ج۲ص۴۰۱، باب ذکر الدجال)

ج...... تعین زمانہ اور سنین کے اعتبار سے ملاحظہ فرمائیے۔

۱...... جنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ میں ۶ سال کا فاصلہ ہے اور دجال کا خروج ساتویں سال میں ہے۔

(ابوداؤد ج۲ص۱۳۲، باب فی تواتر الملاحم)

گو میں نے ان احادیث کی طرف نہایت مختصر لفظوں میں اشارہ کیا ہے۔ مگر حق کے طالب اور صداقت کے جویا ان بیانات سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ میری غرض ان احادیث کو دکھانے سے یہ ہے کہ جب اسلام نے اپنی تعلیم کو خود مکمل کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ناچیز بندوں پر اپنی نعمت کو تمام فرما دیا ہے اور مبحث فیہ مسئلہ میں بھی ایسی صراحت سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ہے تو ان نعمتوں کی قدر نہ کرنا اس پاک اور آخری تعلیم پر اعتبار نہ کرنا اور پھر اہل کتاب سے پرسش کا اپنے آپ کو محتاج جاننا کیا ہی لغو فعل ہے؟ جس طرح بہت سے شوم طبع بھکیاری (جن کے اندوختہ سے ان کے نفس کو بھی منفعت حاصل نہیں ہوتی) سینکڑوں اشرفیاں اپنی سڑی بسی گڈری میں چھپا رکھتے ہیں اور پیسہ پیسہ کے لئے دربدر بھٹکتے پھرا کرتے ہیں۔ بس اس جگہ بھی ٹھیک وہی مثال ہے۔ دوسری غلطی مرزا قادیانی کی یہ رائے ہے کہ نصاریٰ کی کتابوں سے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جب کسی نبی کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو تو اس کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی کیوں یہ دیکھنا نہیں چاہتے کہ ان کتابوں میں خاص حضرت مسیح علیہ السلام کے آنے کے بارہ میں کیا لکھا ہے۔ کیونکہ اس جگہ عمومیت کا

سوال نہیں بلکہ خصوصیت کا ہے۔

میں معزز ناظرین کی نزہت طبع کے لئے مسیح کے آنے کے بارہ میں جو کچھ انجیل میں لکھا ہے پیش کرتا ہوں۔ متی ۲۴ باب میں یہی بیان ہے۔

(۱) یسوع ہیکل سے نکل کر چلا گیا اور اس کے شاگرد اس کے پاس آئے کہ اسے ہیکل کی عمارتیں دکھلائیں۔ (۲) پر یسوع نے کیا کیا تم یہ سب چیزیں دیکھتے ہو۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ یہاں پتھر پتھر پر نہ چھوٹے گا جو گرایا نہ جائے گا۔ (۳) جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگرد اس کے پاس آئے اور بولے کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا نشان کیا ہے۔ (۴) اور یسوع نے جواب دے کے انہیں کہا خبردار ہو کہ کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے۔ (۵) کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کریں گے۔ (۶) اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار مت گھبراؤ کیونکہ ان سب باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ پر اب تک اخیر نہیں ہے (یعنی قیامت نہیں) (۷) کیونکہ قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر چڑھے گی اور کال وبائیں اور جگہ جگہ زلزلے ہوں گے۔ (۸) پھر یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہیں۔ تب وہ تمہیں دکھ میں حوالے کریں گے اور میرے نام کے سبب سب قومیں تم سے کینہ رکھیں گی۔ (۹) اور اس وقت بہتیرے ٹھوکر کھائیں گے اور ایک دوسرے سے کینہ رکھے گا۔ (۱۰) اور بہت جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بہتوں کو گمراہ کریں گے۔ (۱۱) اور بے دینی پھیل جانے سے بہتوں کی محبت ٹھنڈی ہو جائے گی۔ (۱۲) پر جو آخر تک سہے گا وہی نجات پائے گا۔ (۱۳) اور بادشاہت کی یہ خوشخبری ساری دنیا میں سنائی جائیگی۔ تا کہ سب قوموں پر گواہی ہو اور اس وقت آخر آئے گا۔ (۱۴) پس جب ویرانی کی مکروہ چیز کو جس کا دانیال نبی کی معرفت ذکر ہوا ہے مقدس مکان میں کھڑے دیکھو گے۔ (یعنی جب دجال بیت المقدس پہنچے) (۱۵) تب جو یہودیہ میں ہوں پہاڑوں پر بھاگ جائیں۔ (۱۶) جو کوٹھے کے اوپر ہو اپنے گھر سے کچھ نکالنے کو نہ اترے۔ (۱۷) اور جو کھیت میں ہو اپنا کپڑا اٹھالینے کو پیچھے نہ پھرے۔ (۱۸) پر ان پر افسوس جو ان دنوں میں حاملہ اور دودھ پلانے والیاں ہوں (کیونکہ جب بچہ پیٹ یا گود میں ہوتا ہے بھاگا نہیں جاتا) (۱۹) سو دعا مانگو کہ تمہارا بھاگنا جاڑے میں بارڈ کے دن نہ ہو (اس سے ظاہر ہے کہ دجال بیت المقدس میں موسم سرما اور یوم شنبہ کو پہنچے گا۔ بھاگنا نہ ہو سے مطلب یہ ہے کہ خدا تم کو وہ دن نہ دکھلائے) (۲۰) کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی جیسی دنیا کے شروع سے اب تک نہ ہوئی ہوا اور نہ کبھی ہوگی۔ (۲۱) اور اگر وے (دن) گھٹائے نہ جاتے تو ایک تن بھی نجات نہ پاتا۔ پر برگزیدوں کی خاطر وے دن گھٹائے جائیں گے۔ (۲۲) تب اگر کوئی کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں تو یقین مت لاؤ۔ (۲۳) کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔ (۲۴) دیکھو میں پہلے سے ہی کہہ چکا ہوں۔ (۲۵) پس اگر وہ (لوگ) تمہیں کہیں دیکھو وہ (مسیح) جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے (جس کا نام مرزا قادیانی نے بیت الذکر رکھا ہے) تو باور مت کرو۔ (۲۶) کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندتی ہے اور پچھم تک چمکتی ہے ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا۔ (۲۷) اور فی الفوران دنوں کی مصیبت کے بعد سورج اندھیرا ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔

(ناظرین تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا نشان کیا ہے۔ یہ الفاظ ''انہ لعلم للساعة'' کا ترجمہ ہیں۔ مرزا قادیانی نے ''انہ'' کی ضمیر میں جو مختلف وجوہ پیش کئے ہیں احادیث نبوی کے الفاظ اور انجیل کے الفاظ اس کا تصفیہ

کرتے ہیں۔ حواریوں کے الفاظ سوال سے یہ بھی معلوم ہے کہ اس سوال سے پہلے بھی ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور پھر قرب قیامت میں باردوم آنے کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ یعنی وہ یہ وقت تھا جب اللہ تعالیٰ ''اِنِّی مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ'' کا وعدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دے چکا تھا اور ان الفاظ کے معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیز ان کے حواری وہی سمجھتے تھے جو آج جمہور مسلمانوں نے سمجھے ہیں۔ ورنہ تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا کیا نشان ہے۔ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت مسیح تو خود ان میں موجود تھے اور آنے میں کیا کسر رہ گئی تھی)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ پیش گوئی کیسے صاف اور واضح الفاظ میں حتمی طور پر فرمائی ہے اور اطلاع دی ہے کہ بہت سے لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو مسیح کا نام اور درجہ اپنے لئے ثابت کریں گے۔ پھر علامت اور نشانی کے طور پر فرمادیا کہ جھوٹے مسیح اس زمانہ میں پیدا ہوں گے جب لڑائیاں شروع ہوں گی۔ یا لڑائیوں کی افواہ، قوم قوم پر بادشاہت بادشاہت پر چڑھے گی۔ کال، وبائیں، زلزلے آئیں گے۔ اب ان علامات پر نظر غور سے دیکھو۔ پہلے مرزا قادیانی کا وہ دعویٰ یاد کرو۔ ''جَعَلْنٰكَ مَسِیْحَ ابْنِ مَرْیَمَ ''یعنی میں مسیح ہوں پھر فرانس کا جنگ۔ سیام سے سوڈانیوں کا، مصر سے انگریزوں کا۔ افریقہ میں وحشی لوگوں سے، ہندوستان میں برہما اور شمالی پہاڑی والوں سے وغیرہ وغیرہ پر نگاہ ڈالو۔ پھر روس اور انگلستان کی اور جرمن وفرانس کی اور یونان وروم کی جنگ کی افواہیں یاد رکھو اور پھر اس نتیجہ کو جو مسیح علیہ السلام نے نکالا ہے انصاف سے دیکھو کہ وہ جھوٹے مسیح بہتیروں کو گمراہ کرنے والے ہوں گے)

یوحنا کی انجیل میں دیکھئے۔ (۲۸) تم سن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں۔ اگر تم مجھے پیار کرتے تو میرے اس کہنے سے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں خوش ہوتے۔ کیونکہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ (۲۹) اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا ہے تاکہ جب ہو جائے تم ایمان لاؤ۔ (۱۵ باب مرقس کے ۱۳ باب اور لوقا کے ۱۷ باب) میں بھی اسی طرح ہے۔

اب مرزا قادیانی انصاف اور حق پسندی کی راہ سے فرمائیں کہ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کا بیان ان کے نزول کے بارہ میں جو اس قدر مفصل ہے اور اناجیل اربعہ میں منقول ہے کیوں منظور نہیں فرماتے۔ انجیل یوحنا کا یہ فقرہ میں نے تم کو کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں۔ زیادہ تر تدبر اور غور کے قابل ہے۔ ظاہر ہے: ''پھر آتا ہوں'' وہی شخص کہا کرتا ہے جو پہلے جایا کرتا ہے۔ پہلے جانا حضرت مسیح علیہ السلام کا ہمارے اور مرزا قادیانی کے نزدیک مسلم ہے (گو اس کی کیفیت میں اختلاف ہو) مگر ''پھر آتا ہوں'' کی مرزا قادیانی بڑے زور سے تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا پھر آنا محال اور قدرت کے خلاف ہے۔ اندریں حالت کہ مرزا قادیانی ''فاسئلوا اهل الذکر'' پکار رہے ہیں اور انجیل حضرت مسیح علیہ السلام کا بذات خود دنیا پر مکرر آنا باآواز بلند پکار رہی ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ مرزا قادیانی نے کیوں اور کیونکر اس آیت کو وفات مسیح علیہ السلام کی دلیل بنایا ہے اور نہ صرف خوش اعتقاد مریدوں کو بلکہ کل مسلمانوں کو کیسی صریح غلطی میں ڈالنا چاہا ہے۔

یہ ثابت کرنے کے بعد کہ اہل کتاب کی آسمانی کتاب میں نزول مسیح علیہ السلام کی کیفیت کیا لکھی ہے؟ اب میں ایلیاہ کے اس قصہ پر توجہ کرتا ہوں۔ جس کا حوالہ اس آیت مستدلہ کے تحت میں مرزا قادیانی نے دیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہود حضرت ایلیاہ کی آمد کے منتظر تھے۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام نے نبوت کا اظہار کیا تو یہود نے یہ اعتراض کیا کہ پہلے ایلیاہ آنا چاہئے تھا۔ اگر تو مسیح ہے۔ بتا ایلیاہ کہاں ہے؟ حضرت مسیح علیہ السلام کا جواب اس بارہ میں انجیل میں

یوں تحریر ہے کہ حضرت یوحنا کی طرف اشارہ کر کے آپ نے فرمایا۔ آنے والا ایلیاہ یہی ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔ اس جواب کا وہی مطلب ہے جو مرزا قادیانی نے سمجھا ہے۔ مگر ناظرین انجیل کو ذرا تامل سے ملاحظہ فرمائیے۔ اسی انجیل میں یہ بھی ہے کہ جب علماء یہود کے فرستادوں نے خود حضرت یوحنا سے سوال کیا کہ آپ کون ہیں۔ آیا مسیح ہیں؟ کہا میں نہیں ہوں۔ پوچھا: کیا آپ ایلیاہ ہیں؟ فرمایا میں نہیں ہوں۔ آیا وہ نبی ہیں (وہ نبی ترجمہ ہے آنحضرت ﷺ کا)؟ کہا میں نہیں ہوں۔ انہوں نے پھر دریافت کیا کہ اگر آپ نہ مسیح ہیں نہ ایلیاہ ہیں نہ وہ نبی ہیں تو پھر کون ہیں۔ حضرت یوحنا یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں وہ ہوں۔ جس کی یسعیاہ نبی نے خبر دی تھی۔

اب دیکھو کہ اگر انجیل کا یہ بیان ہے کہ مسیح نے یوحنا کو ایلیاہ بتایا تو انجیل ہی کا یہ بیان ہے کہ یوحنا نے ایلیاہ ہونے سے انکار کیا۔

فرمائیے! مسیح جو دوسرے کے بارہ میں کہہ رہا ہے وہ سچا ہے یا یوحنا جو خود اپنے حال کی خبر دیتا ہے۔ وہ صادق ہے۔ نبی دونوں ہیں۔ نتیجہ کیا نکالو گے؟ یہی کہ نبی تو دونوں سچے ہیں۔ ہاں! مسیح کے قول میں تحریف ہوگئی ہے۔ اس قدر لکھنے کے بعد جس سے ایلیاہ کا یوحنا ہونا غلط محض ثابت ہو چکا۔ یہ بھی درج کر دینا چاہتا ہوں کہ یہودی اگر حضرت ایلیاہ کے آنے کے قائل بھی تھے تو ان کے اعتقاد میں یہ ہرگز نہ تھا کہ وہ خود آسمان پر سے اترے گا۔ دیکھو علماء یہود نے حضرت یوحنا سے آ کر یہ پوچھا ہے کہ تو مسیح ہے یا ایلیا یا وہ نبی، اگر ایلیا کے آسمان سے نزول فرمانے کے وہ قائل ہوتے تو حضرت یوحنا پر مسیح اور وہ نبی ہونے کا شبہ نہ کرتے اور جب انہوں نے شبہ کیا تو اس کے صرف دو معنی ہیں یا تو یہود مسیح اور وہ نبی اور ایلیا تینوں کے نزول من السماء کے قائل تھے اور یہ بداہت باطل ہے۔ کیونکہ مسیح اور وہ نبی تو ہنوز بار اوّل بھی دنیا میں پیدا نہ ہوئے تھے یا یہ کہ وہ ایلیاہ کے بجسدہ آسمان سے نازل ہونے کے قائل نہ تھے اور یہی فقرہ کا مطلب ہے۔ بدیں صورت مرزا قادیانی کی وجہ استدلال کچھ بھی نہ رہی اور ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی نے اس آیت سے استدلال کرنے میں چند در چند غلطیاں کیں اور مغالطے دیئے ہیں۔

تیئسویں آیت: ''یٰـاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (الفجر:۲۷تا۳۰)'' ﴿اے وہ جی جس نے چین پکڑ لیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں۔﴾

قادیانی استدلال: ''اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گزشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔ لیکن معراج کی حدیث سے جس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مبسوط طور پر اپنے صحیح میں لکھا ہے ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے (کیونکہ اس حدیث کی رو سے آنحضرت ﷺ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام شب معراج دوسرے آسمان پر ملے جب کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام جو بالاتفاق فوت ہو چکے ہیں۔ وہیں موجود تھے۔ چونکہ مسیح علیہ السلام بھی فوت شدہ لوگوں کے ساتھ پائے گئے۔ لہٰذا انہیں بھی فوت شدہ ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔ مرتب) لہٰذا حسب دلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم علیہ السلام کا فوت ہو جانا ماننا پڑے گا۔'' (ازالہ اوہام ص۶۱۷،۶۱۸، خزائن ج۳ ص۴۳۳)

مرزا قادیانی کی وجہ استدلال یہ ہے کہ گزشتہ جماعت میں داخلہ تب مل سکتا ہے جب انسان مر جائے اور صحیح بخاری کی حدیث معراج سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت شدہ نبیوں کے گروہ میں شامل تھے۔ لہٰذا یہ نص

وفات مسیح پر دلالت صریح رکھتی ہے۔

جواب: ۱...... ناظرین! مرزا قادیانی کا صغریٰ وکبریٰ دونوں غلط ہیں۔ صحیح بخاری کی اسی حدیث پر جس کا مرزا قادیانی نے حوالہ دیا ہے اگر تدبر کرتے تو اس غلطی پر وہ جلد مطلع ہو جاتے۔ مرزا قادیانی فرمایئے نبیوں کی فوت شدہ جماعت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے والا کون تھا۔ ظاہر ہے ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس وقت آپ ﷺ اسی دنیوی حیات میں تھے۔ پس جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کا گزشتہ انبیاء کے گروہ میں داخل ہونا۔ داخل مل جانے کے بعد کچھ تفاوت نہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے ہو یا زیادہ دیر کے لئے اسی طرح مسیح علیہ السلام بھی اس وقت اس گروہ میں موجود تھے۔ اس غلطی کے بعد دوسری غلطی مرزا قادیانی کی یہ ہے کہ انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا۔ اگر وہ ’’یَا عِیسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ اور یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ‘‘ دونوں پر چشم بصیرت سے نظر فرماتے تو ان کو صداقت کا نور درخشاں نظر آتا۔ پہلی آیت میں عیسیٰ علیہ السلام مخاطب ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام میں جسم اور روح دونوں شامل ہیں اور دوسری میں صرف نفس یعنی روح مخاطب ہے۔ پہلی آیت میں ’’رَافِعُكَ اِلَیَّ‘‘ ہے اور دوسری میں ارجعی دنیا بھر کی لغات میں تلاش کرلو نہ رجوع بمعنی رفع ملے گا اور نہ رفع بمعنی رجوع پھر ایک کو دوسرے سے کیا مناسبت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ رفع کے معنی کلام الٰہی میں وہی ہیں جو اس کے لغوی اور حقیقی معنی ہیں اور مرزا قادیانی نے اپنی تقویت کے لئے لفظ کو اس کے اصلی معنی سے پھیر کر کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔

مرزا قادیانی آپ نے ’’رَافِعُكَ اِلَیَّ‘‘ کو ’’اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكَ‘‘ کے ہم معنی بنادیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ’’اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكَ‘‘ اور ’’اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ‘‘ بھی ہم معنی ہیں تو آپ کیا جواب دیں گے؟

جواب: ۲...... نیز مرزا قادیانی نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے ایک ہی پیالہ میں مسیح کے ساتھ گوشت کھایا ہے۔ دیکھئے۔ (تذکرہ ص۴۲۷) نیز یہ بھی لکھا کہ میں نے کئی مرتبہ مسیح کے ساتھ ایک دسترخوان پر کھانا کھایا۔ نور القرآن۔ یہ بات انہوں نے اور کسی بھی نبی کے متعلق نہیں لکھی تو معلوم ہوا کہ مسیح بحالت حیات ہیں۔ کیونکہ اکل وشرب زندوں کے ساتھ ہی متعلق ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ زندہ متوفی کے ساتھ ملاقات کرسکتا ہے۔ ورنہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو بھی مردار تسلیم کریں۔

چوبیسویں آیت: ’’اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ (الروم:۴۰)‘‘ ﴿اللہ وہی ہے جس نے تم کو بنایا، پھر تم کو روزی دی، پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو جلائے گا۔﴾

قادیانی استدلال: ’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں۔ پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر تکمیل اور تربیت کے لئے روحانی اور جسمانی طور پر رزق مقدرا سے ملتا ہے۔ پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے۔ پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس آیت میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جس کی رو سے مسیح علیہ السلام کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہوں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۱۹، خزائن ج۳ ص۴۳۴)

الجواب: ناظرین یہ سچ ہے کہ ان واقعات چارگانہ میں کل مخلوق داخل ہے۔ مگر حرف ’’ثُمَّ‘‘ جو ہر حالت کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ بتاتا ہے کہ یہ تمام واقعات آن واحد ہی میں شخص واحد پر گزر نہیں لیتے۔ بلکہ ان سب میں تراخی (دیر اور فاصلہ) اور ترتیب کا ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مستمعین کے لئے آیت: ’’خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ‘‘ کے الفاظ صیغہ ماضی کے ساتھ ہیں اور ’’ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ‘‘ کے الفاظ صیغہ مضارع سے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ گو مستمع پر دو واقعے گزر گئے

ہوں۔ مگر دو امور آئندہ پیش آئیں گے۔ پس جب آیت کا مفہوم زندہ جانداروں کی وفات بالفعل کا مقتضی نہیں بلکہ صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ سب نے مرجانا ہے اور سب پر ان واقعات چارگانہ نے گزر لینا ہے تو وفات مسیح پر استدلال کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ مسلمانوں کا اعتقاد یہ ہے تکمیل وترتیب کی حدود مختلف رزق مقسوم کے مناسب حال ہوتا ہے۔ اس لئے آج کل حضرت مسیح علیہ السلام ''ثم رزقکم'' کے مصداق حال ہیں؟

اس کے بعد ''ثم یمیتکم'' کے مرحلہ میں داخل ہوں گے اور پھر سب کے ساتھ ''ثم یحییکم'' کے مرحلہ میں ''فلا اشکال ولا استدلال''

پچیسویں آیت: ''کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمن:۲۶،۲۷)''
﴿جو کوئی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گا منہ تیرے رب کا بزرگی اور عظمت والا۔﴾

قادیانی استدلال: مطلب یہ کہ ہریک جسم خاکی کو نابود ہونے کی طرف ایک حرکت ہے اور کوئی وقت اس حرکت سے خالی نہیں، وہی حرکت بچہ کو جوان کر دیتا ہے اور جوان کو بڈھا اور بڈھے کو قبر میں ڈال دیتی ہے اور اس قانون قدرت سے کوئی باہر نہیں، خداتعالیٰ نے ''فَانٍ'' کا لفظ اختیار کیا ''یَفْنِیْ'' نہیں کہا تا کہ معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ آئندہ کسی زمانہ میں یک دفعہ واقعہ ہوگی۔ بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے۔ لیکن ہمارے مولوی یہ گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام اسی فانی جسم کے ساتھ جس میں بموجب نص صریح ہردم فنا کام کر رہی ہے بلاتغیر وتبدل آسمان پر بیٹھا ہے اور زمانہ اس پر اثر نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی مسیح علیہ السلام کو کائنات الارض سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔
(ازالہ اوہام ص ۶۱۹،۶۲۰، خزائن ج۳ ص ۴۳۴)

الجواب: ۱...... ناظرین ہمارا ایمان ہے کہ ہر شئے کے ساتھ فنا لگی ہوئی ہے۔ ہم مرزاقادیانی کے بیان کو سچ جانتے ہیں کہ ''یَفْنِیْ'' کی جگہ ''فَانٍ'' کا لفظ اختیار کرنے میں یہی بلاغت اور حکمت تھی۔ مگر مرزاقادیانی یہ فرمائیں کہ اس میں وفات بالفعل کی دلیل کہاں ہے۔ یہ بھی جناب ممدوح کا مولوی صاحبان پر افتراء محض ہے کہ مسیح بلاتغیر وتبدل آسمان پر بیٹھا ہے۔ ہاں! ہم یہ ضرور اعتقاد رکھتے ہیں کہ زمانہ کے تغیر وتبدل کا اثر بعض جسموں پر (غیر معمولی کہو، خرق عادات کے طور پر سمجھو) ایسا خفیف ہوتا ہے کہ وہ اثر نہ خود اس جسم کو محسوس ہوتا ہے اور نہ اس کے دیکھنے والے کو۔ اصحاب کہف جب ۳۰۹ برس کے بعد اٹھے تو انہوں نے اپنے خواب کی درازی مدت کو صرف ''یَوْمَ اَوْ بَعْضَ یَوْم'' خیال کیا تھا۔ علیٰ ہذا! جب ان میں سے ایک بزار میں گیا۔ تو بازار والے بھی جسمی ساخت وغیرہ سے اس کو اپنے ہی زمانہ کا ایک شخص سمجھ کر (کیونکہ ان کو بھی کوئی ایسا تغیر نہ معلوم ہوا جس سے وہ ان کو گزشتہ چار صدیوں کا آدمی خیال کر لیتے) اور ان کے ہاتھ میں نہایت پرانے عہد کا سکہ دیکھ کر دور دراز کے خیالات میں پھنس گئے تھے۔ تغیر وتبدل کے اثر کا تفاوت طبقات ارض پر بھی ہے۔ گرم ولایت میں مرد وزن جلد جوان ہو جاتے ہیں اور سرد میں ان سے کئی سال بعد۔ گرم ولایت کے رہنے والے جلد بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ سرد ولایت کے بہ دیر، آسمانی زمین پر رہنے والوں میں تغیر وتبدل ایسا کم اور غیر محسوس ہے جس کے لئے کسر اعشاریہ کے صفر بھی مشکل سے کفایت کر سکتے ہیں۔

جواب: ۲...... کون نہیں جانتا کہ ''کُلُّ مَنْ'' کی تحت میں آسمان کے فرشتے بھی شامل ہیں اور مرزاقادیانی بھی جانتے ہیں کہ ''فَانٍ'' کا اثر ان پر بھی ہے۔ یعنی سلسلہ فنا ان کے ساتھ ساتھ بھی لگا ہوا ہے۔ مگر یہ بھی سب جانتے ہیں کہ وہ ہزاروں برس سے عبادت کرنے والے ہنوز ایسے زمانہ تک جس کی حد انسانی وہم وگمان سے برتر ہے، زندہ رہیں گے۔ اب

مرزا قادیانی کے نزدیک اگر مولوی صاحبان نے مسیح علیہ السلام کے جسم پر جو زمینی آسمان پر ہے۔ نامعلوم تغیر وتبدل کا تانزول ہونا مان لیا ہے اور اس ماننے سے ان کی توحید اور ان کی اطاعت قرآن کریم کے دعویٰ باطل ہو گئے ہیں تو کیا خود مرزا قادیانی پر وہی اعتقاد دربارۂ فرشتگان رکھنے میں وہی اعتراض عائد نہ ہوں گے۔''سُبْحَانَ اللّٰهِ قَضَى الرَّجُلُ عَلٰى نَفْسِهٖ''اسی کو کہتے ہیں۔

جواب: ۳...... آفتاب ومہتاب زمین وآسمان سیدنا مسیح علیہ السلام سے قبل کے ہیں کیا ان پر فنا آ گئی یا آئے گی؟ اگر آئے گی تو مسیح علیہ السلام پر بھی آئے گی۔ بحث تو امکان میں نہیں بلکہ وقوع میں ہے۔

جواب: ۴...... ویسے بھی ہر کلیہ مخصوص البعض ہوتا ہے۔ دیکھئے اس چہار گونہ کلیہ کو کہ اس میں تو تمام مخلوقات داخل بھی نہیں ہوتے۔ کیونکہ کوئی وجود حیات سے قبل ہی ختم ہو جاتا ہے اور کوئی بعد حیات وقبل الرزق، اور کوئی مرحلہ رزق کے کسی حصہ میں۔ یعنی ابتداء میں، وسط میں یا انتہاء میں پھر ہر مرحلہ یکساں نہیں تو معلوم ہوا کہ ہر ضابطہ اور کلیہ استغراقی نہیں ہوتا بلکہ بطور جنس کے ہوتا ہے۔ استثنائی صورتیں متعدد ہوتی ہیں۔

نیز''کل من علیها فان''کا دائرہ تأثیر ابتداء سے چلا آ رہا ہے جو کہ آخر کار صور اوّل تک منتہی ہو جائے گا تو اس وقت''کل من علیها فان''اور''لمن الملك الیوم''کا اعلان ہوگا۔ اس وقت واقعۂ کوئی بھی زندہ نہ ہوگا نہ مسیح نہ کوئی اور فرد مخلوق۔''فلا نزاع ولا جدال''

چھبیسویں آیت: ''اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر:۵۵،۵۴)''﴿جو لوگ ڈرانے والے ہیں باغوں میں ہیں اور نہروں میں۔ بیٹھے سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے۔﴾

قادیانی استدلال: ''اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے دخول جنت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے، یعنی خدا تعالیٰ کے پاس پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ سو اگر''رَافِعُكَ اِلَیَّ''کے یہی معنی ہیں جو مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا تو بلاشبہ جنت میں بھی داخل ہو گیا۔ جیسے کہ دوسری آیت: ''اِرْجِعِیْ اِلٰى رَبِّكِ''جو''رَافِعُكَ اِلَیَّ''کے ہم معنی ہے۔ بصراحت اسی پر دلالت کر رہی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے جانا اور گزشتہ مقربوں کی جماعت میں شامل ہو جانا اور بہشت میں داخل ہو جانا یہ تینوں مفہوم ایک ہی آن میں پورے ہو جاتے ہیں۔ پس اس آیت سے بھی مسیح ابن مریم علیہ السلام کا فوت ہونا ہی ثابت ہوا۔ فالحمد لله الذی احق الحق وابطل الباطل ونصر عبده اید ما موره''

(ازالہ اوہام ص۶۲۱، خزائن ج۳ ص۴۳۵)

جواب: ۱...... اس آیت مستدلہ کا تعلق مرنے کے بعد سے نہیں بلکہ روز قیامت سے ہے۔ الفاظ قرآنی یہ ہیں: ''بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ''آگے چار آیتیں مجرمین ہی کے بیان میں ارشاد فرما کر فرمایا۔''اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ''معزز ناظرین نہ صرف مرزا قادیانی کا ترجمہ ہی غلط ہے بلکہ یہ بھی کہ مرزا قادیانی نے اسی آیت کی بناء پر جو یہ اصول قائم کیا تھا (حالانکہ الفاظ میں اس اصول کی طرف صراحت تو کیا دلالت بھی نہیں) کہ انسان مرنے کے ساتھ ہی بہشت میں چلا جاتا ہے وہ سراپا غلط ہے۔ قرآن مجید میں ہے:''يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ○ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ○ هٰذَا

مَاتُوْعَدُوْنَ لِکُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ ۝ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ ۝ اِدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ (ق:۳۰تا۳۴) ’’جس روز ہم جہنم کو پوچھیں گے تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کیا اور کچھ بھی ہے؟ اور (جس روز) متقین کے واسطے جنت کو آراستہ کر کے قریب لائیں گے۔ یہ وہ بہشت ہے جس کا وعدہ ہر رجوع کنندہ (احکام کے) محافظ کو دیا گیا تھا جو شخص بن دیکھے رحمٰن سے ڈرا اور رجوع کرنے والے دل سے ساتھ آیا۔ اس کو اس بہشت میں سلامتی کے ساتھ داخل کر دو۔ یہ دن یوم خلود ہے۔ یہ آیت کس قدر مرزا قادیانی کے تلازم اور ایک آن کے مسئلہ کو باطل کر رہی ہے۔ احادیث صحیحہ میں بھی بڑی تفصیل وتشریح ہے سب کی جامع ایک ہی حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ میں سب سے پہلے دروازہ جنت جا کر کھٹکھٹاؤں گا۔ رضوان پوچھے گا آپ کون ہیں۔ میں کہوں گا محمد ﷺ رضوان دروازہ کھول دے گا اور کہے گا۔ مجھے یہی حکم تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں؟ اگر مرزا قادیانی کا یہ مذہب ٹھیک ہے تو ان کو اس حدیث کے بعد بتلانا پڑے گا کہ وفات محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے تک جس قدر برگزیدگان خدا انتقال کرتے رہے وہ سب کہاں جنت کے باہر رہے۔ یہ تمام تقریر تو مرزا قادیانی کی اصولی غلطی ظاہر کرنے کے لئے لکھی گئی۔

جواب: ۲...... اب یہ عرض ہے کہ آیت: مستدلہ مرزا قادیانی کے دعویٰ پر ذرا دلیل نہیں۔ بالفرض ان کا یہ بیان صحیح ہے کہ انسان مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو وفات مسیح پر یہ کیا دلیل ہے۔ برگزیدہ بندوں میں داخل ہونا اگر دلیل وفات ہوتی تو شب معراج میں ہی رسول کریم ﷺ کا وفات پانا ایک مسلم واقع ہوتا۔ جب ایسا نہیں ہوا تو آپ کا یہ استدلال ایسا بودا اور ضعیف ہے۔ جس کو دعویٰ سے ذرا مناسبت نہیں۔

جواب: ۳...... مرزا قادیانی اپنی کوتاہ عقلی سے سمجھے بیٹھے ہیں کہ آسمان پر صرف جنت ہے اور کوئی جگہ اور خطہ نہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ آسمان تو سات ہیں۔ اب ہر آسمان تمام کا تمام جنت میں مانیں گے؟ مرزا قادیانی آسمان ایک نہایت وسیع وعریض مقامات ہیں۔ اس میں خدا جانے کیا کیا ہے۔ رفع سماء سے دخول جنت لازم نہیں آتا۔ دیکھئے سید دوعالم ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو بے شمار مقامات کی سیر کے بعد جنت کی سیر فرمائی وہاں منازل صحابہ ؓ ملاحظہ فرمائے۔ مسیح علیہ السلام کا رفع آسمانوں پر ہوا نہ کہ جنت موعودہ میں۔ فافهم!

ستائیسویں آیت: ’’اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ (الانبیاء:۱۰۱،۱۰۲)‘‘ ﴿جن کے لئے پہلے سے ٹھہر چکی ہماری طرف سے نیکی وہ اس سے دور رہیں گے۔ نہیں سنیں گے اس کی آہٹ اور وہ اپنے جی کے مزوں میں سدا رہیں گے۔﴾

قادیانی استدلال: ’’اس آیت سے مراد حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام ہیں ان کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے۔ جس سے ان کی موت بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۲۲، خزائن ج۳ ص۴۳۵)

جواب: ۱...... مضمون آیت یہ ہے کہ نیک بندے بہشت میں داخل ہوں گے۔ لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام مر گئے مرتے ہی بہشت میں داخل ہونے کا غلط ہونا ثابت ہو چکا۔ بالفرض یہ عقیدہ صحیح درست ہے تاہم اس اصول سے کہ مردے فوراً داخل بہشت ہوتے ہیں۔ وفات مسیح بالفعل کہاں ثابت ہوگئی؟

جواب: ۲...... یہ سلسلۂ کلام روز حشر کے بعد کے ساتھ متعلق ہے جو امر حشر کے بعد سے متعلق ہو اس کے فرضی نتائج سے دنیا میں عقیدہ کا اثبات احمقوں کی جنت کے باسی کی ہی چال ہو سکتی ہے۔

اٹھائیسویں آیت: ’’اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ (نساء:۷۸)‘‘ ﴿یعنی جس جگہ تم ہو اسی جگہ موت تمہیں پکڑے گی اگرچہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بود وباش اختیار کرو۔﴾

قادیانی استدلال: ’’اس آیت سے بھی صریح ثابت ہوتا ہے کہ موت اور لوازم موت ہر جگہ جسم خاکی پر وارد ہوتے ہیں۔ یہی سنت اللہ ہے اور اس جگہ بھی استثناء کے طور پر کوئی ایسی عبارت بلکہ ایک ایسا کلمہ بھی نہیں لکھا گیا ہے۔ جس سے مسیح باہر رہ جاتا۔ پس بلاشبہ یہ اشارۃ النص بھی مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کر رہے ہیں۔ موت کے تعاقب سے مراد زمانہ کا اثر ہے جو ضعف اور پیری یا ارضی وآفات مخبر الی الموت تک پہنچاتا ہے۔ اس سے کوئی نفس مخلوق خالی نہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۲۲، خزائن ج۳ ص۴۳۶)

جواب: ۱...... یہاں بھی مرزاقادیانی نے تحریف قرآنی کا ارتکاب کر کے غلط نتیجہ کشید کرنے کی نامراد کوشش کی ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلے آیت کے صحیح معنی ومفہوم پر نظر کرنا ضروری ہے۔ آپ ﷺ جب صحابہ کرام ؓ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ کفار مکہ نے مدینہ پر حملہ کرنے کا پروگرام ترتیب دیا۔ آپ ﷺ نے کفار کے مقابلہ کے لئے تیاری کا حکم فرمایا تو بعض کمزور طبع حضرات یا منافقین نے جنگ سے جی چرانا چاہا۔ ان کی تنبیہ کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔ کئی رکوع اسی مضمون سے متعلق نازل ہوئے۔ ان میں یہ آیت کریمہ بھی ہے کہ ’’جنگ میں جانے سے جی چرا کر تم موت سے نہیں بچ سکتے۔ موت تو کہیں بھی آسکتی ہے۔ اگرچہ بلند وبالا برجوں میں کیوں نہ رہو پھر بھی موت آئے گی۔‘‘ اب اس آیت میں موت کا آنا یقینی ہے اس کا بیان ہو رہا ہے۔ یہ کہاں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے۔

جواب: ۲...... تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق کی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔ بحث اس میں ہے کہ اس وقت زندہ ہیں یا فوت ہوگئے۔ مرزاقادیانی کا مؤقف ہے کہ فوت ہوگئے۔ اس آیت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے ثابت ہو کہ وہ فوت ہوگئے۔ پس مرزاقادیانی کا یہ دجل اور تحریف ہے۔ مرزاقادیانی کے دل کا چور بھی مرزاقادیانی کو ملامت کرتا تھا کہ تم غلط استدلال کر رہے ہو۔ اس لئے مجبوراً اسے کہنا پڑا۔ ’’یہ اشارۃ النص بھی مسیح بن مریم کی موت پر دلالت کر رہے ہیں۔‘‘ مرزاقادیانی نے غلط کہا اس میں اشارۃ النص نہیں بلکہ مرزاقادیانی کی ’’شرارۃ النفس‘‘ نے اسے اس تحریف پر مجبور کیا ہے۔

جواب: ۳...... مرزاقادیانی کا کہنا کہ ’’موت اور لوازم موت ہر جگہ جسم خاکی پر وارد ہوتے ہیں۔‘‘ یہاں بھی مرزاقادیانی کو یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح مسلمان وکافر، امتی اور نبی کی کیفیت موت میں فرق ہے۔ اس طرح زمین پر رہنے والے اور آسمان پر رہنے والے اجسام کے لوازم موت یا اثرات میں بھی فرق ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نفخۂ جبرائیل علیہ السلام سے پیدا ہوئے۔ اس لئے آسمانوں پر قیام فرشتوں کی طرح ان کے جسم مبارک پر اثرات کے مرتب کا فرق ظاہر وباہر ہے۔ مرزا کا مرشد ابلیس بھی اگر اب تک زندہ ہے تو اس کے جسم پر اثرات موت ولوازم موت میں مرزاقادیانی کی نسبت تفاوت ہے تو زمین پر رہنے والوں اور ساکنان سماء کا اجسام پر لوازم موت کے تفاوت اثرات سے انکار نہیں کرنا چاہئے؟‘‘

جواب: ۴...... ’’اور زمانہ سے جسم پر لوازم موت وارد ہوتے ہیں۔‘‘ یہ صرف مرزاقادیانی کا عقیدہ نہیں بلکہ کفار

مکہ، مادہ پرست، منکرین بعث یہی کہتے تھے۔ ''وَقَالُوا مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ (جاثیہ:۲٤)'' وہ (کفار) کہتے تھے کہ ہمیں دنیوی زندگانی ہی کافی ہے۔ ہم مرتے اور پیدا ہوتے ہیں اور حوادث زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتے ہیں۔ کفار مکہ ومنکرین بعث حوادث زمانہ کو موت اور لوازم موت سمجھتے تھے۔ یہی راگ آج مرزا قادیانی الاپ رہا ہے۔ جب کہ مسلمانوں کے نزدیک موت صرف اور صرف مشیت الٰہی ''یفعل ما یشاء'' اور ''مشیــــت'' ذات باری کی مرضی ومنشاء پر منحصر ہے۔ کوئی ماں کے پیٹ سے مردہ برآمد ہوا۔ کوئی چند ساعات، کوئی چند سال، کوئی چند صدیاں، جس کو جتنا چاہے زندہ رکھے، یہ خالق کی مرضی پر منحصر ہے۔ جب چاہے جس کو چاہے موت دے۔ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ ان کی وفات کے وقوع کا اس آیت میں اشارہ یا شائبہ تک نہیں۔ پس مرزا قادیانی ''خسر الدنیا والآخرة'' کا مصداق ہے۔

جواب: ۵...... مرزا قادیانی نے اپنی غلط برآری کے لئے آیت میں تحریف کر کے اشارۃ النص ثابت کرنا چاہی۔ جب کہ ''صراحة النص بل رفعه الله (قرآن) ان عیسیٰ لم یمت (حدیث) ان ینزل فیکم (حدیث)'' کی موجودگی اس بات پر دلیل بیّن ہے کہ مرزا قادیانی نے یہاں بھی تحریف سے کام لیا ہے۔

جواب: ٦...... ''یدرککم الموت'' یہ مضارع ہے۔ موت تم کو پائے گی نہ کہ پاچکی۔ مضارع کو ماضی میں لینا، عیسیٰ علیہ السلام جن کی تخصیص منقولی ثابت ہوچکی۔ ان کو عموم میں ثابت کرنا قادیانی دجل کا شاہکار ہے۔

انتیسویں آیت: ''وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْ (الحشر:۷)'' ﴿اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔﴾

قادیانی استدلال: ''یعنی رسول جو کچھ تمہیں علم ومعرفت عطاء کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔ لہٰذا اب ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۶۲۳، خزائن ج۳ ص۴۳۶)

جواب: ۱...... آیئے مرزا قادیانی اسی آیت پر عمل کریں اور دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حیات مسیح اور نزول مسیح علیہ السلام کے بارہ میں کیا فرمایا ہے۔

۱...... امام حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے: ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْيَهُوْدِ اِنَّ عِيْسٰى عليه السلام لَمْ يَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۳٦٦، ۵۷٦، ابن جریر ج۳ ص۲۸۹)

''رسول خدا ﷺ نے یہود کو (جو وفات عیسیٰ کے قائل تھے) فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں مرے اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔'' حدیث میں ''لَمْ يَمُتْ'' کا لفظ غور طلب ہے کیونکہ ''لَمْ'' نفی تاکید کے لئے آتا ہے اور مضارع کو بمعنی ماضی کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے۔ اس حدیث پر شاید جرح ہوسکتی ہے کہ مرسل ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے صحابی کا نام نہیں لیا۔ مگر یہ جرح مرزا قادیانی اور ان کے اخوان کی طرف سے تو ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے ''مباحثہ الحق لدھیانہ'' میں تسلیم کیا ہے۔ ''مجرد ضعف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔'' مرسل حدیث بکلی پایۂ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض نہیں ہوتی، اب رہے اہل حدیث۔ وہ بھی اس حدیث پر کچھ جرح نہیں کرسکتے۔ کیونکہ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے بروایت صحیح ثابت ہوچکا

ہے کہ جب وہ روایت حدیث ارسال کرتے ہیں تو اس حدیث کے راوی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں۔ مگر بنی امیہ کے خلاف شورش کے خوف سے آپ نام نہیں لیا کرتے تھے۔ اس سے واضح ہوا کہ حدیث بالا مرفوع ہے اور اس کی سند بھی جید اور عالی ہے۔ مرزا قادیانی اگر ''اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ'' پر ایمان رکھتے ہیں تو اس حدیث کے سامنے سر اطاعت خم کریں۔

۲...... (ابوداؤد ج۲ ص۱۳۵، باب خروج الدجال) کی حدیث میں ہے: ''لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عِیْسٰی نَبِیٌّ وَاِنَّہٗ نَازِلٌ'' میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور وہی عیسیٰ تم میں نازل ہوں گے۔ ان الفاظ کو مرزا قادیانی ایمانی نظر سے دیکھیں کہ کس کا آنا ثابت ہوتا ہے اور کس کی زندگی واضح ہے؟

۳...... امام احمد کی (مسند، ابن ماجہ ص۲۹۹، باب خروج الدجال) میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں شب معراج کو حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام سے ملا۔ قیامت کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فیصلہ دیا گیا۔ انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ ہاں! خدا نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا اور میرے ہاتھ میں شمشیر برہنہ ہوگی۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو یوں پگھلنے لگے گا۔ جیسے رانگ پگھل جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کیا یہ احادیث ''مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ'' میں داخل ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو آپ ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اگر آپ کے نزدیک ''مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ'' میں جملہ احادیث نبوی میں سے صرف وہ دو حدیثیں داخل ہیں جو آپ نے اس آیت کے تحت میں لکھی ہیں تو واضح ہو کہ یہ وہ حدیثیں بھی آپ کے مدعا کے لئے ذرا مثبت نہیں۔

۱...... (ترمذی ج۲ ص۱۹۵، ابواب الدعوات) کی یہ حدیث آپ نے پیش کی ہے کہ ''اَعْمَارِ امتی ما بین الستین الی السَّبْعِیْنَ وَاَقَلُّھُمْ مَنْ یَجُوْزُ ذٰلِكَ'' جس کا ترجمہ بھی آپ نے صحیح کیا ہے کہ: ''میری امت کی اکثر عمریں ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ کمتر ہوں گے جو ان سے تجاوز کریں۔'' میں کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اقلھم میں داخل ہیں۔ نزول کے بعد جب امت میں عملاً شمار ہوں گے تب تو چالیس پینتالیس کے عرصہ میں ان کا وصال ہو جائے گا۔ پھر یہ حدیث کیا دلیل آپ کے لئے ہے؟

۲...... دوسری حدیث (مسلم ج۲ ص۳۱۰، ابواب الفضائل) کی یہ پیش کی ہے: ''مَا عَلَی الْاَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَۃٍ یَاْتِیْ عَلَیْھَا مَائۃ سنۃ وَھِیَ حَیَّۃٌ'' جو زمین کے اوپر جاندار ہے۔ ایسی مخلوق نہیں کہ اس پر سو برس گزریں اور وہ زندہ ہو۔ ''مَا عَلَی الْاَرْضِ'' کا لفظ بتاتا ہے کہ یہ حکم صرف ان نفوس منفوسہ کے لئے ہے جو اس وقت زمین پر موجود تھے۔ ورنہ ''مَا عَلَی الْاَرْض'' کی شرط لغو ٹھہرتی ہے۔ بلکہ زیادہ تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متکلم ﷺ کو یہ تخصیص کرنے کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام کا ضرور خیال گزرا ہے اور اس لئے ایسے الفاظ استعمال فرمائے جو روئے زمین کے کل انسانوں پر تو حاوی ہوسکیں۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام اس سے مستثنیٰ بھی رہیں۔ لفظ الارض پر جن علماء نے علمی بحث کی ہے اور آیات ربانی کے قرائن سے الارض کے الف لام کو یقین کے لئے قرار دیا ہے۔ اس بحث میں تو مرزا قادیانی الارض کو ربع مسکون پر بھی اطلاق نہ کرسکیں گے۔ بلکہ جزیرۂ عرب ہی مختص ہو جائے گا۔ الغرض یہ احادیث بھی آپ کے لئے کچھ ممد ومعاون نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی ''مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ'' کے امر واجب الاذعان کو جو نہایت وسیع اور عام ہے صرف دو حدیثوں کے اندر (جن کو آپ نے بہزار دقت اپنے مفید بنایا تھا مگر اس میں بھی کامیاب نہ ہوئے) محدود جانتے ہیں۔ بلکہ جہاں کہیں رسول معصوم کے ارشادات جن کی اطاعت ہم پر

فرض کی گئی ہے ان کے اوہام نفسانی کی مخالفت کرتے ہیں۔اس جگہ آپ نہایت دلیری اور جرأت سے احادیث رسول پر مخالفانہ حملہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی نگاہ میں احادیث نبوی کی وقعت کو پرکاہ سے بھی کم ظاہر کر دیں۔اس بیان کے ثبوت میں کہ انہوں نے کس طرح پر جابجا احادیث نبویہ پر حملے کئے ہیں اور کیسے کیسے پیرایہ میں ان کا ساقط الاعتبار ہونا زور وشور سے تحریر کیا ہے۔ مجھے زیادہ حوالے دینے کی ضرورت نہیں۔ میں اس جگہ صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ''مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ '' کا امرواجب الاذعان اس وقت فراموش ہوجایا کرتا ہے۔

جواب: ۲...... مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار یہ بھی خیال فرمالیں کہ آج تک بے شمار ائمہ دین، مجددین، ملہمین، مفسرین، متکلمین ہوئے ہیں انہوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔سنا اور سمجھا، انہوں نے جو اس کا مفہوم لیا اور اپنایا اس کے حوالہ سے جو اس کا مصداق ومفہوم ہوگا وہ ہمیں سو فیصد تسلیم ومنظور۔اس کے سوا ہم کسی بھی وسوسے اور شبہے کو سننے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔لایئے پوری امت سے ایک آدمی پیش کریں جس نے اس آیت سے وفات مسیح علیہ السلام مرادلی ہو۔ایک مفسر قیامت تک پوری قادیانی امت اس مؤقف پر یہاں پیش نہیں کرسکتی۔

تیسویں آیت: ''اَوْتَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل:۹۳) ''﴿یا چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہم نہ مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک کتاب جس کو ہم پڑھ لیں تو کہہ سبحان اللہ! میں کون ہوں مگر ایک آدمی ہوں بھیجا ہوا۔﴾

قادیانی استدلال: ''اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی خاکی جسم کو آسمان پر لے جائے۔اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم علیہ السلام کا آسمان پر جانا صحیح مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہر جائے گا اور کلام الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا۔لہٰذا قطعی اور یقینی یہی امر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسدہ عنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۶۲۵، خزائن ج۳ ص۴۳۷)

جواب: ''یہ بات نہیں ہے کہ ہرکس وناکس خدا کا پیغمبر بن جائے اور ہر ایک پر وحی نازل ہوجایا کرے۔اس کی طرف قرآن شریف نے فرمایا ہے اور وہ یہ ہے: ''وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَا اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ ۝ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام:۱۲۴) ''یعنی جس وقت کوئی نشان کفار کو دکھائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ جب تک خود ہم پر ہی کتاب نازل نہ ہو تب تک ایمان نہ لائیں گے۔خدا خوب جانتا ہے کہ کس جگہ اور کس محل پر رسالت کو رکھنا چاہئے۔'' (براہین احمدیہ حاشیہ ص۱۶۹، خزائن ج۱ ص۱۸۱)

الغرض مرزائی مصنف کی پیش کردہ آیت سے بشر رسول کا آسمان پر جانا ناممکن الحال ثابت نہیں ہوتا۔

مرزا قادیانی سے کوئی پوچھے صاحب اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ آسمان پر لے جانا عادت اللہ نہیں بلکہ اس آیت سے تو یہ معلوم ہوا کہ آسمان پر چلا جانا انسانی قدرت سے تو بالاتر ہے لیکن خدا تعالیٰ قادر ہے اگر کسی نبی کو چاہئے آسمان پر لے جاسکتا ہے بھلا یہ مسلمان کب کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے آپ آسمان پر جابیٹھے۔مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے۔''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ '' اللہ نے ان کو اپنی قدرت کاملہ سے اٹھایا ہے۔ہاں! شاید یہ شبہ ہو کہ پھر کیوں کفار کے مطالبہ کے موافق یہ معجزہ حضور ﷺ سے ظاہر نہ کیا گیا تاکہ وہ ایمان لے آتے۔کفار کے مطالبہ کو کیوں روکا گیا۔کیا وہ یہ

کہتے تھے کہ تم اپنی ہی قدرت سے یہ کرشمہ دکھلاؤ ان کا ہرگز یہ خیال نہ تھا تا کہ یہ جواب دے دیا جاتا کہ بذات خود مجھ میں یہ قدرت نہیں۔ ہاں! اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کفار مکہ کے یہ سوالات کسی غرض صحیح اور تحقیق حق پر مبنی نہ تھے۔ بلکہ محض تعنت اور عناد پر مبنی تھے۔ ان کے ظاہر ہونے پر ایمان لانا ہرگز مقصود نہ تھا۔ چنانچہ سوال ہوتا ہے: ''اَوْ تَـاْتِـیَ بِـاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا (بنی اسرائیل:۹۲) ''یعنی اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے گواہ لاؤ جو محال قطعی ہے پھر سوال ہوتا ہے کہ ہمارے سامنے سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھیں لیکن کفار ہمارے رسول کے آسمان پر چڑھ جانے کے معجزہ کی درخواست پر جے نہیں رہے بلکہ اس کے ساتھ یہ چاہا کہ پھر ہمارے سامنے آسمان سے اترو اور ہر ایک کے نام خدا کی طرف سے نوشتہ اور کتاب لے کر آؤ کہ ہم اس کو پڑھیں۔ یعنی ہم پر بھی خدا کی کتاب نازل کر، کہ اے فلاں بن فلاں محمد ﷺ پر ایمان لاؤ۔ یعنی گویا رسول بنادے۔ حالانکہ یہ خدا کا کام ہے کہہ دے کہ میں تو بشر اور خود اس کا رسول ہوں کسی کو نبی اور رسول بنانا اور خدا کی طرف سے اس کے نام کتاب نازل کرنا میرا کام نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ مگر میرا اللہ پاک ہے کہ ایسے گندے اور ناپاک روحوں کو اپنا نوشتہ اور اپنی کتاب بھیج کر رسول بنائے یا ان کے سامنے شہادت دینے آئے۔ معاذ اللہ!

جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ''قَـالُـوْا لَـنْ نُّـؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَا اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ (الانعام:۱۲٤) ''یعنی کفار مکہ نے کہا ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ہم کو بھی دیا جائے مثل اس کے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے۔ یعنی رسالت و وحی و کتاب و معجزے وغیرہ۔ فرمادیجئے کہ اللہ کو خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے۔ یعنی تمہارے جیسے گندے اور ناپاک اور خبیث النفس رسالت کے کب قابل ہیں اور بعض سوال ممکن بھی تھے اور وہی معجزے طلب کئے تھے جو پہلے رسولوں سے ظاہر ہو چکے۔ لیکن محض تعنت اور عناد پر مبنی تھے۔ ان کے ظاہر ہونے پر ایمان لانا ہرگز مقصود نہ تھا۔ جیسے شق القمر کا معجزہ ظاہر کیا گیا مگر انہوں نے پھر بھی جھٹلایا۔ چنانچہ خود ارشاد خداوندی ہے۔ ''وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيَاتِ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (بنی اسرائیل:۵۹) قوله تعالیٰ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَ تْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَا اِذَا جَـآءَ تْ لَايُـؤْمِـنُـوْنَ ○ وَنُـقَـلِّـبُ اَفْـئِـدَتَـهُـمْ وَاَبْـصَـارَهُـمْ كَـمَـا لَـمْ يُـؤْمِـنُـوْا بِـهٖ اَوَّلَ مَـرَّةٍ (الانـعـام:۱۰۹،۱۱۰) '' ﴿نہیں روکا ہم کو کہ ہم معجزوں کو بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگ جھٹلا چکے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر ان کو ایک معجزہ پہنچے تو البتہ اس پر ایمان لائیں۔ فرمادیجئے کہ معجزے تو اللہ کے پاس ہیں اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب معجزے آئیں گے تو ہرگز ایمان نہ لائیں گے اور ہم الٹ دیں گے ان کے دل اور آنکھیں جیسے ایمان نہیں لائے پہلی بار۔﴾

غرض یہ سوال محض عناد پر مبنی تھے لیکن اگر ان فرمائشی معجزات کو پورا بھی کر دیا جاتا تب بھی وہ ایمان نہ لاتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ پھر وہ بالکل تباہ اور برباد کر دیئے جاتے۔ کیونکہ اقتراحی معجزے کے بعد امہال اور استدراج نہیں ہوتا جیسا کہ پہلی امتوں کے ساتھ پیش آچکا ہے۔

اگر کہا جائے گو آسمان پر چڑھایا جانا ممکن تو ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے آسمان پر پہنچا سکتا ہے۔ کیونکہ خدا کے نزدیک کوئی چیز انہونی نہیں۔ لیکن یہ عام سنت جاریہ اور عام عادت اللہ کے خلاف ہے۔ مگر یہ مرزا قادیانی ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ (حقیقت الوحی ص۴۹،۵۰، خزائن ج۲۲ ص۵۲) میں لکھتے ہیں: ''اس قدر زور سے صدق اور وفا کی راہوں پر چلتے

ہیں کہ ان کے ساتھ خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے گویا ان کا خدا ایک الگ خدا ہے جس سے دنیا بے خبر ہے اور ان سے خدا تعالیٰ کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو دوسروں سے وہ ہرگز نہیں کرتا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام۔''

پس جب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خدا کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو دوسرے سے نہیں۔ ان کے ساتھ خدا کی ایک الگ عادت ہوتی ہے تو پھر رفع عیسیٰ علیہ السلام وزیادتی عمر بلا ارذل عمر پر کیوں تعجب ہے۔ ''اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ (آل عمران:۵۹)'' جب آدم علیہ السلام زمین سے جنت میں، پھر جنت سے زمین پر آچکے ہیں۔ ایسے عیسیٰ علیہ السلام کا زمین سے آسمان پر، پھر آسمان سے زمین پر آنا ہوگا۔

باب ششم ...... حیات عیسیٰ علیہ السلام اور بزرگان امت

قرآن وسنت کی طرح پوری امت کے اکابر بھی حضرت سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی حیات، رفع الی السماء، نزول من السماء عند قرب الساعۃ کے قائل ہیں۔ اس پر ہمارے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ کی مستقل تصنیف ہے۔ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کا عقیدہ چودہ صدیوں کے مجددین واکابر امت کی نظر میں'' اس تصنیف میں ترتیب وار چودہ صدیوں کے سینکڑوں اکابر کی تحریرات وتصریحات کو یکجا کر دیا ہے۔ یہ تصنیف (تحفہ قادیانیت ج۳ ص۱تا۲۶۴) پر طبع شدہ ہے۔ قادیانی دجال جس طرح قرآن وحدیث میں تحریف کے تیر چلاتے ہیں۔ اسی طرح اکابرین امت کی عبارات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر یہودیوں کے کان کترتے ہیں۔ جن اکابر پر قادیانی وفات مسیح کا الزام دیتے ہیں۔ ذیل میں ہم فقط ان کی تحریفات کے جوابات عرض کرتے ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

ایسا ہی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر قادیانیوں نے بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں کہا: ''لقد قبض اللیلۃ عرج فیھا بروح عیسٰی ابن مریم'' (طبقات کبریٰ ج۳ ص۲۸، مرزائی پاکٹ بک ص۲۰۵)

جواب: ۱...... ''طبقات ابن سعد'' کا ایک قول نقل کرنا ہی دلیل صداقت سمجھا جائے؟ قرآنی وتفسیری، حدیثی ہزاروں اقوال کے مقابلہ میں ایک قول کو عقیدہ کے لئے بنیاد بنانا قادیانی الحاد کی دلیل ہے۔

جواب: ۲...... چونکہ خود اسی کتاب کا مصنف قائل حیات مسیح علیہ السلام ہے جیسا کہ (ج۱ ص۴۵) پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول دربارہ مثبت حیات مسیح نقل کر کے مصنف نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ وھو ھذا!

''وان اللّٰہ رفع بجسدہ وانہ حی الان وسیرجع الی الدنیا فیکون فیھا ملکا ثم یموت کما یموت الناس'' یعنی تحقیق مسیح بمع جسم کے اٹھایا گیا ہے۔ ولاریب وہ اس وقت زندہ ہے۔ دنیا کی طرف آئے گا اور بحالت شاہانہ زندگی بسر کرے گا پھر دیگر انسانوں کی طرح فوت ہوگا۔

اس روایت نے فیصلہ کر دیا کہ رفع سے مراد رفع جسمی ہے اور اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ والی روایت درست ہے تو اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ جس سے مراد یہ ہوگی کہ ''عرج فیھا بروح اللّٰہ عیسٰی ابن مریم'' یعنی عیسیٰ بن مریم روح اللہ اٹھایا گیا۔

ایسا ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ عموماً روایات میں الفاظ مقدم ومؤخر، ملفوظ ومقدر اور قدرے مختلف ہو جایا کرتے

ہیں اور تو اور خود صحیح بخاری کی احادیث میں بھی ایسا موجود ہے۔ چنانچہ ہم حدیث ’’حدیث لا تفضلونی علی موسٰی ‘‘کسی نے ’’لاتفضلونی ‘‘ کہا کسی راوی نے ’’لاتخیرونی ‘‘ کہا۔ کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء کو بھی شامل کیا۔ ’’تخیروا بین انبیاء اللّٰہ ‘‘ وغیرہ۔

خود یہی زیر تنقید روایت مختلف طریقوں سے کتابوں میں مرقوم ہے۔ درمنثور والے نے ’’لیلۃ قبض موسٰی ‘‘ درج کیا ہے۔ (درمنثور ج۲ص۳٦) اور یہ صاحب درمنثور قادیانیوں کے مسلمہ مجدد ہیں۔

الغرض ایسی غیر معتبر روایات میں فیصلہ کا صحیح طریق یہی ہے کہ جو بات احادیث صحیحہ وقرآن کے مطابق ہو وہی صحیح سمجھی جائے۔ باقی کو غلط ومردود قرار دیا جائے۔

جواب: ۳...... اب اسی بارے میں ایک اور روایت (مستدرک حاکم ج۴ص۱۲۱، باب۱۸۴۴ قتل علی لیلۃ انزل القرآن، روایت نمبر۴٦۴۷) پر روایت ہے۔ جسے درمنثور نے بھی نقل کیا ہے: ’’عن الحریث سمعت الحسن بن علی یقول قتل لیلۃ انزل القرآن ولیلۃ اسری بعیسٰی ولیلۃ قبض موسٰی ‘‘ (درمنثور ج۲ص۳٦) حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حسن رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس رات قتل کئے گئے جس رات قرآن اترا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیر کرائے گئے اور موسیٰ علیہ السلام قبض کئے گئے۔

حضرات! غور فرمایئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو شہید ہوگئے تھے۔ قتل کا لفظ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو وفات پوگئے ہوئے تھے قبض کا استعمال ہوا۔ مگر مسیح علیہ السلام چونکہ زندہ جسم اٹھائے گئے تھے اس لئے ان کے حق میں اسری فرمایا گیا۔ ’’السّرایۃ اذا قطعۃ بالسیر ‘‘ جب کوئی شخص چل کر مسافت طے کرے اس کو سرایت بولتے ہیں۔ خود قرآن پاک میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بمع مومنین کے راتوں رات مصر سے نکلے یہ خروج بحکم خدا تھا۔ ’’فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (دخان:۲۳) ‘‘ ﴿لے چل میرے بندوں کو راتوں رات تحقیق تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔﴾

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق وارد ہے کہ: ’’فَاَسْرِ بِاَھْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ (سورۂ الحجر:٦٥) ‘‘ ﴿لے نکل اپنے اہل کو ایک حصہ رات میں۔﴾

حاصل یہ کہ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ امر واقع ہے تو یقیناً اس کا یہی مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بمعہ جسم اٹھائے گئے اور یہی حق ہے جو قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔

عجیب تائید الٰہی

مرزائیوں نے اس روایت کو وفات مسیح کی دلیل ٹھہرایا تھا۔ خدا کی قدرت کہ یہی حیات مسیح کی مثبت ہوگئی۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی کاذب تھے۔ دلیل یہ کہ اس روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات صاف مذکور ہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی انہیں زندہ مانتے ہیں۔ (نور الحق حصہ اوّل ص۵۰، خزائن ج۸ص٦۹)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ایسا ہی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر قادیانیوں نے افتراء کیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے۔ دلیل یہ کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ جس میں وفات مسیح علیہ السلام مذکور ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت متوفیك، ممیتك کو بخاری میں نقل کیا ہے۔

جواب: ۱...... ہم ثابت کر آئے ہیں کہ صحابہ کرامؓ خاص کر ابن عباسؓ کو قائلین وفات مسیح قرار دینا قطعاً جھوٹ ہے۔ ان کی روایت سے وفات ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ دیگر بیسیوں روایات سے حیات ثابت ہے۔ پس اس بودی دلیل پر بنیاد قائم کر کے امام بخاریؒ کو قائل وفات کہنا یقیناً پرلے سرے کی جہالت ہے۔ سنو! امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت جس میں نزول مسیح کا ذکر اور ان کے ابھی تک زندہ ہونے کا تذکرہ اور آخر زمانہ میں نازل ہونے کا اظہار موجود ہے۔ یعنی وہ روایت جس میں آیت: ''اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ'' سے حضرت ابوہریرہؓ نے مسیح علیہ السلام کے حیات ہونے پر دلیل بنایا ہے (اور مرزا قادیانی نے غصہ میں حضرت ابوہریرہؓ کو غبی فہم قرآن میں ناقص درایت سے حصہ نہ رکھنے والا قرار دیا ہے۔ (اعجاز احمدی ص۱۸، خزائن ج۱۹ ص۱۲۷) کو نقل کر کے اور اسی طرح دیگر صحابہ کی روایات جن میں نزول مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ بخاری شریف میں نقل کر کے ان پر کوئی جرح یا انکار نہ کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے اور کیوں نہ ہوتے جب کہ آنحضرت ﷺ خدا کی قسم کھا کر نزول مسیح علیہ السلام کا اظہار فرماتے ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ آیت قرآن کے ساتھ اس پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں اور امام بخاریؒ خود اس روایت کو بخاری شریف میں درج فرماتے ہیں۔

جواب: ۲...... امام بخاریؒ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر نزول تک کے واقعات کو صحیح بخاری میں نقل کیا ہے اور مختلف باب باندھے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں: (۱) ''باب قول الله تعالیٰ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ '' (۲) ''باب وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ '' (۳) ''باب وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يَامَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ'' (۴) ''باب قوله يَا اَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ'' (۵) ''باب وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ'' (۶) ''باب نزول عيسیٰ ابن مريم عليهما السلام''

پھر ہر ایک باب کے بعد آنحضرت ﷺ کی احادیث لائے ہیں۔ آخری باب کے شروع پر کوئی آیت قرآن نہیں لکھی کیونکہ اس باب میں جو حدیث لائے اس کے اندر خود آیت: ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ'' سے تمسک کیا ہوا ہے۔

حضرات! غور فرمائیے کہ حضرت امام بخاریؒ اسی مسیح ابن مریم علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں جس کا ذکر مختلف ابواب میں کیا ہے یا کسی اور شخص کے لئے؟

جواب: ۳...... نیز بخاری شریف میں نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا باب تو ہم نے دیکھا ساری دنیا کے مرزائی مل کر امام بخاریؒ کی کتاب میں وفات مسیح بن مریم کا باب دکھا سکتے ہیں؟ نہیں اور قیامت تک نہیں تو پھر قادیانی چیف گرو لاٹ پادری مرزا اور قادیانیوں کو امام بخاریؒ پر کذب بیانی کرتے شرم آنا چاہئے۔ لیکن شرم اور قادیانیت آپس میں ضد ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ تو کیا ان کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ تھا کہ ان احادیث نبویہ میں سوائے مسیح ابن مریم علیہا السلام کے کسی آئندہ پیدا ہونے والے پنجابی شخص مریض مراقی کی آمد کا تذکرہ ہے۔ حاصل یہ کہ حضرت امام بخاریؒ حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے۔

جواب: ۴...... اس پر مزید تشفی کے لئے ہم ان کی تاریخ سے ان کا فرمان نقل کرتے ہیں: ''يُدْفَنُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَصَاحِبَيْهِ فَيَكُوْنُ قَبْرُهٗ رَابِعًا'' (درمنثور ج۲ ص۲۴۵)

۵...... ''ليدفن عيسیٰ بن مريم مع النبی ﷺ فی بيته ''عیسیٰ بن مریم آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے حجرہ شریف میں دفن ہوں گے۔ (تاریخ الکبیر للبخاری ج۱ ص۲۶۳ نمبر ۸۳۹)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

ایسا ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر قادیانیوں نے جھوٹ باندھا ہے کہ وہ بھی وفات کے قائل تھے۔ اس پر مجمع البحار و شرح اکمال الاکمال سے نقل کیا ہے کہ: ’’قال مالك مات عيسٰى‘‘

جواب: ۱...... اوّل تو یہ قول بے سند ہے کوئی سند اس کی بیان نہیں کی گئی۔ پس کیسے سمجھا جائے کہ اس جگہ مالک سے مراد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور یہ روایت صحیح ہے؟

جواب: ۲...... بعض سلف کا یہ بھی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے جانے سے قبل سلائے گئے تھے۔ چنانچہ لفظ توفی کے یہ بھی ایک معنی ہیں۔ ’’وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ (انعام:۶۰)‘‘ اللہ وہ ذات ہے جو رات کو تمہیں سلا دیتا ہے اور جانتا ہے جو تم دن میں کماتے ہو۔ پس اگر یہ فی الواقع امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے تو اس سے مراد سلانا ہے۔ ’’کیونکہ مات کے معنی لغت میں ’’نَامَ‘‘ بھی ہیں۔ دیکھو قاموس‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۳۹، خزائن ج۳ ص۴۴۵)

جواب: ۳...... ’’وفي العتبية قال مالك بين الناس قيام يستمعون لاقامة الصلٰوة فتغشاهم غمامة فاذا انزل عيسٰى‘‘ (شرح اکمال الاکمال ج۱ ص۴۴۶)

’’عتبیہ میں ہے کہ کہا مالک رحمۃ اللہ علیہ نے لوگ نماز کے لئے تکبیر کہہ رہے ہوں گے کہ ایک بدلی چھا جائے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔‘‘ اس تصریح کے اسی کتاب میں ہوتے ہوئے بھی کوئی دجال حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو وفات مسیح علیہ السلام کا قائل قرار دے تو دلائل کی دنیا میں اسے کون قائل کر سکتا ہے؟ الغرض امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حیات مسیح ونزول فی آخر الزمان کے قائل تھے۔ چنانچہ آپ کے مقلدین معتقد ہیں۔ حیات مسیح علیہ السلام کے۔ علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’رفع عيسٰى وهو حى على الصحيح‘‘

(شرح مواہب لدنیہ ج۵ ص۳۵۱، یہاں ص۳۴۶ سے ۳۵۴ تک حیات مسیح کی تفصیل درج ہے)

نیز علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے (شرح مواہب ج۱ ص۱۱۶، نزول مسیح ج۶ ص۱۶۳، حیات مسیح ج۸ ص۲۹۶) پر مسیح علیہ السلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تدفین کا ذکر کیا ہے۔

نوٹ: اور واضح ہو کہ کتاب عتبیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے بلکہ امام عبدالعزیز اندلسی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ جس کی وفات ۲۵۴ میں ہوئی۔ (کشف الظنون ج۱ ص۱۰۶، ۱۰۷)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وحضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا ائمہ کرام کے متعلق بھی قادیانیوں نے بلاثبوت افتراء کیا ہے کہ یہ سب اس مسئلہ میں خاموش تھے لہٰذا وفات مسیح کے قائل تھے۔

جواب: ۱...... ’’نزول عيسٰى عليه السلام من السماء حق كائن‘‘

(فقہ اکبر مؤلفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ص۵۴، مطبوعہ گوجرانوالہ)

جواب: ۲...... امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مسند میں تو بیسیوں احادیث حیات مسیح کی موجود ہیں۔ لہٰذا ان کو قائل وفات گردانا انتہائی ڈھٹائی اس کے لئے (مسند احمد ج۱ ص۳۷۵، ج۲ ص۲۲، ۳۹، ۶۸، ۸۳، ۱۲۲، ۱۲۶، ۱۴۴، ۱۵۴، ۱۶۶، ۲۴۵، ۲۷۲،

۲۹۰، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۳۶، ۳۹۴، ۴۰۶، ۴۱۱، ۴۳۷، ۴۸۲، ۴۹۴، ۵۱۳، ۵۳۸، ۵۴۰، ج۳ ص۳۴۵، ۳۶۸، ۳۸۴، ۴۲۰، ج۴ ص۱۸۱، ۱۸۲، ۲۱۶، ۲۱۷، ۳۹۰، ۴۲۹، ج۵ ص۱۳، ۱۶، ۲۷۴، ج۶ ص۷۵) پر نظر کی جائے تو چمکتی دمکتی ۳۹ روایات نظر آجائیں گی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند کی کوئی جلد حیات مسیح کی روایات سے خالی نہیں۔ لہٰذا ان کو قائل وفات گردانتا انتہائی ڈھٹائی ہے۔

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بھی غیروں کی کتابوں کی بناء پر قادیانیوں نے اتہام باندھا ہے۔ حالانکہ وہ برابر حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔

۱...... ’’ان عیسٰی ابن مریم سینزل ‘‘ (المحلی ج۱ ص۹۴) اس مقام پر اس صراحت کے بعد وہ ’’نزول عیسیٰ بن مریم الیٰ الارض ‘‘ کی احادیث لائے ہیں۔

۲...... ’’فکیف یستجیز مسلم ان یثبت بعده علیه السلام نبیا فی الارض حاشا ما استثناه رسول اللّٰہ ﷺ فی الاثار المسندة الثابتة عن نزول عیسٰی ابن مریم فی اخر الزمان‘‘ (کتاب الفصل ج۳ ص۱۱۴)

یعنی کسی مسلمان سے کس طرح جائز ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بعد زمین میں کسی نبی کو ثابت کرے۔ الّا اسے جسے رسول اللہ ﷺ نے احادیث صحیحہ ثابتہ میں مستثنیٰ کر دیا ہو۔ عیسیٰ بن مریم کے آخری زمانہ میں نازل ہونے کے بارے میں۔

۳...... ’’واما من قال ان بعد محمدٍ ﷺ نبیا غیر عیسٰی ابن مریم فانه لا یختلف اثنان فی تکفیره (الفصل فی الملل والاهوا والنحل ج۲ ص۲۶۹، باب فیمن یکفر) ‘‘جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سوائے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے کوئی اور نبی ہے۔ (مثلاً غلام احمد قادیانی) اس شخص کے کفر میں امت محمدیہ میں سے دو کس بھی مخالف نہیں۔

(الفصل ج۱ ص۱۰۱) پر امام حزم رحمۃ اللہ علیہ نے وفات کی دو قسمیں بیان کیں۔ ایک نیند اور دوسری موت۔ ’’فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ ‘‘میں موت کے معنی کو متعین کر کے ان کے رفع جسمی کے قائل ہیں کہ ان پر چند ساعتوں کے لئے موت واقع ہوئی۔ اس وقت وہ زندہ ہیں۔ آسمانوں پر موجود ہیں۔ نازل ہوں گے پوری امت کی طرح وہ اس کے قائل ہیں۔

۴...... ’’ان عیسٰی علیه السلام لم یقتل ولم یصلب ولٰکن توفاه اللّٰه عزوجل ثم رفعه الیه...... ومن قال انه علیه السلام قتل او صلب فهو کافر مرتد حلال دمه وماله لتکذیبه القرآن وخلافه الاجماع (المحلی ج۱ ص۱۰۱) ‘‘عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے کر پھر زندہ کیا اور اپنی طرف اٹھالیا اور جو ان کے قتل یا صلیب پر چڑھائے جانے کا قائل ہو (جیسے مرزا قادیانی) وہ کافر و مرتد ہے۔ واجب القتل ہے۔ اس لئے وہ قرآن کی تکذیب اور اجماع (امت) کے خلاف کرنے والا ہے۔

۵...... احادیث صحیحہ سے نزول مسیح کے قائل ہیں۔ (الفصل ج۱ ص۹۵)

۶...... تورات وانجیل عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد باطل ہوگئیں۔ (الفصل ج۱ ص۲۳۶)

۷...... مسیح علیہ السلام کے حواری ان کے رفع کے بعد تین سو سال بے خانماں رہے۔
(الفصل ج۱ص۲۵۳)

۸...... (الفصل ج۱ص۳۳۹) پر ہے کہ قسطنطنیہ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے تین سو سال بعد فتح ہوا۔

۹...... (الفصل ج۳ص۱۹۱) پر ہے کہ جو لوگ (جیسے مرزائی) کہتے ہیں کہ اس امت میں کوئی عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہوسکتا ہے۔ وہ بے حیاء ہے جو غیر نبی کو نبی پر فضیلت دے (جیسے مرزا قادیانی، ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ معاذ اللہ) ان تصریحات کے بعد ابن حزم کو وفات کا قائل قرار دینا صریحاً ڈھٹائی ہے۔

مولانا عبدالحق محدث دہلوی اور نواب صدیق حسن خان

ایسا ہی مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نواب صدیق حسن خاں قنوجی رحمۃ اللہ علیہ پر قادیانیوں نے افتراء کیا کہ انہوں نے عمر مسیح ۱۲۰ برس لکھی ہے۔ لہٰذا وہ وفات کے اقراری ہیں۔

الجواب: یہ بزرگ حیات کے قائل ہیں۔ البتہ ان کا یہ خیال ہے کہ مسیح علیہ السلام کا ۳۳ برس کی عمر میں رفع نہیں ہوا۔ ایک سو بیس کی عمر میں وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور زندہ اٹھائے گئے ہیں۔

''ونزول عیسیٰ بن مریم و یاد کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرود آمدن عیسیٰ را از آسمان بر زمین۔''

(کتاب اشعۃ اللمعات ج۴ص۳۴۴، مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ایسا ہی (ج۴ص۳۷۳) پر مسیح کا آسمان سے نازل ہونا لکھا ہے۔ ایسا ہی تفسیر حقانی میں لکھا ہے:''اور یہ حق ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب قیامت کے قریب نازل ہوں گے سو اس وقت سوا دین حق کے اور کوئی دنیا پر غالب نہ ہوگا۔ اس وقت یہود بھی اس جلال و شوکت کو دیکھ کر ایمان لائیں گے اور یہ معنی اس حدیث سے ثابت ہیں کہ جس کو بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ قیامت کے قریب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ موقوف کردیں گے۔'' (تفسیر حقانی سورۃ نساء زیر آیت ''وان من اھل الکتاب'')

اور نواب صدیق حسن خاں نے تو اپنی کتاب (حجج الکرامہ) میں نزول و حیات مسیح علیہ السلام پر ایک مستقل باب باندھا۔ جس میں آیت:''وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ'' سے استدلال کیا ہے۔ یہ بات (حجج الکرامہ ص۴۲۲تا۴۳۴) پر محیط ہے۔ اس سے بیسیوں آیات و احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے اور آسمانوں سے قرب قیامت نزول اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ طیبہ میں تدفین کی روز روشن کی طرح صراحتیں ہیں۔ اس کے باوجود بھی کوئی بدنصیب قادیانی، مولانا نواب صدیق حسن خان کو وفات مسیح کا قائل قرار دیتا ہے تو اس کا علاج ''ویقتل الخنزیر'' ہی ہے۔ فافہم!

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

اس بزرگ امام پر قادیانیوں نے بھی ہاتھ صاف کیا ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کو وفات شدہ خیال کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ''مدارج السالکین'' میں ''لَوْکَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ'' اگر موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے، حدیث نقل کی ہے۔

الجواب: امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز اس قول کو حدیث نہیں کہا بلکہ یہ ان کا اپنا قول ہے۔ مطلب ان کا اس قول سے نہ

ثبوت حیات دینا مطلب ہے نہ وفات کا تذکرہ، بلکہ مقصود ان کا یہ ہے کہ اگر آج زمین پر موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام موجود ہوتے تو نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے۔ یعنی زمین کی زندگی کو فرض کر کے آنخضرت ﷺ کی بزرگی ثابت کرنا چاہی ہے نہ کہ وفات کا اظہار۔ چنانچہ وہ اسی عبارت میں جسے مرزائی خیانت سے نقل نہیں کرتے۔ آگے چل کر نزول مسیح علیہ السلام کا اقرار فرماتے ہیں۔ ''ومحمد ﷺ مبعوث الی جمیع الثقلین فرسالته عامة لجمیع الجن والانس فی کل زمان ولوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لکانا من اتباعه واذا نزل عیسیٰ ابن مریم فانما یحکم بشریعة محمد ﷺ'' (مدارج السالکین ج۲ص۳۱۳، مطبوعہ مصر ج۲ص۲۴۳)

''یعنی آنخضرت ﷺ کی نبوت تمام کافہ جن وانس کے لئے اور ہر زمانے کے لئے ہے۔ بالفرض اگر موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام (آج زمین پر) زندہ ہوتے تو آنخضرت ﷺ کی اتباع کرتے اور جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوگا تو وہ شریعت محمدیہ ﷺ پر ہی عمل کرے گا۔''

مرزائیو! اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لئے کسی کے اصل مفہوم کو بگاڑنا بعید از شرافت ہے۔ سنو! اگر اس قول سے ضرور وفات ہی ثابت کرنا چاہو گے تو ساتھ ہی مرزا قادیانی کی رسالت بھی چھوڑنی پڑے گی۔ کیونکہ وہ حیات موسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔ حالانکہ اس قول میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات مذکور ہے۔ ''فما جوابکم فهو جوابنا''

بالآخر ہم امام ابن قیم ؒ کی کتب سے بعبارۃ النص حیات مسیح کا ثبوت پیش کرتے ہیں جس سے ہر ایک دانا جان لے گا کہ علامہ ابن قیم ؒ کا وہی مطلب ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے وفات مقصود نہیں۔

۱...... ''وهذا المسیح ابن مریم حی لم یمت وغذاؤه من جنس غذا الملٰئکة''

(کتاب التبیان مصنفہ ابن قیم ؒ ص۱۳۹)

مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔ ابھی فوت نہیں ہوئے اور ان کی غذا فرشتوں کی غذا جیسی ہے۔

۲...... ''وانه رفع المسیح الیه'' (ص۲۲ کتاب مذکورہ)

تحقیق اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا۔

۳...... ''وهو نازل من السماء فیحکم بکتاب الله'' اور وہ آسمان سے نازل ہو کر قرآن پر عمل کرے گا۔ (ہدایۃ الحیاریٰ مع ذیل الفاروق ص۴۳، مطبوعہ مصر)

حافظ محمد لکھوی ؒ

اس بزرگ پر بھی قادیانیوں نے الزام لگایا ہے کہ یہ وفات مسیح کا قائل تھا۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ اور افتراء بلکہ بے ایمانی ہے۔ وہ اپنی تفسیر (موسومہ محمدی ج۱ص۲۹۱، زیر آیت: ''وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰه'') پر لکھتے ہیں کہ جب یہود نے مسیح کو پکڑنا چاہا۔

تاں جبرائیل گھلیا رب لے گیا وچہ چوبارے — اس چھت اندر ہک باری اوتھوں ول آسماں سدھارے
سردار تنہاندے طیطیانوس نوں کیتا حکم زبانوں — جو چڑھ کے چبارے قتل کریں عیسیٰ نوں ماریں جانوں
جاں چڑھ ڈٹھس وچہ چبارے عیسیٰ نظر نہ آیا — شکل شباہت عیسیٰ دی رب طیطیانوس بنایا
انہاں ظن عیسیٰ نوں کیتا سولی فیر چڑھایا — ہک کہن جو مرد حواریاں تھیں ہک سولی مار دیوایا

یعنی خدا نے اس وقت جبرائیل بھیجا جو عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر آسمان پر لے گیا۔ جب طیطیانوس انہیں قتل کرنے کے ارادہ سے اندر گیا تو خدا نے اسے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل بنادیا جسے سولی دیا گیا۔اسی طرح اگلے صفحہ پر آیت ’’انی متوفیك ورافعك‘‘ کی تفسیر کرتے ہیں۔

جا کہیا خدا اے عیسیٰ ٹھیک میں تینوں پورا لیساں تے اپنی طرف تینوں کنوں کفاراں پاک کریساں
توفی معنی قبض کرن شے صحیح سلامت پوری تے عیسیٰ نوں رب صحیح سلامت لے گیا آپ حضوری

یعنی جب کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا لے کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔توفی کے معنی کسی چیز کو صحیح وسلامت پورا لینے کے ہیں۔سوایسا خدا نے مسیح کو اپنے حضور میں بلالیا۔

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

اگرچہ مرزا قادیانی نے مسئلہ وحدۃ الوجود کے رد میں حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے پہلا وجودی قرار دیا۔ (ملفوظات ج۳ص۳۰۶)

پھران وجودیوں کو دہریہ قابل نفرت اور قابل کراہت قرار دیا۔ (ملفوظات ج۸ص۵۳)

مگر جہاں ضرورت پڑی انہیں صاحب مکاشفات ولی اللہ ظاہر کر کے اپنی اغراض نفسانیہ کو پورا بھی کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ بزرگ بھی وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے۔اس پر تفسیر ’’عرائس البیان‘‘ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔حالانکہ خود یہی بات مشکوک ہے کہ یہ تفسیر ان کی ہے بھی یا نہیں پھر جو عبارت پیش کی جاتی ہے اس میں بھی وفات مسیح کا کوئی لفظ نہیں صرف یہ ہے کہ مسیح دوسرے بدن کے ساتھ اترے گا۔اب دوسرے بدن کا مطلب ظاہر ہے جب تک حضرت مسیح علیہ السلام زمین پر رہے۔بوجہ طعام ارضی ان میں کثافت ہے۔مگر اب صدہا برس کے بعد جب نازل ہوں گے تو یقیناً روحانیت کا غلبہ تام ہوگا۔

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ تو حیات مسیح علیہ السلام کے اس قدر قائل ہیں کہ کوتاہ نظر انسان انہیں غلو تک پہنچا ہوا قرار دے گا۔تفصیل کے لئے فتوحات مکیہ دیکھیں۔اس جگہ صرف اختصار کے طور پر ایک دو عبارات پیش کرتا ہوں۔

’’ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل فی ھذہ الامۃ فی اٰخرالزمان ویحکم بشریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ (فتوحات مکیہ ج۲ص۱۲۵،سوال:۱۴۵)

’’انہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللّٰہ الی ھذہ السماء واسکنہ فیھا‘‘(ج۳ص۳۴۱،باب:۳۶۷)

ایسا ہی (ج۱ص۱۳۵تا۱۴۴،ص۱۸۵تا۲۲۴، ج۲ص۳تا۴۹،ص۱۲۵،ج۳ص۵۱۴)وغیرہ میں حیات مسیح علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے جابجا اپنی تفسیر میں حیات مسیح کا ثبوت دیا ہے۔چونکہ تفاسیر میں مختلف لوگوں کے اقوال نقل ہوا کرتے ہیں۔اسی طرح انہوں نے کسی کا قول نقل کر دیا ہے کہ ’’قد مات عیسیٰ‘‘ مرزائیوں نے جھٹ اسے ابن جریر کا قول قرار دے دیا۔حالانکہ ہم اس کتاب میں کئی ایک عبارتیں امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی لکھ آئے ہیں۔اس جگہ ایک اور تحریر نقل کی جاتی ہے۔جس میں امام موصوف نے جمیع اقوال متعلقہ توفی مسیح لکھ کر بعد میں اپنا فیصلہ دیا ہے۔

''واولی ھذہ الاقوال بالصحة عندنا قول من قال معنی انی قابضك من الارض ورافعك علی التواتر الاخبار عن رسول اللّٰه ﷺ ''توفی کے متعلق جو بحث ہے کوئی کہتا ہے کہ توفی بمعنی نیند ہے اور کوئی کہتا ہے کہ توفی بمعنی موت ہے جو آخری زمانہ میں ہوگی۔ ان سب اقوال میں ہمارے نزدیک صحیح وہ قول ہے جو کہا گیا ہے کہ میں ''زمین سے پورا پورا لینے والا ہوں۔'' یہ معنی اس لئے اقرب الی الصواب ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی متواتر احادیث میں آیا کہ: ''انه ینزل عیسیٰ ابن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث فی الارض ثم یموت''

(ج۳ص۲۹۱، زیر آیت انی متوفیک)

بے شک وہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوگا۔ پھر قتل کرے گا دجال کو پھر رہے گا زمین پر پھر وفات پائے گا۔

اس تحریر میں امام موصوف نے صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ جس مسیح ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں آیت ''انی متوفیك ورافعك'' وارد ہوئی، جس میں اختلاف کیا جاتا ہے وہی زمین سے اٹھایا گیا ہے اور وہی نازل ہوگا۔

مرزائیو! تمہارے نبی نے اس امام ہمام کو ''رئیس المفسرین'' اور ''معتبر از ائمہ محدثین'' لکھا ہے۔ آؤ اسی کی تحریرات پر فیصلہ کرلو۔ تم تو صرف دھوکا دینا چاہتے ہو، تمہیں ایمان وانصاف سے کیا کام؟

مصنف الیواقیت والجواہر

قادیانیوں نے کہا ہے کہ یہ بھی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ''حدیث موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام'' حیین نقل کی ہے۔

الجواب: پھر تو مرزا قادیانی کاذب ہیں۔ کیونکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو زندہ لکھا ہے۔ ادھر ادھر کے یہودیانہ تصرف کی بجائے اگر صداقت مطلوب ہے تو آؤ ہم اس بارے میں اس بزرگ کی کتابوں پر تمہارے ساتھ شرط باندھتے ہیں جو کچھ ان میں ہو، ہمیں منظور۔ مگر ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

یہ بزرگ اپنی کتاب میں خود ہی یہ سوال کر کے کہ مسیح کے نازل ہونے پر کیا دلیل ہے۔ جواب دیتے ہیں:

''الدلیل علی نزوله قوله تعالیٰ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ای حین ینزل ویجتمعون علیه انکرت المعتزلة والفلاسفة والیھود والنصاریٰ (والمیرزائیه۔ ناقل) عروجه بجسده الی السماء وقال تعالیٰ فی عیسیٰ علیه السلام وانه لعلم للساعة والضمیر فی انه راجع الیٰ عیسیٰ والحق انه رفع بجسده الیٰ السماء والایمان بذالك واجب قال اللّٰه تعالیٰ بل رفعه اللّٰه الیه'' (الیواقیت والجواہر ج۲ص۱۴۶)

''دلیل نزول مسیح پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب مگر ایمان لائے گا ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے پیشتر اس کے مرنے کے یعنی وہ اہل کتاب جو نزول کے وقت جمع ہوں گے اور منکر ہیں معتزلی اور فلاسفہ و یہود و نصاریٰ (اور ہمارے زمانہ میں قادیانی متنبیّ و ذریتہٗ۔ ناقل) مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہ وہ نشانی ہے قیامت کی اور ضمیر ''انه'' کی مسیح علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ وہ بمعہ جسم کے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور واجب ہے اس پر ایمان لانا کیونکہ خدا نے قرآن میں فرمایا کہ بلکہ اٹھالیا اللہ نے اس کو۔''

قادیانی دوستو! اس تحریر کو بغور پڑھو۔ دیکھو یہ تمہارا مسلمہ ومقبولہ امام اور ولی اللہ ہے۔ کیا اب بھی ان پر افتراء ہوگا کہ وہ حیات مسیح علیہ السلام اور رفع ونزول کے قائل نہیں؟ شرم باید کرد۔

حیات مسیح، قادیانی اور مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

قادیانی: ''الہام الرحمٰن'' میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار لکھا ہے۔

جواب: ا...... حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ مرد مجاہد تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی اور امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کے علمبردار تھے۔ ان کی طرف وفات مسیح کی نسبت کرنا زبردست زیادتی اور غلط بیانی ہے۔ بات کا تجزیہ کرنے سے قبل چند امور لائق توجہ ہیں۔

الف...... مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وافکار'' کے ص ۷۸ پر تحریر کیا ہے کہ: ''مولانا عبیداللہ سندھی کی طرف منسوب تحریریں اکثر وہ ہیں جو املائی شکل میں ان کے تلامذہ نے جمع کی ہیں۔ مولانا کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی تحریرات اور بعض کتب بہت دقیق، عمیق اور فکر انگیز ہیں اور مستند بھی ہیں۔ لیکن املائی تحریروں پر پورا اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور بعض باتیں ان میں غلط بھی ہیں جن کو ہم املا کرنے والوں کی غلطی پر محمول کرتے ہیں۔ مولانا کی طرف ان کی نسبت درست نہ ہوگی۔''

ب...... مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علوم وافکار ص۸۴ پر ہے کہ: ''مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ سے باہر نہیں نکلے۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ املاء کرنے والوں نے مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کو یا تو سمجھا نہیں یا اپنے ذہن کے مطابق کشید کیا ہے۔ یہ قابل اعتبار نہیں اور نہ لائق اعتناء ہیں۔''

ج...... مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الفرقان شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نمبر'' کے اداریہ ص۴ پر نگاہ اوّلین کے تحت حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ: ''جو بات میں ایسی کہوں جس کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مستفیضین یا مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں نہ دکھا سکوں تو میں اس کو ہر وقت واپس لینے کو تیار ہوں۔ میں ان اکابر کے علوم سے باہر نہیں جاتا۔ اگر فرق ہوتا ہے تو صرف تعبیر کا۔''

ان وضاحتوں کے بعد اب ''الہام الرحمٰن'' کی ان عبارتوں کو دیکھا جائے جو وفات مسیح علیہ السلام کے متعلق ہیں تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ وفات مسیح کے عقیدہ کی مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت سو فیصد نہیں ہزار فیصد غلط ہے۔ اس لئے کہ مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ یہ تمام حضرات، حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے بیسیوں علماء حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں جو سب حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے تو ثابت ہوا کہ مولانا کے اساتذہ ومشائخ وشاگرد جب سب حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں، اور خود مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان کی رائے کے خلاف نہیں جاتا تو وہ پھر کیسے وفات مسیح کے قائل تھے؟

جواب: ۲...... مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی طرف جن کتب میں وفات مسیح کی نسبت کی گئی ہے ان میں سے ایک کتاب بھی مولانا سندھیؒ کی اپنی تحریر کردہ نہیں۔ دوسرے لوگوں نے لکھ کران کی طرف نسبت کردی ہے۔ دو کتابیں اس وقت میرے سامنے ہیں۔ ایک ان کے اپنے ہاتھ کی ہے دوسری انہوں نے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ کو پڑھائی اور تحریر کرائی۔ ان میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ جب ان کے ہاتھ سے تحریر کردہ کتاب میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ موجود ہے تو پھر دوسروں کی کسی بات کا کیا اعتبار ہے؟

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے افکار پر مشتمل ''رسالہ محمودیہ'' حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ''ترجمہ عبیدیہ'' کے نام سے تحریر کیا ہے۔ جس کے ص۲۶، ۲۷ پر مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں: ''فعسی ان تکون سارًا لافق الکمال غاشیًا لأقلیم القرب فلن یوجد بعدك الاولك دخل فی تربیته ظاهرًا وباطنًا حتی ینزل عیسیٰ علیه السلام '' تو عنقریب کمال کے افق کا سردار بن جائے گا اور قرب الٰہی کی اقلیم پر حاوی ہو جائے گا۔ تیرے بعد کوئی مقرب الٰہی ایسا نہیں ہوسکتا جس کی ظاہری و باطنی تربیت میں تیرا ہاتھ نہ ہو۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں۔

اسی طرح ''الخیر الکثیر'' جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصنیف ہے جس کا ترجمہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے املا کرایا ہے۔ تحقیق و ترجمہ لکھنے والے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ ہیں۔ حیدرآباد سندھ کی شاہ ولی اللہ اکیڈمی سے سے شائع ہوا ہے۔ اس کے (ص۱۰۶) پر ہے: ''اسی نوع کے امام عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ چیز ان کو جبرائیل علیہ السلام کی پھونک سے حاصل ہوئی ہے اور اس لئے متعین ہوا ہے کہ نازل ہوکر دجال کو قتل کرے۔''

اس کے (ص۱۱۷) پر ہے: ''عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر نازل ہوں گے۔''

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی حضرت سندھیؒ کی وفات مسیح کے عقیدہ کی طرف نسبت کرے اس سے بڑا اور کوئی ظلم نہیں ہوسکتا۔

جواب: ۳...... ''الہام الرحمٰن'' جو موسیٰ جار اللہ وغیرہ کی تحریر کردہ ہے غلط طور پر حضرت سندھیؒ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اس کی ثقاہت کا یہ عالم ہے کہ محمد نور مرشد نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ: ''مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے بعض تابعین کے حوالے سے لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پاگئے ہیں۔''

اب جس کتاب میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی طرف یہ روایت کی گئی ہو اس کتاب کے غیر مستند ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے۔ اس لئے کہ مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کی ''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' حیات عیسیٰ علیہ السلام پر مستند کتابیں ہیں۔ ان کتابوں کے ہوتے ہوئے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کے شارح، قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کے علمبردار، حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے متعلق جس کتاب میں ایسی بے سروپا، غلط و من گھڑت روایت درج کی جاسکتی ہے تو ناممکن نہیں کہ اس میں مولانا سندھیؒ کی طرف غلط روایت منسوب کردی گئی ہو۔

جواب: ۴...... مولانا عبدالحمید سواتیؒ پاکستان میں حضرت سندھیؒ کے نظریات کے شارح اور ترجمان سمجھے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب ''مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم و افکار'' کے (ص۷۴، ۷۵) پر اس مسئلہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے: ''مولوی محمد معاویہ مرحوم آف کبیر والا بھی مولانا سندھیؒ کے مشن اور کتب سے دلچسپی رکھتے تھے۔

انہوں نے الہام الرحمٰن ج۱،۲ کا اردو میں ترجمہ بھی شائع کرایا تھا۔اس کی اشاعت کے وقت میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مسئلہ وفات المسیح کی نسبت درست نہیں۔اس کی کچھ وضاحت ہونی چاہئے۔چنانچہ انہوں نے اس کی طبع دوم کے وقت ایک مختصر سا مضمون شائع کرایا تھا۔اصل میں وفات مسیح کا مسئلہ مرزائیوں، قادیانیوں اور لاہوریوں نے زیادہ اٹھایا تھا تاکہ وفات مسیح کو ثابت کرنے کے بعد ان تمام احادیث کی تاویل اپنے زعم فاسد کے مطابق مرزا قادیانی پر چسپاں کرسکیں اور یہ لوگ اسی عقیدہ فاسدہ کی بناء پر اور اجرائے نبوت کے قائل ہونے کی وجہ سے تمام طبقات امت کے نزدیک مرتد، کافر، زندیق اور خارج از اسلام ہیں۔آج تک اہل اسلام میں سے کسی نے اس (حیات عیسیٰ علیہ السلام) کا انکار نہیں کیا اور قرب قیامت میں مسیح علیہ السلام کا نزول اجماعی عقیدہ ہے اور پھر یہ کہہ کر مغالطہ دینا کہ علم کلام کی کتابوں ''شرح مواقف اور عضدیہ'' وغیرہ میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔بہت غلط بات ہے جب کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر میں اور ''بیان السنۃ'' یا ''عقیدۃ الطحاوی'' میں اس کا ذکر موجود ہے جو علم کلام کا سب سے قدیم اور صحیح ماخذ ہے۔پھر اس کا انکار کس طرح روا ہوسکتا ہے۔اس کو بجز گمراہی اور کجروی کے اور کیا تعبیر کیا جاسکتا ہے۔اصل بات یہ ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر علماء کرام ایک اور بات کا ذکر کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ دین کو اللہ تعالیٰ نے مکمل کردیا ہے۔حضور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تکمیل ہوچکی ہے اور تکمیل دین کی آیت قرآن کریم میں نازل ہوچکی ہے۔اب دین کی تکمیل کسی نئے ظہور پر موقوف نہیں۔مسیح علیہ السلام اگر دوبارہ زمین پر آئیں گے یا مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہوگا تو یہ تکمیل دین کے لئے نہیں ہوگا بلکہ یہ قیامت کی علامات کے طور پر ہوگا۔مسیح علیہ السلام کوئی نیا حکم جاری نہیں کریں گے۔قرآن وسنت کے مطابق ہی عمل کریں گے اور اسی پر لوگوں کو کاربند بنائیں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قرآن وسنت پر عمل کرنا اور عمل کرانا یہ امت کا فریضہ ہے۔یہ نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں اور انتظار کریں کہ مسیح علیہ السلام اور مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہوگا تو اس پر عمل مکمل ہوگا۔یہ نظریہ باطل اور گمراہ کن ہے۔یہ روافض اور اس قسم کے گمراہ لوگوں کا اعتقاد ہوسکتا ہے نہ کہ اہل ایمان کا۔'' (ص۷۴،۷۵)

امام جبائی معتزلی

مرزائی قائلین وفات میں امام جبائی کا نام بھی پیش کرتے ہیں۔مگر باوجود معتزلی ہونے کے حیات مسیح اور رفع الی السماء کے قائل ہیں۔سنو! ''قال الجبائی انه لما رفع عیسیٰ علیه السلام''

(کشف الاسرار مطبوعہ مصر وعقیدۃ الاسلام ص۱۲۴)

صاحب کشف الاسرار علامہ جبائی سے ناقل ہیں کہ جبائی نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء ہوا تو یہود نے ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں سے قتل کردیا۔لیجئے! جبائی معتزلی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ صاف صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا مانتے ہیں۔

قادیانیوں نے ''تاریخ طبری'' سے لکھا ہے کہ کسی پہاڑ پر ایک قبر دیکھی گئی جس پر لکھا تھا کہ یہ مسیح رسول اللہ کی قبر ہے۔

جواب: ا...... کیا کہنے ہیں اس دلیل بازی کے۔کہاں قرآن وحدیث کی تصریحات اور کہاں اس قسم کی تفریحات۔ہاں! جناب ایسی قبریں سینکڑوں بنی ہوئی ہیں۔تمہارے نبی کے عقیدہ کی رو سے تو کشمیر میں بھی ہے اور وہی اصلی قبر ہے۔پس اگر طبری والی روایت کو صحیح سمجھتے ہو تو پہلے کشمیر کے ڈھکوسلہ کا اعلان کردو۔پھر ہم اس پر غور کریں گے۔

جواب: ۲...... تفسیر ابن جریر کے متعدد حوالے گزر چکے ہیں کہ وہ حیات، رفع ونزول من السماء سیدنا مسیح ابن مریم کے قائل ہیں۔ان حوالہ جات کے ہوتے ہوئے ابن جریر کو تاریخی روایت کی بناء پر ملزم گردانا قادیانی سرشت کا خاصہ ہے۔

جواب: ۳...... (عسل مصفٰی حصہ اوّل ص۴۶۸) مرزا خدا بخش نے لکھا کہ: ''گویہ قبر فرضی ہے اور بلاشک فرضی ہے۔''

جواب: ۴...... تاریخ طبری کی اس روایت میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جو کذاب ہے۔ یہ موضوع ہے اور تاریخ میں موضوع روایات سے عقیدہ کا بت تراشنا قادیانی علم کلام کا شاہکار کارنامہ ہے۔

محمد بن اسحاق کے کذب کی بابت (القول المعمور فی شان الموعود ص۱۲۲،۱۲۳،۱۷۳،۱۷۴) پر قادیانی سرور شاہ کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

حافظ ابن تیمیہؒ

ناظرین! مرزا غلام احمد قادیانی کی (کتاب البریہ ص۲۰۳، خزائن ج۱۳ ص۲۲۱ حاشیہ) پر لکھا ہے کہ ابن تیمیہؒ بھی وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ افتراء ہے۔امام موصوف حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو: ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح اور زیارۃ القبور''

۱...... ''فبعث المسیح علیہ السلام رسلہ یدعونھم الیٰ دین اللّٰہ تعالیٰ فذھب بعضھم فی حیاتہ فی الارض وبعضھم بعد رفعہ الی السماء فیدعرھم الی دین اللّٰہ''

(الجواب الصحیح ج۱ ص۱۱٦، طبع المجد التجاریة)

''روم اور یونان وغیرہ میں مشرکین اشکال علویہ اور بتان زمین کو پوجتے تھے۔ پس مسیح علیہ السلام نے اپنے نائب بھیجے کہ وہ لوگوں کو دین الٰہی کی طرف دعوت دیتے تھے۔ پس بعض مسیح علیہ السلام کی زندگی میں گئے اور بعض آپ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد گئے۔''

۲...... ''ینزل عیسیٰ بن مریم من السماء علی المنارۃ البیضا شرقی دمشق''

(ایضاً ص۱۷۷)

عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے سفید شرقی مینار پر دمشق میں نازل ہوں گے۔

۳...... (ج۱ ص۳۴۹) پر ہے کہ وہ نزول کے بعد شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہوں گے۔

۴...... (ج۲ ص۲۸۳ تا۲۸٦) ''وان من اھل الکتاب'' سے سیدنا عیسیٰ بن مریم کے نزول الی الارض پر استدلال کیا ہے۔

۵...... (ج۱ ص۳۲۴) پر نزول الی الارض کا اثبات ہے۔

٦...... (ج۱ ص۲۸۷) پر ان کے رفع الی السماء کی صراحت ہے۔

۷...... (ج۲ ص۲۸۵) پر توفی کی تین اقسام بتا کر روح مع الجسد ان کے رفع اور نزول الی الارض کا اثبات کیا ہے۔ان تصریحات کے بعد کوئی بدنصیب ان کو وفات مسیح کا قائل قرار دے تو اس کی مرضی؟

مجدد الف ثانیؒ

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مکتوبات میں فرماتے ہیں۔ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ از آسمان نزول خواہد

فرمودمتابعت شریعت خاتم الرسل خواہد فرمود۔‘‘ (مکتوبات ۱۷، دفتر سوم ص ۳۰۵،مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)
یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرما کر خاتم النّبیین کی شریعت کی پیروی کریں گے۔

پیران پیرؒ

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ ’’غنیۃ الطالبین‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں۔’’رفع اللّٰہ عزوجل عیسیٰ علیہ السلام الیٰ السماء‘‘ (مصری ج۲ص۵۵)
یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔

خواجہ اجمیریؒ

حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کا ارشاد سنو۔’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام از آسمان فرود آید (انیس الارواح ص۹) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔‘‘

حضرت ابن عباسؓ اور عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام

ابن عباسؓ سے باسناد صحیح منقول ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو مکان کے ایک دریچہ سے آسمان پر اٹھالیا اور ان ہی میں سے ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل اور مشابہ بنادیا۔ یہودیوں نے اس کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر قتل کردیا اور مدعی ہوئے کہ ہم اپنے مدعا میں کامیاب ہوگئے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

۱...... ’’قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعيد بن جبير عن ابن عباسؓ قال لما اراد اللّٰه ان يرفع عيسىٰ الىٰ السماء خرج على اصحابه وفى البيت اثنا عشر رجلا من الحواريين يعنى فخرج عليهم من عين فى البيت ورأسه يقطر ماء فقال ان منكم من يكفر بى اثنى عشر مرة بعد ان امن بى قال ايكم يلقى عليه شبهى فيقتل مكانى ويكون معى فى درجتى فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد عليهم فقال ذالك الشاب فقال انا فقال هو انت ذاك فالقى عليه شبه عيسىٰ ورفع عيسىٰ من روزنة فى البيت الىٰ السماء قال وجاء الطلب من اليهود فاخذوا الشبه فقتل ثم صلبوه الى اخر القصة وهذا اسناد صحيح الىٰ ابن عباس ورواه النسائى عن ابى كريب عن ابى معاوية وكذا ذكر غير واحد من السلف انه قال لهم ايكم يلقى شبهى فيقتل مكانى وهو رفيع فى الجنة‘‘ (تفسیر ابن کثیر ج۳ص۹،۱۰)

’’ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام اس چشمہ سے کہ جو مکان میں تھا غسل فرما کر باہر تشریف لائے اور سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ (بظاہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لئے تھا جیسے مسجد میں آنے سے پہلے وضو کرتے ہیں) باہر مجلس میں بارہ حواریین موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کفر کرے گا بعد

ازاں فرمایا کہ کون شخص تم میں سے اس پر راضی ہے کہ اس پر میری شباہت ڈال دی جائے اور وہ میری جگہ قتل کیا جائے اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے یہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنے آپ کو اس جاں نثاری کے لئے پیش کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اسی سابق کلام کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا اور عرض کیا، میں حاضر ہوں ۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　　سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص ہے اس کے فوراً ہی بعد اس نوجوان پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ بعد ازاں یہود کے پیادے عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے گھر میں داخل ہوئے اور اس شبیہ کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر گرفتار کیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکایا۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ سند اس کی صحیح ہے اور بہت سے سلف سے اسی طرح مروی ہے۔“

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع الی السماء کا بذریعہ وحی پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور یہ علم تھا کہ اب آسمان پر جانے کا تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے اور بظاہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لئے تھا جیسا کہ عید میں جانے کے لئے غسل ہوتا ہے۔ بلکہ گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت ذرہ برابر مضطرب اور پریشان نہ تھے بلکہ غایت درجہ سکون اور اطمینان میں تھے بلکہ نہایت درجہ شاداں و فرحاں تھے۔

۲...... ”وان من اهل الکتٰب“ میں عبداللہ بن عباسؓ سے بھی باسناد صحیح یہی منقول ہے کہ ”به“ اور ”موته“ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہیں۔ چنانچہ حافظ عسقلانیؒ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: ”وبهذا جزم ابن عباس فیما رواه ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح ومن طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ والله انه الآن لحی ولٰکن اذا ینزل امنوا به اجمعون ونقله عن اکثر اهل العلم ورجحه ابن جریر وغیره“

(فتح الباری ج۶ ص۳۵۷)

”اسی کا ابن عباسؓ نے جزم اور یقین کیا، جیسا کہ ابن جریرؒ نے بروایت سعید بن جبیر، ابن عباسؓ سے باسناد صحیح روایت کیا ہے، اور بطریق ابی رجاء حسن بصریؒ سے اس آیت کی تفسیر قبل موت عیسیٰ کے منقول ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں واللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آن میں بھی زندہ ہیں۔ جب نازل ہوں گے اس وقت ان پر سب ایمان لے آئیں گے اور یہی اکثر اہل علم سے منقول ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔“

۳...... علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں لکھتے ہیں: ”والصحیح کما قال القرطبی ان الله تعالیٰ رفعه من غیر وفاة ولا نوم وهو الروایة الصحیحة عن ابن عباس“

(روح المعانی ج۳ ص۱۵۸، زیر آیت یاعیسیٰ انی متوفیک)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر موت اور بغیر نیند کے زندہ آسمان پر اٹھالیا اور ابن عباسؓ کا صحیح قول یہی ہے۔

۴...... امام قرطبیؒ کے کلام کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابن عباسؓ سے صحیح روایت یہی ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور اس کے خلاف جو روایت ہے وہ ضعیف ہے۔ قابل اعتبار نہیں۔ ”قال الحافظ عماد

الدین بن کثیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما اراد اللّٰہ ان یرفع عیسٰی الی السماء (الٰی ان قال) ورفع عیسٰی من روزنۃ فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیھود فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ وھذا اسناد صحیح الٰی ابن عباس'' (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۹)

حافظ عماد الدین بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص پر ان کی شباہت ڈال دی گئی اور وہ قتل کر دیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس اثر کی سند صحیح ہے۔

۵...... اور (تفسیر فتح البیان ج۲ ص۳۴۲) پر ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ بے شک اس کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔

۶...... علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''وَمَکَرُوْا وَمَکَرَاللّٰہُ'' کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا کہ مکر اللہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

(روح المعانی ج۳ ص۱۵۷)

۷...... تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ'' سے نزول عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے۔

۸...... محمد بن سعد نے (طبقات کبریٰ ج۱ ص۴۴، ۴۵) پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک اثر نقل کیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء کے بارے میں نص صریح ہے۔ ہم اس کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ وھو ھذا!

''اخبرنا ھشام بن محمد بن السائب عن ابیہ عن ابی صالح عن ابن عبال قاص کان بین موسٰی بن عمران وعیسٰی بن مریم الف سنۃ وتسع مائۃ (الٰی ان قال) وان عیسٰی علیہ السلام حین رفع کان ابن اثنتین وثلاثین سنۃ وستۃ اشھر وکانت نبوتہ ثلاثین شھرا وان اللّٰہ رفعہ بجسدہ وانہ حی الان وسیرجع الی الدنیا فیکون فیھا ملکا ثم یموت کما یموت الناس''

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ انیس سو سال ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت اٹھائے گئے تو ان کی عمر شریف ۳۲ سال اور چھ ماہ کی تھی اور زمانۂ نبوت تیس ماہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے جسم سمیت اٹھایا۔ دراں حالیکہ وہ زندہ تھے اور آئندہ زمانہ میں پھر وہ دنیا کی طرف واپس آئیں گے اور بادشاہ ہوں گے اور پھر چندروز بعد وفات پائیں گے۔ جیسے اور لوگ وفات پاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ''رفع الی السماء'' اور دوبارہ نزول صراحۃً معلوم ہوگیا۔ اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ''سیرجع الی الدنیا'' کا لفظ استعمال فرمایا جو رجوع سے مشتق ہے۔ جس کے معنی واپسی کے ہیں۔ یعنی جس طرح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے تھے اسی جسم کے ساتھ اسی طرح دوبارہ واپسی اور تشریف آوری ہوگی۔ خود بہ نفس نفیس وہ دنیا میں واپس تشریف لائیں گے کوئی ان کا مثیل اور شبیہ نہیں آئے گا۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیك کی تفسیر ممیتك کے ساتھ منقول ہے تو ان سے تقدیم وتاخیر بھی منقول ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نازل ہونا یہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

مرزا قادیانی کو چاہئے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ان اقوال صریحہ کو بھی تسلیم کریں۔ حالانکہ ان اقوال کی اسانید نہایت صحیح اور قوی ہیں اور متوفیك کی تفسیر جو ممیتك سے مروی ہے اس کی سند ضعیف ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی متوفیك کے معنی موت کرتے تھے۔ مذہب ان کا یہ تھا کہ:

۱...... ''عن الضحاك عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قوله انی متوفیك الآیة رافعك ثم یمیتك فی اٰخرالزمان (الدرالمنثور ج۱ ص۳۶)'' یعنی اے عیسیٰ میں تجھے آسمان پر زندہ اٹھانے والا ہوں۔ آخری زمانہ میں وفات دوں گا۔ درمنثور کا مصنف قادیانیوں کا مسلمہ مجدد ہے۔

۲...... ''والصحیح ان اللّٰه تعالٰی رفعه من غیر وفاة ولا نوم قال الحسن وابن زید وهو اختیار الطبری وهو الصحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (تفسیر ابی السعود)'' یعنی اصلیت یہ ہے کہ خدا نے مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا بغیر وفات کے اور بغیر نیند کے جیسا کہ حسن اور ابن زید نے کہا اور اسی کو اختیار کیا ہے طبری ابن جریر نے، اور یہی صحیح ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔

حاصل یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس جگہ تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں۔ یعنی رفع آسمانی ہو چکا، آئندہ وفات ہوگی۔
''چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ صحابی وعم زاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادتی علم قرآن کی دعا بھی فرمائی ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۲۴۷، خزائن ج۳ ص۲۲۵)

مرزا اور مرزائیوں کی گستاخانہ روش

اپنے مطلب کو تو مرزا قادیانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خوب تعریف کی اور لکھا کہ وہ قرآن کو سب سے زیادہ اور اچھا سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ان کے حق میں دعا کی ہوئی تھی۔

(ازالہ اوہام ص۲۴۷، خزائن ج۳ ص۲۲۵)

مگر جونہی اس آیت پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ میری نفسانیت کو توڑنے والے سب سے پہلے انسان حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں تو انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ سے فتویٰ لگا دیا کہ اس آیت میں تقدیم وتاخیر کے قائل متعصب، پلید، یہودی، لعنتی، محرف ہیں۔ (معاذ اللہ۔ ناقل) (ضمیمہ نصرۃ الحق ص۱۷۸، خزائن ج۲۱ ص۳۴۷)

معاذ اللہ، استغفر اللہ! کس قدر شوخی وگستاخی وبدتہذیبی ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن عم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کئی ایک بہترین امت، مفسرین ومحدثین کو اختلاف آراء کی وجہ سے ہر ممکن دشنام کا حقدار بنایا ہے۔ سچ ہے کہ منافق کی علامت ہے کہ وہ بدگوئی میں اوّل نمبر ہوتا ہے۔

دفعیہ: علم نحو وادب وبلاغت کی کتابوں میں بالاتفاق موجود ہے کہ حرف واؤ میں ترتیب ضروری ولازمی نہیں ہوتی۔ ''الواو للجمع المطلق قریب فیها کافیه وغیره ان الواو فی قوله تعالٰی انی متوفیك ورافعك انه

لا تفید الترتیب فالایة تدل علیٰ انه تعالیٰ یفعل به هذا الافعال فاما کیف یفعل ومتیٰ یفعل فالأمر فیه مرقوف علی الدلیل وقد ثبت باالدلیل انه حی ورد الخبر عن النبی ﷺ انه ینزل ویقتل الدجال ثم ان اللّٰه یتوفی بعد ذالك (تفسیر کبیر) ’’یعنی آیت ’’انی متوفیك ورافعك ‘‘میں واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام سے کئی وعدے کئے ہیں۔ مگر یہ بات وہ کیسے کرے گا اور کب کرے گا یہ محتاج دلیل ہے اور البتہ دلیل سے ثابت ہوچکا ہے کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہے اس بارے میں آنحضرت ﷺ کی خبر موجود ہے کہ وہ نازل ہوگا اور دجال کو قتل کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں وفات دے گا۔

باب ہفتم ...... متفرق قادیانی شبہات کے جوابات

قادیانی سوال:۱

عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف آوری کے بعد نبی ہوں گے یا نہ؟ اگر ہوں گے تو پھر یہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔ اگر نبی نہ ہوں تو پھر کیا وہ نبوت سے معزول ہوجائیں گے؟

جواب: عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری بحیثیت حضور ﷺ کے امتی اور خلیفہ کے ہوگی۔ یعنی امت محمدیہ ﷺ کی طرف نبی بن کر تشریف نہ لائیں گے۔ کیونکہ وہ صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے جس پر قرآن شریف کی آیت: ’’رسولاً الی بنی اسرائیل (البقرہ:۴۹)‘‘ دلالت کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت کافہ وعامہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی یہ ڈیوٹی ختم ہوگئی۔ اس لئے وہ صرف امتی اور خلیفہ ہوں گے۔ (بخاری شریف ج۱ ص۴۹۰، مسلم شریف ج۱ ص۸۸) پر ہے کہ: ’’ان ینزل فیکم عیسیٰ ابن مریم حکمًا مقسطًا‘‘

اور ’’ابن عساکر‘‘ میں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے ’’الا انه خلیفتی فی امتی من بعدی (ابن عساکر ج ۲۰ ص ۱۴۴)‘‘ کہ میری امت میں میرے خلیفہ ہوں گے۔ تشریف آوری کے وقت وہ امت محمدیہ ﷺ کی طرف نبی اور رسول کی حیثیت سے تشریف نہ لائیں گے بلکہ خلیفہ وامام ہوں گے۔ اس لئے ان کی تشریف آوری سے ختم نبوت کی خلاف ورزی لازم نہ آئے گی۔ باقی رہا یہ کہ وہ کیا نبوت سے معزول ہوجائیں گے؟ یہ بھی غلط ہے وہ نبوت سے معزول نہ ہوں گے بلکہ دوبارہ تشریف آوری کے بعد نبی اللہ ہونے کے باوجود ان کی ڈیوٹی بدل جائے گی۔ جیسے پاکستان کے صدر مملکت، پاکستان کے سربراہ ہیں۔ اگر وہ برطانیہ تشریف لے جائیں تو صدر مملکت پاکستان ہونے کے باوجود برطانیہ تشریف لے جانے پر ان کو برطانیہ کے قانون کی پابندی لازم ہے۔ حالانکہ وہ صدر مملکت ہیں مگر وہاں جاکر ان کی حیثیت صدر مملکت ہونے کے باوجود مہمان کی ہوگی۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں جو ان کی نبوت کا پیریڈ تھا اس میں وہ نبی تھے۔ کل جب وہ حضور ﷺ کی امت میں تشریف لائیں گے نبی ہونے کے باوجود حضور ﷺ کے زمانۂ نبوت میں ان کی حیثیت امتی وخلیفہ کی ہوگی۔ اب وہ نہ نبوت سے معزول ہوئے نہ ان کے تشریف لانے سے ختم نبوت پر حرف آیا۔

قادیانی سوال:۲

عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے کس شریعت پر عمل کریں گے۔ اپنی شریعت پر یا حضور ﷺ کی شریعت پر؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد امتی ہونے کی حیثیت سے ہے تو ظاہر ہے کہ وہ حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے۔اس لئے ہمارے عقائد کی کتابوں میں ہے:"یحکم بشر عنا لا بشرعه" کہ وہ ہماری یعنی امت محمدیہ ﷺ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے اور خود بھی عمل پیرا ہوں گے نہ کہ اپنی شریعت پر۔قرآن مجید میں ہے کہ اللہ رب العزت قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات کا ذکر فرمائیں گے۔"اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ (المائدہ:۱۱۰)" کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت ہے(جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کی مثالیں موجود ہیں)اب ظاہر ہے کہ تورات اور انجیل یہ تو ضرورت تھی ان کو اس وقت کی جب آپ"رَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ" تھے۔دوبارہ نزول من السماء پر منجانب اللہ کتاب وسنت سکھایا جائے گا۔امت محمدیہ ﷺ کی قیادت وسیادت اور رہنمائی کے لئے۔وہ کسی فرد بشر امتی سے قرآن وسنت نہیں پڑھیں گے۔مگر چونکہ ضرورت ہوگی اس لئے منجانب اللہ اس کا اہتمام کیا جائے گا۔اس لئے وہ جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو نبی ہونے کے باوجود ڈیوٹی بدل جائے گی۔پہلے اپنی شریعت موسوی پر عمل پیرا تھے۔اب شریعت محمدیہ ﷺ کے علمبردار ہوں گے۔

قادیانی سوال:۳۰

کیا وہ شریعت محمدیہ آکر کسی سے پڑھیں گے یا ان کو وحی ہوگی اگر وحی ہوگی تو وحی کا دروازہ تو بند نہ ہوا؟

جواب: نبی دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں ہوتا نبی کو تعلیم وتبلیغ خود اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔(مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ وہ ایک نہیں کئی استادوں کے شاگرد تھے۔جن میں مولوی فضل الٰہی،مولوی فضل احمد اور گل علی شیعہ بطور خاص مشہور ہیں۔جیسا کہ سیرت المہدی ج۱ص۲۵۱ میں مذکور ہے)نبی دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔اسلامی تعلیمات اور دیگر کتب کی رو سے تو یہ ممکن ہے کہ ایک نبی دوسرے نبی سے بحکم وبمصلحت خداوندی چند خاص امور کی تفسیر ووضاحت کے لئے جائے مگر ایک نبی دنیا میں کسی غیر نبی کے دروازہ پر علم کی تحصیل کے لئے جائے تو اس سے بڑھ کر نبی اور نبوت کی اور زیادہ توہین نہیں ہوسکتی۔اس لئے کہ نبی"معلم للناس" ہوتا ہے نہ کہ متعلم من الناس۔

(مرزا قادیانی کا دوسروں کے دروازوں پر تحصیل علم کے لئے زانوئے تلمذ تہہ کرنا اس کے جھوٹے ہونے کے لئے کافی ہے اور مختاری کے امتحان میں فیل ہونا اس کی عزت میں اضافہ نہیں کرتا)حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اللہ کے نبی ہیں وہ دوبارہ نازل ہوکر کسی سے قرآن وحدیث یا شریعت محمدیہ کی تعلیم حاصل کریں یہ ناممکن اور ہمارے عقائد کے خلاف ہے۔ان کے لئے قرآن وسنت کی تعلیم کا اللہ کی طرف سے ہونا خود قرآن میں مذکور ہے۔"وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (المائدہ:۱۱۰)"

باقی رہا یہ سوال کہ کیا ان پر وحی نازل ہوگی تو جناب ان پر وحی نبوت نہ ہوگی وحی نبوت کا دروازہ امت محمدیہ ﷺ پر بند ہے۔تو پھر ان کو شریعت محمدیہ ﷺ کا علم کیسے ہوگا؟اس کا اہتمام اللہ رب العزت کے ذمہ ہے۔اس اہتمام اور ان کی تعلیم کے لئے وحی نبوت نہ ہوگی،بلکہ الہام،کشف،مبشرات،القاء،علم لدنی ہے۔بے شمار قدرت کے ذرائع ہیں جن کے ذریعہ اللہ رب العزت ان کو شریعت محمدیہ ﷺ کی تعلیم کا اہتمام فرمادیں گے۔قادیانی بے فکر رہیں نہ وحی نبوت کی ضرورت ہے نہ کسی کے دروازے پر زانوئے تلمذ تہہ کر کے نبوت کو مذاق بنانے کی۔قدرت کی طرف سے اس کا اہتمام ہوگا۔قرآن مجید میں صراحتاً ہے کہ وحی نبوت کے علاوہ اور بھی وحی کے اقسام ہیں۔مثلاً:"وَاِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ (طٰہٰ:۳۸)

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ (النحل:٦٨)'' ظاہر ہے کہ ام موسیٰ کی طرف یا نحل کی طرف وحی ہونے کے باوجود وہ وحی نبوت نہ تھی۔ پس قرآن کی ان آیات سے ثابت ہوا کہ وحی نبوت کے علاوہ بھی وحی ہے۔

قادیانی سوال:۴

قادیانی کہتے ہیں کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ زمین پر فرشتوں کے ذریعہ آئیں گے اور پھر مینار سے آگے ان کے لئے سیڑھی لائی جائے گی۔ کیا جو خدا ان کو مینار تک لایا ہے وہ صحن تک لانے پر قادر نہیں؟

جواب: پہلے تو ہماری نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے سیڑھی لائی جائے گی بلکہ ''عند منارة البيضاء'' کے الفاظ ہیں۔ مینارہ کے قریب نہ کہ مینارہ پر بفرض محال یہ روایت ہو بھی تو قدرت وحکمت میں فرق سمجھیں۔ قدرت علیحدہ چیز ہے حکمت علیحدہ چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحن پر لانے پر بھی قادر ہیں۔ یہ قدرت کے خلاف نہیں مگر حکمت اسی میں ہے کہ ان کو مینار تک تو فرشتوں کے ذریعہ لایا جائے، آگے مسلمان ان کو خود سیڑھی لے کر مینار سے اتاریں۔ اس میں دو حکمتیں نظر آتی ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۳۷، باب المعجزات) کی متفق علیہ روایت کے مطابق نبی علیہ السلام سے جنگ حدیبیہ میں جب مسلمانوں کے لشکر میں پانی ختم ہوگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برتنوں میں سے بچا کھچا پانی اکٹھا کر کے لائیں۔ ایک پیالے میں پانی لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ کے جمع شدہ پانی میں ہاتھ مبارک ڈال دیئے جس سے پانچ انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ میں جمع شدہ پانی میں ہاتھ ڈال کرامت کو سبق دے رہے تھے کہ جو انسان کی ہمت میں ہے وہ خود کرے جہاں انسان کی ہمت جواب دے جائے، وہاں سے پھر انسان کو قدرت خداوندی پر نظر رکھنی چاہئے۔ بعینہ اسی طرح مینار سے اوپر آسمانوں تک انسان کی طاقت نہیں چلتی۔ جہاں انسان کی طاقت کام نہیں کرسکتی وہاں خدا تعالیٰ کی قدرت کام کرے گی۔ جہاں پر انسان کی طاقت چل سکتی ہے وہ مینار سے نیچے سیڑھی لگا کر اپنی طاقت کو استعمال کریں گے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہم اپنے سامنے اترتا دیکھیں گے تا کہ مسلمانوں کو یقین ہو کہ سچا مسیح وہ ہے جو سامنے آسمانوں سے اتریں گے جو قادیان میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر کہتا ہے کہ میں مسیح ہوں۔ جھوٹ بولتا ہے۔

سچے مسیح اور جھوٹے مسیح کے درمیان فرق

(۱) جب مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے تو آسمان سے نازل ہوں گے۔ جب کہ مرزا قادیانی ماں کے پیٹ سے نکلا۔ (۲) مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کے وقت دو فرشتے ان کے ساتھ ہوں گے۔ جب کہ مرزا قادیانی کی ماں کے پاس دائی تھی۔ (۳) مسیح علیہ السلام تشریف آوری پر ایسے محسوس ہوں گے جیسے غسل کر کے آئے ہوں۔ جب کہ مرزا قادیانی نفاس کے خون میں لت پت تھا۔ (۴) مسیح علیہ السلام نے تشریف آوری کے وقت احرام کی دو چادریں پہن رکھی ہوں گی۔ جب کہ مرزا قادیانی پیدائش کے وقت الف ننگا تھا۔ (۵) مسیح علیہ السلام تشریف آوری کے وقت خوش وخرم ہوں گے۔ جب کہ مرزا قادیانی پیدائش کے وقت چیں چیں کرتا ہوا نکلا۔ غرضیکہ مرزا قادیانی کے آنے کو حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کسی بھی قسم کی کوئی مشابہت ومماثلت نہیں تو پھر اسے کیسے سچا سمجھ لیا جائے؟

قادیانی سوال:۵

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام دمشق میں نازل ہوں گے۔ اسرائیل بیت المقدس جائیں گے وہ پھر وہاں سے قتل دجال کے بعد مکہ مکرمہ سعودی عرب تشریف لائیں گے تو ان کے پاس نیشنلٹی کس ملک کی ہوگی، پاسپورٹ، این.او.سی زرمبادلہ کا کیا بنے گا؟

جواب: اس اشکال کا حل بھی تعلیمات اسلامیہ میں موجود ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب نزول مسیح ص ۴۷۹) متفق علیہ روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلًا'' وہ حاکم ہوں گے اور حاکم بھی مرزا قادیانی کی طرح انگریز کے مدح سرا اور انگریز کی خوشامد اور لجاجت کی خجالت میں غرق نہ ہوں گے نہ ہی ملکہ وکٹوریہ کو برطانیہ میں خط لکھیں گے کہ تو زمین کا نور ہے اور میں آسمان کا نور ہوں۔ تیرے وجود کی برکت وکشش نے مجھے اوپر سے نیچے کھینچ لیا ہے۔

(ستارہ قیصریہ ص ۶، خزائن ج ۱۵ ص ۱۱۷)

جس میں جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو فرض اور خود کو گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا قرار دیا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۱، اشتہار بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر) عیسیٰ علیہ السلام ایسے نہیں ہوں گے وہ حاکم عادل ہوں گے۔ ان کے نزول کے وقت ''یهلك الملل کلها الا الملة واحدة الا وهی الاسلام'' تمام ملتیں اور ادیان باطلہ مٹ جائیں گے۔ دین اسلام کی برتری اور شاہی ہوگی۔ پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا ہوگا۔ پوری دنیا اسلام کی وحدت واکائی اور ون یونٹ میں پروئی ہوگی اور اس کے حکمران حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت خلیفہ محمدی ﷺ ہوں گے تو جب قیامت سے قبل نزول مسیح کے وقت تمام دنیا اسلام کے زیرنگیں ہوگی اور اس کے حکمران عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے تو ان سے اس وقت پاسپورٹ اور ویزا کی بحث کرنی عقل اور نقل کے خلاف ہے۔

قادیانی سوال:۶

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیروں کو قتل کریں گے؟ کیا خنزیر کو قتل کرنا ان کی شان کے خلاف نہیں؟

جواب: مسئلہ کو اس کی حقیقت کی روشنی میں صحیح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس سے صورتحال واضح ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ خود خنزیروں کو قتل نہیں کریں گے بلکہ ان کی تشریف آوری کے بعد جب دنیا میں خنزیر کھانے والی اور اس کا ریوڑ پالنے والی قوم نہ رہے گی بلکہ وہ مسلمان ہوجائیں گے تو ان کے مسلمان ہوجانے پر جو لوگ خنزیر پالنے والے تھے، وہی اس کو قتل کرنے والے ہوں گے۔ کیونکہ قتل خنزیر کا سبب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ آپ کے حکم سے خنزیر قتل کئے جائیں گے اور آپ کے زمانہ بعد از نزول میں یہ سب کچھ ہوگا۔ اس لئے قتل کی نسبت آپ کی طرف کردی گئی۔ مثلاً جنرل محمد ضیاء الحق نے ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی۔ حالانکہ پھانسی کا فیصلہ کرنے والا مشتاق احمد چیف جسٹس لاہور تھا اور پھانسی کا پھندا گلے میں ڈال کر بھٹو کو لٹکانے والا ''تارا مسیح'' مشہور جلاد تھا۔ مگر بایں ہمہ نسبت پھانسی کی جنرل ضیاء الحق کی طرف کی جاتی ہے اور کی جائے گی کہ یہ سب کچھ ان کے عہد اقتدار میں ہوا۔ حالانکہ اس نے خود پھانسی نہیں دی۔ اسی طرح جنرل ایوب خان نے ۶۵ کی پاک بھارت جنگ میں فتح حاصل کی۔ حالانکہ لڑنے والے فوجی تھے ایوب کے حکم سے اس کے زمانہ میں فتح ہوئی۔ اس لئے فتح کی نسبت ایوب خان کی طرف کی جائے گی۔ یا بھٹو نے مرزائیت کو اقلیت قرار دیا۔ حالانکہ اقلیت کا ریزولیشن کرنے والی قومی اسمبلی تھی مگر بھٹو صاحب کے زمانہ میں ہوا اس لئے اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔

اسی طرح خنزیر، عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں قتل ہوں گے مگر یہ برائی آپ کے زمانہ بعد از نزول میں اختتام پذیر ہوگی۔ اس لئے اس کا کریڈٹ احادیث میں آپ کو دیا گیا تو ایک برائی کو ختم کرنا اچھا فعل ہے نہ کہ قابل ملامت و باعث اعتراض؟ پھر کیا آپ نے کبھی یہ بھی سوچا کہ قتل تو خنزیر ہوں گے مگر پریشان قادیانی جماعت ہے۔ آخر کیوں؟ اور اگر قتل خنزیر سے بقول قادیانیوں کے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین لازم آتی ہے تو پھر قادیانی جماعت کے مفتی صادق کی کتاب ذکر حبیب میں موجود ہے کہ مرزا قادیانی کے ایک مرید نے شکایت کی کہ لوگ مجھے کتا مار پیر کہتے ہیں۔ اس پر مرزا قادیانی نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے خدا نے مجھے سور مار کہا ہے۔ (ذکر حبیب ص ۱۶۲)

اس طرح (تحفہ گولڑویہ ص ۲۱۴، خزائن ج ۱۷ص ۳۱۶) پر اپنے آپ کو سور مارنے والا کہا ہے۔ ان دونوں حوالہ جات میں مرزا قادیانی نے وہی بات کہی جو عیسیٰ علیہ السلام کے لئے باعث ملامت بتاتے ہیں۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے لئے باعث ملامت ہے تو مرزا قادیانی کے لئے کیوں نہیں۔

اب ایک اور امر کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (براہین احمدیہ ص ۴۵، ۴۶، خزائن ج ۲۱ص ۵۸) پر لکھا ہے: ''ان (عیسیٰ علیہ السلام) کی تعلیم میں خنزیر خوروں اور تین خدا بنانے کا حکم اب تک انجیلوں میں نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح توراۃ میں بھی ہے کہ سور مت کھانا'' اور (حقیقت الوحی ص ۲۹، خزائن ج ۲۲ص ۳۱) پر لکھتا ہے کہ: ''عیسیٰ علیہ السلام اگر آئیں گے تو سور کا گوشت کھائیں گے۔'' معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

نیز (کشتی نوح ص ۶۱، خزائن ج ۱۹ص ۶۵ حاشیہ) پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''(عیسیٰ علیہ السلام) صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے آئے...... عیسائیوں پر سور کو جو توریت کے رو سے ابدی حرام تھا حلال کر دیا ہے۔''

فرمایئے خود ہی مرزا قادیانی نے لکھا کہ شریعت عیسوی میں خنزیر خوری منع اور ابدی حرام ہے اور پھر خود لکھا کہ وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے تو سور کا گوشت کھائیں گے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

ایک چیز جو باقرار مرزا قادیانی عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں جائز نہیں اس کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کرنا توہین نبوت ہے یا نہ؟ (حقیقت الوحی ص ۲۹، خزائن ج ۲۲ص ۳۱) کی عبارت یہ ہے: ''یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے جانے کے لئے مساجد کی طرف دوڑیں گے تو وہ کلیسا کی طرف بھاگے گا اور جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا اور جب لوگ عبادت کے لئے بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا اور شراب پئے گا اور سور کا گوشت کھائے گا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اور اسلام کے حلال اور حرام کی کچھ پروا نہیں رکھے گا کیا کوئی عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ اسلام کے لئے یہ مصیبت کا دن پھر باقی رہے یہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ایسا بھی آئے گا۔''

حوالہ نمبر۲: (سیرت المہدی ج ۳ص ۲۹۱، ۲۹۲) پر ہے کہ: ''مسیح موعود (مرزا قادیانی) اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے کہ بقول ہمارے مخالفین کے جب مسیح آئے گا اور لوگ اس کو ملنے کے لئے اس کے گھر پر جائیں گے تو گھر والے کہیں گے کہ مسیح صاحب باہر جنگل میں سور مارنے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ پھر وہ لوگ حیران ہو کر کہیں گے کہ یہ کیسا مسیح ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے اور باہر سوروں کا شکار کھیلتا پھرتا ہے۔ پھر (مرزا قادیانی) فرماتے تھے کہ ایسے شخص کی آمد سے سانسیوں اور گنڈیلوں (حرام خور) کو خوشی ہوسکتی ہے جو اس قسم کا کام کرتے ہیں مسلمانوں کو کیسے خوشی ہوسکتی ہے۔ یہ الفاظ بیان کر کے آپ (مرزا قادیانی) بہت ہنستے تھے۔ یہاں تک کہ اکثر اوقات آپ (مرزا قادیانی) کی آنکھوں میں پانی آجاتا تھا۔''

اندازہ فرمایئے کہ مرزا قادیانی مارے خوشی کے جس مفروضہ پر لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں اس مضمون کا کہیں احادیث میں ذکر ہے؟ یا یہ کہ یہ صرف اور صرف مرزا قادیانی کی خودساختہ مفروضہ وموضوعہ کہانی ہے جو اس کے خبث باطن کی مظہر ہے۔

قادیانی سوال:۷

مرزائی کہتے ہیں کہ جب مرزا قادیانی نے صاف لکھ دیا ہے کہ یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ اب وہ جس بات کو خود غیر معقول کہہ رہے ہیں آپ اسی کو کیوں ملزم ٹھہراتے ہیں یہ تو انصاف کا خون ہے۔

جواب: مرزا قادیانی کی یہ عبارت اردو ہے اردو جاننے والے دنیا میں کروڑوں انسان رہتے ہیں۔ کسی سے اس کا مفہوم پوچھ لیں۔ مرزا قادیانی یہ لکھتا ہے کہ یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے یعنی یہ کہ وہ نہیں آئے گا اس کا آنا عقل کے خلاف اور غیر معقول بات ہے۔ کیونکہ اگر وہ آئے تو (۱) مسجد کی بجائے کلیساء کو جائے گا۔ (۲) مسلمان قرآن پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول کر بیٹھے گا۔ (۳) مسلمان بیت اللہ کی طرف اور وہ بیت المقدس کی طرف رخ کرے گا۔ (۴) شراب پیئے گا۔ (۵) سور کا گوشت کھائے گا۔ (۶) اسلام کے حلال وحرام کی پابندی نہیں کرے گا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا اس کا آنا غیر معقول ہے۔ کیونکہ اگر وہ آئے گا تو اس کو یہ کام کرنے ہوں گے۔ ان کے باعث وہ کہتا ہے کہ ان کا آنا غیر معقول ہے۔ اب فرمایئے کہ ایک ایسی چیز مثلاً خنزیر جو عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں بھی بقول مرزا منع ہے تو کیا عیسیٰ علیہ السلام آکر ایک حرام چیز کو کھانا شروع کر دیں گے؟ یہ وہ قادیانی تعلیمات ہیں جس کی بنیاد پر ہم اس کے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ باقی رہا مرزا قادیانی کا یہ اعتراض کہ مسلمان جب بیت اللہ کی طرف رخ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف منہ کرے گا۔ اس کا بھی احادیث میں جواب موجود ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے دجل وفریب، کذب وتلبیس کا آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں جواب عنایت فرمایا ہے۔ اب یہ کہ وہ بیت المقدس کی طرف رخ کرے گا اس کا آنحضرت ﷺ کی احادیث میں یہ جواب موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد پہلی نماز حضرت مہدی علیہ الرضوان کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔ جب کہ باقی نمازیں عیسیٰ علیہ السلام خود پڑھائیں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان حضور ﷺ کے امتی ہیں۔ امتی ہونے کے ناطے سے ان کا رخ بیت اللہ کی طرف ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے مقتدی ہیں تو کیا عقلاً وشرعاً یہ ممکن ہے کہ امام کا رخ بیت اللہ کی طرف اور مقتدی کا بیت المقدس کی طرف؟

قادیانی سوال:۸

مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق قرآن مجید میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے جب وہ نازل ہوں گے تو قرآنی آیات کا کیا بنے گا۔ یہ آیات تو پھر بھی یہ کہہ رہی ہوں گی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ کیا یہ منسوخ ہو جائیں گی؟

جواب: قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے حضور ﷺ سے بہت سے وعدے کئے جو حضور ﷺ کے زمانہ میں ہی آپ ﷺ کی ذات سے وابستہ تھے۔ وہ وعدے پورے ہوئے۔ مگر آیات آج بھی موجود ہیں۔

(۱)''الم غلبت الروم''(۲)''اذا جاء نصر اللّٰه''(۳)''تبت یدا ابی لهب''(۴)''لتدخلن المسجد الحرام'' یہ تمام وعدے پورے ہوئے۔ جب بات پوری ہوجائے تو آیت بدل نہیں جاتی بلکہ وہ اور زیادہ شان سے چمکنے لگتی ہے کہ جن کا وعدہ تھا وہ پورا ہوگیا۔ قرآن مجید میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی۔''مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد'' آپ ﷺ نے فرمایا:''انا بشارة عیسیٰ''اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے کہ میں ان آیات کا بذات خود مصداق بن کر آیا ہوں تو ان کے نزول سے ان آیات کی عملی تفسیر ہوجائے گی اور یہ آیات اور زیادہ شان سے چمکنے لگ جائیں گی نہ کہ منسوخ ہوجائیں گی۔

قادیانی سوال:۹

مرزا قادیانی نے کہا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ ہم نے کہا کہ اگر تو مسیح موعود ہے تو مسیح موعود تو دجال کو قتل کریں گے تو اس نے کہا کہ قتل دجال تلوار سے نہیں قلم سے ہوگا۔

جواب: (مشکوٰۃ شریف باب قصة ابن صیاد ص ۴۷۹ میں بحوالہ شرح السنۃ ج ۷ ص ۴۵۴، باب ذکر ابن صیاد) کے حوالے سے حدیث ہے کہ رحمت عالم ﷺ کے زمانہ میں''ابن صیاد'' کے متعلق مشہور ہوا کہ وہ دجال ہے۔ رحمت عالم ﷺ اس کی تحقیق حال کے لئے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے تلوار نکال کر آپ ﷺ سے اجازت چاہی کہ اگر اجازت ہو تو میں اس کو قتل کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ دجال ہے تو تم اسے قتل نہیں کرسکتے۔''لست صاحبه'' اس کو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی قتل کریں گے۔ اگر یہ دجال نہیں تو تم اپنے ہاتھ قتل ناحق سے کیوں رنگین کرتے ہو۔ اس حدیث شریف نے ثابت کردیا کہ دجال سے لڑائی تلوار کے ساتھ ہوگی۔ ورنہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار نکالی تھی حضور ﷺ فرمادیتے کہ اے عمر رضی اللہ عنہ یہ کیا کررہے ہو اس سے تو جہاد قلم کے ساتھ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تلوار نکالنا اور حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ اگر یہ دجال ہے تو تم اس کو قتل نہیں کرسکتے۔ اس کو عیسیٰ بن مریم ہی قتل کرے گا۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ دجال کے ساتھ لڑائی تلوار کے ساتھ ہوگی نہ کہ قلم کے ساتھ۔ جہاد بالسیف ہوگا''نہ کہ قلم قتلے''

قادیانی سوال:۱۰

اگر دجال تلوار سے قتل ہوگا تو کہاں ہوگا؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ دجال مقام (لد) پر قتل ہوگا۔''لد'' اس وقت اسرائیل میں واقع ہے۔ اسرائیلی ائیرفورس کا ائیربیس ہے۔ دجال کے ساتھ اس وقت ستر ہزار یہودیوں کی جماعت ہوگی۔ جو اس کے حامی اور مددگار ہوں گے۔ جس وقت سرکار دوعالم ﷺ نے یہ فرمایا اس وقت نہ اسرائیل کا کوئی وجود تھا اور نہ ہی مقام''لد'' کو کوئی اہمیت حاصل تھی۔ آپ ﷺ کی صداقت پر قربان جائیں کہ کس طرح آج اسرائیل میں''لد'' کو اہمیت حاصل ہے۔ وہاں اس کی فوج کی چھاؤنی ہے۔ گویا دجال آخری وقت تک یہود کی فوج میں پناہ لینے کی کوشش کرے گا۔ یہاں ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مرا اور پاکستان ۱۹۴۷ء میں بنا۔ پاکستان بننے کے دوسال بعد اسرائیل کی حکومت وجود میں آئی۔ جس وقت مرزا قادیانی زندہ تھا اس وقت اسرائیل کا وجود بھی نہ تھا۔ مرزا قادیانی کے مرنے کے اکتالیس سال بعد اسرائیل کی حکومت وجود میں آئی۔ مرزا قادیانی اپنی کتابوں میں اس بات کا مذاق اڑاتا ہے کہ ستر ہزار یہودی تو پوری دنیا میں نہیں ہیں اور وہ کس طرح دجال کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن اس بدبخت کو معلوم نہ تھا کہ ساری کائنات کا نظام بدل سکتا

ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی بات جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ آج مرزا قادیانی کی قبر سے کوئی سوال کرے کہ اے بدبخت جن ستر ہزار یہودیوں سے متعلق حدیث کا مذاق اڑاتا تھا آج وہ نصف النہار کی طرح پوری ہوچکی ہے۔ اسرائیل میں ایک ستر ہزار نہیں بلکہ کئی ستر ہزار یہودی جمع ہیں۔

انزلنا الحدید کا جواب

قادیانی سوال:۱۱

نزول عیسیٰ علیہ السلام سے مراد آسمانوں سے نزول نہیں۔ اس لئے کہ انزلنا کا معنی قرآن میں پیدا کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ’’انزلنا الحدید‘‘ ہم نے لوہے کو پیدا کیا وغیرہ۔

جواب: الف...... کسی بھی لفظ کا ایک حقیقی معنی ہوتا ہے۔ دوسرا مجازی۔ ہمیشہ ترجمہ کرتے وقت حقیقی معنی کو ترجیح ہوتی ہے۔ جہاں حقیقی معنی کرنا متعذر ہوں وہاں مجازی معنی لیا جاتا ہے۔

ب...... اگر کہیں مجازی معنی مراد لیا جائے تو اس کا یہ مقصد نہیں ہوگا کہ اب حقیقی معنی کہیں بھی مراد نہیں لیا جائے گا جو شخص کسی مقام پر مجازی معنی کی وجہ سے حقیقی معنی کا انکار کرے وہ تحریف کا مرتکب ہوگا۔ جو باطل ہے۔

ج...... اب دیکھیں کہ نزل، ینزل، نازل، نزول کا حقیقی معنی کیا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے اپنی کتاب (مفردات ص۷۰۵) میں لکھا ہے: ’’نزل النزول فی الاصل ھو انحطاط من علو‘‘ نزول کا حقیقی معنی دراصل بلندی سے نیچے کی طرف آنا ہے۔

(مصباح اللغات ص۸۶۸) پر لکھا ہے: ’’نزل، نزولاً من علو الی اسفل‘‘ اترنا، اتارنا۔

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے: ’’والا نزال نقل الشئ من الاعلیٰ الی الاسفل‘‘ غرض یہ بات متعین ہے کہ نزل کا حقیقی معنی بلندی سے نیچے کی طرف اترنا ہے۔ قرآن مجید میں ثلاثی مجرد باب فعل یفعل کے وزن پر نزل ینزل ہمیشہ نزول کے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ثلاثی مزید فیہ میں باب افعال: جیسے ’’انزل، ینزل، انزالاً‘‘

ثلاثی مزید فیہ میں باب تفعیل: جیسے ’’نزل ینزل تنزیلاً‘‘

ثلاثی مزید فیہ میں باب تفعل: جیسے ’’تنزل، یتنزل، تنزلاً‘‘

ثلاثی مزید میں اتارنا، اسباب وعلل مہیا کرنا، گویا خلق کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

۱...... عیسیٰ علیہ السلام کے لئے لفظ نزل، ینزل آیا ہے۔ (ثلاثی مجرد) اس کا حقیقی معنی ہی ہمیشہ مراد ہوتا ہے۔ ان کے لئے یہ لفظ دوسرے معنوں میں کبھی آیا نہیں۔

۲...... عیسیٰ علیہ السلام کے لئے نزول کا حقیقی معنی لینے کے دلائل بھی موجود ہیں۔ مثلاً: ’’ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء‘‘ (کنز العمال ج۱۴ ص۶۱۹، حدیث نمبر ۳۹۷۲۶)

’’لیھبطن‘‘، مسلم فی کتاب الحج۔ (مسند احمد ج۲ ص۱۹۰، حاکم ج۲ ص۵۹۵، درمنثور ج۲ ص۳۵۰)

’’ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم‘‘ (ابن کثیر ج۱ ص۵۷۶،۳۶۶، ابن جریر ج۳ ص۲۰۲)

''یاتی علیه الفناء'' (ابن جریر ج۳ص۱۰۸، درمنثور ج۲ص۳)

اسی ایک ذات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جن کے متعلق نبی ﷺ نے نزول کا لفظ فرمایا انہیں کے لئے آسمان سے اترنے کی وضاحت بھی کردی۔ لفظ آسمان بھی حدیث میں آیا ہے۔ ہبوط نیچے آنا، راجع واپس آنا، لم یمت جو نہیں مرے جو مریں گے، جن پر فنا آئے گی۔ ان الفاظ کے استعمال نے ثابت کردیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے نزول کا حقیقی معنی مراد ہے اوراوپر (آسمان) سے نیچے (زمین پر) آنا ہے۔

د...... قرآن مجید میں جہاں ''اَنْزَلْنَا لَكُمُ الْاَنْعَامَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ لِبَاسًا'' ہے اور ان کا معنی اسباب وعلل مہیا کرنا، نازل کرنا، پیدا کرنا آیا ہے۔ وہاں ''اَنْزَلْنَاهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَنَزَلَ بِهِ الرُّوْحِ الْاَمِيْنَ، بِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ، تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ'' بھی آیا ہے جس کا حقیقی معنی سوائے ''نزول من السماء'' کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اب جب شواہد موجود، قرائن موجود، امت نے چودہ سو سال سے جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نزول کے لفظ سے سمجھا وہ تعامل امت موجود ہے، تو یہاں حقیقی معنی نزول کا کرنے کے علاوہ چارہ ہی نہیں ہے۔

ھ...... لفظ زکوٰۃ قرآن مجید میں کثرت سے صدقہ فرضیہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مگر بعض جگہ قرآن مجید میں طہارت، برکت، صلاحیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے: ''خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّرَحْمَةً مَازَكٰى مِنْكُمْ ذَالِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ'' اب کوئی بدباطن یہ کہہ سکتا ہے کہ زکوٰۃ فرض نہیں ہے؟ فریضہ زکوٰۃ کا انکار کردے اور کہے اس سے مراد طہارت ہے۔ دل کی طہارت، جسم کی طہارت وغیرہ اگر ایسے کوئی کہے تو وہ مردود ہوگا۔ جس طرح زکوٰۃ کو ہمیشہ طہارت کے معنی میں لینا مردود امر ہے۔ اس طرح ''اَنْزَلْنَا'' کا ''خَلَقْنَا'' کے معنی میں ہمیشہ لینا بھی مردود امر ہے۔

و...... قادیانیوں سے ہمارا سوال ہے کہ اگر نزول کا معنی پیدا ہونا ہے تو پھر دجال یا حضرت مہدی کے لئے نزول کا لفظ کیوں نہیں آیا۔ ان کے لئے خروج یا ظہور کا لفظ کیوں آیا ہے؟

ز...... مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے۔'' (براہین احمدیہ ص۳۶۱، خزائن ج۱ص۴۳۱)

اسی طرح مرزا قادیانی نے (ازالہ اوہام ص۸۱، خزائن ج۳ص۱۴۲) پر لکھا ہے: ''مثلاً صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہیں کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔''

اب جناب آپ کے مرزا قادیانی نے ان عبارتوں میں رفع ونزول کا خود معنی متعین کردیا ہے کہ رفع کا معنی رفع الی السماء اور نزول کا معنی آسمانوں سے نیچے زمین پر اترنا۔ اب بھی کوئی قادیانی نہ سمجھے تو جائے جہنم میں۔

اس طرح (مجمع البحار ج۴ص۷۰۶) میں بھی ہے: ''النزول والصعود والحركات من صفات الاجسام'' نزول وصعود صفات اجسام سے ہے۔ جس وقت اس کی نسبت اجسام خاکیہ کی طرف کی جائے گی تو اس سے نزول وصعود ''بجسمه'' العنصری مراد لیا جائے گا۔ غرض نزول کے حقیقی معنی اعلیٰ سے اسفل کی طرف انتقال کے ہیں۔ دنیا کی کسی کتاب میں اس کا حقیقی معنی اس کے علاوہ نہیں دکھایا جاسکتا ہے۔

ح...... ابن کثیرؒ نے ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تین چیزیں زمین پر نازل کی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک لوہے کا ہتھوڑا بھی تھا۔ اب تو نزول کا اس آیت: ''انزلنا الحديد'' میں حقیقی معنی ہوگا۔

جواب: ۲...... (الف) قادیانی دجل وتحریف کے مطابق تسلیم کرلیں کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نزول، پیدائش کے معنوں میں ہے۔تو کیا قادیانی فرمائیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی پیدائش نہیں ہوئی۔جن کی پیدائش کو صدیاں بیت چکی ہیں ان کے متعلق کہنا ینزل (بقول قادیانی) پیدا ہوں گے۔چہ معنی دارد؟ ہے کوئی قادیانی جو اس عقدہ کو حل کرے؟

(ب) مرزائیوں کے نزدیک اگر ینزل سے مراد مرزا قادیانی کی تشریف آوری ہے تو پھران کا نزول کب مانیں؟ آیا:

۱۸۴۰ء O ماں کے پیٹ سے باہر نکلنے کو
۱۸۸۰ء O تاریخ دعویٰ مجددیت کو
۱۸۹۲ء O تاریخ دعویٰ مسیحیت کو
۱۹۰۱ء O تاریخ دعویٰ نبوت کو

پھر بھی آپ کا گزارہ نہیں ہوگا جان نہیں چھوٹے گی۔اس لئے کہ حدیث شریف میں جہاں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خوشخبری دی گئی ہے وہاں ''کیف انتم یا کیف بکم'' کے الفاظ ہیں۔یعنی اس وقت تمہاری (مسلمانوں کی) خوشی کا کیا عالم ہوگا جب تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان کا نزول خوشی عالم اسلام کا باعث ہوگا۔اب اگر ان کے نزول سے مرزا قادیانی کی تشریف آوری اور اس سے مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۸۴۰ء مراد ہے۔اس وقت دنیا تو کیا خوش ہوگی، خود مرزا قادیانی بھی چیختا چلاتا، روتا دھوتا ماں کے پیٹ کے بضع سے برآمد ہوا تھا۔اگر ۱۸۸۰ء دعویٰ مجددیت یا دعویٰ مسیحیت ۱۸۹۲ء مراد ہے تو اس وقت علماء کرام اور امت مسلمہ کے ایک دشمن، انگریز کے ایجنٹ وخود کاشتہ پودا کے نزول پر امت (مسلمانوں) کو خاک خوشی ہوئی۔۱۹۰۱ء مراد لیا جائے تو وہ سال تو مرزا قادیانی کے کفر اور اسلام دشمنی کے عین عروج کا سال ہے۔اس پر مسلمانوں کو کیا خوشی ہوئی۔حالانکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰، باب نزول عیسیٰ بن مریم)'' اے مسلمانو! اس وقت تمہاری خوشی کا کیا عالم ہوگا جب تم میں ابن مریم علیہ السلام نازل ہوگا۔

غرض کسی اعتبار سے لیں، نزول کا حقیقی معنی لئے بغیر چارہ نہیں۔

جواب: ۳...... اگر نزول کا معنی پیدائش ہی ہے تو تمام انبیاء پیدا ہوئے۔کیا کسی نبی کے لئے قرآن وحدیث میں نزول کا لفظ آیا ہے۔اگر نہیں تو یہ دلیل ہے اس بات کی، کہ نزول کا حقیقی معنی بلندی سے اترنا ہے، پیدائش نہیں؟ جہاں کہیں پیدائش کے معنی میں آیا ہے وہ مجازی ہے، اور یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مجازی معنی کرنا ممکن ہی نہیں۔اس لئے کہ (مسلم شریف ج۲ص۴۰۱) پر ہے: ''اذ بعث اللّٰه فیکم ابن مریم فینزل عند المنارة البیضاء'' جب کہ بھیجیں گے تم میں اللہ تعالیٰ ابن مریم علیہما السلام کو۔پس وہ منارہ سفید کے نزدیک نازل ہوں گے۔اگر نزول کا معنی پیدائش اور ابن مریم کا معنی مرزا غلام احمد قادیانی ہے تو پھر مرزا قادیانی کی ماں کو مرزا قادیانی کی پیدائش کے وقت منارہ پر جانا چاہئے تھا۔خوب! اس حالت میں تو مرزا قادیانی پیدا ہونے سے قبل ہی ماں کو عذاب میں ڈالے ہوئے ہوگا؟ اس لئے تو پنجابی میں کہتے ہیں: ''تیرے جمن تے لعنت'' یعنی اگر ایسے ہی کرتوت کرنے تھے تو اچھا تھا کہ تو پیدا ہی نہ ہوتا۔قرآن مجید میں ۱۸۹ مقامات پر نزل بلندی سے نیچے اترنا آسمان سے زمین پر اترنے کے معنی میں آیا ہے۔وہ آیات یہ ہیں۔

(نَزَلَ ازقرآن شریف)

۱...... ’’وَبِالْحَقِّ نَزَلَ (بنی اسرائیل ص١٠٥)‘‘
۲...... ’’نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (الشعراء:١٩٣)‘‘
۳...... ’’وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (حديد:١٦)‘‘

(يَنْزِلُ)

۴...... ’’وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ (سباء:٢)‘‘
۵...... ’’وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ (حديد:٤)‘‘

(نَزَّلَ)

۶...... ’’ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (بقره:١٧٦)‘‘
۷...... ’’نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ (آل عمران:٣)‘‘
۸...... ’’وَالْكِتَابِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (نساء:١٣٦)‘‘
۹...... ’’مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ (اعراف:٧١)‘‘
۱۰...... ’’اِنَّ وَلِيِّ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتَابَ (اعراف:١٩٦)‘‘
۱۱...... ’’تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ (فرقان:١)‘‘
۱۲...... ’’وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (عنكبوت:٦٣)‘‘
۱۳...... ’’اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (زمر:٢٣)‘‘
۱۴...... ’’وَاللّٰهُ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ (زخرف:١١)‘‘
۱۵...... ’’ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِىْ بَعْضَ الْاَمْرِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ (محمد:٢٦)‘‘
۱۶...... ’’قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاءَ نَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَانَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَىْءٍ (ملك:٩)‘‘

(نُزِّلَ)

۱۷...... ’’وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (انعام:٣٧)‘‘
۱۸...... ’’وَقَالُوْا يَا اَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (حجر:٦)‘‘
۱۹...... ’’وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيْلًا (فرقان:٢٥)‘‘
۲۰...... ’’وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٌ (زخرف:٣١)‘‘
۲۱...... ’’وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (محمد:٢)‘‘

(نُزِّلَتْ)

۲۲...... ’’لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ (محمد:۲۰)‘‘

(نَزَّلَهٗ)

۲۳...... ’’فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (بقرہ:۹۷)‘‘

۲۴...... ’’قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (النمل:۱۰۲)‘‘

(يُنَزِّلُ)

۲۵...... ’’اَللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ (بقرہ:۹۰)‘‘

۲۶...... ’’بِمَا اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا (اٰل عمران:۱۵۱)‘‘

۲۷...... ’’هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ (مائدہ:۱۱۲)‘‘

۲۸...... ’’قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً (انعام:۳۷)‘‘

۲۹...... ’’اِنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا (انعام:۸۱)‘‘

۳۰...... ’’وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا (اعراف:۳۳)‘‘

۳۱...... ’’وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (انفال:۱۱)‘‘

۳۲...... ’’يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاءَ (نحل:۲)‘‘

۳۳...... ’’وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ (نحل:۱۰۱)‘‘

۳۴...... ’’وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا (حج:۷۱)‘‘

۳۵...... ’’وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ (نور:۴۳)‘‘

۳۶...... ’’وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ (لقمان:۳۴)‘‘

۳۷...... ’’وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا (مؤمن:۱۳)‘‘

۳۸...... ’’وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ (شوریٰ:۲۷)‘‘

(يُنَزَّلَ)

۳۹...... ’’مَـا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَبِّكُمْ (بقرہ:۱۰۵)‘‘

۴۰...... ’’وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ (مائدہ:۱۰۱)‘‘

۴۱...... ’’وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ (روم:۴۹)‘‘

(نَزَّلْنَا)

۴۲...... ’’وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا (بقرہ:۲۳)‘‘
۴۳...... ’’اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ (نساء:۴۷)‘‘
۴۴...... ’’وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ کِتَابًا فِیْ قِرْطَاسٍ (انعام:۷)‘‘
۴۵...... ’’وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَیْھِمُ الْمَلَآئِکَۃَ (انعام:۱۱۱)‘‘
۴۶...... ’’اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ (حجر:۹)‘‘
۴۷...... ’’وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ (نحل:۸۹)‘‘
۴۸...... ’’لَنَزَّلْنَا عَلَیْھِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا (بنی سرائیل:۹۵)‘‘
۴۹...... ’’وَنَزَّلْنَاہُ تَنْزِیْلًا (بنی اسرائیل:۱۰۶)‘‘
۵۰...... ’’وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی (طٰہٰ:۸۰)‘‘
۵۱...... ’’وَلَوْ نَزَّلْنَاہُ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیِّیْنَ (شعرا:۱۹۸)‘‘
۵۲...... ’’وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَکًا (ق:۹)‘‘
۵۳...... ’’اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا (دھر:۲۳)‘‘

(اَنْزَلَ)

۵۴...... ’’اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ (بقرہ:۹۰)‘‘
۵۵...... ’’وَمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ (بقرہ:۱۶۴)‘‘
۵۶...... ’’وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ (بقرہ:۱۷۰)‘‘
۵۷...... ’’وَاَنْزَلَ مَعَھُمُ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ (بقرہ:۲۱۳)‘‘
۵۸...... ’’وَمَا اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتَابِ وَالْحِکْمَۃِ (بقرہ:۲۳۱)‘‘
۵۹...... ’’وَاَنْزَلَ التَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ (اٰل عمران:۳)‘‘
۶۰...... مِنْ قَبْلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ (اٰل عمران:۴)‘‘
۶۱...... ’’ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ (اٰل عمران:۷)‘‘
۶۲...... ’’ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَّعْدِ الْغَمِّ اَمَنَۃً (اٰل عمران:۱۵۴)‘‘
۶۳...... ’’وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ (نساء:۶۱)‘‘
۶۴...... ’’وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ (نساء:۱۱۳)‘‘
۶۵...... ’’وَالْکِتَابِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (نساء:۱۳۶)‘‘
۶۶...... ’’لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَیْکَ (نساء:۱۶۶)‘‘
۶۷...... ’’وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ (مائدہ:۴۴)‘‘

۶۸...... ’’وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (مائدہ:۴۵)‘‘

۶۹...... ’’وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ (مائدہ:۴۷)‘‘

۷۰...... ’’فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ (مائدہ:۴۸)‘‘

۷۱...... ’’وَاحْذَرْھُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْ بَّعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکَ (مائدہ:۴۹)‘‘

۷۲...... ’’وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ (مائدہ:۱۰۴)‘‘

۷۳...... ’’اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ (انعام:۹۱)‘‘

۷۴...... ’’وَھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (انعام:۹۹)‘‘

۷۵...... ’’وَھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتَابَ مُفَصَّلًا (انعام:۱۱۴)‘‘

۷۶...... ’’ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا (توبہ:۲۶)‘‘

۷۷...... ’’فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ (توبہ:۴۰)‘‘

۷۸...... ’’وَاَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ (توبہ:۹۷)‘‘

۷۹...... ’’قُلْ اَرَئَیْتُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ (یونس:۵۹)‘‘

۸۰...... ’’مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطَانٍ (یوسف:۴۰)‘‘

۸۱...... ’’اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (رعد:۱۷)‘‘

۸۲...... ’’وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (ابراھیم:۳۲)‘‘

۸۳...... ’’وَھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (نحل:۱۰)‘‘

۸۴...... ’’وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ مَاذَا اَنْزَلَ رَبُّکُمْ قَالُوْا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (نحل:۲۴)‘‘

۸۵...... ’’وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَا اَنْزَلَ رَبُّکُمْ (نحل:۳۰)‘‘

۸۶...... ’’وَاللّٰہُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (نحل:۶۵)‘‘

۸۷...... ’’قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا اَنْزَلَ ھٰؤُلَاءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بنی اسرائیل:۱۰۲)‘‘

۸۸...... ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا (کہف:۱)‘‘

۸۹...... ’’وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (طٰہٰ:۵۳)‘‘

۹۰...... ’’اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (حج:۶۳)‘‘

۹۱...... ’’وَلَوْشَاءَ اللّٰہُ لَاَنْزَلَ مَلَائِکَۃً (مؤمنون:۲۴)‘‘

۹۲...... ’’وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (نمل:۶۰)‘‘

۹۳...... ’’وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَاَنْزَلَ اللّٰہُ (لقمان:۲۱)‘‘

۹۴...... ’’اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (فاطر:۲۷)‘‘

۹۵...... ’’اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (زمر:۲۱)‘‘

۹۶...... ’’قَالُوْا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلَائِکَۃً (حٰم سجدہ:۱٤)‘‘
۹۷...... ’’وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنْ کِتَابٍ (شوریٰ:۱۵)‘‘
۹۸...... ’’اَللّٰہُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ (شوریٰ:۱۷)‘‘
۹۹...... ’’وَمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِّزْقٍ (جاثیہ:۵)‘‘
۱۰۰...... ’’ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ (فتح:٤)‘‘
۱۰۱...... ’’فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (فتح:۱۸)‘‘
۱۰۲...... ’’مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطَانٍ (نجم:۲۳)‘‘
۱۰۳...... ’’قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ (طلاق:۱۰،۱۱)‘‘

(اُنْزِلَتْ)

۱۰۴...... ’’وَمَا اُنْزِلَتِ التَّوْرَاۃُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِہٖ (اٰل عمران:٦۵)‘‘
۱۰۵...... ’’وَاِذَا اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ (توبہ:۸٦)‘‘
۱۰٦...... ’’وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ فَمِنْھُمْ مَنْ یَّقُوْلُ اَیُّکُمْ زَادَتْہُ ھٰذِہٖ اِیْمَانًا (توبہ:۱۲٤)‘‘
۱۰۷...... ’’وَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْکَ (قصص:۸۷)‘‘

(اَنْزَلْتُمُوْہُ)

۱۰۸...... ’’ءَ اَنْزَلْتُمُوْہُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (واقعہ:٦۹)‘‘

(اَنْزَلَہٗ)

۱۰۹...... ’’اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ (نساء:۱٦٦)‘‘
۱۱۰...... ’’قُلْ اَنْزَلَہُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (فرقان:٦)‘‘
۱۱۱...... ’’ذَالِکَ اَمْرُ اللّٰہِ اَنْزَلَہٗ اِلَیْکُمْ (طلاق:۵)‘‘

(اَنْزَلْنَا)

۱۱۲...... ’’فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ (بقرہ:۵۹)‘‘
۱۱۳...... ’’وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ (بقرہ:۹۹)‘‘
۱۱۴...... ’’اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ (بقرہ:۱۵۹)‘‘
۱۱۵...... ’’اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ (نساء:۱۰۵)‘‘
۱۱٦...... ’’وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (نساء:۱۷٤)‘‘
۱۱۷...... ’’اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَاۃَ (مائدہ:٤٤)‘‘
۱۱۸...... ’’وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ (مائدہ:٤۸)‘‘

۱۱۹...... ’’وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ (انعام:۸)‘‘
۱۲۰...... ’’فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ (اعراف:۵۷)‘‘
۱۲۱...... ’’وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (اعراف:۱۶۰)‘‘
۱۲۲...... ’’وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ (انفال:۴۱)‘‘
۱۲۳...... ’’فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ (یونس:۹۴)‘‘
۱۲۴...... ’’اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (یوسف:۲)‘‘
۱۲۵...... ’’وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا (رعد:۳۷)‘‘
۱۲۶...... ’’كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (ابراهیم:۱)‘‘
۱۲۷...... ’’فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (حجر:۲۲)‘‘
۱۲۸...... ’’كَمَا اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ (حجر:۹۰)‘‘
۱۲۹...... ’’وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ (نحل:۴۴)‘‘
۱۳۰...... ’’وَمَا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (نحل:۶۴)‘‘
۱۳۱...... ’’وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ (بنی اسرائیل:۱۰۵)‘‘
۱۳۲...... ’’وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ (کهف:۴۵)‘‘
۱۳۳...... ’’وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى (طٰهٰ:۲)‘‘
۱۳۴...... ’’وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (طٰهٰ:۱۱۳)‘‘
۱۳۵...... ’’لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ (انبياء:۱۰)‘‘
۱۳۶...... ’’وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (انبياء:۵۰)‘‘
۱۳۷...... ’’فَاِذَا اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ (حج:۵)‘‘
۱۳۸...... ’’وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ (حج:۱۶)‘‘
۱۳۹...... ’’وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ (مومنون:۱۸)‘‘
۱۴۰...... ’’سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا (نور:۱)‘‘
۱۴۱...... ’’وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ (نور:۱)‘‘
۱۴۲...... ’’وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ (نور:۳۴)‘‘
۱۴۳...... ’’لَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ (نور:۴۶)‘‘
۱۴۴...... ’’وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَآءً طَهُوْرًا (فرقان:۴۸)‘‘
۱۴۵...... ’’وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ (عنکبوت:۴۷)‘‘
۱۴۶...... ’’اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ (روم:۳۵)‘‘
۱۴۷...... ’’وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (لقمان:۱۰)‘‘
۱۴۸...... ’’وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ (یٰسین:۲۸)‘‘

۱۴۹...... ’’کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ مُبَارَکٌ (صٓ:۲۹)‘‘
۱۵۰...... ’’اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ (زمر:۲)‘‘
۱۵۱...... ’’اِنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ (زمر:۴۱)‘‘
۱۵۲...... ’’اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ (دخان:۳)‘‘
۱۵۳...... ’’وَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ (مجادلہ:۵)‘‘
۱۵۴...... ’’لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ (حشر:۲۱)‘‘
۱۵۵...... ’’فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا (تغابن:۸)‘‘
۱۵۶...... ’’وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا (نباء:۱۴)‘‘
۱۵۷...... ’’اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ (قدر:۱)‘‘

(اُنْزِلَ)

۱۵۸...... ’’وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ (بقرہ:۴)‘‘
۱۵۹...... ’’وَمَا اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ (بقرہ:۱۰۲)‘‘
۱۶۰...... ’’قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ (بقرہ:۱۳۶)‘‘
۱۶۱...... ’’اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (بقرہ:۲۸۵)‘‘
۱۶۲...... ’’وَقَالَتْ طَّائِفَۃٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْہَ النَّھَارِ وَاکْفُرُوْا اٰخِرَہٗ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ (آل عمران:۷۲)‘‘
۱۶۳...... ’’اُنْزِلَتِ التَّوْرَاۃُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْ بَّعْدِہٖ (آل عمران:۶۵)‘‘
۱۶۴...... ’’قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ (آل عمران:۸۴)‘‘
۱۶۵...... ’’وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ (آل عمران:۱۹۹)‘‘
۱۶۶...... ’’اَلَمْ تَرَا اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ (نساء:۶۰)‘‘
۱۶۷...... ’’لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ (نساء:۱۶۶)‘‘
۱۶۸...... ’’وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ (مائدہ:۵۹)‘‘
۱۶۹...... ’’وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ مَّا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِّنْ رَّبِّکَ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا (مائدہ:۶۸)‘‘
۱۷۰...... ’’وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَا اتَّخَذُوْھُمْ اَوْلِیَاءَ (مائدہ:۸۱)‘‘

۱۷۱...... ’’وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ (مائدہ:۸۳)‘‘
۱۷۲...... ’’وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلَكٌ (انعام:۸)‘‘
۱۷۳...... ’’قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِیْ جَاءَ بِہٖ مُوْسٰی (انعام:۹۱)‘‘
۱۷۴...... ’’اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلٰی طَائِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا (انعام:۱۵۷)‘‘
۱۷۵...... ’’لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتَابَ لَكُنَّا اَھْدٰی مِنْھُمْ (انعام:۱۵۸)‘‘
۱۷۶...... ’’كِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ (اعراف:۲)‘‘
۱۷۷...... ’’وَاتَّبَعُوْا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَہٗ (اعراف:۱۵۷)‘‘
۱۷۸...... ’’وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَبِّہٖ (یونس:۲۰)‘‘
۱۷۹...... ’’لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ كَنْزٌ (ھود:۱۲)‘‘
۱۸۰...... ’’فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ (ھود:۱۴)‘‘
۱۸۱...... ’’وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَبِّہٖ (رعد:۷)‘‘
۱۸۲...... ’’اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ ھُوَ اَعْمٰی (رعد:۱۹)‘‘
۱۸۳...... ’’وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَبِّہٖ (رعد:۲۷)‘‘
۱۸۴...... ’’وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنَاھُمُ الْكِتَابَ یَفْرَحُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ (رعد:۳۶)‘‘
۱۸۵...... ’’وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلَائِكَۃُ (فرقان:۲۱)‘‘
۱۸۶...... ’’وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ (عنكبوت:۴۶)‘‘
۱۸۷...... ’’وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ ھُوَ الْحَقُّ (سبا:۶)‘‘
۱۸۸...... ’’ءَ اُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّكْرُ مِنْ بَیْنِنَا (صٓ:۸)‘‘
۱۸۹...... ’’وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَبِّكُمْ (زمر:۵۵)‘‘

ان تمام ۱۸۹ آیات میں نزول کے معنی اترنے کے ہیں۔ اگر چند مقامات پر نزل مجازاً اسباب وعلل مہیا کرنا یا پیدا ہونے کے معنی میں آیا ہے تو ان تمام آیات میں حقیقی معنی کو ترک کرنا دجل نہیں تو اور کیا ہے۔

علامات مسیح علیہ السلام اور مرزا قادیانی

قادیانی سوال:۱۲

علامات مسیح و مرزا قادیانی سے متعلق بحث۔

جواب: احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کے متعلق ۱۷۵ علامات ہیں جو موجودہ طبع ’’التصریح بما تواتر فی نزول المسیح‘‘ کے ساتھ بطور ضمیمہ کے شائع ہوئی ہیں۔ جس کا اردو ایڈیشن ’’علامات قیامت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام‘‘ کے نام سے عام ملتا ہے۔ یہ ترجمہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ نے کیا ہے، ان علامات میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں۔

۱...... حضور ﷺ نے فرمایا آنے والے کا نام عیسیٰ علیہ السلام ہوگا۔ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد قادیانی تھا۔ آنے والا بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ مرزا قادیانی کے چھ فٹ کا غلام مرتضیٰ نامی ایک شخص باپ بیان کیا جاتا ہے۔

۲...... آنے والے کا لقب مسیح روح اللہ، کلمۃ اللہ ہے۔ مرزا قادیانی کا لقب کوئی نہ تھا یا زیادہ سے زیادہ وہی سور مار جس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

۳...... آنے والے کی والدہ کا نام مریم ہے۔ مرزا قادیانی کی والدہ کا نام چراغ بی بی تھا۔ اس کا لقب گھسیٹی مشہور عام بیان کیا جاتا ہے۔

۴...... آنے والے کی والدہ کی عصمت وعفت کی قرآن مجید نے گواہی دی۔ مرزا قادیانی کی ماں کی کہانی اس وقت کے لوگوں کو معلوم ہوگی۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر جس کا بیٹا اتنا مقدر والا تھا کہ اس کے صاحبزادے مرزا محمود کو مرزا قادیانی کے ایک مرید جو اس کو خط میں مسیح موعود لکھتے ہیں اور پھر وہ خط مرزا محمود نے اپنے خطبہ جمعہ میں لوگوں کو سنایا اور پھر مرزائی اخبار الفضل قادیان مورخہ ۳۱/اگست ۱۹۳۸ء کو ص ۷ کالم ۱ پر شائع ہوا جس میں ہے کہ: ’’حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ ہے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی زنا کر لیا تو اس میں کیا حرج ہے۔‘‘

یہ چراغ بی بی کے صاحبزادے کے کمالات ہیں تو غرض یہ کہ مرزا قادیانی میں ایک نشانی بھی عیسیٰ علیہ السلام والی نہ پائی جاتی تھی۔

۵...... اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ مرزا قادیانی کی ماں کے پیٹ سے نکلا۔

۶...... وہ فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھ کر آئیں گے مرزا کو دائی نے وصول کیا۔

۷...... عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو ان کے سر کے بالوں سے پانی ٹپکتا ہوگا۔ گویا غسل کر کے آئے ہیں جب کہ مرزا نفاس کے خون میں لت پت تھا۔

۸...... مسیح علیہ السلام نے تشریف آوری کے وقت دو چادریں پہن رکھی ہوں گی۔ جب کہ مرزا قادیانی پیدائش کے وقت الف ننگا تھا۔

۹...... مسیح علیہ السلام تشریف آوری کے وقت خوش وخرم ہوں گے۔ جب کہ مرزا قادیانی چیں چیں کرتا ہوا نکلا۔

غرض یہ کہ ۷۵ اعلامات میں سے کوئی ایک علامت بھی مرزا قادیانی میں نہ پائی جاتی تھی کہ مرزا قادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کسی قسم کی مشابہت نہیں رکھتا تھا۔

قادیانیوں سے دس سوال

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (حقیقت الوحی ص ۳۰۷، خزائن ج ۲۲ ص ۳۲۰) پر لکھا ہے۔

۱...... وہ دو زرد چادروں کے ساتھ اترے گا۔

۲...... نیز یہ کہ وہ فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا۔

۳...... نیز یہ کہ کافر اس کے دم سے مریں گے۔

۴...... نیز یہ کہ وہ ایسی حالت میں دکھائی دے گا کہ گویا وہ غسل کر کے ابھی حمام سے نکلا ہے اور پانی کے قطرے اس کے سر پر موتی کے دانے کی طرح ٹپکتے نظر آئیں گے اور یہ کہ دجال کے مقابل پر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔

۵...... نیز یہ کہ وہ صلیب کو توڑے گا۔
۶...... نیز یہ کہ وہ خنزیر کو قتل کرے گا۔
۷...... نیز یہ کہ وہ نکاح کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔
۸...... نیز یہ کہ وہی ہے جو دجال کا قاتل ہوگا۔
۹...... نیز یہ کہ مسیح موعود قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ فوت ہوگا۔
۱۰...... اور آنحضرت ﷺ کی قبر میں داخل ہوگا۔

یہ دس علامات خود مرزا قادیانی نے سیدنا مسیح علیہ السلام کی تسلیم کی ہیں۔ مرزا قادیانی کی تحریف سے ہٹ کر ہمارا قادیانیوں سے سوال ہے کہ، اگر، مگر، چونکہ، چنانچہ، لیکن، لہٰذا، استعارہ، کنایہ کی بھول بھلیوں سے نکل کر ساری دنیا کے قادیانی ان علامات مسیح علیہ السلام میں سے کوئی ایک علامت مرزا قادیانی میں دکھا سکتے ہیں؟

علامات مسیح علیہ السلام پر قادیانی تحریفات کے جوابات

قادیانی سوال:۱۳

علامت نمبر:۱...... عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت کیا حالت ہوگی؟

جواب: جس وقت وہ نازل ہوں گے اس وقت انہوں نے دو زرد رنگ کی چادریں پہن رکھی ہوں گی۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ زرد رنگ کی چادروں سے مراد بیماری ہے۔

”مجھے بھی دو مرض لاحق ہیں۔ ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں دوران سر اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب۔“ (حقیقت الوحی ص ۳۰۷، خزائن ج ۲۲ ص ۳۲۰ کثرت پیشاب کی تشریح مرزا قادیانی کی دوسری کتاب نسیم دعوت ص ۷۰، خزائن ج ۱۹ ص ۴۳۴) پر ہے: ”بعض دفعہ سو سو مرتبہ ایک ایک دن میں پیشاب آتا ہے اور بوجہ اس کے پیشاب میں شکر ہے اور کبھی کبھی خارش کا عارضہ بھی ہو جاتا ہے۔“

اب آپ انصاف فرمائیں کہ دنیا کی کسی لغت کی کتاب میں چادر کا معنی بیماری ہے؟ فقیر نے سعودی عرب، انڈونیشیا، سنگاپور، ملائیشیاء، تھائی لینڈ، برطانیہ، سری لنکا، شام، مصر، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، کینیڈا کا سفر کیا ہے۔ آج تک مجھے کوئی ایسی کتاب نہیں ملی جس میں چادر کا معنی بیماری لکھا ہو اور وہ بھی پیشاب کی۔ وہ بھی ایسے جیسے ٹوٹا ہوا لوٹا جو ہر وقت بہتا رہتا ہے۔ سوچئے کہ کس طرح مرزا قادیانی نے احادیث کا مذاق اڑایا ہے؟ دوران سر کو مرزا قادیانی نے ہسٹیریا سے تعبیر کیا ہے۔ جیسے اس کی بیوی کا بیان ہے جو (سیرت المہدی ج ۱ ص ۱۶، ۱۷) پر درج ہے۔ ”بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹیریا کا دورہ بشیر اوّل (پسر مرزا) کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا...... اس کے بعد آپ (مرزا) کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہو گئے۔“

قادیانی سوال:۱۴

علامت نمبر:۲...... مرزا قادیانی نے علامات مسیح بیان کرتے ہوئے علامت نمبر ۲ میں دو فرشتوں سے مراد دو غیبی طاقتیں لیا ہے۔

جواب: یہ حدیث کے ساتھ مرزا قادیانی کا ''نــــاروا استھــزا'' ہے۔ دو فرشتوں سے مراد حقیقتاً دو فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ساتھ بھیجیں گے۔ ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ ایک دفعہ مرزا قادیانی نے کہا کہ فرشتوں سے مراد میرے یہ دو آدمی ہیں جو مجھے ملے ہیں۔ جب قادیانی جماعت اختلاف کا شکار ہوئی اور قادیانی ولاہوری جماعت میں بٹ گئی تو مرزا بشیر الدین نے کہا کہ لاہوری منافق ہیں تو انہوں نے کہا کہ ان میں تو وہ بھی ہے جن کو حضرت نے فرشتہ قرار دیا تھا۔

قادیانی سوال:۱۵

علامت نمبر:۳...... عیسیٰ علیہ السلام کے دم سے کافر مریں گے۔ مرزا قادیانی نے اس کی توجیہ یہ کی کہ اس کی وجہ سے کافر ہلاک ہوں گے۔

جواب: بالکل ٹھیک ہے اس میں کیا حرج ہے۔ حدیث کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی دجال پگھلنا شروع ہو جائے گا۔ جیسے نمک پانی میں اور جہاں تک ان کی سانس پہنچے گی کافر مرتے جائیں گے۔ یہ حدیث ظاہر پر محمول ہے بالکل اسی طرح وقوع ہوگا۔ آج انسان نے ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں جیسے اشک آور گیس جہاں تک اس کا اثر پہنچتا ہے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ایک ایسا ''بم'' تیار ہو چکا ہے۔ اگر وہ چلا دیا جائے تو تمام دنیا کے آکسیجن جلنے کے باعث دم گھٹنے سے مر جائے۔ یہ ساری انسان کی طاقت ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نصرت ہوگی۔ ان سے کیا کچھ نہ ہوگا۔ انسانی طاقت سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ خدا کی قدرت سے کیوں نہ ہوگا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے نبی ﷺ کی بات پوری ہوگی۔

قادیانی سوال:۱۶

علامت نمبر:۴...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسی حالت میں دکھائی دے گا کہ گویا وہ غسل کر کے آیا ہے کہ گویا موتی ٹپک رہے ہیں۔ مرزا قادیانی نے (حقیقت الوحی ص ۳۰۸، خزائن ج ۲۲ ص ۳۲۱) پر توضیح کی ہے کہ وہ تضرع وزاری ایسی کرے گا کہ گویا اس سے بار بار غسل کرے گا اور پاک غسل کے پاک قطرے موتیوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔

جواب: ۱...... تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع وزاری کرتے ہیں تو ان کے متعلق کیوں نہیں کہا گیا کہ ان کے سر کے بالوں سے موتیوں کی طرح پانی ٹپکتا تھا، اس سے ثابت ہوا کہ یہ تضرع کا عمل نہیں بلکہ حقیقی پانی کا ٹپکنا مراد ہے۔

جواب: ۲...... توبہ وزاری سے پانی آنکھوں سے ٹپکتا ہے نہ کہ سر سے۔

جواب: ۳...... مرزا قادیانی کا یہ عذر سفید کذب وافتراء اور تحریف فی الحدیث ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرات اس طرح گرتے ہوں گے کہ ابھی غسل کر کے تشریف لائے ہیں۔ اس کی محدثین نے دو توجیہات کی ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔

۱...... جس وقت تشریف لے گئے تھے اس وقت غسل کر کے فارغ ہوئے تھے کہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے تو جب آسمانوں پر گئے تو سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ جب واپس تشریف لائیں گے تو بھی بالوں سے پانی ٹپک رہا ہوگا، آج کل کی سائنس نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا کہ واٹر کولر میں چوبیس گھنٹہ پانی جوں کا توں رہتا ہے۔ خراب نہیں ہوتا۔ فریج میں

کسی چیز کو ہفتہ بھر جوں کا توں رکھا جاسکتا ہے۔ اگر کسی چیز کو کولڈ اسٹور میں رکھ دیں تو جوں کی توں سال بھر رہے گی خراب نہیں ہوگی۔ اگر انسان اپنی عقل وہمت سے کسی چیز کو سنبھالنا چاہے جوں کا توں ایک دن ایک ہفتہ ایک سال تک سنبھال سکتا ہے۔ مگر رب کریم کی قدرت کو دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام جس حالت میں گئے تھے جوں کے توں اسی حالت میں تشریف لائیں گے۔ انسان کی ہمت کی جہاں انتہاء ہوتی ہے رب العزت کی قدرت کی وہاں سے ابتداء ہوتی ہے۔ جب تشریف لے گئے تھے تو بھی بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا جب واپس تشریف لائیں گے تو بھی سر کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہوگا۔

۲...... توجیہ یہ لکھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بال مبارک ایسے نرم ونازک گھنگریالے اور تاب دار ہوں گے کہ ان پر نظر نہ ٹھہر سکے گی۔ ایسے محسوس ہوتا ہوگا کہ سر کے بالوں سے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ اگرچہ ان کو تری نہ پہنچی۔ یہ دونوں توضیحات صحیح ہیں کوئی تضاد نہیں ہے۔

قادیانی سوال:۱۷

علامت نمبر:۵...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دجال کے مقابلہ میں خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ (استغفر اللہ) یعنی یہ کہ دجالی طاقتیں چور کی طرح بیت اللہ کا طواف کریں گی، ان کے مقابلہ میں عیسیٰ علیہ السلام طواف کریں گے۔ یعنی ان کو مٹادیں گے۔ (حقیقت الوحی ص۳۱۰، خزائن ج۲۲ ص۳۲۳)

جواب: حدیث شریف پر افتراء ہے یہ مرزا قادیانی کے ذہن کی پیداوار ہے۔ آج تک کسی محدث نے یہ مطلب نہیں لکھا، مرزا قادیانی کی یہ تاویل باطل ہے۔ احادیث اور خود رحمت عالم ﷺ کی منشاء کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے کہ دجال ہر جگہ جائے گا، مگر مکہ اور مدینہ نہیں جائے گا۔ جب کہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ چوروں کی طرح بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قتل دجال سے فراغت کے بعد عیسیٰ علیہ السلام مکہ مکرمہ آئیں گے۔ حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے۔ بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد روضہ طیبہ پر آئیں گے۔ وہ سلام کہیں گے میں سنوں گا میں جواب دوں گا وہ سنیں گے، تفصیل کے لئے دیکھئے۔

"التصریح، بما تواتر فی نزول المسیح"

اب ان الفاظ کو سامنے رکھیں تو مرزائیوں کی کوئی تاویل نہیں چل سکتی، ہاں! البتہ مرزا قادیانی کی یہ تاویل خود قادیانیوں پر فٹ ہے کہ دعویٰ نبوت کرنے والا دجال اور وہ ہے مرزا قادیانی، اسے ماننے والی دجالی طاقت ان کے ہوگئے دو گروہ۔ تو دجالی طاقت کی بجائے دو طاقتیں ہوگئے، ان کے حرم کعبہ پر جانے پر پابندی ہے تو یہ چوروں کی طرح چوری جا کر طواف کرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام ان کے مقابل پر آ کر طواف کریں گے، یعنی ان کو مٹادیں گے اس لئے جب حقیقی مسیح آجائے گا تو جھوٹے مسیح کو ماننے والا کوئی نہیں رہے گا۔ پس مرزا قادیانی کی تاویل خود مرزائیوں پر فٹ آتی ہے۔

قادیانی سوال:۱۸

علامت نمبر:۶...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے، مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (حقیقت الوحی ص۳۰۷، خزائن ج۲۲ ص۳۲۰) پر یہ کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صلیبی عقیدہ کو توڑے گا۔ مرزا قادیانی نے اپنی اس کتاب کے (ص۳۱۱، خزائن ج۲۲ ص۳۲۴) میں اس کی تاویل یہ کی ہے کہ صلیب سے مراد لکڑی سونا چاندی نہیں بلکہ صلیبی عقیدہ کو توڑیں گے۔

جواب: یہودی عیسائی جو مقابلہ کریں گے مارے جائیں گے۔ باقی ماندہ مسلمان ہوجائیں گے تو جب صلیب والے نہ

رہے تو صلیب کب رہے گی؟ جو صلیب کے پرستار تھے وہ مسلمان ہو کر صلیب شکن بن جائیں گے۔اس لئے یہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا۔آپ کے حکم سے ہوگا۔اس لئے صلیب شکنی کی آپ کی طرف نسبت کردی گئی۔باقی مرزا قادیانی کا یہ تاویل کرنا کہ صلیبی عقیدہ کو توڑے گا۔یہ باطل ہے اس لئے کہ بقول مرزا قادیانی کے اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ کہہ کر عیسائیوں کے عقیدہ کو توڑا اس سے عیسائیوں کی صحت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ دنیا میں ایک بھی مسیحی، عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کا منکر نہیں ہے تو اس سے عیسائیوں کا عقیدہ کب ٹوٹا؟ پس ثابت ہوا کہ صلیب شکنی سے مراد حقیقی صلیب کو توڑنا ہے نہ کہ صلیبی عقیدہ کو۔

۲...... اگر کسر صلیب سے مراد صلیبی عقیدہ کو توڑنا ہے تو ''وما صلبوہ'' کہہ کر قرآن مجید اور پیغمبر اسلام ﷺ نے کسر صلیب فرمادی۔پس ثابت ہوا کہ حدیث میں ''یکسر الصلیب'' کی نسبت سیدنا مسیح علیہ السلام کی طرف حقیقی صلیب کو توڑنا ہی مراد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد تمام صلیب پرست مسلمان ہو جائیں گے تو صلیب کو پوجنے والے اس کو توڑنے والے ہوں گے۔عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد کے زمانہ میں ہوگا اس لئے وہ کاسر صلیب قرار پائیں گے۔

قادیانی سوال:۱۹

علامت نمبر:۷...... نیز یہ کہ وہ بیوی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔اس کی مرزا قادیانی نے (انجام آتھم ص۳۳۷، خزائن ج۱۱ص۳۳۷ حاشیہ) پر یہ تاویل لکھی ہے:''(اس پیشین گوئی کی محمدی بیگم والی) تصدیق کے لئے جناب حضرت محمد ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے۔''یتزوج ویولد له''یعنی مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔اس میں کچھ خرابی نہیں بلکہ تزوج سے مراد ایک خاص تزوج جو بطور نشان ہوگا۔اس جگہ رسول ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں۔''

جواب: مرزا قادیانی نے محمدی بیگم سے شادی کے شوق میں حدیث شریف میں تحریف کی ہے ورنہ حدیث شریف میں ''یتزوج ویولد لہ''محض اس لئے فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رفع سے قبل شادی نہیں کی تھی، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ نزول کے بعد شادی کی سنت پر عمل کریں گے اور یہ کہ ان کی اولاد ہوگی (ایک روایت کے مطابق دو صاحبزادے ہوں گے ایک کا نام محمد، دوسرے کا نام موسیٰ رکھیں گے) دوسرا یہ کہ مرزائیوں کا یہ اعتراض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اتنا لمبا قیام کریں گے تو مرور زمانہ کا ان کی صحت پر ایسا اثر ہوگا کہ وہ پیر فرتوت ہو گئے ہوں گے۔حضور ﷺ نے اس حدیث شریف میں یہ جواب دیا کہ وہ اتنے طاقتور ہوں گے کہ وہ شادی کریں گے اور اتنے ہمت والے ہوں گے کہ ان کی اولاد بھی ہوگی۔مرور زمانہ کا واپسی پر ان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔باقی رہی یہ بات کہ اس سے مراد محمدی بیگم تو اس کا جو حال ہوا وہ سب جانتے ہیں۔

قادیانی سوال:۲۰

علامت نمبر:۸...... عیسیٰ علیہ السلام، دجال کو قتل کریں گے۔مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (حقیقت الوحی ص۳۱۳، خزائن ج۲۲ص۳۲۶) پر اس کی تاویل یہ کی ہے کہ دجال کو قتل کریں گے اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے ظہور سے دجالی فتنہ روبزوال ہو جائے گا۔

جواب: ۱...... دجال سے مراد حقیقتاً قتل دجال ہے۔ جیسا کہ (مشکوٰۃ شریف ص۴۷۹) کی حدیث سوال نمبر:۹ کے ذیل میں درج کی جاچکی ہے۔

جواب: ۲...... مرزا قادیانی کی یہ تاویل بھی غلط ہے اس لئے کہ یہ خود کو مسیح کہتا ہے اور اپنے ظہور سے دجالی فتنہ کے روبزوال ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں تو درکنار اس کے مرنے کے بعد بھی عیسائیت مزید ترقی کرتی گئی، حوالہ یہ ہے کہ: ''کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت ہندوستان میں عیسائیوں کے ۱۳۷ر مشن کام کررہے ہیں، یعنی ہیڈ مشن ان کی برانچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہیڈ مشنوں میں ۱۸۰ سے زیادہ پادری کام کررہے ہیں۔ ۴۰۳ر ہسپتال ہیں جن میں ۵۰۰ر ڈاکٹر کام کررہے ہیں۔ ۴۳ر پریس ہیں اور تقریباً ۲۰ر اخبارات مختلف زبانوں میں چھپتے ہیں۔ ۵۱ر کالج، ۶۱۷ر ہائی سکول اور ۶۱ر ٹریننگ کالج ہیں۔ ان میں ۶۰۰۰۰ر طالب علم تعلیم پاتے ہیں۔ مکتی فوج میں ۳۰۸ر یورپین اور ۲۸۸ر ہندوستانی مناد کام کررہے ہیں۔ اس کے ماتحت ۵۰۷ر پرائمری اسکول ہیں جن میں ۱۸۶۷۵ر طالب علم ہیں۔ ۱۸ر بستیاں اور ۱۱ر اخبارات ان کے اپنے ہیں۔ اس فوج کے مختلف اداروں کے ضمن میں ۳۲۹۰ر آدمیوں کی پرورش ہورہی ہے اور ان سب کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ روزانہ دوسو چوبیس مختلف مذاہب کے آدمی ہندوستان میں عیسائی ہورہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمان کیا کررہے ہیں؟ تو وہ اس کام کو شاید قابل توجہ بھی نہیں سمجھتے۔ احمدی جماعت کو سوچنا چاہئے کہ عیسائی مشنوں کے اس قدر وسیع جال کے مقابلہ میں اس کی مساعی کی حیثیت کیا ہے۔ ہندوستان بھر میں ہمارے دو درجن مبلغ ہیں اور وہ بھی جن حالات میں کام کررہے ہیں انہیں ہم لوگ خوب جانتے ہیں۔'' (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۹ر جون ۱۹۱۴ء ص۵)

نوٹ: مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مرا تھا۔ یہ مرزائیوں کے اخبار ۱۹۴۱ء کی رپورٹ ہے کہ عیسائیت ترقی کررہی ہے۔ اس کے مرنے کے ۳۳ سال کے بعد کی رپورٹ نے ثابت کردیا کہ دجالی فتنہ روبزوال ہونے والی اس کی تاویل بھی غلط ہے۔ ان سطور کی تحریر کے وقت امریکہ کا صدر بش صلیب پرست، عراق، افغانستان میں جو اودھم مچائے ہوئے ہے وہ مرزا قادیانی ملعون کی تاویل بد کے ابطال کے لئے کافی ہے۔

قادیانی سوال:۲۱

علامت نمبر:۹...... کیا مرزا قادیانی کو یہ تسلیم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے روضہ طیبہ میں دفن ہوں گے۔

جواب: (ازالہ اوہام ص۴۷۰، خزائن ج۳ ص۳۵۲) اس میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی ہو جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو۔'' اب فرمائیں کہ مرزا قادیانی کو یہ نشانی تسلیم تھی یا نہ؟ اگر تھی تو اس میں پوری ہوئی یا نہ؟ اگر نہیں تو تسلیم کریں کہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا۔ ایک بات اور بھی عرض کرتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔'' (تذکرہ طبع دوم ص۵۸۴، طبع چہارم ص۵۹۱)

پہلے اس مرزا قادیانی کے الہام پر غور کریں کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ اگر یہ الہام رحمانی ہوتا تو الہام میں ''یا'' کا لفظ نہ ہوتا۔ یہاں پر لفظ ''یا'' شک کے لئے استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ خدائی کلام شک سے پاک ہوتا ہے۔ اس میں لفظ ''یا'' دلیل ہے اس بات کی کہ مرزا قادیانی کو الہام، رحمان سے نہیں بلکہ شیطان سے ہوا۔

۲...... اگر رحمانی الہام ہوتا تو مرزا قادیانی مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ میں سے کسی شہر میں فوت ہوا۔ کہاں فوت

ہوا اور کس حالت میں، یہ سب کو معلوم ہے۔ مرزا قادیانی نے اس کی تاویل یہ کی کہ مکی فتح ہوگی یا مدنی، ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں، مرنے کا معنی فتح کرنا دنیا کی کسی لغت میں دکھادیں تو کرم ہوگا۔ اگر دکھادو تو پھر میری درخواست ہوگی کہ اگر موت کا معنی فتح ہے تو تمام قادیانی زہر کا پیالہ پی کر اکٹھے مرجائیں تاکہ سب کی اکٹھی فتح ہوجائے یا یہ کہ دنیا آپ کے شر سے بچ جائے۔ ایک بات یہ بھی یاد رکھیں کہ نبی کو فوت ہونے سے پہلے اختیار دیا جاتا ہے۔ ''بخاری شریف'' میں موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت کا واقعہ ایک مشہور امر ہے کہ بغیر اجازت کے فرشتہ نبی کے گھر قدم نہیں رکھتا اور جھوٹے کو لیٹرین سے نہیں اٹھنے دیتا۔ ایک یہ بھی درخواست ہے کہ نبی جہاں فوت ہو وہیں دفن ہوتا ہے۔ اگر مرزا قادیانی نبی تھا تو جہاں قے اور دستوں کی کشتی سے مرزا قادیانی کی موت واقع ہوئی وہاں پر دفن ہوتا۔ پھر مرزائی اس پر سلام پڑھنے کے لئے وہاں تشریف لے جاتے تو دستوں اور اجابتوں کی جگہ کو بھی رنگ لگ جاتے۔

قادیانی سوال:۲۲

علامت نمبر:۱۰...... مسیح موعود کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ فوت ہوگا اور آنحضرت ﷺ کی قبر میں داخل کیا جائے گا۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (حقیقت الوحی ص۳۱۳، خزائن ج۲۲ص۳۲۶) پر اس کی تاویل یہ کی کہ اسے حضور ﷺ کا قرب نصیب ہوگا۔ ظاہری تدفین مراد نہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کا روضہ طیبہ کھولا گیا تو اس سے آپ ﷺ کی توہین لازم آئے گی۔

جواب: روضہ طیبہ کی دیواروں کو توڑا نہیں جائے گا۔ ایک دیوار جالی مبارک والی ہے جہاں پر کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھا جاتا ہے۔ اس میں تو دروازہ موجود ہے۔ مسلم سربراہان اور مسجد نبوی ﷺ کے خدام کے لئے کھولا جاتا ہے۔ آگے والی دیوار مبارک جس پر پردہ مبارک ہے۔ قبور مقدسہ تک جتنی دیواریں یا پردے ہیں ان سب میں دروازے موجود ہیں۔ بعد میں ان کو چن دیا گیا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین ہوگی تو معمولی سی کوشش سے ان دروازوں کو دوبارہ کھول دیا جائے گا۔ اس سے آپ ﷺ کی توہین نہ ہوگی۔ نیز یہ کہ آپ ﷺ کے فرمان اقدس کو پورا کرنے کے لئے تمام رکاوٹوں کو دور کرنا آپ ﷺ کی عین اطاعت ہے نہ کہ توہین، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ ﷺ کے بعد زندہ رہوں تو آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے ساتھ دفن کی جاؤں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ کیونکہ وہاں چار قبروں (میری، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عیسیٰ علیہ السلام) کے سوا اور جگہ ہی نہیں۔ (کنز العمال بہ حاشیہ مسند احمد ج۶ ص۵۷، ابن عساکر ج۲ ص۱۵۴)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرض الوفات تھا تو آپ نے فرمایا کہ میری تدفین جنت البقیع میں ہو۔ آپ کے عزیزوں نے درخواست کی کہ آپ ﷺ کے پہلو میں ایک قبر مبارک کی جگہ باقی ہے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کی ریزرویشن نبی علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمادی ہے۔ وہی یہاں پر دفن ہوں گے۔ چنانچہ آج تک روضہ شریف میں وہ جگہ، پکار پکار کر مرزائیت کے غلط عقائد کا اعلان کررہی ہے تو یہ حدیث شریف ظاہر کررہی ہے کہ قبر کا معنی مقبرہ ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ (کتاب الجنائز ص۱۴۳) پر ایک ساتھ دو حدیثیں ہیں ایک ہی امر سے متعلق ایک حدیث شریف میں قبر کا لفظ ہے۔ دوسری حدیث میں ''مقبرہ'' کا لفظ ہے۔ ایک ہی امر کے لئے ایک حدیث میں قبر اور دوسری میں اسی امر سے متعلق مقبرہ کا لفظ صاف ظاہر کررہا ہے کہ قبر بمعنی مقبرہ بھی مستعمل ہے۔

(مرقات برحاشیہ مشکوٰۃ کتاب الفتن ص۵۱۳) پر ہے کہ: ''فیدفن فی الحجرۃ الشریفۃ'' اس حدیث

سے ظاہر ہے کہ قبر بمعنی مقبرہ ہے۔قرآن مجید میں بھی بعض جگہ ’’فی‘‘ بمعنی مع کا مستعمل ہے۔جیسے فرمایا:’’بورك من فی النار‘‘ (نمل) یعنی موسیٰ علیہ السلام پر برکت نازل کی گئی جو آگ کے قریب تھا، نہ کہ اندر۔چنانچہ (تفسیر کبیر ج۶ ص۴۳۶) پر اسی آیات کے تحت علامہ رازیؒ فرماتے ہیں:’’وهذا اقرب لان القريب من الشی قديقال انه فيه‘‘ کبھی کبھار قریب ترین کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ بھی اس میں ہے۔

خود (ازالہ اوہام ص۴۷۰، خزائن ج۳ ص۳۵۲) پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ:’’ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو۔‘‘ اس حوالہ میں بھی مرزا قادیانی نے قبر بمعنی مقبرہ یعنی روضہ کے تسلیم کیا ہے تو حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ:’’فيدفن عيسىٰ معى فى قبرى‘‘ کہ عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے۔اس کا یہی معنی ہے کہ میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔

۲۳/احادیث شریف سے سیدنا مسیح علیہ السلام کی ۲۰/تصریحات

۱...... ’’سیدنا عیسیٰ علیه السلام‘‘ تفسیر فتح العزیز میں سورۃ التین کے ذیل میں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہے کہ جب وہ بیت المقدس کی زیارت اور مسجد اقصیٰ میں نماز سے فارغ ہوئیں تو جبل زیت پر چڑھیں۔وہاں نماز پڑھی اور فرمایا:’’هذا الجبل هو الذى رفع منه عيسىٰ عليه السلام الى السماء‘‘ یہ وہ پہاڑ ہے جہاں سے عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اٹھائے گئے۔اس لئے مسیحی حضرات آج تک اس پہاڑ کی قدرومنزلت کرتے ہیں۔ (التصریح طبع ملتان ص۲۵۸)

۲...... لم يمت: حضرت حسن بصریؒ آپ ﷺ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ:’’ان عيسىٰ لم يمت‘‘ عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے۔ (التصریح ص۲۴۳، بحوالہ ابن کثیر ج۱ ص۳۶۶، ۵۷۶، ابن جریر ج۳ ص۲۸۹)

۳...... رجوع: اسی روایت میں ہے:’’انه راجع اليكم قبل يوم القيامة‘‘ کہ وہ قیامت سے قبل تم (امت محمدیہ ﷺ) میں دوبارہ واپس لوٹیں گے۔ (حوالہ مذکور)

۴...... یاتی علیه الفنا: ربیع بن انس بکری تابعیؒ مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے نصاریٰ سے گفتگو کے دوران فرمایا:’’ان عيسىٰ ياتى عليه الفناء‘‘ کہ عیسیٰ علیہ السلام پر فنا (موت) آئے گی۔
(التصریح ص۲۳۷، الدر المنثور ج۲ ص۳)

۵...... نزول: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تو آنحضرت ﷺ نے نزول کی صراحت فرمائی جیسے:’’کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم‘‘ (بخاری ج۱ ص۴۹۰، باب نزول عیسیٰ بن مریم، مسلم ج۱ ص۸۷، باب نزول عیسیٰ بن مریم)
(اے امت محمدیہ) اس وقت تمہاری (خوشی کی) کیا حالت ہوگی جب تم میں ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) نازل ہوں گے۔

۶...... بعثت الی الارض: اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کو بعثت سے تعبیر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے خبر دی:’’اذ بعث الله عيسىٰ ابن مريم‘‘ پھر اللہ تعالیٰ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجیں گے۔
(مسلم ج۱ ص۴۰۰، باب ذکر الدجال عن نواس بن سمعانؓ)

۷...... ہبوط: ’’لیہبطن عیسٰی ابن مریم حکمًا عدلًا‘‘

(کنزالعمال ج۱۴ص۳۳۵، حدیث نمبر۳۸۸۵۱، ابن عساکر ج۲۰ص۱۴۴)

اس میں ہبوط الی الارض کا ذکر ہے۔

۸...... آنحضرت ﷺ اور عیسٰی علیہ السلام: ’’لم یکن بینی وبینه نبی انه نازل‘‘

(کنزالعمال ج۱۴ص۳۳۶، حدیث نمبر۳۸۸۵۶، ابن عساکر ج۲۰ص۹۱)

وہ عیسٰی علیہ السلام کہ میرے اور جن کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ وہی نازل ہوں گے۔

۹...... عیسٰی علیہ السلام اور مہدی علیحدہ علیحدہ شخصیات: ’’کیف بکم اذ نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم‘‘ (کنزالعمال ج۱۴ص۳۳۴، حدیث نمبر۳۸۸۴۵، مسلم ج۱ص۸۷، باب نزول عیسٰی بن مریم)

تمہاری کیا حالت ہوگی کہ جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ اس حدیث میں عیسٰی علیہ السلام اور سیدنا مہدی کو دو علیحدہ علیحدہ شخصیات بیان کیا گیا۔ عیسٰی علیہ السلام کے متعلق ’’فیکم‘‘ اور مہدی کے متعلق ’’منکم‘‘ کے الفاظ ہیں۔

۱۰...... پہلی نماز امامت مہدی میں: عیسٰی علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو سیدنا مہدی علیہ الرضوان ان سے عرض کریں گے: ’’تعال صل لنا‘‘ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں۔ عیسٰی علیہ السلام فرمائیں گے آپ پڑھائیں: ’’تکرمة لھٰذه الامة‘‘ (کنزالعمال ج۱۴ص۳۳۴، حدیث نمبر۳۸۸۴۶، مسلم ج۱ص۸۷، باب نزول عیسٰی بن مریم)

۱۱...... باقی نمازوں کی امامت: پہلی نماز کے علاوہ زندگی بھر بقیہ نمازوں کی امامت سیدنا عیسٰی علیہ السلام فرمائیں گے: ’’اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم‘‘

(کنزالعمال ج۱۴ص۳۳۲، حدیث نمبر۳۸۸۴۰، مسلم ج۱ص۸۷، باب نزول عیسٰی بن مریم)

جب عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے تو امامت کرائیں گے۔

۱۲...... نزول من السماء: ’’ینزل اخی عیسٰی بن مریم من السماء‘‘

(کنزالعمال ج۱۴ص۶۱۹، حدیث نمبر۳۹۷۲۶، ابن عساکر ج۲۰ص۱۴۹)

۱۳...... تین شخصیتیں علیحدہ علیحدہ: ’’کیف تهلك امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح آخرها (مشکوٰة ص۵۸۳، باب ثواب هذه الامة)‘‘ وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی جس کے اوّل میں میں (آنحضرت ﷺ) اور درمیان میں مہدی (علیہ الرضوان) اور آخر میں مسیح (عیسٰی علیہ السلام) ہوں۔

۱۴...... نزول کے بعد عرصۂ قیام: عیسٰی علیہ السلام نزول کے بعد دنیا میں پینتالیس سال قیام فرمائیں گے۔ (التصریح ص۲۴۰، مشکوٰة ص۴۸۰، باب نزول عیسٰی علیہ السلام)

بعض روایات میں چالیس سال کا بھی ذکر ہے۔ ان میں اختلاف نہیں۔ جنہوں نے کسر شمار کی پینتالیس فرمادیا۔ جنہوں نے کسر شمار نہیں کی چالیس فرمادیا۔

۱۵...... پھر فوت ہوں گے: ’’ثم یتوفی‘‘ پھر فوت ہوں گے۔

(التصریح ص۱۴۰، ابوداؤد ج۲ص۱۳۵، باب ذکر الدجال)

۱۶...... نماز جنازہ وتدفین: ’’فیصلی علیه المسلمون ویدفنونه‘‘

(التصریح ص۱۴۰،۱۲۰، مسند احمد ج۲ص۴۳۷)

پس مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

۱۷...... روضہ شریف میں تدفین: ’’فیدفن معه‘‘ آپ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔

(ترمذی ج۲ص۲۰۲)

۱۸...... قبر مبارک کی جگہ باقی ہے: ’’فقال ابو مودود قد بقی فی البیت موضع قبر‘‘ آپ ﷺ کے روضہ طیبہ میں ایک قبر مبارک کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی ج۲ص۲۰۲)

۱۹...... چوتھی قبر مبارک ہوگی: ’’لیدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللّٰہ ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعًا‘‘ (درمنثور ج۲ص۲۴۵،۲۴۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے دو ساتھیوں (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن ہوں گے اور ان کی قبر مبارک چوتھی ہوگی۔

۲۰...... آپ نہ، عیسیٰ علیہ السلام: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اپنے ساتھ دفن ہونے کی اجازت بخشیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہاں (۱) میں (آپ ﷺ)، (۲) ابوبکر رضی اللہ عنہ، (۳) عمر رضی اللہ عنہ، (۴) عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔ (التصریح ص۸۳،۲۲۷، کنز العمال ج۱۴ص۶۲۰، حدیث نمبر۳۹۷۲۸)

قارئین ان تصریحات کے بعد بھی کوئی قادیانی نہ مانے تو ہم اسے حوالہ بخدا کرتے ہیں۔

قادیانی سوال:۲۴

حدیث شریف میں ہے کہ مومن قبر میں رکھا جاتا ہے تو حد نگاہ تک اس کی قبر فراخ ہوجاتی ہے اور گنہگار کی قبر یہاں تک تنگ ہوجاتی ہے کہ مردہ کی پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں تو رحمت عالم ﷺ کی قبر مبارک فراخ ہوتے ہوتے قادیان تک پہنچ گئی۔ مرزا قادیانی قادیان میں دفن ہوئے تو حضور ﷺ کے روضہ طیبہ میں دفن ہوئے۔ (العیاذ باللہ)

جواب: ۱...... حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے جنت البقیع میں دفن کیا جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ روضہ طیبہ میں جو چوتھی قبر مبارک کی جگہ خالی ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے۔ اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ تدفین کی خصوصیت مراد ہے۔ ورنہ تو جنت البقیع اور پورے مدینہ والے بھی حضور ﷺ کے ساتھ دفن ہوئے۔

۲...... پھر یہ بھی سوچا کہ مدینہ طیبہ سے قادیان جانا ہو تو راستہ میں جدہ، کراچی، حیدرآباد، سکھر، صادق آباد، رحیم یار خان، بہاول پور، ملتان، خانیوال، ساہیوال، قصور، لاہور، بٹالہ آتے ہیں۔ اس کے بعد پھر قادیان آتا ہے تو جدہ سے لے کر قادیان تک جتنے غیر مسلم دفن ہیں کیا وہ روضہ طیبہ کی فراخی کے باعث اسی میں داخل ہیں؟

۳...... آنحضرت ﷺ کا ارشاد کہ عیسیٰ علیہ السلام میرے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہوں گے۔ محدثین نے صراحت کی کہ چوتھی قبر عیسیٰ علیہ السلام کی ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ قبر مبارک کی معنوی وسعت مراد نہیں بلکہ روضہ طیبہ جہاں اور دو حضرات کی قبور مبارکہ ہیں وہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین مراد ہے۔

قادیانی سوال:۲۵

قادیانی جماعت یہ اعتراض کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کا انتخاب فرمایا اور حضور سرور کائنات ﷺ کو دشمنوں سے بچانے کے لئے غار ثور کا، چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (تحفہ گولڑویہ ص۱۱۲، خزائن ج۱۷ ص۲۰۵ حاشیہ) پر لکھا ہے کہ: ”خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی (استغفر اللہ) مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلالیا۔“ نیز یہ کہ مرزا محمود نے اپنی کتاب (دعوت الامیر ص۱۳۳) پر لکھا ہے کہ: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اور حضور ﷺ زمین میں یہ حضور ﷺ کی توہین اور تنقیص ہے۔“

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور حضور سرور کائنات ﷺ کا زمین میں مدفون ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بلندی اور حضور ﷺ کے لئے زمین کا انتخاب کرنا پستی کی دلیل نہیں۔ غرض یہ کہ کسی کا اوپر ہونا یا کسی کا نیچے ہونا اس سے عظمت یا تنقیص لازم نہیں آتی۔ کوئی اوپر ہو یا نیچے جس کی جو شان ہے وہ برقرار رہے گی۔ آسمان والوں کی زیادہ شان ہو اور زمین والوں کی کم، مرزائیوں کی یہ بات عقلاً ونقلاً غلط ہے۔

الف...... فرشتے آسمانوں میں رہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام زمین میں مدفون ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ فرشتے آسمانوں پر ہیں اور رحمت عالم ﷺ روضہ طیبہ میں۔ حالانکہ جبرائیل امین حضور ﷺ کے دربان تھے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر آباد کر کے عالم ملکوت کے سردار جبرائیل کو آپ ﷺ کا خادم بنادیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھا کر پھر مصطفیٰ ﷺ کی تابعداری میں زمین پر بھیج دے تو یہ سب اس کے اختیار میں ہے۔

ب...... ایک دفعہ حضور ﷺ کے کندھوں پر مدینہ طیبہ کے بازار میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ تمہیں سواری اچھی ملی ہے۔ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ اگر سواری اچھی ہے تو سوار بھی اچھا ہے۔ تو کیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے کندھوں پر سوار ہونا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے افضل تھے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس طرح فتح مکہ کے موقع پر کعبہ شریف سے بتوں کو ہٹانے کے لئے حضور ﷺ کے حکم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے کندھے پر سوار ہوئے تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے افضل تھے؟

ج...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کو روضہ طیبہ میں دفن کیا۔ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم زمین کے اوپر تھے اور آنحضرت ﷺ زیر زمین۔ کیا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا آنحضرت ﷺ سے افضل ہونا لازم آتا ہے؟

د...... امتی حضور ﷺ کے روضہ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔ اس وقت امتی زمین پر ہوتے ہیں اور حضور ﷺ زیر زمین۔ تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ امتی حضور ﷺ سے افضل ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ غرض یہ کہ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو جو شان بخشی ہے وہ آپ ﷺ کی ہر حال میں برقرار رہے گی۔ چاہے حضور ﷺ کے کندھوں پر کوئی سوار ہو یا حضور ﷺ کسی کے کندھے پر سوار ہوں۔ جیسے حضور ﷺ نے ہجرت کی رات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے کندھوں پر بیٹھ کر سواری کی۔

(بلاتشبیہ) موتی دریا کی تہہ میں ہوتے ہیں اور گھاس پھوس تنکے اور جھاگ سمندر کی سطح پر ہوتے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تنکے یا جھاگ موتیوں سے افضل ہوں یا جیسے مرغی زمین پر ہوتی ہے لیکن کوا اور گدھ فضا میں اڑتے ہیں۔ ان کے فضا میں اڑنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوّا اور گدھ مرغی سے افضل ہوں یا جیسے رات کو آدمی سوتا ہے تو رضائی اس کے اوپر ہوتی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رضائی انسان سے افضل ہو، بادام کا سخت چھلکا اوپر ہوتا ہے اور مغز اندر تو اس سے لازم نہیں آتا کہ مغز سے چھلکا افضل ہو۔

ہ...... باقی رہا مرزائیوں کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کا زمین میں مدفون ہونا اس سے حضور ﷺ کی تنقیص لازم آتی ہے تو ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اہل سنت کے نزدیک رحمت عالم ﷺ جس مبارک مٹی میں آرام فرمارہے ہیں اس مٹی کی شان عرش سے بھی زیادہ ہے۔ آپ ﷺ کی رہائش گاہ کا نام قرآن میں حجرات آیا ہے آسمان پر تو شیطان بھی جانے کی راہیں بناتا ہے۔ مگر حضور ﷺ کے گھر میں تو بغیر اجازت کے فرشتے کو بھی قدم رکھنے کی اجازت نہیں۔

و...... مرزائیوں کے منہ بند کرنے کے لئے یہ واقعہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ قادیان کے قادیانی مرگھٹ کی جب چاردیواری نہیں تھی تو لوگ چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ کتا مرزا قادیانی کی قبر پر پیشاب کررہا ہے۔ کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی سے افضل ہوگیا؟

جواب: بعض کو بعض پر بعض کو کل پر فضیلت ہوتی ہے۔ بعض خصوصیات ہوتی ہیں۔ خصوصیت کی تعریف یہ ہے:

''یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ''

تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے افضل واعلیٰ آنحضرت ﷺ ہیں۔ لیکن بعض انبیاء کو جزئی فضیلت حاصل تھی۔ وہ آپ ﷺ کی کل فضیلت کے ہرگز مخالف نہیں۔ اس پر پوری امت کا ایمان وعقیدہ ہے۔

الف...... آدم علیہ السلام کی عمر ۹۳۰ برس۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی ہزار برس اور آنحضرت ﷺ کی ۶۳ برس تو کیا اس میں آپ ﷺ کی ہتک ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

ب...... سیدنا مسیح بغیر باپ کے کنواری مائی مریم علیہا السلام سے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کے والد گرامی تھے تو یہ عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ہتک نہیں۔

ج...... موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ فرمایا گیا۔ بغیر واسطہ جبرائیل علیہ السلام کے موسیٰ علیہ السلام کو ذات باری سے ہم کلامی کا شرف نصیب ہوا۔ یہ ان کی خصوصیت تھی۔ دیگر انبیاء علیہم السلام بشمول آپ ﷺ کے کسی کی اس میں ہتک نہیں۔

د...... حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک مرحلہ پر سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا پایہ تھامے کھڑے ہیں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی خصوصی فضیلت ہوئی۔ اس میں کسی دیگر کی ہتک نہیں۔

ہ...... سیدنا یونس علیہ السلام تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے۔ کوئی اور نہیں۔ یہ ان کی خصوصی فضیلت وشرف ہوا۔ دیگر کی ہتک نہیں۔

غور طلب یہ امر ہے کہ ان تمام خصوصی فضائل کے باوجود تمام انبیاء علیہم السلام شب معراج یا کل قیامت کے روز آپ ﷺ کی قیادت وسیادت کے زیرسایہ ہوں گے۔

وہ مسیح علیہ السلام جن کی رفعت جسمانی آسمانوں سے پار گئی۔ وہ بھی آپ ﷺ کی امت میں شامل ہوکر آپ ﷺ کے کلمہ کا ورد کریں گے تو فرمایئے شان کن کی اعلیٰ وافضل؟

جواب: قادیانیو! تم مکان کی وجہ سے مکین کی عزت سمجھتے ہو۔ ہم مکین کی وجہ سے مکان کی عزت کے قائل ہیں۔ ’’لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدْ‘‘ ہمارے مؤقف پر نص صریح ہے۔

قادیانی سوال:۲۶

جب کہ دیگر تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں رکھ کر شر اعداء سے محفوظ رکھا تو حضرت مسیح علیہ السلام کی کیا خصوصیت تھی کہ انہیں آسمان پر اٹھالیا۔ آنحضرت ﷺ کو کیوں نہ اٹھالیا؟

الجواب: چونکہ امر مقدر یونہی تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ صرف بلا باپ پیدا ہونے کے بلکہ ایک عرصہ دراز تک زندہ رہنے اور آسمان پر اٹھائے جانے کے نشان قدرت بنائے جائیں اور آخری زمانہ میں ان کے ہاتھ سے خدمت اسلام لے کر آنحضرت ﷺ کی شان کو دوبالا کیا جائے کہ آپ ﷺ کا وہ مرتبہ ہے کہ مستقل اور صاحب شریعت وکتاب رسول بھی آپ ﷺ کی اتباع کو اپنی سعادت سمجھیں۔ حتیٰ کہ امت محمدیہ ﷺ کے آگے ہوکر امام الصلوٰۃ بھی بنیں اور گواہی دیں کہ ’’تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)‘‘ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آسمان پر اٹھالیا۔

مرزائیوں سے ایک سوال

صاحبان! آپ مسیح کی ولادت بلا باپ کو مانتے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کی تصریحات موجود ہیں۔ پس بتلایئے کہ کیا وجہ ہے، خدا نے دیگر انبیاء علیہم السلام کو تو ماں باپ دونوں کے ذریعہ پیدا کیا۔ مگر مسیح علیہ السلام کو بلا باپ، جو جواب تم اس کا دوگے اسی کے اندر ہمارا جواب موجود ہے۔

۲...... حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ فرمایا گیا ہے اور روح کا تعلق آسمان سے ہے۔ اس لئے ان کو آسمانوں پر اٹھانا ہی قرین انصاف تھا۔

قادیانی سوال:۲۷

یاجوج ماجوج سے مراد مرزا قادیانی نے روس اور امریکہ لیا ہے۔ نیز کہ یاجوج ماجوج پر عذاب نازل ہوگا۔ حالانکہ ان کو تبلیغ نہیں ہوئی۔

جواب: یاجوج ماجوج ایک قوم ہے۔ کہاں ہے؟ اس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ بے شمار ایسی چیزیں ہیں جن کی ابھی تک دریافت نہیں ہوئی۔ اس کا یہ معنی تو نہیں کہ جس چیز کا ہمیں علم نہ ہو وہ چیز بھی نہ ہو۔ مرزا قادیانی نے بھی لکھا ہے کہ: ’’عدم علم سے عدم شئی لازم نہیں آتا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۱۷، خزائن ج۲۲ ص۱۲۰)

آج سے ڈیڑھ دوسو سال پہلے امریکہ کا کسی کو علم نہ تھا۔ آج اگر دجال کے گدھے کی کیفیت ایک عجوبہ معلوم ہوتی ہے تو یاد رکھئے کہ کل یہ عجوبہ نہ ہوگا۔ ایک سفر میں مجھے ایک ماہی پروری کے پروفیسر ناروے میں ملے۔ انہوں نے بتایا کہ سائبیریا میں ایسی مچھلی پائی جاتی ہے جو بیک وقت اڑھائی ہزار انسان کا لقمہ بنا سکتی ہے۔ فرمایئے! آج سے ایک صدی

پہلے کوئی یہ بات کہتا تو دنیا کیا سے کیا طوفان قائم کر دیتی۔

آدم علیہ السلام کی اوّلین اولاد کو کوئی کہتا کہ لوہا فضا میں پرواز کرے گا۔کون مانتا۔مگر آج ایک حقیقت ہے آپ کی سوچ اوراعتراض چیونٹی جیسے ہیں۔جس کے کان میں کہہ دیا جائے کہ ہاتھی سومن وزن اٹھا سکتا ہے تو وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔مرزائی بھی ہزار تڑپیں یاجوج ماجوج ایک قوم ہیں۔گدھا اتنے فاصلے کے کانوں والا ہوگا۔مجھے اپنی آنکھوں دیکھی چیز پر شبہ ہوسکتا ہے مگر نبی ﷺ کے فرمان پر شبہ نہیں ہوسکتا۔

آپ کا یہ کہنا کہ یاجوج ماجوج کو تبلیغ نہیں ہوئی تو پھران پر عذاب کیوں آئے گا۔یہ بھی غلط ہے۔ان کو تبلیغ ہوچکی ہے۔اس کا ثبوت بھی حدیث شریف میں ہے کہ وہ ہر روز اس دیوار کو چاٹتے ہیں بالآخر تھک کر چلے جاتے ہیں۔کہتے ہیں کہ باقی کل،مگران شاءاللہ نہیں کہتے۔جس روز ان کا خروج اللہ رب العزت کو منظور ہوگا تو وہ اس دن ان شاءاللہ کہیں گے کہ باقی دیوار کل ان شاءاللہ گرائیں گے۔ان کا ان شاءاللہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو تبلیغ ہوچکی ہے۔

قادیانی سوال:۲۸

مرزا قادیانی نے کہا کہ وہ گدھا دجال کی ملکیت ہوگا نہ کہ اس کی سواری۔

جواب: اگر دجال سے مراد انگریز ہیں اوران کے گدھے سے مراد ریل ہے اوروہ ملکیت ہوگی نہ کہ سواری،اس کا معنی یہ ہے کہ ریل صرف انگریز کی ملکیت ہوتی اوروہ بھی اس پر سواری نہ کرتے۔نمبر۲کسی اور کی ملکیت نہ ہوتی۔پھرحدیث شریف میں ملکیت کا لفظ نہیں بلکہ یہ ہے کہ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونون کانوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا۔

(مسنداحمد،حاکم)

سواری کے الفاظ کو آپ جس طرف ہیر پھیر کریں یہ تحریف کے زمرہ میں آئے گا۔گدھے کے ایک کان سے دوسرے کان تک چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔قادیانی کہتے ہیں کہ ریل اتنی لمبی ہوتی ہے۔یہ دلیل ہے کہ مراد ریل گاڑی ہے۔ایک کان سے دوسرے کان تک اتنا لمبا فاصلہ ہوگا۔ظاہر ہے کہ مراد اس سے چوڑائی ہے نہ کہ لمبائی۔ریل گاڑی جتنی چاہے لمبی ہو چوڑائی تو کہیں بھی چالیس ہاتھ نہیں ہے۔دجال کے گدھے کے پیٹ میں قمقمے جلتے ہوں گے۔یہ مرزا طاہر کی کذب بیانی ہے۔کہیں نہیں لکھا۔ہمت ہے تو حوالہ لائیں۔"وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار"

۲...... مرزا قادیانی نے ریل گاڑی کو دجال کا گدھا کہا۔عمر بھر اس کی مرزا سواری کرتا رہا۔حتیٰ کہ مرنے کے بعد آخری سفر اس کی نعش کا اسی گدھے پر ہوا۔مرزا عمر بھر جسے دجال کا گدھا کہتا رہا اس پر آخری سواری کر کے خود دجال ثابت ہوا۔

قادیانی سوال:۲۹

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر کیا کھاتے ہوں گے یا پیتے ہوں گے۔کہاں رفع حاجت کرتے ہوں گے؟

جواب: جو میزبان ہو اس کو مہمان کی فکر ہوتی ہے۔عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر مہمان ہیں۔اللہ رب العزت ان کے میزبان ہیں۔جن کے میزبان اللہ تعالیٰ ہوں اس کے بارے میں قادیانیوں کو اس کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔مرزائی کرم فرما۔اس طرح سوال کرتے ہیں کہ کھاتے کیا ہوں گے جس طرح کہ مرزائیوں نے وہاں آسمانوں پر ہوٹل کھولنا ہو کہ ان کی مرضی کی ڈش تیار کریں۔کبھی کہتے ہیں کہ جی حجامت بڑھ گئی ہوگی۔جس طرح مرزائیوں نے وہاں پر حمام کھولنا ہو۔کبھی کہتے ہیں

کہ جی عیسیٰ علیہ السلام پیشاب کہاں کرتے ہوں گے۔ایسے بیہودہ اعتراض کا مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ نے یہ جواب دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فلش سسٹم کا انتظام کر کے آسمانوں سے گٹر کا پائپ لگا کر مرزا قادیانی کی قبر میں فٹ کر دیا ہے۔خیر یہ تو ہوا لطیفہ اب جواب سنئے۔

حدیث شریف میں ہے رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء پر دجال کا قبضہ ہو گا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ آقا ﷺ پھر مسلمان کیا کھائیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو وہ غذا کفایت کرے گی جو آسمان والوں کی غذا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آقا آسمان والوں کی کیا غذا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تحمید وتقدیس۔ (مشکوٰۃ ص ۴۷۷، باب العلامات بین یدی الساعۃ بحوالہ ابوداؤد الطیالسی واحمد)

اس حدیث شریف نے عقدہ حل کر دیا کہ آسمان والوں کی غذا تحمید وتقدیس باری تعالیٰ ہے۔عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر ہیں تو ان پر آسمان والوں کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

جواب: ۲...... انسانی وملکوتی دونوں صفات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام متصف ہیں۔کیونکہ والدہ مریم انسان تھیں۔اس لحاظ سے ان میں بشری صفات ہوئیں۔بغیر باپ کے پیدا ہوئے روح القدس کی پھونک سے تو ملکوتی صفات بھی ہوئیں۔جب تک زمین پر تھے انسانی تقاضوں پر عمل کر کے کھاتے پیتے تھے اور آسمانوں پر ملکوتی صفات کا مظہر ہیں تو ان کی غذا حمد وتقدیس ہے۔جب واپس تشریف لائیں تو زمین پر پھر انسانی صفات کے مطابق کھانا شروع کر دیں گے۔

جواب: ۳...... (نور الحق ج ۱ ص ۵۱، خزائن ج ۸ ص ۶۹) پر ہے:''ھذا ھو موسیٰ فتی اللّٰہ الذی اشار اللّٰہ فی کتابہ الیٰ حیاتہ وفرض علینا ان نؤمن بانہ حی فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین''یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن مجید میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں گے کہ وہ زندہ آسمانوں پر موجود ہے اور مردوں میں سے نہیں۔یہ عبارت اور ترجمہ مرزا قادیانی کا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور کہتا ہے کہ قرآن سے ثابت ہے اور اس پر ایمان لانا مرزائیوں پر فرض ہے تو جناب عالیٰ! جو موسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر کھاتے ہوں گے وہی عیسیٰ علیہ السلام، جو کچھ موسیٰ علیہ السلام پیتے ہوں گے وہی عیسیٰ علیہ السلام، جہاں وہ حجامت بنواتے ہوں گے وہاں سے عیسیٰ علیہ السلام، غرض یہ کہ تمام ضروریات ایک ساتھ پوری کرتے ہوں گے۔اس حوالہ کو ہم ''ایٹم بم'' سے تعبیر کرتے ہیں کہ جس سے پوری مرزائیت کی عمارت دھڑام سے نیچے گر جاتی ہے۔جو اشکال عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر کرتے ہیں ان تمام کا توڑ یہ حوالہ ہے جس کا کوئی مرزائی جواب نہیں دے سکتے۔اب رہا مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو اس ضمن میں درخواست ہے کہ مرزا قادیانی کی عادت تھی کہ وہ حضور ﷺ کی ہر بات میں مخالفت کرتا تھا۔آپ ﷺ کا بدترین ازلی ابدی دشمن تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا نبوت بند ہے۔مرزا قادیانی نے کہا کہ نہیں جاری ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے۔مرزا قادیانی نے کہا کہ نہیں بند ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حق کی قسم عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔مرزا قادیانی نے کہا کہ حق کی قسم مر گیا ابن مریم۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔مرزا قادیانی نے کہا کہ نہیں زندہ آسمانوں پر ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں محل نبوت کی آخری اینٹ ہوں۔مرزا قادیانی نے کہا کہ نہیں میں آخری اینٹ ہوں۔

روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک ۔۔۔ میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

(درثمین ص ۱۳۵)

مرزا قادیانی نے خطبہ الہامیہ (تحتی کلاں ص۱۱۲، خزائن ج۱۶ص۱۷۸) پر کہا ہے کہ وہ آخری اینٹ میں ہوں۔

جواب: ۴...... رئیس المکاشفین حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ (الیواقیت والجواہر ج۲ص۱۴۶) میں اس کا جواب لکھتے ہیں: ’’فان قیل فما الجواب عن استغنآئه عن الطعام والشراب مدة رفعه فان اللّٰه تعالٰی قال وما جعلنا هم جسدًا لا یاکلون الطعام؟ والجواب ان الطعام انما جعل قوتًا ان یعیش فی الارض لانه مسلط علیه الهواء الحار والبارد فینحل بدنه فاذا انحل عوضه اللّٰه تعالٰی بالغذاء اجراء لعادته فی هذه للحظة الغبراء واما من رفعه اللّٰه الی السمآء فانه یلطفه بقدرته ویغنیه عن الطعام والشراب کما اغنی الملٰئکة عنهما فیکون حینئذٍ طعامه التسبیح وشرابه التهلیل کما قال ﷺ انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی وفی الحدیث مرفوعًا ان بین یدی الدجال ثلاث سنین الخ۔ فکیف بالمومنین حینئذٍ فقال یجزئهم ما یجزی اهل السماء من التسبیح والتقدیس‘‘ اگر کہا جائے کہ عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ رفع میں کھانے پینے سے مستغنی ہونے کا کیا جواب ہے؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’مَاجَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ‘‘ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طعام کو زمین پر پر معیشت پوری کرنے کے لئے قوت بنایا ہے۔ کیونکہ یہاں اس پر ہوا گرم اور سرد مسلط ہے۔ اس کے بدن کو تحلیل کرتی ہے۔ جب تحلیل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ غذا سے اس کا عوض پیدا کرتا ہے۔ اس زمین میں اس کی یہ عادت جاری ہے۔ لیکن وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا اس کو اپنی قدرت سے نوازتا ہے اور کھانے پینے سے بے پرواہ کرتا ہے۔ جیسے فرشتوں کو بے پرواہ کیا۔ پس اس وقت اس کا طعام تسبیح اور پانی اس کا تہلیل ہوگا۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کھلا پلا دیتا ہے اور حدیث میں مرفوعاً روایت ہے کہ دجال سے تین برس پہلے قحط پڑے گا۔ اسی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اس وقت جب مسلمانوں کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ ہوگا تو ان کا کیا حال ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو کفایت کرے گا وہ کھانا جو آسمان والوں کو کیفیت کرتا ہے۔ یعنی تسبیح اور تقدیس۔‘‘ حضرت شیخؒ نے پہلے فلسفی دلیل سے سمجھا دیا اور پھر حدیث مرفوع بھی بیان کر دی کہ دجال کے زمانہ میں مومنین کو اہل سماء کی طرح صرف تسبیح وتقدیس ہی غذا کا کام دے گی۔ حضرت شیخؒ نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ایک بزرگ ’’خلیفۃ الخراط‘‘ نامی کا جو بلاد مشرق کے شہروں میں سے ایک شہر ابہر میں رہتے تھے ذکر فرمایا کہ اس نے ۲۳ سال سے برابر کچھ نہیں کھایا تھا اور دن اور رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتا تھا اور کسی طرح کا ضعف بھی لاحق نہیں ہوا تھا۔ پھر عیسٰی علیہ السلام کے لئے تسبیح وتہلیل کی غذا ہونے میں کیا تعجب ہے؟‘‘ قال الشیخ ابوالطاهر وقد شاهد نار جلًا اسمه خلیفة الخراط کان مقیمًا بهر من بلاد المشرق مکث لا یطعم طعامًا منذ ثلاث وعشرین سنة وکان یعبد اللّٰه لیلا ونهارًا من غیر ضعف فاذا علمت ذلك فلا یبعدان یکون قوت عیسٰی علیه السلام التسبیح والتهلیل واللّٰه اعلم جمیع ذلك (الیواقیت ج۲ ص۱۴۶) ‘‘مرزا قادیانی نے یہ کیونکر سمجھ لیا کہ ایک غذا کے بدلنے سے فوت ہونا لازم آتا ہے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ تمام حیوان ماں کے پیٹ میں خون سے پرورش پاتے ہیں اور خون ہی طعام ان کا ہوتا ہے۔ جب ماں کے پیٹ سے باہر آتے ہیں تو صرف دودھ ان کی غذا وطعام اور وجہ پرورش ہوتی ہے اور جب اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں تو اناج وگھاس ومیوہ جات ان کا طعام وغذا ہوتے ہیں۔ کیا کوئی باحواس آدمی کہہ سکتا ہے کہ ماں کے پیٹ سے باہر آکر انسان یا دیگر حیوانات فوت ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ’’کَانَا یَاْکُلَانِ

الــطَّـعَــاَم ‘‘نہیں رہتے۔ اس لئے کہ خون کی غذا بند ہوجاتی ہے اور صرف دودھ ہی ملتا ہے۔ جب دودھ ملتا ہے تو کیا مرجاتے ہیں یا دودھ کا موقوف ہونا وفات کی دلیل ہے۔ ہرگز نہیں کیونکہ مشاہدہ ہے کہ غذا کے بدلنے سے کوئی فوت نہیں ہوتا۔ جب یہ امر ثابت ہے کہ غذا کے بدلنے سے کوئی فوت نہیں ہوتا۔ موت لازم نہیں ہوتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غذائے زمینی سے غذائے آسمانی کیونکر باعث موت ہوسکتی ہے؟ یا کیونکر مرزا قادیانی کو معلوم ہوا کہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو طعام وغذا نہیں ملتی؟

جواب: ۵...... جب قرآن سے ثابت ہے کہ لگا لگایا خوان آسمان سے بنی اسرائیل کی درخواست اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اترا۔ (دیکھو قرآن میں کس طرح مفصل ذکر ہے) تو پھر مومن قرآن تو انکار نہیں کرسکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی آسمانوں پر کھانا ملنا محال ہو۔

قادیانی سوال: ۳۰

قادیانی حیات مسیح علیہ السلام پر گفتگو کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ثابت کر دیں تو مسئلہ ختم۔

جواب: ۱...... میرے بھائی! دنیا میں کئی ایسے فرقے موجود ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ مانتے ہیں۔ (۱) یہودی۔ (۲) عیسائی۔ ان میں سے بعض کا عقیدہ ہے کہ فوت ہوئے پھر زندہ ہوکر آسمانوں پر گئے تو موت کے وارد ہونے کے وہ بھی قائل ہیں۔ (۳) پرویزی۔ (۴) سرسید اور ان کے خیالات کے نیچری۔ (۵) قادیانی۔ تو پہلے آپ ارشاد فرمائیں کہ اگر وفات مسیح ہی آپ کی الجھن ہے تو ان پانچ میں سے آپ نے قادیانیت کیوں قبول کی اور باقی فرقوں کو نظرانداز کیوں کیا؟ کیونکہ اگر وفات مسیح ہی آپ کی الجھن ہے تو آپ یہودی ہوجاتے۔ عیسائی ہوجاتے۔ جو پہلے سے وفات کے قائل ہیں آپ قادیانی کیوں ہوئے؟ آپ جب وجہ بیان کریں گے تو پھر بات آگے بڑھے گی۔ کیونکہ آپ کے جواب سے میں ثابت کروں گا کہ اصل میں آپ کی الجھن وفات مسیح نہیں بلکہ مرزا قادیانی کا روگ ہے جو آپ کو لگ گیا۔ اس لئے پہلے مرزا قادیانی پر بحث ہوگی۔

جواب: ۲...... مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص۱۴۰، خزائن ج۳ ص۱۷۱) پر لکھا ہے کہ: ’’اوّل تو جاننا چاہئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔‘‘ تو دیکھئے مرزا قادیانی کے نزدیک جب یہ مسئلہ ایمانیات سے نہیں تو پھر اس پر اتنا زور کیوں؟

جواب: ۳...... اگر حیات وممات مسیح علیہ السلام پر گفتگو کرنی ہے تو مرزا قادیانی بھی مسیح ہونے کا مدعی ہے۔ مسیح علیہ السلام کی حیات پر خوب بحث ہوچکی۔ اب نئے مسیح (معاذ اللہ) مرزا قادیانی کی حیات وممات پر بحث ہونی چاہئے۔ ہمارے نزدیک اس کی حیات بھی لعنتی تھی اور ممات بھی لعنتی تھی۔

قادیانی سوال: ۳۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد حضور ﷺ کے امتی ہوں گے۔ جب پہلے تشریف لائے تھے تو نبی تھے۔ اب تشریف لائیں گے تو امتی ہوں گے۔ قیامت کے دن ان کی کیا پوزیشن ہوگی۔ نبی کی یا امتی کی؟ اس لئے کہ اگر قیامت

کے روز نبی کی حیثیت سے حشر ہو، تو فوتگی بحثیت امتی کے ہوئی تھی اور اگر حشر بحثیت امتی کے ہوا تو وہ آپ کی امت جن کی طرف آپ پہلے نبی بن کر تشریف لائے تھے اور انہوں نے آپ کو نبی مانا تھا وہ کہاں جائیں گے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن امتی اپنی نبی کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

جواب: اس کا بھی جواب ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ (الیواقیت والجواہر ج۲ ص۴۳) میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا دو دفعہ حشر ہوگا۔ ایک دفعہ بحثیت نبی کے جھنڈا لے کر اپنی امت کا حساب کرائیں گے۔ دوسری بار رحمت عالم ﷺ کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو کر اپنا حساب کتاب پیش کریں گے۔

قادیانی سوال:۳۲

’’لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعهما الاتباعی (الیواقیت ج۲ ص۲۲) ‘‘ابن کثیر اور شرح فقہ اکبر مصری نسخہ میں یہ روایت موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔

جواب: ۱...... یہ غلط اور مردود قول ہے۔ کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہے۔ آج تک کوئی مرزائی اس کی سند پیش نہیں کر سکا۔ جن تینوں کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے کوئی بھی حدیث کی کتاب نہیں۔ یہ حدیثیں دوسروں سے روایت کرتے ہیں۔ اگر یہ حدیث ہوتی تو کسی حدیث کی کتاب میں موجود ہوتی۔

۱...... ابن کثیرؒ باسند روایت کرتے ہیں مگر انہوں نے بھی اس کو بے سند لکھا ہے۔

۲...... یہ کہ ابن کثیرؒ میں باسناد صحیحہ متعدد مقامات پر احادیث صحیحہ ونصوص قطعیہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس بے سند روایت کو نقل کرتے ہوئے ان سے سہو ہوا ہے۔ الیواقیت نے فتوحات مکیہ کا حوالہ دیا ہے۔ اب اگر قادیانیوں میں دیانت نام کی کوئی چیز ہے تو فیصلہ آسان ہے کہ الیواقیت نے جو ماخذ بیان کیا ہے اس کو دیکھ لینا چاہئے۔ سو فتوحات مکیہ میں ’’لوکان موسیٰ حیًا‘‘ ہے۔ یہ دلیل ہے اس امر کی کہ الیواقیت میں سہو کاتب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام آ گیا ہے۔

اسی طرح شرح فقہ اکبر کے صرف مصری نسخہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔ ہندوپاک اور دیگر دنیا بھر کے شرح فقہ اکبر کے نسخوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نہیں۔

۳...... اسی شرح فقہ اکبر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ ہے جو دلیل ہے اس امر کی کہ اس نسخہ میں غلطی اور سہو کاتب سے عیسیٰ علیہ السلام کا نام آ گیا ہے۔

۴...... شرح فقہ اکبر کی اس روایت کا بھی قادیانیوں میں دیانت نام کی کوئی چیز ہو تو آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ مصری نسخہ کے مطابق ’’لوکان عیسیٰ حیًا لما وسعه الاتباعی وبینت وجه ذالك عند قوله فاذ اخذ الله فی شرح شفاء (فقه اکبر ص۹۹ مصری طبع) لو کان عیسیٰ حیًا لما وسعه الاتباعی‘‘ کی تشریح ہم نے ’’فاذا اخذ الله‘‘ کی بحث شرح شفاء میں کردی ہے۔

اب شرح شفاء کو دیکھ لیتے ہیں کہ اس میں کیا ہے تو (شرح شفاء ج اول فصل ۷) میں آیت: ’’اذا اخذ الله‘‘ میثاق النّبیین کے تحت لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو تورات پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ: ’’لوکان موسیٰ حیًا ما وسعه الا اتباعی‘‘ (شرح شفاء ج۱ ص۱۱۵ طبع بیروت)

تو مسئلہ واضح ہوگیا کہ مصری نسخہ فقہ اکبر میں ’’لوکان موسیٰ ‘‘ کی جگہ غلطی اور سہو کاتب سے عیسیٰ لکھا گیا ہے۔اب ذیل میں حضرت ملاعلی قاری کی تصریحات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر ملاحظہ ہوں۔

۱...... موضوعات کبیر میں جو۱۲۸۹ھ میں طبع ہوئی تھی۔حدیث:’’لوعاش ابراھیم لکان صدیقًا نبیا‘‘ پر بحث کرتے ہوئے اس حدیث پر ختم کرتے ہیں۔’’لوکان موسیٰ حیًا لما وسعه الا اتباعی ‘‘(ص ۶۷)

۲...... (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر ج ۱ص ۲۵۱) میں تحریر فرماتے ہیں:’’لوکان موسیٰ حیًا‘‘

۳...... ’’فینزل عیسیٰ ابن مریم من السماء‘‘ (مرقاۃ ج۵ص ۱۶۰،مطبوعہ مصر)

۴...... ’’نزول عیسیٰ من السماء‘‘ (فقہ اکبر مطبوعہ مصر ص۹۲،طبع ۱۳۲۳ھ، مطبع مجیدی کانپور ۱۳۴۵ھ)

اسی طرح تفسیر ابن کثیر، الیواقیت،فتوحات مکیہ کے لکھنے والے تمام حضرات کا اسی متذکرہ کتب میں صراحت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ذکر کرنا،اور مرزائیوں کا اسے تسلیم نہ کرنا اور بے سند مردود قول سے استدلال کرنا یہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ صرف اعتراض برائے اعتراض برائے مغالطہ وبرائے شبہ ان کا مقصد ہے۔اگر دیانت نام کی کوئی چیز ان میں ہوتی تو وہ اس کو پیش نہ کرتے۔

جواب: ۲...... اب اصل واقعہ کو ملاحظہ فرمائیں جس سے تمام استدلال کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ایک دن رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حضرت سیدنا فاروق اعظم ؓ آئے انہیں کہیں سے تورات کے چند اوراق ملے تھے۔ انہوں نے رحمت عالم ﷺ سے ان کا تذکرہ کیا۔آپ ﷺ کی منشاء معلوم ہونے سے قبل ان کی تلاوت شروع فرمادی۔ آپ ﷺ کی طبیعت مبارک پر یہ گراں گزرا۔حضرت صدیق اکبر ؓ جو رمز شناس نبوت تھے۔آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا تأثر معلوم کر کے فوراً حضرت عمر ؓ کو ٹوکا۔فرمایا کہ عمر ؓ تجھے تیری ماں روئے کیا تو رحمت عالم ﷺ کے چہرہ مبارک سے ناراضگی کا اندازہ نہیں کرتا۔حضرت عمر ؓ نے تورات کے اوراق کی تلاوت بند کر دی اور فوراً کہا’’رضیت باللّٰه ربا وبالاسلام دینًا وبمحمدٍ نبیًا ‘‘اس پر آپ ﷺ نے فرمایا عمر ؓ:’’لوکان موسیٰ حیًا لما وسعه الا اتباعی ‘‘تورات کی بات نہیں آج اگر صاحب تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔صحیح روایت یہ ہے۔

(رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ص ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

جواب: ۳...... موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو حضور ﷺ کی اتباع کرتے جیسا کہ معراج کی رات اتباع کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں وہ تشریف لائیں گے تو اتباع کریں گے۔’’یحکم بشرعنا لا بشرعه‘‘

جواب: ۴...... پھر دیکھئے قادیانیوں کی بدبختی کی انتہاء کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ بدبخت مرزا قادیانی کہتا ہے کہ وہ فوت ہوگئے۔حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے۔مرزا قادیانی کہتا ہے کہ زندہ ہیں۔حوالہ گزر چکا ہے۔

مرزائی جس روایت کو بیان کرتے ہیں۔مرزا قادیانی کے حوالہ نے اس کی تردید کر دی۔ پس یہ روایت مرزائیوں کے لئے بھی وجہ استدلال نہیں ہوسکتی۔اس لئے وہ اس مردود قول سے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا چاہتے ہیں۔اس حوالہ میں مرزا قادیانی نے موسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کر دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات قرآن وسنت نے بیان کر دی۔پس مرزائیوں کے لئے یہ مردود قول بھی وجہ استدلال نہ رہا۔

جواب: ۵...... اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو قرآن وسنت اور اجماع امت کے حوالہ جات کے بعد اس کی توجیہ یہ کی جاتی۔ ’’لوکان موسٰی وعیسٰی حیین (علی الارض) لما وسعهما الاتباعی ‘‘غرض کہ کسی بھی طرح سے لیں۔ مرزائیوں میں یہ جس طرح ایمان نہیں ہے اس طرح اس قول میں جان نہیں ہے۔ (فافهم وکن من الشکرین)

جواب: ۶...... تمام طرق اور متابعات اور شواہد دلالت کرتے ہیں کہ اس حدیث میں ذکر عیسٰیؑ علیہ السلام کی کچھ اصل نہیں ہے اور کتب حدیث میں جہاں مسند روایتیں روایت کے ساتھ نقل کی جاتی ہیں۔ کہیں اس لفظ کا پتہ نہیں۔ صرف موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ (فتح الباری ج۱۳ص۲۸۱) ’’باب قوله ﷺ لا تسالوا اهل الکتٰب عن شیءٍ وهو فی المسند ج۳ ص۳۳۸، عن جابر رضی اللہ عنہ، واخرجه ابونعیم عن عمر رضی اللہ عنہ ذکره فی الخصائص ج۲ ص۱۸۷ (وکنزالعمال ج۱ ص۲۰۱، حدیث نمبر۱۰۱۰) وحاشیة ابی داؤد للمغربی من الملاحم وشرح المواهب وشرح الشفاء للقاری فی مواضع والدر المنثور تحت اٰیة المیثاق مسند الدارمی (مشکوٰة ص۳۰، باب بالکتاب والسنة) ‘‘پس یہ قطعاً سہو کاتب اور زلّۃ قلم ہے۔

قادیانی سوال:۳۳

ہمیں قادیانیوں کا ایک ورقی چھوٹا سا اشتہار ملا ہے۔ جس کا عنوان ہے: ’’تلاش کریں‘‘ ان پیش گوئیوں کا مصداق کون اور کہاں ہے۔ اس میں قادیانیوں نے سب سے پہلے نمبر پر ابن ماجہ کی روایت نقل کی ہے۔ ’’لا مهدی الا عیسٰی ‘‘یعنی مہدی اور مسیح ایک ہے۔

جواب: ۱...... یہ روایت ابن ماجہ کے ص۲۹۲ (مطبع نور محمد آرام باغ کراچی) پر ہے۔ اس کے حاشیہ پر شاہ عبدالغنی مجددی فرماتے ہیں: ’’قال الذهبی فی المیزان هذا خبر منکر تفردبه یونس بن عبدالاعلی عن شافعی...... قال حدثت عن الشافعی فهو علی هذا منقطع الا ان جماعة ردوه عن یونس قال حدثنا عن الشافعی والصحیح انه لم یسمعه منه ومحمد بن خالد قال الازدی منکر الحدیث وقال الحاکم مجهول...... قال الحافظ جمال الدین المزی فی التهذیب قال ابوبکر بن زیاد هذا حدیث غریب...... قد تواترت الاخبار واستفاضت بکثرة رواتها عن المصطفٰی ﷺ فی المهدی وانه من اهل بیته وانه یملك، سبع سنین ویملاء الارض عدلا وانه یخرج مع عیسٰی ابن مریم فیساعده علی قتل الدجال بباب لد بارض فلسطین وانه یؤم هذه الامة وعیسٰی علیه السلام یصلی خلفه...... فانه غیر معروف عند اهل اکصناعة من اهل العلم والنقل۔ وقال البیهقی هذا حدیث تفرد به محمد بن خالد الجندی۔ قال ابو عبدالله الحافظ وهو رجل مجهول...... وهو مجهول...... عن ابان ان ابی عیاش وهو متروك...... وروی الحافظ ابو القاسم بن عساکر فی تاریخ دمشق باسناده عن احمد بن محمد بن راشد قال حدثنی ابو الحسن علی ابن محمد بن عبدالله الواسطی قال رایت محمد بن ادریس الشافعی فی المنام فسمعته یقول کذب علی یونس۔ فی حدیث الجندی حدیث الحسن عن النبی ﷺ فی المهدی قال الشافعی ما هذا من حدیثی ولا حدثت به کذب علی یونس وقال البیهقی فی کتاب بیان خطاء من اخطاء علی

الشافعی ھذا الحدیث بما انکر علی الشافعی…… وھو یقول کذب علی یونس لیس ھذا من حدیثی…… وھذا الحدیث فیما یظھر ببادی الرائی مخالف لا حادیث الواردۃ فی ثبات مھدی غیر عیسٰی بن مریم‘‘

اس طویل اقتباس سے ذیل کی باتیں روایت متذکرہ بالا میں معلوم ہوئیں۔

۱…… ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان میں فرمایا ہے کہ یہ خبر منکر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یونس بن عبدالاعلیٰ اکیلے روایت کرتے ہیں۔ (باقی کسی نے نقل نہیں کیا)

۲…… حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت منقطع ہے۔ علاوہ ازیں ایک جماعت اس کو رد کرتی ہے۔

۳…… حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یونس روایت کرتے ہیں جب کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا سماع (سرے سے) نہیں۔

۴…… رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

۵…… حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مجہول ہے۔

۶…… حافظ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب میں ابوبکر بن زیاد کے حوالے سے فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

۷…… احادیث متواترہ جنہیں کثرت سے مختلف راوی حضرات آنحضرت ﷺ سے حضرت مہدی علیہ السلام کے بارہ میں روایت کرتے ہیں کہ وہ (مہدی) آنحضرت ﷺ کے اہل بیت سے ہوں گے۔ سات سال تک حکمرانی کریں گے۔ عدل وانصاف سے زمین کو بھر دیں گے۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ (ایک زمانہ میں) ظہور فرمائیں گے اور دجال کو مقام لدارض فلسطین میں قتل کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائیں گے اور وہ (مہدی) اس امت کے امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے مقتدی ہوں گے۔ (یہ تمام تفصیلات جو احادیث میں مذکور ہیں بتاتی ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو علیحدہ شخصیات ہیں)

۸…… فن حدیث کے ماہرین اور اہل علم وعقل کے نزدیک یہ روایت غیر معروف (غیر مقبول) ہے۔

۹…… امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محمد بن خالد جندی (دوسرا راوی) کا تفرد ہے۔

۱۰…… حافظ ابوعبداللہ فرماتے ہیں یہ مجہول شخص ہے۔

۱۱…… اور متروک ہے۔

۱۲…… تاریخ دمشق میں ابن عساکر (سند بیان کرکے) فرماتے ہیں کہ علی بن محمد بن عبداللہ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا وہ فرماتے ہیں کہ یونس نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے۔ مہدی کے بارہ میں یہ روایت نہ میری ہے نہ میں نے اسے بیان کیا ہے۔ یونس نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے۔

۱۳…… بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء ہے۔ امام صاحب اس سے بری ہیں یونس نے ان پر کذب باندھا ہے یہ ان کی روایت نہیں۔

۱۴…… نیز یہ کہ بظاہر یہ روایت ان تمام روایات کے مخالف ہے۔ جن سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ ہیں۔

اب قارئین غور فرمائیں کہ کس طرح قادیانی روایت مکذوبہ، متروکہ کی بنیاد پر تمام احادیث صحیحہ کو نظر انداز کر کے اپنے عقیدہ کی دیوار ریت کے گھروندہ پر قائم کرنے کے درپے ہیں۔

انصاف نام کی کوئی چیز، یا دیانت نام کی کوئی چیز قادیانیوں میں ہوتی تو وہ احادیث صحیحہ متواترہ جن میں حضرت مہدی علیہ السلام کا نام، ولدیت، جائے پیدائش، جائے ظہور، مدت قیام، کارہائے مفوضہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام، والدہ کا نام، نزول من السماء، جگہ نزول اور بعد از نزول کارہائے کارکردگی کی تفصیل مذکور ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے اس مکذوبہ، متروکہ روایت کا نام بھی نہ لیتے لیکن مقدر کی مار اسی کو کہتے ہیں کہ اپنے مطلب کے خلاف روایات متواترہ ہوں تو ان کو رد کر دیتے ہیں۔ اپنے عقیدہ کے مطابق غیر صحیح جھوٹی روایت ہو تو اس کو قبول کر لیتے ہیں۔

جواب: ۲...... ''ابن ماجہ'' کے حاشیہ پر اس روایت کی بحث کا آخری حصہ یہ ہے کہ: ''بل یکون المراد ان المهدی حق الهدی هو عیسیٰ ابن مریم ولا ینفی ذالك ان یکون غیره مهدیا'' (اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو اس کا محمل یہ ہوتا) کہ یہاں مہدی سے مراد ہدایت یافتہ ہے۔ (یعنی مہدی نام مراد نہیں صفت مراد ہے) سب سے زیادہ ہدایت یافتہ (اپنے زمانہ میں) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہوں گے۔ (یہ ان کی صفت ہے اس کا یہ معنی نہیں) کہ ان کے علاوہ اور کوئی مہدی نہیں ہوگا۔

جواب: ۳...... مہدی نام کا ایک شخص معہود ہے جس کا احادیث میں تذکرہ ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ ہے۔ جہاں تک لغوی معنوں کے اعتبار سے (ہدایت یافتہ) لفظ مہدی کا تعلق ہے خود حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ ''اللهم اجعله هادیا مهدیا'' اے اللہ معاویہ کو ہادی مہدی بنادے۔ یہاں لغوی معنی مراد ہے نہ کہ نام (علم) کا ذکر ہے اور خود مسند احمد کی روایت میں انہیں معنی میں عیسیٰ علیہ السلام کو ''اماماً مهدیاً'' فرمایا گیا اور دوسری روایات میں ''حکماً عدلاً وحکماً مقسطاً''

جواب: ۴...... اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو پھر احادیث متواترہ جو حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علیحدہ علیحدہ شخصیات پر واضح دلیل ہیں۔ ان کی روشنی میں اس کا معنی یہ کیا جاتا: ''لا مهدی الا فی زمن عیسیٰ علیه السلام'' یعنی مہدی نہیں ہوگا مگر عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں (یعنی مہدی کے ظہور اور مسیح کے نزول کا زمانہ ایک ہوگا) اور ظہور و نزول کے بعد دونوں مل کر کارہائے مشترکہ انجام دیں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ روئے زمین پر عدل وانصاف سے حکمرانی کریں گے۔ وغیرہ ذالک! غرض یہ کہ کسی بھی اعتبار سے دیکھا جائے تو قادیانیوں کا اعتراض برائے اعتراض ہے اس میں کوئی شمع بھر بھی صداقت نہیں پائی جاتی۔

جواب: ۵...... مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (حمامۃ البشریٰ ص۸۹، خزائن ج۷ ص۳۱۴،۳۱۵) پر لکھا ہے کہ: ''واما احادیث مجیٔ المهدی فانت تعلم انها کلها ضعیفة مجروحة ویخالف بعضها بعضا حتی جاء حدیث فی ابن ماجة وغیره من الکتب انه لا مهدی الا عیسیٰ بن مریم فکیف یتکاء علی مثل هذه الأحادیث مع شدة اختلافها وتناقضها وضعفها والکلام فی رجالها کثیرا کما لا یخفی علی المحدثین'' ''مہدی کی آمد کے بارے میں تمام روایات ضعیف اور مجروح ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ حتیٰ کہ ابن ماجہ کی روایت ''لا مهدی الا عیسیٰ'' بھی ان جیسی روایت ہے۔ ان روایات پر کیسے اعتماد کر لیا جائے۔ ان کے شدت اختلاف و تناقض اور ضعف کے باعث ان روایات کے رجال میں سخت کلام ہے۔ جیسا کہ محدثین پر مخفی نہیں۔''

قادیانی صاحبان! غور فرمائیں آپ کا گرو مرزا قادیانی صرف اس روایت کو ہی نہیں بلکہ تمام روایات مہدی کو ضعیف ومتناقض قرار دے رہا ہے۔ اب غیر معتبر روایات کو بنیاد بنا کر صفات مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک شخصیت قرار دینا مرزائیوں کے لئے جائے عبرت وجائے تماشا ہے۔

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن مرزے کا تو بن

غرضیکہ یہ روایت غلط ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں جس طرح کہ مرزائیوں کے ایمان وعقیدہ کی کوئی حقیقت نہیں۔

قادیانی سوال: ۳۴

اسی یک ورقی پمفلٹ پر قادیانیوں نے ذیل کی علامات لکھ کر ذیل کا نتیجہ نکالا ہے۔

- ...... اسلام نام کا باقی رہ جائے گا۔ قرآن صرف رسماً ہوگا۔ مساجد بکثرت ہوں گی۔ مگر ہدایت سے خالی، علماء روئے زمین پر بدترین مخلوق ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)
- ...... دین کا علم اٹھ جائے گا۔ شراب کا عام استعمال ہوگا۔ زنا کی کثرت، مردوں کی کمی عورتوں کی زیادتی ہوگی۔ (بخاری)
- ...... میری امت پہلے لوگوں یعنی یہود ونصاریٰ کے قدم بقدم چلے گی۔ (بخاری)
- ...... نیک عمل گھٹ جائیں گے۔ بخیلی دلوں میں سما جائے گی۔ فتنے فساد پھوٹیں گے۔ قتل اور خون ریزی بہت ہوگی۔ (بخاری)
- ...... امانتیں غنیمت سمجھی جائیں گی۔ زکوٰۃ چٹی ہوگی۔ مرد بیویوں کے ماتحت ہوں گے۔ ماں کے خلاف۔ دوست کے نزدیک اور باپ سے دور۔ قوم کے سردار فاسق ہوں گے اور رئیس کمینے ہوں گے۔ گانے بجانے زیادہ ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)
- ...... پہاڑ اڑائے جائیں گے۔ دریاؤں سے نہریں نکالی جائیں گی۔ اونٹ اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گے۔ چڑیا گھر قائم ہوں گے۔ کتب واخبارات بکثرت شائع ہوں گے۔ دور دور کے لوگ جمع ہوں گے۔ (القرآن)
- ...... دجال اور یاجوج ماجوج کا ظہور ہوگا۔ یعنی عیسائیت کا مذہبی اور سیاسی فتنہ غلبہ پائے گا۔
- ...... دجال کا گدھا ئی سواری ظاہر ہوگی۔ جس کا مدار آگ اور پانی پر ہوگا۔ (مجمع البحار، طبرانی)
- ...... بنی اسرائیل کے ۷۲ رفرقے ہوئے۔ میری امت کے ۷۳ رفرقے ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)
- ...... صلیبی مذہب عیسائیت کا غلبہ ہوگا۔ (بخاری، ترمذی)
- ...... مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہوگا۔ جزیہ اٹھا لیا جائے گا۔ (بخاری)
- ...... طاعون کی مرض پھیلے گی۔ ظلم فخر سے کیا جائے گا۔ امیر فاجر ہوں گے۔ وزیر خیانت کریں گے۔ اراکین ظالم ہوں گے۔ (کنز العمال)
- ...... عورتیں باوجود لباس کے ننگی ہوں گی۔ عورتیں منبروں پر چڑھ کر لیکچر دیں گی۔ (کنز العمال)
- ...... عورتیں مردوں کی اور مرد عورتوں کے ہم شکل ہوں گے۔

یہ چند اہم نشانات ہیں جو ظہور پذیر ہو چکے ہیں اور بنی نوع انسان کو دعوت دیتے ہیں کہ مدعی مہدویت ظاہر ہو چکا ہے اور اس کی صداقت کے ثبوت کے لئے شواہد بھی ظاہر ہو چکے ہیں۔

جواب: ۱...... قادیانیت اور دیانت میں تضاد ہے جس طرح رات دن جمع نہیں ہو سکتے۔اس طرح قادیانیت اور دیانت بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔قادیان کے قحبہ خانہ میں ہر شخص باون گز کا ہے۔ جتنا بڑا قادیانی ہوگا اتنا بڑا بددیانت ہوگا۔ بھلا ان شریفوں سے کوئی پوچھے کہ یہ حضرت مہدی علیہ السلام کی علامات ہیں یا قیامت کی۔اگر ان علامتوں سے ظاہر ہوا کہ مہدی آ گئے تو ان علامتوں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قیامت قائم ہوگئی۔ماھو جوابکم فھو جوابنا!

جواب: ۲...... قارئین محترم! رحمت عالم مخبر صادق ﷺ نے قیامت کی دو قسم کی علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ایک وہ جو قیامت سے بہت پہلے ظاہر ہوں گی۔جنہیں علامات صغریٰ کہا جاتا ہے اور دوسری وہ جو قیامت کے بہت قریب ظاہر ہوں گی جنہیں علامات کبریٰ کہا جاتا ہے۔ جو علامتیں اوپر ذکر کی گئی ہیں ان میں بھی قادیانیوں نے دجل آمیزی کی ہے۔ دجل نہ بھی ہوتا تو بھی یہ تمام کی تمام علامات صغریٰ ہیں جو قیامت سے بہت پہلے ظاہر ہونا تھیں۔ اکثر ظاہر ہو چکی ہیں۔ابھی بہت کچھ باقی ہیں جو یقیناً ظاہر ہوں گی۔ان کے بعد علامات کبریٰ ظہور میں آئیں گی۔ جیسے ظہور مہدی، نزول عیسیٰ علیہ السلام، خروج دجال، خروج دابۃ الارض، خسف، کسف اور آخری علامات ’’طلوع الشمس من مغربھا ‘‘(سورج کا بجائے مشرق کے مغرب سے نکلنا) اور باب توبہ کا بند ہونا اور پھر قیامت کا قیام۔ یہ علامات کبریٰ احادیث سے محدثین نے قریباً دس بیان کی ہیں۔غرض ان علامات صغریٰ و کبریٰ کو خلط کرنا قادیانی دجل کا شاہکار ہے۔علامات صغریٰ میں سے بعض کو لے کر دلیل قائم کرنا کہ علامات کبریٰ (ظہور مہدی) ظاہر ہوگئی ہیں۔پس وہ مرزا قادیانی ہے اس کو کہتے ہیں ؎

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

پھر قادیانی اپنی عقل کو دہائی دیں کہ اگر ان علامات سے ثابت ہوا کہ مہدی آ گئے تو احادیث کے مطابق ان کے بعد مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع شمس ہوگا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔تمہارے مزعومہ مہدی (مرزا قادیانی) کو آنجہانی ہوئے ایک صدی بیت گئی۔ پھر قیامت کیوں قائم نہ ہوئی؟ معلوم ہوا کہ ان علامات سے ظہور مہدی کی دلیل قائم کرنا دجل و کذب ہے۔علامات صغریٰ علیحدہ امر ہے۔علامات کبریٰ علیحدہ امر ہے۔مہدی کا آنا اور قیامت کا نہ آنا یہ مرزائیوں کے کذب پر دلیل صریح ہے جو ان پہ استدلال کو جڑ سے اکھیڑ رہی ہے۔البتہ اہل اسلام کے لئے وجہ اطمینان ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کی احادیث و فرامین کے مطابق ان علامتوں اور ان جیسی دوسری سینکڑوں علامتوں کے ظہور کے بعد علامات کبریٰ کا ظہور ہوگا اور پھر قیامت قائم ہوگی۔ان علامات صغریٰ کے بعد جب حضرت مہدی علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو تمام برائیاں دور ہو جائیں گی۔ دنیا ایک دفعہ پھر منہاج نبوت پر مبنی معاشرہ کا نظارہ کرے گی۔اگر قادیانیوں کے بقول مہدی آ گیا تو کیا دنیا نے منہاج نبوت پر مبنی معاشرہ دیکھ لیا۔منہاج نبوت پر مبنی معاشرہ تو درکنار، دنیا بھر کا معاشرہ تو بجائے خود، مرزائی مرزا کے گھر کی خبر لیں۔مرزا قادیانی نے اپنی جماعت کے مریدوں کے متعلق کیا خوب منظر کشی کی ہے۔ملاحظہ ہو۔

مرزا قادیانی نے ۲۷/دسمبر ۱۸۹۳ء کے جلسہ کے ملتوی ہونے کا اشتہار دیا جو ان کی کتاب ’’شہادت القرآن‘‘ کے آخر پر ملحق طبع ہوا ہے۔(شہادت القرآن ص۹۹،۱۰۰، خزائن ج۶ ص۳۹۵،۳۹۶) پر مرزا قادیانی نے اپنی جماعت کے متعلق (جو مرزا قادیانی کے نام نہاد صحابی تھے) تحریر کیا۔

''اخی مکرمی حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوص کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آئیں اور انہیں سفلہ اور خودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خودغرضی کی بناء پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے۔ پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔ پھر میں کس خوشی کی امید سے لوگوں کو جلسہ کے لئے اکٹھے کروں۔ یہ دنیا کے تماشوں میں سے کوئی تماشا نہیں۔ ابھی تک میں جانتا ہوں کہ میں اکیلا ہوں۔ بجز ایک مختصر گروہ رفیقوں کے جو دو سو سے کس قدر زیادہ ہیں۔''

قادیانی صاحبان! لیجئے آپ کے مہدی نے اپنی جماعت کے دو سو افراد کے علاوہ باقی سب قادیانیوں کو جو آپ کے مہدی (مرزا قادیانی) کے ہاتھ پر بیعت بھی کر چکے تھے۔ ان کو درندوں سے بدتر قرار دے دیا۔ درندوں سے بدتر...... کی زد میں یہ قادیانی ہوئے۔ درندے، خنزیر، بھیڑیئے اور یہ ان سے بھی بدتر کمال ہوگئی۔ جناب! یہ مہدی ہے اور یہ اس کا عدل وانصاف سے زمین کو بھرنے کا کارنامہ ہے۔ سوچئے اور بار بار سوچئے اس کو کہتے ہیں کہ ''جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے'' مرزا قادیانی اپنی جماعت قادیانیوں کے متعلق اور خوب بولے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

ممکن ہے کہ کوئی قادیانی کہہ دے کہ یہ تو مرزا قادیانی کے زمانہ کی بات تھی۔ بعد میں قادیانی اچھے ہوگئے۔ تو لیجئے یہ حوالہ بھی پڑھ لیں۔ مرزا قادیانی نے ایک پیش گوئی کو اپنے پر منطبق کرتے ہوئے تحریر کیا: ''اس کے مرنے کے بعد نوع انسانی میں علت سقم سرایت کر جائے گی۔ یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے اور انسانیت حقیقی صفحہ عالم سے مفقود ہو جائے گی اور وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ حرام کو حرام۔ پس ان پر قیامت قائم ہوگی۔'' (تریاق القلوب مصنفہ مرزا ص ۳۵۵، خزائن ج ۱۵ ص ۴۸۳)

لیجئے صاحب! بقول مرزا قادیانی کے اس زمانہ کے قادیانی درندوں سے بدتر اور اس کے (مرزا قادیانی کے) مرنے کے بعد پیدا ہونے والے قادیانی وحشیوں سے مشابہ ہیں۔ جن میں حلال وحرام کی کوئی تمیز نہ ہے۔

جواب: ۳...... اس یک ورقی میں دیگر علامتوں کے علاوہ ایک علامت یہ بھی لکھی ہے کہ عورتیں باوجود لباس کے ننگی ہوں گی۔اس پر ذیل کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

”وہ بھی کپڑے ہیں جو یورپ کی عورتیں پہنتی ہیں۔جن کا نام اگرچہ کپڑا ہوتا ہے مگر جسم کا ہر حصہ اس میں سے ننگا نظر آتا ہے۔جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال آیا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں۔مگر قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقعہ نہ ملا۔واپسی پر جب ہم فرانس آ گئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یوربین سوسائٹی عریانی سے نظر آ سکے۔وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔اوپیرا سینما کو کہتے ہیں۔چوہدری صاحب نے بتایا کہ یہ اعلیٰ سوسائٹی کی جگہ ہے جسے دیکھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہے۔میری نظر چونکہ کمزور ہے اس لئے دور کی چیز اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔میں نے چوہدری صاحب سے کہا کیا یہ ننگی ہیں۔انہوں نے بتایا یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔مگر باوجود اس کے وہ ننگی معلوم ہوتی تھیں تو یہ بھی ایک لباس ہے۔اس طرح ان لوگوں کے شام کی دعوتوں کے لباس گاؤن ہوتے ہیں۔نام تو اس کا بھی لباس ہے۔مگر اس میں سے جسم کا ہر حصہ بالکل ننگا نظر آتا ہے۔“

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۸؍جنوری ۱۹۳۴ء)

مہدی کے آنے سے قبل ایسے لباس ہوں گے یا مہدی کے آنجہانی ہونے کے بعد اس کے خلیفہ ان عریاں لباسوں کو دیکھیں گے؟اس کا جواب قادیانیوں کے ذمہ ہے۔

قادیانی سوال:۳۵

قادیانی رسالہ یک ورقی میں ہے کہ مہدی کے زمانہ میں ایک دم دار ستارہ نکلے گا اور یہ کہ وہ ۱۸۸۸ء میں نکلا۔

جواب: اس دم دار ستارہ کا حضرت مہدی علیہ الرضوان سے کیا تعلق؟ اس کا حوالہ قادیانی پی گئے۔ورنہ اس کی حقیقت مرزا قادیانی کی خودساختہ مہدویت کے پرخچے اڑا دیتی۔لیجئے!اگر دم دار ستارے ہی مہدی کی علامت ہیں تو مرزا قادیانی کو مرکر صدی ہوئی۔آنجہانی جہنم مکانی ہوگیا۔مگر دم دار ستارے ابھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ابھی حال میں دو ماہ ہوئے ایک دم دار ستارہ مشرق سے مغرب کی طرف حرکت کر کے غروب آفتاب کے بعد ظاہر ہوتا رہا ہے۔بہت سے لوگوں نے دیکھا خود فقیر (اللہ وسایا) نے بھی دیکھا ہے۔اب فرمائیے کہ اس دم دار ستارے کا مہدی کون ہے؟لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ!

قادیانی سوال:۳۶

رفع کا معنی: رفع کے حقیقی اور لغوی معنی جب کہ رفع کا مورد کوئی جسم ہوتا ہے تو رفع جسمانی ہی کے ہوتے ہیں۔”قال الراغب فی المفردات الرفع یقال تارۃ فی الاجسام الموضوعۃ اذا أعلیتها من مقرها نحو رفعنا فوقکم الطور، وقوله تعالٰی اللّٰه الذی رفع السمٰوٰت بغیر عمدٍ، وتارۃ فی البناء اذا اطولتها نحو قوله تعالٰی واذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت واسمعیل، وتارۃ فی الذکر اذا نوهته نحو قوله تعالٰی ورفعنا لك ذکرك، وتارۃ فی المنزلة اذا شرفتها نحو قوله تعالٰی رفعنا بعضهم فوق بعض درجت، نرفع درجت من نشاء ہ رفیع الدرجت انتهی کلامه“ (تاج العروس ج۱۱ص۱۸۱،مفردات ص۱۹۹)

''امام راغب نے مفردات میں فرمایا ہے کہ رفع کا کبھی جسم میں استعمال ہوتا ہے جس کو تو اس کی جگہ سے اوپر اٹھائے جیسے: ''رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ (البقرة:٦٣)'' یعنی ہم نے تمہارے اوپر طور کو اٹھالیا اور ''قوله تعالی اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ (الرعد:٢)'' یعنی وہ ذات جس نے بغیر ستون کے آسمانوں کو اٹھالیا، اور کبھی بنا میں استعمال ہوتا ہے جس کو تو طویل کرے۔ جیسے ''اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ (البقرة:١٢٧)'' یعنی جب ابراہیم واسماعیل علیہم السلام بیت اللہ شریف کی بنیاد کو اٹھاتے تھے، اور کبھی ذکر میں استعمال ہوتا ہے جب تو اس کی مدح کرے اور اس کو شہرت اور عزت دے جیسے ''رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح:٤)'' یعنی ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا، اور کبھی مرتبہ میں استعمال ہوتا ہے جب تو کسی کو بلند درجہ عطاء کرے یا بلند درجہ بیان کرنا چاہے۔ جیسے ''رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (الزخرف:٣٢)'' یعنی ہم نے بعض کے مرتبہ کو بعض پر بلند کیا۔ ''نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (انعام:٨٣)'' یعنی ہم جس کو چاہتے ہیں درجہ بلند کرتے ہیں۔ ''رفیع الدرجٰت (غافر:١٥)'' بلند مرتبہ والا۔ لہٰذا آیت: ''رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ'' میں کہیں درجات کا لفظ تک نہیں اور نہ کوئی قرینہ صارفہ ہے۔ محض اپنی خودغرضی سے روح یا درجہ کا رفع مراد لینا نصوص قطعیہ سے اعراض ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ (۱) ''لا یرفع ثوبه حتّٰی یدنوا من الارض'' یعنی حضور ﷺ رفع حاجت کے لئے اپنا کپڑا نہیں اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ زمین کے قریب ہوتے تھے۔ (مجمع البحار ج۲ ص۳۵۷ رفع) (۲) ''کان یکثر ان یرفع طرفه الی السماء'' یعنی حضور ﷺ انتظار وحی میں اکثر اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ (مجمع البحار ج۲ ص۳۵۸) (۳) ''فرفع الی رسول اللّٰه ﷺ الصبی ونفسه تقعقع (مشکوٰۃ ص ١٥٠، باب البکاء علی المیت)'' یعنی لڑکے کو حضور ﷺ کی طرف اٹھا کر لایا گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ اور تیز حرکت کر رہا تھا۔ (۴) ''فرفعه الی یده لیراه الناس'' یعنی حضور ﷺ نے پانی کو اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کیا تاکہ لوگ اس کو دیکھیں (مجمع البحار ج۲ ص۳۵۶) (۵) ''لا ترفعن رؤسکن حتّٰی یستوی الرجال جلوسًا'' (حوالہ مذکورہ) یعنی حضور ﷺ نے عورتوں سے فرمایا تھا کہ اپنے سروں کو سجدے سے مت اٹھایا کرو۔ یہاں تک آدمی برابر سیدھے بیٹھ جائیں۔ (٦) ''ارفع یدك فرفع یده فاذا اية الرجم (بخاری ج٢ ص١٠٠٧)'' یعنی عبداللہ بن سلام نے یہودی سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ تو اٹھا اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اس کے نیچے آیت رجم نکلی۔ (۷) ''رفع یدیه، رفع راسه'' کثرت سے احادیث میں آیا ہے۔ (۸) (بخاری شریف ج۲ ص۵۸۷، باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان وبئر معونة) میں عامر بن فہیرہ کا بیر معونہ کے دن شہید ہونے کے بعد بجسد عنصری آسمان کی طرف اٹھ جانا درج ہے۔ ''قال لقد رأیته بعد ماقتل رفع الی السماء حتی انی لا نظر الی السماء بینه وبین الارض ثم وضع'' یعنی میں نے قتل ہوجانے کے بعد ان کو دیکھا کہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کو زمین وآسمان میں معلق دیکھا۔ پھر رکھے گئے۔ (۹) حضور ﷺ نے ایک دفعہ صاحبزادی امامہ رضی اللہ عنہا بنت زینب رضی اللہ عنہا کو کندھے پر اٹھا کر نماز پڑھی۔ ''فاذا رکع وضعها واذا رفع رفعها'' یعنی جب رکوع کو جاتے اتار دیتے تھے اور جب سجدہ سے فارغ ہو کر اٹھتے تھے تو امامہ رضی اللہ عنہا کو کندھے پر اٹھا لیتے تھے۔ (بخاری ج۲ ص۸۸٦، باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته) (۱۰) ''قد رفع اکلته الی فیه فلا یطعمها (بخاری ج٢ ص١٠٥٥، باب خروج النار)'' یعنی اچانک قیامت قائم ہوجائے گی کہ ایک شخص لقمہ منہ کی طرف اٹھائے گا وہ اس کو کھا نہیں سکے گا۔''

قادیانی سوال:۳۷

اللہ فاعل، ذی روح مفعول، توفی کا معنی موت اس چیلنج کو کوئی نہیں توڑ سکا۔

جواب: اگر کسی موقع پر دوسرے دلائل ایسے موجود ہوں جن کے پیش نظر توفی کے حقیقی معنی لئے جا سکتے ہوں یا حقیقی کے ماسوا دوسرے معنی بن ہی نہ سکتے ہوں تو اس مقام پر خواہ فاعل ''اللہ تعالیٰ'' اور مفعول ''ذی روح انسان'' ہی کیوں نہ ہو وہاں حقیقی معنی ''پورا لے لینا'' ہی مراد ہوں گے۔ مثلاً:

۱...... آیت: ''اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (زمر:۴۲)'' اللہ پورا لے لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو جن کو ابھی موت نہیں آئی ہے۔ پورا لے لیتا ہے نیند میں۔ ''والتی لم تمت'' کے لئے بھی لفظ ''توفی'' بولا گیا یعنی ایک جانب یہ صراحت کی جا رہی ہے کہ یہ وہ جانیں (نفوس) ہیں جن کو موت نہیں آئی اور دوسری جانب یہ بھی بصراحت کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیند کی حالت میں ان کے ساتھ ''توفی'' کا معاملہ کرتا ہے تو یہاں اللہ فاعل ہے۔ ''متوفی'' اور نفس انسانی مفعول ہے۔ ''متوفی'' مگر پھر بھی کسی صورت سے ''توفی بمعنی موت'' صحیح نہیں ہیں ورنہ تو قرآن کا جملہ ''والتی لم تمت'' العیاذ باللہ مہمل ہو کر رہ جائے گا۔ یا مثلاً:

۲...... ''وھو الذی یتوفکم بالیل ویعلم ما جرحتم بالنھار (انعام:۶۰)'' اور وہی (اللہ) ہے جو پورا لے لیتا یا قبضہ میں کر لیتا ہے تم کو رات میں اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو دن میں۔ اس میں بھی کسی طرح توفی بمعنی موت نہیں بن سکتے۔ حالانکہ فاعل اللہ اور مفعول ذی روح انسانی نفوس ہیں۔ فعل توفی اور معنی نیند کے ہیں۔ یا مثلاً

۳...... آیت: ''حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا (انعام:۶۱)'' یہاں تک کہ جب آتی ہے تم میں سے ایک کسی کو موت، قبض کر لیتے ہیں یا پورا لے لیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) میں ذکر موت ہی کا ہو رہا ہے۔ لیکن پھر بھی توفتہ میں توفی کے معنی موت کے نہیں بن سکتے۔ ورنہ بے فائدہ تکرار لازم آئے گا۔ یعنی ''احدکم الموت'' میں جب لفظ ''موت'' کا ذکر آ چکا تو اب ''توفتہ'' میں بھی اگر توفی کے معنی موت ہی کے لئے جائیں تو ترجمہ یہ ہوگا۔ ''یہاں تک کہ جب آتی ہے تم میں سے ایک کسی کو موت، موت لے آتے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں دو بار لفظ موت کا ذکر بے فائدہ ہے اور کلام فصیح و بلیغ اور معجز تو کیا روزمرہ کے محاورہ اور عام بول چال کے لحاظ سے بھی پست اور لاطائل ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر ''توفی'' کے حقیقی معنی ''کسی شئے پر قبضہ کرنا یا اس کو پورا لے لینا'' مراد لئے جائیں تو قرآن عزیز کا مقصد ٹھیک ٹھیک ادا ہوگا اور کلام بھی اپنے حد اعجاز پر قائم رہے گا۔''

اب ہر ایک عاقل غور کر سکتا ہے کہ یہ دعویٰ کرنا کہ ''توفی'' کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ خصوصاً جب کہ فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح کہاں تک صحیح اور درست ہے؟

۴...... ان تین مقامات کے علاوہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸ ''ثم توفی کل نفس بما کسبت'' پھر پورا دیا جائے گا ہر ایک نفس کو جو کچھ اس نے کمایا ہے۔

اور سورۂ نحل کی آیت نمبر:۱۱۱ ''وتوفی کل نفس ما عملت'' اور پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو کچھ اس نے کمایا ہے۔ میں بھی توفی کا فاعل اللہ تعالیٰ اور مفعول ''نفس انسانی'' ہے تاہم یہاں بھی توفی بمعنی موت نہیں بن سکتے اور یہ بہت واضح اور صاف بات ہے۔ ''یا وفیت کل نفس ماکسبت وھم لا یظلمون (آل عمران:۲۵) یا فاما الذین

آمنوا وعملوا الصلحٰت فیوفیهم اجورهم (آل عمران:۵۷)''غرض ان آیات میں باوجود اس امر کے کہ ''توفی'' کا فاعل اللہ تعالیٰ اور اس کا مفعول انسان یا نفس انسانی ہے پھر بھی باجماع اہل لغت وتفسیر ''موت کے معنی'' نہیں ہوسکتے۔ خواہ اس لئے کہ دلیل اور قرینہ اس معنی کے خلاف ہے اور یا اس لئے کہ اس مقام پر توفی کے حقیقی معنی (پورا لے لینا) یا قبض کر لینا کے ماسوا ''موت کے معنی'' کسی طرح بن ہی نہیں سکتے۔

تو مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ ''توفی'' اور ''موت'' مرادف الفاظ ہیں یا یہ کہ توفی کا فاعل اگر اللہ تعالیٰ اور مفعول انسان یا نفس انسانی ہو تو اس جگہ صرف ''موت'' ہی کے معنی ہوں گے۔ دونوں دعویٰ باطل اور نصوص قرآن کے قطعاً مخالف ہیں۔''فهاتوا برهانکم ان کنتم صدقین''

۵...... قاعدہ: مرزا قادیانی نے یہ قاعدہ افتراء کیا ہے۔ دنیا کی کسی کتاب میں یہ قاعدہ مذکور نہیں۔ زیادہ نہیں چودہ صدیوں کے مسلمہ مجددین میں سے کسی ایک مجدد کی کتاب سے ہی قادیانی یہ قاعدہ دکھادیں ورنہ اقرار کریں کہ یہ مرزا قادیانی کی دجالانہ اختراع تھی۔

۶...... مرزا قادیانی نے کہا کہ اللہ فاعل ذی روح مفعول توفی کا معنی سوائے موت کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ گویا مرزا قادیانی نے اعتراف کر لیا کہ توفی کا حقیقی معنی موت نہیں۔ ورنہ ان شرائط کی کیا ضرورت تھی؟

بالفاظ دیگر مرزا قادیانی نے تسلیم کر لیا کہ توفی میں جہاں اللہ فاعل نہ ہو۔ یا ذی روح مفعول نہ ہو وہاں اس کا معنی موت نہیں ہوگا۔ مرزا قادیانی کا اتنی بات تسلیم کرنا دلیل ہے۔ اس امر کی کہ توفی کا حقیقی معنی موت نہیں۔ ورنہ حقیقی معنی کبھی شرائط کا محتاج نہیں ہوتا۔

۷...... مرزا قادیانی نے (براہین احمدیہ ص۵۱۹، خزائن ج۱ ص۶۲۰) پر لکھا ہے:''یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك ''میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا۔'' لیجئے! اللہ فاعل ذی روح مفعول لفظ توفی لیکن خود مرزا قادیانی نے معنی موت نہیں کیا۔

مرزائیوں کو چیلنج

اگر قاعدے ہی بنانے ہیں تو پھر ہمارا دعویٰ سنیں۔

۱...... اگر فعل توفی رفع کے ساتھ مستعمل ہو اور فاعل دونوں کا اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول جسم ذی روح ذات واحد تو وہاں صرف اخذ جسم مع رفع جسم ہی کے معنی ہوں گے۔ کوئی دنیا کا قادیانی اس قاعدہ کو توڑ کر دکھائے۔

۲...... اب ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر توفی باب تفعل ہو۔ اللہ اس میں فاعل ہو اور ذی روح اس کا مفعول یہ ہو جو بن باپ پیدا ہوا ہے وہاں پر توفی کا معنی پورا پورا لینا اور اٹھانا ہوگا۔ وہاں موت کا معنی نہیں ہوگا۔ کوئی قادیانی میدان میں آئے جو ہمارے اس قاعدے کو توڑ کر منہ مانگا انعام حاصل کرے۔ اگر قادیانی کہیں کہ یہ قاعدہ کہاں لکھا ہے؟ تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ علم نحو کی جس کتاب میں مرزا قادیانی کا قاعدہ لکھا ہوا ہے اس کے اگلے صفحہ پر ہمارے یہ قاعدے بھی لکھے ہوئے ہیں۔

مرزا قادیانی کا چیلنج قبول

مرزا قادیانی نے لکھا:''اگر کوئی شخص قران کریم سے یا حدیث رسول سے یا اشعار وقصائد نظم ونثر قدیم وجدید

عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جوذی روح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر پایا گیا ہے۔ یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپے نقد دوں گا۔" (ازالہ اوہام ص۹۱۹، خزائن ج۳ ص۶۰۳)

آنحضرت ﷺ سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک انصاری کے جواب میں فرمایا: "اذا رمی الجمار لا یدری احد ماله حتّٰی یتوفّاہ اللّٰه عزوجل یوم القیامة" جب کوئی رمی جمار (شیطانوں کو کنکریاں مارنا) کرتا ہے تو نہیں جانتا کہ اس کا کیا اجر ہے۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے پورا پورا (اجر) دیں گے۔

(الترغیب والترہیب للمنذری ج۲ ص۱۶۰، باب ترغیب وقوف بعرفۃ والمزدلفۃ وفضل یوم عرفۃ، موارد الظمآن ص۲۴۰، حدیث نمبر ۹۶۳)

لیجئے اس روایت میں مرزا قادیانی کی مطلوبہ تمام شرائط موجود ہیں اور توفی کا معنی موت مرزا قادیانی تو درکنار اس کا باپ بھی اس روایت میں نہیں کر سکتا۔

قادیانیوں کو چیلنج

مرزا غلام احمد قادیانی نے (ازالہ اوہام ص۵۴۰، خزائن ج۳ ص۳۹۰) پر لکھا ہے: "توفی کا معنی روح کو قبض کر لینا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا" اس پر ہمارے مخدوم حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (غایت المرام ص۷۹) پر مرزا قادیانی کو چیلنج دیا کہ: "ہم حیران ہیں کہ توفی کے معنی صرف "قبض روح" کس لغت میں ہیں۔ اگر براہ عنایت مرزا قادیانی کسی مستند کتاب لغت میں یہ الفاظ لکھے دکھا دیں کہ توفی کے معنی "صرف قبض روح اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے" کے ہیں تو وہ ایک ہزار روپیہ کا انعام پانے کے مستحق ہوں گے۔ اس رقم میں "سراج منیر" بخوبی چھپ سکتا ہے۔"

(احتساب قادیانیت ج۶ ص۲۳۵، ۲۳۶)

یہ اس زمانہ کی بات ہے جب مرزا قادیانی زندہ تھا۔ "سراج منیر" اپنی کتاب چھاپنے کے لئے چندہ کی اپیلیں کر رہا تھا۔ مرزا قادیانی اس چیلنج کو قبول کرنے سے عاجز رہا۔ اب ہم مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ادنیٰ خادم ہونے کے ناتے پوری قادیانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ اس چیلنج کو قبول کرو اور ہم سے انعام پاؤ۔ نکلو میدان میں۔ مرد میدان بن کر سامنے آؤ اور مرزا قادیانی کی پیشانی سے ذلت وندامت کے داغ کو دھونے کے لئے کوشش کرو۔ مگر قیامت تک ایسا نہ کر سکو گے۔ "ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین"

قادیانی سوال: ۳۸

رحمت عالم ﷺ کی وفات پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی بلکہ آپ کو اس طرح اٹھایا جائے گا، جیسا کہ مسیح علیہ السلام اٹھائے گئے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے "قد خلت من قبله الرسل" قرآنی آیت پڑھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ کی وفات پر یقین ہو گیا۔ گویا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا۔

جواب: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر سے ایسے وارفتہ ہوئے کہ اس پر یقین کرنا ان کے لئے مشکل ہو گیا۔ چونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء ایسا متفق علیہ ومشہور عقیدہ تھا کہ اس پر

قیاس کیا کہ آپ ﷺ کا ایسے رفع ہوگا جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر استدلال کیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا انکار نہیں کیا۔ ورنہ مقیس علیہ کا انکار کرنے سے مقیس کا خود انکار ہو جاتا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کہاں رفع ہوا؟ اس سے آنحضرت ﷺ کے رفع کی خود بخود تردید ہو جاتی۔ سیدنا ابوبکرؓ نے رفع عیسیٰ کا انکار نہیں کیا۔ صرف آنحضرت ﷺ کے وصال کو ثابت کیا۔ اس پر تمام صحابہؓ خاموش رہے۔ گویا اجماع ہو گیا صحابہ کرامؓ کا اس امر پر کہ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع برحق ہے۔

قادیانی سوال:۳۹

بخاری شریف کی روایت ہے کہ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ فرمائیں گے:''فاقول کما قال العبد الصالح کنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم ''پس عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی توفی ایک جیسی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی توفی سے مراد موت ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کی توفی موت کیوں نہیں؟

جواب: پہلے تو بخاری شریف کی روایت مکمل نقل کرتے ہیں جو یہ ہے:''انه یجاء برجال من امتی فیوخذ بهم ذات الشمال فاقول یارب اصیحابی فیقال انك لا تدری ما احد ثوابعدك فاقول کما قال العبد الصالح کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَادُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ (بخاری ج۲ ص۶۶۵، باب قوله وکنت علیهم شهیدا) ''میری امت کے بعض لوگ پکڑے جائیں گے اور بائیں طرف یعنی جہنم کی طرف ان کو چلایا جائے گا۔ میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے صحابیؓ ہیں۔ کہا جائے گا کہ آپ کو اس کا علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا۔ پس میں ویسے ہی کہوں گا۔ جیسا کہ عبد صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جب تک میں ان میں موجود تھا ان پر گواہ تھا اور جب تو نے مجھے بہ تمامہ بھرپور لے لیا تھا اس وقت آپ نگہبان تھے۔

جواب: یہ تو پہلے قرآن کے اسی رکوع سے اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے حتیٰ کہ مرزا قادیانی کے قول سے معلوم ہو چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ قیامت کے دن ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن فرمائیں گے اور حضور ﷺ کا یہ فرمان بھی اسی حدیث میں ظاہر ہے کہ قیامت کے دن حوض پر فرمائیں گے۔ اب رہا کہ یہ صیغہ ماضی کا ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے لئے''قال ''اور اپنے لئے''اقول ''اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا قول قیامت میں پہلے ہو چکے گا اور حضور ﷺ کا یہ واقعہ بعد کو پیش آئے گا۔ تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ویسے ہی کہوں گا جیسا کہ اس سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ یعنی قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی ماضی حضور ﷺ کے قول کے اعتبار سے ہے۔

جواب: ۲...... دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے جب یہ حدیث بیان فرمائی تھی تو سورۂ مائدہ جس میں یہ حکایت مذکور ہے پہلے نازل ہو چکی تھی اور تمام صحابہؓ نے اس حکایت کو سن لیا تھا۔ اب حضور ﷺ اس حکایت کو محکی عنہ بنا کر بیان فرماتے ہیں۔ یعنی''فاقول کما قال العبد الصالح فی سورة المائدة''

جواب: ۳...... یہ غلط ہے کہ حضور ﷺ کی توفی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی ایک ہی صورت کی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور ﷺ یہ فرماتے:''فاقول ما قال العبد الصالح ''حالانکہ''فاقول کما قال ''صرف قول میں تشبیہ ہے مقولہ میں نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے یعنی اسی قسم کا قول میں بھی کہوں گا نہ یہ کہ وہی قول کہوں گا مشبہ اور مشبہ بہ میں تغائر

ضروری ہے۔ ادنیٰ مشارکت سے تشبیہ متحقق ہو جاتی ہے۔ جیسے کالاسد بہادری میں تشبیہ ہے نہ کہ من کل الوجوہ جیسے دم۔ ٹانگ، کھال۔ پس اس حدیث کا صرف یہ مطلب ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی غیر حاضری کا عذر کریں گے میں بھی اپنی غیر حاضری کا عذر کروں گا نہ کہ وہی الفاظ کہوں گا جو کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہے ہوں گے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول مرزا قادیانی جس سوال کا یہ جواب ہے یہ سوال ہوگا۔ ''ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ (مائدہ:۱۱۶)'' اور حضور ﷺ سے ہرگز یہ سوال نہ ہوگا تو پھر یہ بعینہٖ جواب بھی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ حضور ﷺ عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے مانند کہیں گے اور غیر حاضری کا عذر دونوں فرمائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی یعنی غیر حاضری وعدم موجودگی بطور اصعاد الی السماء ہوئی اور حضور ﷺ کی توفی یعنی غیر حاضری وعدم موجودگی بطور توفی بالموت کے، تشبیہ کے لئے اس قدر بھی تغائر کافی ہے۔

جواب: ۴...... اگر کوئی عیسائی اعتراض کرے کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو کوڑے پٹوائے گئے اور طمانچے مارے گئے۔ صلیب پر چار میخ کر کے عذاب دیئے گئے اور صلیب پر اس کی جان نکلی تھی۔ جیسا کہ اناجیل میں ہے کہ یسوع نے بڑے زور سے چلا کر جان دی اور اس کی توفی وقوع میں آئی۔ اسی طرح نعوذ باللہ محمد ﷺ کی توفی ہوئی ہوگی اور یہی آپ کی دلیل پیش کرے کہ جیسے کہ مسیح علیہ السلام کی توفی ہوئی۔ اسی طرح محمد ﷺ کی توفی وقوع میں آئی۔ کیونکہ محمد ﷺ کی توفی اور عیسیٰ علیہ السلام کی توفی ایک ہی صورت کی تھی تو مرزا قادیانی اور مرزائی بتادیں کہ اس عیسائی کو وہ کیا جواب دیں گے؟ آیا ایسی تذلیل اور عذاب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہوئے ویسے ہی حضرت خلاصۂ موجودات افضل الرسل ﷺ کے واسطے ہونے قبول کریں گے یا اپنی اس دلیل کی اصلاح کریں گے کہ دونوں کی توفی ایک ہی قسم کی نہ تھی؟

جواب: ۵...... کلمہ ''کما'' کے ماقبل ومابعد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہر طرح اور ہر وصف اور ہر حکم میں ایک جیسے ہوں۔ بلکہ بسااوقات ان کی کیفیتوں میں بہت مغائرت ہوتی ہے۔ جیسے آیت کریمہ: ''کما بدأنا اوّل خلق نعیدہ (الانبیاء)'' یعنی جس طرح ہم نے پہلی دفعہ پیدا کرلیا تھا۔ اسی طرح پھر دوسری دفعہ بھی پیدا کرلیں گے۔ جو اس حدیث کی کتاب صحیح بخاری میں موجود ہے۔ پہلی دفعہ کی پیدائش اور قیامت کی پیدائش کو کلمہ کما سے ذکر کیا تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلے گا کہ پہلی دفعہ ماں کے پیٹ اور باپ کے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے تو پھر قیامت کو بھی اسی طرح پیدا ہوں گے۔ معاذ اللہ! پہلی دنیوی پیدائش، دوسری اخروی پیدائش۔ دونوں کے لئے لفظ ''کما'' آیا۔ مگر ان میں مماثلت صرف اس امر میں ہے کہ یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہیں۔ جس طرح پہلی پیدائش کو تم دیکھ چکے اس طرح دوسری دفعہ (موت کے بعد) زندہ کرنا بھی اس خالق علیم کی قدرت سے باہر نہیں۔ دونوں تخلیقوں کے لئے لفظ کما آیا لیکن کیفیات میں فرق ہے۔ اس طرح ''اقول کما قال'' میں دونوں کے لئے کما ہے۔ مگر قول دونوں حضرات کے مختلف ہوں گے۔

جواب: ۶...... اسی آیت میں ''فلما توفیتنی'' سے قبل ''تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك'' ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ دونوں کے لئے ایک ہی لفظ نفس استعمال ہوا ہے تو معاذ اللہ اس سے کیا یہ لازم آیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نفس اور اللہ تعالیٰ کا نفس ایک جیسے ہیں۔ اسی طرح گو ایک ہی لفظ توفی دونوں کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ مگر ہر دو کے حالات مخصوصہ جو دلائل خارجہ سے ثابت ہیں ان پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی توفی رفع الی السماء سے اور آنحضرت ﷺ کی توفی موت سے ہوئی۔ آپ ﷺ کی توفی بخاری ''باب وفات النبی ﷺ وموضعہ'' نے متعین کردی اور عیسیٰ علیہ السلام کی متوفیك کے بعد رافعك نے متعین کردی۔

قادیانی سوال:۴۰

کیا اس بات میں امت محمدیہ ﷺ کی جو خیرالامت ہے اور اس کی شان میں ہے:''علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل'' ہتک نہیں ہے کہ اصلاح امت محمدیہ ﷺ کے لئے ایک نبی کو محفوظ رکھا جائے اور امت میں کوئی لائق نہیں کہ اصلاح کرے اور خدا کو نبی بھیجنا پڑے۔ کیا یہ کام امت محمدیہ ﷺ کا مجدد نہیں کر سکتا۔

جواب: ۱...... چونکہ حضرت عیسیٰ نبی امتی بن کر آئیں گے۔ جیسا کہ حدیثوں میں مذکور ہے یہ امت محمدی کا فخر اور عزت ہے کہ اس میں ایک اولوالعزم پیغمبر علیہ السلام شامل ہوتا ہے اور اپنی دعا سے شامل ہوتا ہے۔ دیکھو انجیل برنباس: ''اے رب بخشش کرنے والے اور رحمت میں غنی تو اپنے خادم (عیسیٰ علیہ السلام) کو قیامت کے دن اپنے رسول ﷺ کی امت میں ہونا نصیب فرما۔'' (فصل۲۱۲ص۱۹۴)

اب بتاؤ کہ یہ امت محمدیہ ﷺ کی ہتک ہے یا علو درجہ کا ثبوت ہے کہ ایک نبی دعا کرتا ہے کہ اے خدا مجھ کو امت محمدی ﷺ میں ہونا نصیب فرما۔

جواب: ۲...... کس قدر عالی مرتبہ اس امت کا ہے کہ عیسائیوں کا خدا اس امت کا ایک فرد ہو کر آتا ہے۔ مگر تعصب بھری آنکھ کو یہ عزت ہتک نظر آتی ہے یہ نظر کا قصور ہے۔ آہ! کس قدر کج فہمی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے تو ہتک ہے اور مرزا قادیانی کو حضور ﷺ کے بعد نبی بنانے سے ہتک نہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی علت غائی احکام دین اسلام کی تنسیخ یا شریعت محمدی ﷺ کی کمی پوری کرنا نہیں۔ حدیثوں میں بصراحت موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کے واسطے اور صلیب کے توڑنے کے لئے آئیں گے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یہود اور نصاریٰ کی اصلاح کے واسطے آئیں گے نہ کہ دین اسلام اور امت محمدی کی اصلاح کے واسطے۔ دیکھو قرآن مجید فرما رہا ہے:''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ''یعنی مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے اہل کتاب اس پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ مجدد اسلامی امت کا وہ صرف ایک فرد ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا کہنا صرف مسلمانوں پر اثر کر سکتا ہے اور ارادۂ خداوندی میں کسر صلیب اور اصلاح یہود ہے اس لئے اسی پیغمبر علیہ السلام کو جسے ایک گروہ ان کو خدا بنا کر گمراہ ہوا اور دوسرے گروہ نے نبوت سے انکار کر کے ان کو جھوٹا نبی علیہ السلام کہا اور اپنی دانست میں ان کو طرح طرح کے عذاب دے کر صلیب پر قتل کر چکے۔ خداوند تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کے زعم باطل توڑنے اور کذب ظاہر کرنے اور امت محمدی ﷺ کا رتبہ بڑھانے اور ان کی دعا قبول کرنے اور''لتومنن به ولتنصرن''کا مصداق بنانے کے لئے ان کو مقدر کیا کہ جب وہ خود ہی زندہ اتر کر ان کے سب زعم باطل کر دے گا تو وہ آسانی سے سمجھ جائیں گے اور ایسا کھلا معجزہ اور کرشمہ قدرت دیکھ کر اور دجال کو اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کرنے کے بعد آخر کار سب اہل کتاب یہود اور نصاریٰ ایمان لے آئیں گے۔

جواب: ۳...... یہ کہاں لکھا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح کے واسطے آئیں گے''علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل'' کا صرف یہ مطلب ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کے نبی تبلیغ دین کرتے تھے اسی طرح میرے علماء امت تبلیغ دین کیا کریں گے۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، یہ نہیں کہ علماء امت بنی اسرائیل کے نبیوں کے ہم مرتبہ ہوں گے یا کسی قسم کی نبوت کے مدعی ہوں گے۔ نیز یہ کہ اس روایت کی صحت بھی مخدوش ہے۔

<u>جواب:</u> ۴...... پہلے نبیوں میں سے ایک نبی آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل ہو رہا ہے نہ کہ آپ ﷺ کی امت سے کسی شخص کو نبی بنایا جا رہا ہے۔

قادیانی سوال:۴۱

اسی طرح ایک اور روایت مسلم وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سو سال تک تمام جاندار مر جائیں گے۔ (کنزالعمال راوی جابر و مسلم)

<u>جواب:</u> اگر یہی ترجمہ صحیح ہے جو کیا گیا ہے تو پھر ہر ''جاندار'' میں تو جناب موسیٰ، ملائکہ علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ کیا یہ سب کے سب سو سال کے اندر اندر فوت ہو گئے تھے؟ تو صاحب جس دلیل سے تم ملائکہ کو ''ہر جاندار'' کے لفظ سے باہر کرو گے۔ اسی سے ہم مسیح کو نکال لیں گے۔ کیوں؟ کیسی کہی، ہاں! جس دلیل سے تم موسیٰ علیہ السلام کو بچاؤ گے ہم اس سے مسیح علیہ السلام کو۔

حضرات! اصل بات یہ ہے کہ مرزائی مذہب سراپا خیانت و فریب ہے۔ مرزا قادیانی کی بھی یہی عادت تھی کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث سے اپنے مطلب کو نقل کرتے۔ مگر جو فقرہ اپنی نفسانیت کے خلاف ہوتا اس کو چھوڑ دیتے۔ چنانچہ (حمامۃ البشریٰ ص ۸۸، خزائن ج ۷ ص ۳۱۲) پر کنزالعمال کی حدیث لکھتے ہیں جو ہم اسی مضمون میں بذیل ثبوت حیات مسیح لکھ آئے ہیں۔ یعنی حدیث نمبر:۸۔ مگر اس میں لفظ ''من السماء'' چھوڑ گئے۔ یہی چالا کی مرزائی مصنف نے کی ہے۔ مسلم کی حدیث جو جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ''مَا عَلَی الْاَرْض'' کا لفظ موجود ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: آج جتنے لوگ زمین پر موجود ہیں سو سال تک ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔

''ما علی الارض من نفس منفوسة یاتی علیها مائة سنة وهی حیة یومئذ (مسلم)'' یعنی روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے پیغمبر خدا ﷺ فرماتے تھے۔ روئے زمین پر کوئی نفس نہیں جو پیدا کیا گیا ہو اور موجود ہو۔ پھر آج سے سو برس سے گزرے اور وہ زندہ ہو۔ دوسرے حدیث صحیح مسلم کی یہ ہے کہ زمین پر کوئی شخص بھی آج کے لوگوں میں سے زندہ موجود ہو۔ (ازالہ اوہام ص ۴۸۱، خزائن ج ۳ ص ۳۵۸)

مگر مرزائی مصنف پاکٹ بک کی خیانت ہے کہ: ''زمین پر آج کے لوگوں'' کے الفاظ اڑا کر ''ہر جاندار'' ترجمہ کر کے مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے۔

قادیانی سوال:۴۲

''ان ینزل فیکم'' میں آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کیا ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔

<u>الجواب:</u> خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ عامہ امت محمدیہ تا قیامت مخاطب ہے۔ ''ابن خزیمہ و حاکم'' نے روایت نقل کی ہے: ''عن انس قال النبی ﷺ سیدرك رجال من امتی ابن مریم (کنزالعمال ج ۱۴ ص ۳۳۵، حدیث نمبر:۳۸۸۵٤)'' یعنی میری امت کے لوگ عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پائیں گے نہ صحابہ لوگ، اور دیگر احادیث صحیحہ کثیرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت تشریف لانا مصرح ہے۔ ملاحظہ ہوں: ''قال لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسیٰ بن مریم (مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۳، ابن ماجه ص ۲۹۹، باب فتنة الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم)''

''لن تقوم الساعة حتی ترون قبلها عشر اٰیات ونزول عیسٰی ابن مریم (مسلم ج۲ ص۳۹۳، کتاب الفتن) ظاهرین الی یوم القیامة فینزل عیسٰی ابن مریم (مسلم ج۱ ص۸۷، باب نزول عیسٰی بن مریم) کیف تهلك امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح اخرها (مشکوٰة ص۵۸۳، باب ثواب هذه الامة) ''ان تمام حدیثوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت میں مذکور ہے اور پچھلی روایت میں امت محمدیہ کے آخر زمانہ میں مسیح علیہ السلام کا ہونا مصرح ہے نہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہ چودہ سوسال کے بعد۔

قادیانی سوال:۴۳

''مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَد'' عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد احمد رسول ﷺ آئے گا۔ بعد سے مراد وفات ہے۔

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَاِذْ وَعَدْنَا مُوْسٰی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ (بقرہ:۵۱) ''یعنی تم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بچھڑے کو پوجا اور تم ظالم ہو۔ جو معنی اس جگہ اور جو معنی ''بعد'' کے ہیں وہی معنی کلام مسیح میں بھی۔ کیا آیت ہذا میں ''بعد'' سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہے؟ ہرگز نہیں۔

قادیانی سوال:۴۴

آنحضرت ﷺ نے شب معراج باقی انبیاء علیہم السلام میں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ جب وہ فوت شدہ ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات یافتہ ہے نہیں تو انہیں بھی زندہ مانو۔

الجواب: الف...... جناب اگر ایک زندہ انسان کا وفات یافتہ روحوں میں شامل ہونا ثبوت وفات ہے تو پھر مرزا قادیانی زندگی میں ہر مر چکے تھے جو کہتے تھے کہ: (۱) ''اس (مسیح نے) کئی دفعہ مجھ سے ملاقات کی۔ ایک دفعہ میں نے اور اس نے عالم کشف میں جو گویا بیداری کا عالم تھا ایک جگہ بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا۔'' (ریویو ج۱ اص ۳۴۸) (۲) ''ایک دفعہ میں نے بیداری کی حالت میں جناب رسول ﷺ کو مع حسین وعلی وفاطمہ کے دیکھا یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی۔'' (فتاویٰ احمدیہ ج۱ ص۱۷۸، اخبار الحکم مورخہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۲ء)

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس میں اک سودا برہنہ پا بھی ہے

ب...... یہ استدلال درست نہیں۔ کیونکہ اس سے تو پھر یہ لازم آئے گا کہ اس وقت خود آنحضرت ﷺ بھی فوت شدہ ہوں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ کو اس دنیوی زندگی میں جسمانی معراج ہوئی۔ پس جس طرح دوسرے انبیاء کی ملاقات کے وقت آنحضرت ﷺ زندہ تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی زندہ تھے اور آسمانوں پر تھے اور آنحضرت ﷺ کو اپنے نزول قرب قیامت کی خبر دی تھی۔ جیسا کہ ''ابن ماجہ'' میں مصرح ہے۔

ج...... یہ غلط ہے کہ معراج کی رات وفات شدگان کا اجتماع تھا۔ بلکہ آنحضرت ﷺ اور سیدنا جبرائیل علیہ السلام جیسے اس اجتماع میں زندہ تھے سیدنا مسیح علیہ السلام بھی تھے۔ معراج کی رات تین قسم کے حضرات کی باہمی ملاقات تھی۔ (۱) فوت شدگان کی فوت شدگان سے جیسے آدم وابراہیم علیہ السلام۔ (۲) فوت شدگان کی زندہ حضرات سے جیسے سیدنا آدم علیہ السلام کی آنحضرت ﷺ سے۔ (۳) زندہ حضرات کی زندہ حضرات سے جیسے آنحضرت ﷺ کی سیدنا جبرائیل ومسیح علیہ السلام سے یا ان دونوں حضرات کی آنحضرت ﷺ سے۔ پس قادیانی استدلال باطل ہے۔

قادیانی سوال:۴۵

زمین سے آسمان تک کی طویل مسافت کا چند لمحوں میں طے کر لینا کیسے ممکن؟

جواب: ۱...... کہ حکماء جدید لکھتے ہیں کہ نور ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل کی مسافت طے کرتا ہے۔

۲...... بجلی ایک منٹ میں پانچ سو مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے۔

۳...... اور بعض ستارے ایک ساعت میں آٹھ لاکھ اسی ہزار میل حرکت کرتے ہیں۔

۴...... علاوہ ازیں انسان جس وقت نظر اٹھا کر دیکھتا ہے تو حرکت شعاعی اس قدر سریع ہوتی ہے کہ ایک ہی آن میں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ آسمان حائل نہ ہوتا تو اور دور تک وصول ممکن تھا۔

۵...... نیز جس وقت آفتاب طلوع کرتا ہے تو نور شمس ایک ہی آن میں تمام کرۂ ارض پر پھیل جاتا ہے۔ حالانکہ سطح ارضی ۲۵۳۶۳۶۳۶ ؍فرسخ ہے۔ جیسا کہ سبع شداد ص۴۲ پر مذکور ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ لہٰذا مجموعہ ۶۱۰۹۰۹۰۸ ؍کروڑ میل ہوا۔ حکماء قدیم کہتے ہیں کہ جتنی دیر میں جرم شمس بتمامہ طلوع کرتا ہے۔ اتنی دیر میں فلک اعظم کی حرکت ۵۱۹۶۰۰ ؍لاکھ فرسخ ہوتی ہے اور ہر فرسخ چونکہ تین میل کا ہوتا ہے۔ لہٰذا مجموعہ مسافت ۱۵۵۸۸۰۰ ؍لاکھ میل ہوئی۔ نیز شیاطین اور جنات کا شرق سے لے کر غرب تک آن واحد میں اس قدر طویل مسافت کا طے کر لینا ممکن ہے تو کیا خداوند عالم اور قادر مطلق کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی خاص بندے کو چند لمحوں میں اس قدر طویل مسافت طے کرا دے؟

۶...... آصف بن برخیا کا مہینوں کی مسافت سے بلقیس کا تخت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پلک جھپکنے سے پہلے پہلے حاضر کر دینا قرآن کریم میں مصرح ہے: ’’کما قال تعالیٰ وَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ (النحل:۴۰)‘‘ اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کا مسخر ہونا بھی قرآن کریم میں مذکور ہے کہ وہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے تخت کو جہاں چاہے اڑا کر لے جاتی اور مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتی۔ ’’کما قال تعالیٰ وَسَخَّرْنَا لَہُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ‘‘

۷...... آج کل کے ملحدین فی گھنٹہ تین سو میل کی مسافت طے کرنے والے ہوائی جہاز پر تو ایمان لے آئے ہیں مگر نہ معلوم سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بھی ایمان لاتے ہیں یا نہیں؟ ہوائی جہاز بندہ کی بنائی ہوئی مشین سے اڑتا ہے اور سلیمان علیہ السلام کے تخت کو ہوا بحکم خداوندی اڑا کر لے جاتی تھی۔ کسی بندہ کے عمل اور صنعت کو اس میں دخل نہ تھا۔ اس لئے وہ معجزہ تھا اور ہوائی جہاز معجزہ نہیں۔

۸...... مرزا قادیانی (چشمہ معرفت حصہ دوم ص۲۱۹، خزائن ج۲۳ ص۲۲۷، ۲۲۸) پر لکھتے ہیں: ’’پھر مضمون پڑھنے والے نے قرآن پر یہ اعتراض کیا کہ اس میں لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مسیح مع گوشت پوست آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ ہماری طرف سے یہ جواب کافی ہے کہ اوّل تو خداوند تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے۔‘‘ اور (ازالہ اوہام ص۲۷۲، خزائن ج۳ ص۲۳۸) میں اپنے ایک مطلب کے ثبوت میں تورات کی عبارت استدلال پیش کرتے ہیں جس میں یہ بھی لکھا ہے: ایلیا نبی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور چادر اس کی زمین پر۔

قادیانی سوال:۴۶

حیات مسیح عقل میں نہیں آتا؟

جواب: ۱...... گو قرآن کی آیتوں، حدیثوں اور آثار صحابہ ؓ وتابعین ؒ اور اجماع امت یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور اصالۃً نزول فرمائیں گے لیکن عام عقلوں میں نہیں سماتا۔ اس کے جواب میں ان کے مرشد کا یہ حکم سنا دینا چاہئے کہ (ازالہ اوہام ص۸۳۵، خزائن ج۳ ص۵۵۲) میں ہے: ''اگر قرآن وحدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اسکو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔'' اور (ازالہ اوہام ص۳۷۴، خزائن ج۳ ص۲۹۳) میں ہے: ''سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں۔'' اگر کہا جائے کہ خدا نے خود فرمایا ہے: ''لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا (الاحزاب:۶۲)'' کہ ہم اپنی سنت جاریہ کے خلاف نہیں کرتے تو میں کہوں گا کہ اگر سنت اللہ کے یہ معنی ہیں تو بتایئے کہ پہلے سب مخلوق محض عدم میں تھے پھر پیدا کر کے کیوں سنت کو بدلا اور پھر پیدا کر کے مار ڈالنے سے سنت کو بدلا اور پھر قیامت کو زندہ کر کے اپنی سنت کو بدل ڈالے گا اور نیز آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کو بے ماں وباپ کے پیدا کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ کے جو یہ بھی سنت جاریہ کے خلاف ہے اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات سب خارق عادت ہی ہوتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ یہ مجموعہ حالت کا من حیث المجموع سنت اللہ ہے تو میں کہوں گا کہ کسی کو مار کر زندہ نہ کرنا اور بعض کو بطور خرق عادت زندہ کرنا اور کسی کو آسمان پر نہ اٹھانا اور بعض کسی کو اٹھالینا یہ مجموعہ بھی سنت اللہ ہے۔ چنانچہ (بخاری شریف ج۲ ص۵۸۷، باب غزوۃ الرجیع وبیر معونہ) میں عامر بن فہیرہ ؓ کا بیر معونہ کے دن شہید ہونے کے بعد بجسد عنصری آسمان کی طرف اٹھ جانا پھر زمین پر آجانا درج ہے۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ تو سنت اللہ کے بدل دینے کو نہیں پاسکتا۔ یعنی ہماری سنت کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ ''لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ (انعام:۳۴)'' ہاں وہ خود بدل سکتا ہے اور سنت سے مراد سنت قولی یعنی وعدۂ نصرت بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی ہم اپنے وعدۂ نصرت کو نہیں بدلتے۔ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کو نصرت ہی دی ہے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ وَعْدَهٗ رُسُلَهٗ'' اور نیز آیات اللہ اور سنت اللہ میں فرق ہے۔ آیات اللہ جس جگہ قرآن مجید میں آیا ہے خارق عادت ہے اور سنت اللہ سے عادت اکثریہ مراد ہے۔ فافہم!

جواب: ۲...... دین صرف عقل کی نہیں بلکہ نقل کی تابعداری کا نام ہے۔ صرف عقل کو شیطان نے استعمال کیا کہ میں آدم علیہ السلام کو کیسے سجدہ کروں۔ ''انا خیر منه'' وہ ابلیس ہوا۔

قادیانی سوال:۴۷

جیسے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کے نزول کی پیشین گوئی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بعثت سے پوری ہوئی تھی۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی پیشین گوئی کسی دوسرے مدعی کی بعثت سے ہوسکتی ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی ہی نازل ہوں بلکہ مثیل مراد ہے۔ کیونکہ پیشین گوئی میں اکثر استعارہ ہوتا ہے۔

جواب: ۱...... اوّل تو یہی غلط ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیشین گوئی کی ہے۔ کیونکہ پیشین گوئی اس کو کہتے ہیں جو کسی وجود کے ظہور سے پہلے خبر دی جائے۔ چونکہ یہود اور نصاریٰ کا باہمی اختلاف تھا۔ عیسائی کہتے تھے کہ مسیح علیہ السلام اب آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ دوبارہ اخیر زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور یہود کہتے تھے کہ ہم

نے مسیح علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن میں یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ ''مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ'' اور ایسا ہی احادیث میں بکثرت موجود ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ حیات ونزول مسیح علیہ السلام کا مسئلہ پیشین گوئی ہے اور پیشین گوئیاں استعارہ کے رنگ میں ہوتی ہیں۔ بلکہ حضور ﷺ نے حیات ونزول مسیح علیہ السلام کا فیصلہ فرمایا ہے نہ کہ پیشین گوئی کی ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضور سرور عالم ﷺ سے چھ سو برس پہلے دنیا میں آکر آسمان پر جاچکے تھے اور یہود اس کے منکر تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے ان کو قتل کر ڈالا ہے۔ یہود اور نصاریٰ میں یہی جھگڑا تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر یہ فیصلہ دیا کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں وہ اخیر زمانہ میں دوبارہ آئیں گے۔ پس اس فیصلہ نبوی ﷺ کے سامنے تمام امت کا سرخم چلا آیا ہے اور تیرہ سو برس سے اس پر اجماع امت ہے۔ اگر نصاریٰ کا عقیدہ اصالۃً نزول عیسیٰ علیہ السلام کا شرک تھا یا کم از کم غیر صحیح تھا تو قرآن شریف دوسرے عقائد ابن اللہ وغیرہ کی طرح اس کو بھی خوب صراحۃً رد فرمادیتا اور حضور ﷺ کی حدیث میں اس کا رد بکثرت پایا جاتا نہ کہ برعکس۔ قرآن شریف اور احادیث اس عقیدے کے ہم نوا ہوں اور یہ بھی خوب کہی کہ پیشین گوئیاں استعارہ کے رنگ میں ہوتی ہیں تاکہ کوئی کاذب متنبّی بھی جھوٹا نہ ہو سکے۔ جب چاہے جس پر چاہے گڑبڑ کر کے فریب دے سکے۔ دمشق سے مراد قادیان لے سکے۔ حالانکہ خود حضور ﷺ نے بتاکید منع فرمایا ہے۔ ''ان النبی ﷺ نهٰی عن الاغلوطات رواه ابوداؤد (مشکوٰة ص۳۵، کتاب العلم)'' ہاں خوابوں کی تعبیر ہوا کرتی ہے نہ صریح وحی کی۔

جواب: ۲...... تعجب یہ ہے کہ مرزا قادیانی شریعت محمدی ﷺ میں تو کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتے۔ محرف کتابوں سے اپنی تائید کرنا چاہتے ہیں کہ شاید کوئی اسی سے دھوکہ میں آجائے۔ حالانکہ وہ خود اس کو رد بھی کر چکے ہیں۔ چنانچہ (حصہ پنجم براہین احمدیہ ص۳۲، خزائن ج۲۱ ص۴۲) میں لکھتے ہیں: پہلے نبیوں نے مسیح کی نسبت یہ پیشین گوئی کی تھی کہ وہ نہیں آئے گا جب تک کہ الیاس علیہ السلام دوبارہ دنیا میں نہ آجائے۔ مگر الیاس نہ آیا اور یسوع بن مریم نے یونہی مسیح معہود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہ آیا اور جب پوچھا گیا تو الیاس علیہ السلام موجود کی جگہ یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام نبی کو الیاس علیہ السلام ٹھہرا دیا۔ تاکسی طرح مسیح موعود بن جائے...... پہلے نبیوں اور تمام راست بازوں کے اجماع کے برخلاف الیاس علیہ السلام آنے والے سے مراد یوحنا اپنے مرشد کو قرار دے دیا اور عجیب یہ کہ یوحنا اپنے الیاس علیہ السلام ہونے سے خود منکر ہے۔ مگر تاہم یسوع بن مریم علیہ السلام نے زبردستی اس کو الیاس علیہ السلام ٹھہرا ہی دیا۔ اب ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک معاذ اللہ ان دونبیوں میں کون جھوٹا ہے۔ یوحنا خود منکر ہیں کہ میں ہرگز الیاس علیہ السلام نہیں ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام زبردستی ان کو الیاس علیہ السلام ٹھہراتے ہیں کہ تو ہی وہ الیاس علیہ السلام ہے۔ یہاں پر مرزا قادیانی کا روئے سخن اور التفات جس طرف بھی ہو مگر اہل حق جانتے ہیں کہ دونوں سچے نبی علیہ السلام سے ہیں، قصہ جھوٹا ہے کتاب اللہ میں تحریف کر دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا ہے: ''لا تصدقوا اهل الكتٰب ولا تكذبوهم (بخاری ج۲ ص۱۰۹۴، باب النبی لاتسئلوا اهل الکتاب) ان اهل الكتٰب بدلوا كتاب الله وغيروه وكتبوا بايديهم الكتٰب وقالوا هو من عند الله''

اور حکیم نورالدین قادیانی جو مرزا قادیانی کا اوّل جانشین تھا (فصل الخطاب ص۳۶۵) میں لکھتا ہے: ''یوحنا اصطباغی کا ایلیا میں ہونا بالکل ہندوؤں کے مسئلہ آواگون کے ہم معنی یا اسی کا نتیجہ ہے۔'' افسوس یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو اپنے دعوے کے اثبات میں اس قدر شوق ہے کہ جس بات کو ایک جگہ ثابت کرتے ہیں دوسری جگہ خود ہی اس کو رد کر دیتے

ہیں۔جیسا موقعہ مناسب سمجھتے ہیں اسی پر زور دیتے ہیں۔

جواب: ۳...... نہیں سمجھا جاسکتا کہ کوئی مومن قرآن اس قصہ کی تصدیق کے لئے آمادہ بھی ہو کیونکہ قرآن نے خود اس قصہ کی تکذیب کردی ہے۔قرآن شریف میں ہے:''یَا زَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ ۨاسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا'' (ترجمہ ازمرزا قادیانی) یعنی یحییٰ علیہ السلام سے پہلے ہم نے کوئی اس کا مثیل (یعنی جس کا نام یحییٰ علیہ السلام پر بوجہ مماثلۃ اطلاق کرسکیں) دنیا میں نہیں بھیجا۔(ازالہ اوہام ص۵۳۹،خزائن ج۳ص۳۹۰) تو پھر کیسے پہلے نبی کا نام یعنی ایلیا کا نام یحییٰ علیہ السلام پر اطلاق کیا جاسکتا ہے؟

قادیانی سوال:۴۸

(تاریخ طبری ج۲ص۷۳۹) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے کتبہ کی یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔''ھذا قبر رسول اللّٰہ عیسیٰ علیہ السالم الیٰ ھذہ البلاد''

جواب: ۱...... (کتاب الوفاء باب:۳) میں قصہ حجر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:''فاخرجت الیھما الحجر فقراہ فاذا فیہ اناعبداللّٰہ الاسود رسول رسول اللّٰہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام الیٰ اھل قری عرینۃ ''اور باب:۷،فصل:۴ میں ہے۔''وروی الزبیر عن موسیٰ بن محمد عن ابیہ قال وجد قبر اٰدمی علی راس جاء ام خالد مکتوب فیہ انا اسود بن سوادۃ رسول رسول اللّٰہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام الیٰ اھل ھذا القریہ وعن ابن شھاب قال وجد قبر علی جماء ام خالد اربعون ذرا عافی اربعین ذراعا مکتوب فی حجر فیہ انا عبداللّٰہ من اھل نینوی رسول رسول اللّٰہ عیسیٰ بن مریم علیھم السلام لِے اھل ھذہ القریۃ فادر کنی الموت فاوصیت ان ادفن فی جماء ام خالد'' پس معلوم ہوا کہ یہ کسی حواری عیسیٰ علیہ السلام اسود بن سوادہ نامی کی قبر ہے اور اس پتھر پر''رسول رسول اللّٰہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام'' لکھا ہے۔لیکن تاریخ طبری میں قلم ناسخ سے لفظ رسول مضاف ساقط ہوگیا ہے اور مرزائیوں کا اس سے ایمان ساقط ہوگیا اور اس کو موت عیسیٰ علیہ السلام پر حجت بنالیا۔العجب کل العجب!

جواب: ۲...... قارئین کرام! آپ کو خوشی ہوگی ہم مسکینوں کی اس محنت پر کہ جب قادیانیوں کا یہ اعتراض پڑھا تو اس کتاب کی تلاش شروع کی۔ہمارے کتب خانہ میں اردو ترجمہ تھا۔اصل تاریخ طبری عربی نہ تھی۔چنانچہ ۱۱رمئی ۲۰۰۴ء کو کراچی سے کتاب عربی ایڈیشن خریدا گیا۔ملتان دفتر آکر حوالہ تلاش کیا۔جدید ایڈیشن دارالکتب العلمیۃ بیروت ج۱ ص۳۵۵ پر عبارت مل گئی۔(الف) ص۳۴۵ سے مصنف نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے زمانہ کے حالات قلمبند کرنے شروع کئے۔ص۳۴۵،۳۴۸،۳۵۲،۳۵۴ (اس ص پر چار بار) سیدنا مسیح علیہ السلام کے رفع کا حضرت ابن جریر طبری نے ذکر فرمایا ہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ وہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے رفع کے قائل ہیں۔''ھذا قبر رسول اللّٰہ عیسیٰ بن مریم ''میں سہو ہے۔اصل میں''ھذا قبر رسول رسول اللّٰہ ﷺ عیسیٰ بن مریم ''تھا۔یعنی یہ کتبہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کی قبر کا ہے۔(ب) اس پر ایک مزید دلیل یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کئی صفحات تک سیدنا مسیح علیہ السلام کے حواریوں کا ذکر ہے۔

جواب: ۳...... ہم مسیح علیہ السلام کی حیات رفع الی السماء ونزول الی الارض پر قرآنی دلائل میں ابن جریر کی تفسیر کے بیسیوں حوالے نقل کر چکے ہیں۔اس کے باوجود قادیانیوں سے کہتے ہیں کہ تمام بحث کو اسی کتاب تاریخ طبری پر منحصر کر لیتے ہیں جو تاریخ طبری کہہ دے وہ آپ بھی مان لیں۔ہم بھی بسروچشم تسلیم کر لیتے ہیں۔ لیجئے! (تاریخ طبری کی اسی ج۱ ص۴۹۵) پر حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت موجود ہے۔''اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَہٗ بِجَسَدِہٖ وَاِنَّہٗ لَحَیٌّ الان ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو جسم سمیت اٹھالیا اور وہ اس وقت تک زندہ ہیں۔غرض قادیانیوں میں انصاف نام کی کسی چیز کی کوئی رمق باقی ہے تو وہ اس صریح عبارت اور ابن عباسؓ وابن جریرؒ کے فیصلہ کے مطابق اپنا عقیدہ بنالیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں۔''هو الهادى وهو يهدى الى السبيل الحق اٰمين بحرمة النبى الكريم ﷺ''

قادیانی سوال:۴۹

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ازروئے احادیث؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے چار حصے ہیں۔ بعثت نبوت سے پہلے، زمانۂ بعثت نبوت، زمانۂ رفع، زمانہ بعد نزول، قبل از بعثت کا زمانہ اور اس کی تعیین کا ذکر حدیثوں میں کہیں نہیں اور زمانۂ رفع کا بھی بوجہ غیر متعلق ہونے کے احادیث میں مذکور نہیں اور زمانۂ بعثت نبوت کا ذکر احادیث میں آیا ہے:''اخرج ابن سعد عن ابراهيم النخعى قال قال رسول الله ﷺ يعيش كل نبى نصف عمر الذى قبله وان عيسىٰ عليه السلام مكث فى قومه اربعين عامًا (خصائص الكبرىٰ وكنزالعمال ج۱۱ ص۴۷۸، حديث:۳۲۲۶۰، الباب الثانى فى فضائل سائر الانبياء، فصل اوّل من الاكمال) يا فاطمةؓ انه لم يبعث نبى عليه السلام عمر الذى بعده نصف عمره وان عيسىٰ بن مريم عليه السلام بعث رسولًا لاربعين وانى بعثت لعشرين (كنزالعمال ج۱۱ ص۴۷۸، حديث:۳۲۲۵۹، باب ايضًا)''

یعنی ہر نبی کی عمر بعثت پہلے نبی کی عمر بعثت سے نصف ہوتی ہے۔چنانچہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مبعوث ہو کر چالیس برس اپنی قوم میں ٹھہرے اور میں بیس بس کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

اور نزول کے بعد کا زمانہ بھی احادیث میں مذکور ہے:''عن ابى هريرةؓ مرفوعًا ينزل عيسىٰ عليه السلام...... فيمكث فى الارض اربعين سنة ثم يتوفّٰى (ابوداؤد ج۲ ص۱۳۵، باب ذكر الدجال) عن عبدالله بن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ ينزل عيسىٰ بن مريم عليه السلام الى الارض...... ويمكث خمسًا واربعين سنة ثم يموت الخ رواه ابن الجوزى فى كتاب الوفاء (مشكوٰة ص۴۸۰، باب نزول عيسىٰ عليه السلام) ''اور حضرت ابن عمرؓ سے ایک دوسری روایت بھی ہے۔''عن ابن عمرؓ انه يمكث فى الارض (بعد نزوله) سبع سنين ليس بين اثنين عداوة (مشكوٰة ص۴۸۱، باب لاتقوم الساعة الاعلى شرار الناس) ''یعنی عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول بحساب شمسی ۴۰ برس اور حساب قمری سے جبر کسر کے ساتھ ۴۵ برس زمین پر رہیں گے اور ان چالیس میں ۷ برس دجال کے قتل کرنے کے بعد اور ملت واحدہ ہونے کے بعد جیسا کہ ''صفت ليس بين اثنين عداوة '' دلالت کرتی ہے۔زمین پر رہیں گے جیسے کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ بعثت ۴۰ برس تھا اور حضور ﷺ کا اس کے نصف ۲۰ کیونکہ بعد کے نبی کا زمانہ بعثت پہلے نبی کے زمانہ

بعثت سے نصف ہوتا ہے۔ ایسے ہی کل عمر کے متعلق بھی جو زمین پر گزری اور گزرے گی۔ احادیث میں ہے جو یہی اختلاط بین الناس کا زمانہ ہے۔ ’’انه لم یکن نبی کان بعده نبی الاعاش نصف عمر الذی قبله وان عیسیٰ بن مریم علیه السلام عاش عشرین ومأة وانی لا رانی الا ذاهبًا علی رأس الستین (کنزالعمال ج ۱۱ ص ۴۸۷، حدیث:۳۲۲۶۲، باب ایضاً)‘‘ یعنی بعد کے نبی کا زمانہ معیشت پہلے نبی کے زمانہ معیشت سے نصف ہوتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ معیشت ۱۲۰ برس ہوا اور میرا خیال ہے کہ میں ۶۰ برس کے شروع پر انتقال کرنے والا ہوں۔ (اور عمر عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ۳۳ برس کی روایت تو مرفوعاً کہیں ثابت نہیں بلکہ اس کو قول نصاریٰ بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ شرح مواہب وزاد المعاد وجمل میں مشرح لکھا ہے اور جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جلالین میں ۳۳ برس لکھا اور مرقاۃ الصعود میں اپنا رجوع نقل کرتے ہیں) اور لفظ عاش ماضی لانے کی یہ وجہ ہوئی کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے حق میں تو ماضی ہی صادق تھا اور بحق عیسیٰ علیہ السلام دو حصوں یعنی زمانہ قبل از بعثت اور زمانہ بعثت قبل از رفع کے اعتبار سے تو صادق ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضور ﷺ کو صرف تنصیف عمر بیان کرنی منظور تھی۔ لہٰذا حصہ ثالثہ یعنی زمانہ بعد نزول کو ماضی ہی میں لپیٹ دیا تاکہ بیان تنصیف عمر میں تطویل لاطائل نہ اختیار کرنی پڑے اور تنصیف کل عمر اور تنصیف عمر نبوت ہر دو اعتبار سے معہ رعایت اختصار مستقیم ہو جائے اور سلسلہ نظم عبارت بھی بحال رہے۔ سبحان اللہ! کس قدر بلاغت ہے۔ جب کہ یہ بات صاف ہوگئی کہ کل عمر جو زمین پر گزرے گی وہ ایک سو بیس برس ہے اور چالیس برس بحذف کسر بعد نزول زمین پر رہنے کی مدت ثابت ہے اور چالیس برس بعثت کے زمانہ کی بھی ثابت ہے۔ یہ ۸۰ برس تو احادیث سے معلوم ہوگئے باقی رہے چالیس۔ معلوم ہوا کہ یہ زمانہ قبل بعثت کا ہے۔ کیونکہ آپ کی چالیس برس کی عمر میں بعثت ہوئی ہے جو کہ یہی عمر انبیاء ورسل کی بعثت کی مقرر ہے۔ جیسا کہ (زاد المعاد برحاشیہ شرح مواہب ج۱ ص۶۴) پر مذکور ہے اور جب یہ معلوم ہوگیا تو اب یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آپ کا رفع اسی برس کی عمر میں ہوا۔ چنانچہ اصابہ میں سعید بن مسیّب سے اسی طرح مذکور ہے اور چالیس برس بعد نزول رہ کر ۱۲۰ برس ہوئے۔ یہ سب عمریں بحذف کسر ہیں اور بعض علماء نے ۱۲۰ برس میں رفع فرمایا ہے اور ۴۰ برس جو بعد نزول ہوگا اس کو نظر انداز کیا۔ کیونکہ یہ حصہ عمر بحیثیت خلافت وامامت گزرے گا۔ رسالت ونبوت کی ڈیوٹی پر نہ ہوں گے۔ افسوس مرزائی امت جس حدیث کو پیش کیا کرتے ہیں وہ تو انہی کی جڑ کاٹ رہی ہے۔ کیونکہ جب کہ بعد کے نبی کی عمر پہلے نبی کی عمر سے نصف ہوتی ہے تو مرزا قادیانی کدھر سے نبی ہوگئے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی عمر تو بجائے نصف کے حضور ﷺ کی عمر سے زیادہ ہے۔ بلکہ ان حدیثوں سے ہی یہ معلوم ہوگیا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر کوئی نبی مبعوث ہوگا تو اس کی عمر حضور ﷺ کی عمر کے نصف یعنی ۳۰ برس کی ہوگی۔ حالانکہ یہ عمر عمر بعثت ہی نہیں بلکہ ۱۰ برس زمانہ مدت بعثت نکال کر ۲۰ برس کی عمر میں بعثت ہوگی۔ وھو باطل!

خلاصۂ بحث

۱...... حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر کے بارے میں اختلاف ضرور ہے۔ لیکن ٹھوس بات کسی کی نہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ۳۳ اور ۱۲۰ کے دونوں قول ذکر کر کے بلا فیصلہ چھوڑ دیا ہے۔ (فتح الباری ج۶ ص۳۸۲) بعض ۳۳ سال کہتے ہیں۔ جس کو حافظ ابن کثیر اور زرقانی شارح مواہب نے ترجیح دی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر پارہ:۶، سورہ نساء وفتح البیان ج۲ ص۴۹۹)

مگر اس قول کو حافظ ابن القیمؒ بے اصل قرار دیتے ہیں۔ (زاد المعاد ج۱ ص۱۹) دوسرا قال ۱۲۰ سال کا ہے۔ جس کو حافظ ابن کثیر شاذ، غریب البعید (حوالہ مذکورہ) قرار دیتے ہیں۔ اس کی تائید میں طبرانی اور حاکم کے حوالہ سے بروایت حضرت عائشہؓ جو روایت ذکر کی جاتی ہے وہ سخت ضعیف اور کمزور ہونے کے باعث دلیل بننے کے قابل نہیں۔ حافظ ابن کثیر نے بحوالہ مستدرک حاکم ذکر کر کے اس کو ''حدیث غریب'' (عجیب روایت) قرار دیا۔ (البدایہ میں ج۲ ص۹۵ اور مجمع الزوائد ج۹ ص۲۳) بحوالہ طبرانی لا کر ضعیف کہہ دیا ہے۔

۲...... البدایہ والی سند میں محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان نامی ایک راوی ہے جو مختلف فیہ سمجھا گیا ہے۔ تاہم حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ''عندہ عجائب'' اس کے پاس عجیب عجیب روایتیں ہیں۔ (میزان ج۲ ص۸۷، تہذیب ج۲ ص۲۶۹) گویا ان کے نزدیک یہ راوی مشتبہ ٹھہرا۔

۳...... حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر کے بارے میں اختلاف کرنے والے دونوں فریق اصل مسئلہ پر متفق ہیں۔ یعنی اختلاف اس میں نہیں کہ آسمان کی طرف رفع ہوا یا نہیں۔ رفع آسمانی پر سب متفق ہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے وقت عمر کیا تھی؟ اور یہی حاصل نواب صدیق حسن خاںؒ کی بحث کا ہے۔ جس کو مرزائی پاکٹ بک کا مصنف (ص۳۳۱ پر) لئے بیٹھا ہے۔ چنانچہ (حج الکرامہ ص۴۲۸) میں بات رفع کی ہو رہی ہے۔ وفات کا تو یہاں کوئی قصہ ہی نہیں۔

قادیانی دوستو! اسی مردود روایت کی بناء پر احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ کی تردید کرتے ہو۔

قادیانی سوال:۵۰

کرہ زمہریر سے گزر کیسے؟

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶) پر لکھتے ہیں کہ: ''کسی جسد عنصری کا آسمان پر جانا سراسر محال ہے۔ اس لئے کہ ایک جسم عنصری طبقہ ناریہ اور کرۂ زمہریر یہ سے کس طرح صحیح وسالم گزر سکتا ہے۔''

جواب: ۱...... جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لیلۃ المعراج میں اور ملائکۃ اللہ کا لیل ونہار طبقہ ناریہ اور کرۂ زمہریر یہ سے مرور وعبور ممکن ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی عبور ومرور ممکن ہے اور:

۲...... جس راہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط اور نزول ہوا ہے اسی راہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہبوط ونزول بھی ممکن ہے۔

۳...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے: ''کما قال تعالیٰ اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (اِلٰی قوله تعالٰی) قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ (مائدة:۱۱۲،۱۱۴،۱۱۵)'' پس اس مائدہ کا نزول بھی طبقہ ناریہ میں ہو کر ہوا ہے۔ مرزا قادیانی کے زعم فاسد اور خیال باطل کی بناء پر اگر وہ نازل ہوا ہوگا تو طبقہ ناریہ کی حرارت اور گرمی سے جل کر خاکستر ہو گیا ہوگا؟ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات! یہ سب شیاطین الانس کے وسوسے ہیں اور انبیاء ومرسلین کی آیات نبوت اور کرامات رسالت پر ایمان نہ لانے کے بہانے

ہیں۔کیا خداوند ذوالجلال عیسیٰ علیہ السلام کے لئے طبقہ ناریہ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح برد اور سلام نہیں بنا سکتا؟ جب کہ اس کی شان یہ ہے: ’’اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسین:۸۲)‘‘

۴...... ان کروں سے روح القدس کا آسمان سے زمین اور زمین سے آسمانوں پر جانا تمام نیک ارواح کا آسمانوں پر جانا تسلیم ہے تو سیدنا روح اللہ کے لئے یہ کرے مانع آ گئے؟

قادیانی سوال:۵۱

قادیانی بعض اکابر امت کی عبارات میں تحریف کر کے ثابت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے۔

جواب: مرزا قادیانی نے (آئینہ کمالات اسلام ص۴۲۶، خزائن ج۵ ص ایضاً) پر لکھا ہے کہ: ’’وفات مسیح کا عقیدہ مجھ سے پہلے پردہ اخفاء میں تھا۔‘‘ اگر یہ صحیح ہے تو پہلے کے بزرگ کیسے وفات مسیح کے قائل تھے؟ اس سے ثابت ہوا کہ وہ بزرگوں پر افتراء کرتا ہے۔

قادیانی سوال:۵۲

نبی کریم ﷺ نے پہلے مسیح اور آنے والے مسیح علیہ السلام کا رنگ، حلیہ، قد علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔

الجواب: اس طرح سے اگر دو عیسیٰ ہو جاتے ہیں تو دو موسیٰ بھی ماننا ہوں گے۔ کیونکہ ایسا ہی اختلاف سراپا موسیٰ میں بھی اسی حدیث میں مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو: ’’مُوْسٰى رَجُلًا اٰدَمَ طِوَالًا جَعْدًا كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَأَيْتُ عِيْسٰى رَجُلًا مَرْفُوْعًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّأْس (بخاری ج۱ ص۴۵۹)‘‘ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ، قد لمبا، گھنگریالے بال والے تھے۔ جیسے یمن کے قبیلہ شنوءہ کے لوگ اور عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد سرخ وسفید رنگ، سیدھے بال والے، اور کتاب الانبیاء میں ہے۔

’’لقيت موسىٰ قال فنعته فاذا رجل حسبته قال مضطرب رجل الرأس كانه من رجال شنوءة قال ولقيت عيسىٰ فنعته النبی ﷺ قال ربعة احمر (وفی الحديث الذی بعده) عيسىٰ بعد مربوع (بخاری ج۱ ص۴۸۹، باب واذكر فی الكتاب مريم)‘‘ یعنی موسیٰ علیہ السلام دبلے سیدھے بال والے تھے۔ جیسے شنوءہ کے لوگ اور عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد سرخ رنگ کے گھنگرالے بال والے۔ پہلی حدیث میں موسیٰ علیہ السلام گھنگرالے بال والے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام سیدھے بال والے۔ اس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام سیدھے بال والے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام گھنگریالے بال والے۔ پس دو موسیٰ اور دو عیسیٰ ہوئے (اور سنئے) ’’وَاَمَّا عِيْسٰى وَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰى فَاٰدَمُ جَسِيْمٌ سَبط كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ الزُّطِّ (بخاری ایضاً)‘‘ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سرخ، بال گھنگرالے اور سینہ چوڑا ہے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندمی ہے۔ موٹے بدن کے سیدھے بال والے جیسے جاٹ لوگ ہوتے ہیں۔ پہلی حدیث کے موسیٰ دبلے پتلے شنوءہ والوں کی طرح تھے اور اس حدیث کے موسیٰ موٹے بدن کے جاٹوں کی طرح ہیں۔ پہلی حدیث کے عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سفید سرخی مائل ہے۔ دوسری اور تیسری حدیث کے عیسیٰ کا رنگ بالکل سرخ۔ اس بناء پر جب دو عیسیٰ ہو سکتے ہیں ایک پہلا اور ایک ہونے والا تو موسیٰ بھی دو ہو سکتے ہیں؟ معاذ اللہ!

عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ وحلیہ کے اختلافات کی حدیثیں

ورنہ حقیقت میں نہ موسیٰ علیہ السلام کے حلئے میں اختلاف ہے۔ نہ عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ وحلیہ میں جس سے کہ دو ہستیاں سمجھی جاسکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں لفظ ''جعد'' کے معنی گھنگرالے بال کے نہیں بلکہ گٹھیلے بدن کے ہیں۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے: ''مَعْنَاهُ شَدِيْدُ الْاَسْرِ وَالْخَلْقِ نَاقَةٌ جَعْدَةٌ اَىْ مُجْتَمِعَةُ الْخَلْقِ شَدِيْدَةٌ'' یعنی جعد کے معنی جوڑ وبند کا سخت ہونا جعدہ اونٹنی مضبوط جوڑ بند والی۔ مجمع البحار میں ہے: ''اَمَّا مُوْسٰى فَجَعْدٌ اَرَادَ جُعُوْدَةَ الْجِسِ وَهُوَ اِجْتَمَاعُهُ وَاكْتِنَازُهُ لاضد سُبُوْطَةُ الشِّعْرِ لِاَنَّهُ رُوِىَ اَنَّهُ رِجْلُ الشِّعْرِ وَكَذَا فِىْ وَصْفِ عِيْسٰى (ج۱ ص۱۹۶ کذافی فتح الباری ص۲۷۶ پ۱۳ ونووی شرح مسلم ج۱ ص۹۴) '' یعنی حدیث میں موسیٰ وعیسیٰ کے لئے جو لفظ جعد آیا ہے اس کے معنی بدن کا گٹھیلا ہونا ہے۔ نہ بالوں کا گھنگر ہونا کیونکہ ان کے بالوں کا سیدھا ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح لفظ ضرب اور جسیم میں بھی اختلاف نہیں ہے۔ ضرب بمعنی نحیف البدن اور جسیم بمعنی طویل البدن: ''قال القاضی عیاض المراد باالجسیم فی صفة موسی الزیادہ فی الطول (فتح الباری ص۲۷۶ پ:۳) '' یعنی صفت موسیٰ میں لفظ جسیم کے معنی لمبائی میں زیادتی ہے۔ اسی طور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ میں بھی اختلاف نہیں ہے۔ لفظ احمر کا صحابی راوی نے سخت انکار کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں موجود ہے: ''عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَاقَالَ النَّبِىُّ ﷺ لِعِيْسٰى اَحْمَرَ (بخاری ج۱ ص۴۸۹) '' حضرت عبداللہ بن عمرؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ قسم ہے اللہ کی آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت میں احمر (یعنی سرخ رنگ) کبھی نہیں فرمایا۔ پس پہلا رنگ برقرار رہا۔ یعنی سفید رنگ سرخی مائل لہٰذا رنگ وحلیہ کا اختلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام سے مدفوع ہے اور حقیقت میں جیسے موسیٰ علیہ السلام ایک تھے عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک ہی ہیں۔

قادیانی سوال:۵۳

یہ ایک عام قانون الٰہی ہر فرد بشر پر حاوی ہے تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ اس کے صریح خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر موجود ہوں۔

الجواب: ۱...... خاص دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہوچکی ہے اور علم اصول میں مقرر ومسلم ہے کہ خاص دلیل عام پر مقدم ہوتی ہے اور ان دونوں کے مقابلے میں دلیل خاص کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ مثلاً عام انسانوں کی پیدائش کی نسبت فرمایا: ''اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (دھر:۲) '' یعنی انسانوں کو ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا اور اس کے برخلاف حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت خاص دلائل سے معلوم ہے کہ ان کی پیدائش بایں طور نہیں ہوئی پس ان کے متعلق دلیل خاص کا اعتبار کیا گیا اور دلیل عام کو ان کی نسبت چھوڑ دیا گیا ہے۔

۲...... فرشتوں کی جائے قرار اصلی اور طبعی طور سے آسمان ہیں۔ مگر وہ عارضی طور پر مدت کے لئے زمین پر بھی رہتے ہیں۔

قادیانی سوال:۵۴

آنحضرت ﷺ کی حدیث شریف ہے کہ:’’عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول الله ﷺ فی مرضه الذی لم یقم منه لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذ واقبور انبیاء هم مساجد (مسلم ج۱ ص۲۰۱، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور) ‘‘اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کریں کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔پس یہود کی حد تک تو بات ٹھیک ہے۔نصاریٰ کے لعنتی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کو وہ سجدہ گاہ بنائیں۔ورنہ لعنتی کیسے؟ پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے۔

جواب: ۱...... سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کو یہودی برحق مانتے ہیں۔سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کو نصاریٰ برحق مانتے ہیں۔یہود ونصاریٰ کا صرف مسیح علیہ السلام پر اختلاف ہے۔مسیحی ان کو برحق اور یہودی ناحق مانتے ہیں۔پس آدم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک یہود ونصاریٰ جن انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتے ہیں وہ سب کے سب اس حدیث کے بموجب ملعون ہیں۔

جواب: ۲...... یہ حدیث شریف’’لعن اللّٰه الیهود والنصاریٰ اتخذو قبور انبیاء هم مساجد‘‘ سیدنا مسیح علیہ السلام کی وفات کی دلیل نہیں بلکہ حیات کی دلیل ہے۔اس لئے کہ اس حدیث کی رو سے اگر مسیح علیہ السلام فوت شدہ ہوتے یا ان کی کہیں قبر ہوتی تو وہ مسجود نصاریٰ ہونی چاہئے۔کسی قبر کا بطور قبر مسیح کے مسجود نصاریٰ ہونا تو درکنار وہ مسیح علیہ السلام کو زندہ مانتے ہیں۔کسی قبر کو مسیح علیہ السلام کی قبر ہی نہیں مانتے تو ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔اگر فوت شدہ ہوتے تو ان کی قبر مسجود نصاریٰ ہوتی۔پس یہ حدیث سیدنا مسیح علیہ السلام کی حیات کی دلیل ہے نہ کہ وفات کی۔

جواب: ۳...... مسلم شریف کی جس روایت سے قادیانیوں نے استدلال کیا ہے۔اسی کتاب کے اس صفحہ پر اس حدیث سے آگے چوتھی روایت میں اس کی ایسی وضاحت وصراحت ہے جو قادیانی دجل کو بیخ وبن سے اکھاڑ دیتی ہے۔
’’عن جندب قال سمعت النبی ﷺ قبل ان یموت بخمس وهو یقول وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیاء هم وصالحیهم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد انی انهاکم عن ذالك (مسلم ج۱ ص۲۰۱، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور) ‘‘حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے میں نے سنا آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ دن قبل فرمایا: تم سے پہلے (امتوں کے لوگ) اپنے انبیاء وصلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔خبردار تم قبور کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔

لیجئے! جب یہود ونصاریٰ کے ملعون ہونے کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ وہ قبور انبیاء وصلحاء کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔ پس ملعون ہونے کے لئے صرف قبور انبیاء کو سجدہ گاہ بنانا ضروری نہیں بلکہ اگر کوئی صلحاء کی قبور کو بھی سجدہ گاہ بناتا ہے تو وہ اس وعید کا مستحق ہے۔نصاریٰ کے معلون ہونے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا ہونا شرط نہیں۔بلکہ اگر وہ کسی صالح کی قبر کو سجدہ گاہ بنائیں گے تو اس وعید کے مستحق قرار پائیں گے۔اس حدیث کی تعمیم نے سیدنا مسیح علیہ السلام کو اس سے خارج کردیا۔ اس لئے کہ نہ ان کی قبر ہے نہ وہ مسجود نصاریٰ ہے۔پس وہ زندہ ثابت ہوئے۔مسیح کی حیات ثابت ہوئی نہ کہ وفات، البتہ اس حدیث نے قادیانی اعتراض کو ابدی موت دے دی۔

جواب: ۴...... ’’اتخذوا قبور انبیائهم مساجد‘‘میں’’انبیائهم‘‘میں اضافت استغراق کے لئے نہیں ہے کہ آدم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی کی قبر کو تمام یہود ونصاریٰ نے سجدہ گاہ بنایا ہو۔ یہ یقیناً اور واقعتاً غلط ہے۔اس لئے کہ ہزاروں انبیاء کی قبور کا تو پتہ تک نہیں۔ جب استغراق نہیں تو بعض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کر لینا باطل اور مردود ہے۔ یہود ونصاریٰ کا بعض انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنالینا حدیث کی صداقت کے لئے کافی ہے۔

قادیانی سوال:۵۵

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اگر زندہ ہیں تو تم ان کو آسمانوں سے اتار کیوں نہیں لاتے؟

جواب: قادیانی جب جل بھن جاتے ہیں تو پھر یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو آسمانوں سے اتار لاؤ۔عرصہ ہوا ایک بار قادیانیوں نے’’منہ مانگا انعام‘‘ مقرر کر کے اشتہار شائع کیا۔اس کا حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب مدظلہ کی طرف سے جواب شائع ہوا۔مولانا کا اشتہار سامنے نہیں تاہم مولانا نے جو شائع کیا اس کا مفہوم یہ تھا۔

۱...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قرآن وسنت واجماع امت کی رو سے آسمانوں پر زندہ ہیں۔ان کو آسمانوں پر لے جانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔کسی انسان سے نازل کرنے کے مطالبہ کی بجائے یہ مطالبہ اللہ تعالیٰ سے کریں تاکہ قادیانیوں کا کفار مکہ کی سنت پر عمل ہو جائے۔ جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ ہمارے سامنے آپ ﷺ آسمانوں سے اتر کر کتاب ہمراہ لائیں جو ہمارے نام لکھی گئی ہو۔اسے پڑھ کر پھر ایمان لائیں گے۔

۲...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔جیسے دابۃ الارض کا خروج، دجال کا خروج وغیرہ۔ یہ اعتراض تب قادیانی کر سکتے تھے جب قیامت آجاتی۔ یہ علامات پوری ہو جاتیں اور عیسیٰ علیہ السلام تشریف نہ لاتے۔تب قادیانی واویلا سمجھ میں آسکتا تھا۔شریفو! جب قیامت کی دیگر علامات کبریٰ ظاہر نہیں ہوئیں تو اس ایک پر واویلا کرنا قبل از مرگ واویلا والی بات ہے۔

۳...... انعام مقرر کرنے کرانے کا شوق ہے تو چشم ما روشن دل ماشاد۔آیئے! غور کیجئے کہ کسی کو آسمانوں پر لے جانا واپس لانا انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کرم وقدرت کے فیصلے ہیں۔اس میں انسان دخل نہیں دے سکتا۔البتہ کسی انسان کی زندگی غلط یا صحیح۔کردار درست یا غلط پر بحث کرنا انسان کے لئے آسان ہے۔قادیانی آئیں، مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تو در کنار شریف انسان ثابت کر دیں اور ہم مرزا قادیانی کو بدکردار، شراب کا پاپی، غیرمحرم عورتوں سے مٹھیاں بھروانے والا، کبھی کبھی زنا کرنے والا، بددیانت، بداخلاق، بدزبان، جھوٹا، مکار، عیار، فریبی، دغاباز ثابت کرتے ہیں۔تم اسے شریف انسان ثابت کر دو تو میں ایک کروڑ روپیہ تمہیں انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔ آئیں، شرائط طے کریں۔ گفتگو ہو جائے جو انسانی بس میں ہے۔اس پر عمل کر کے کروڑوں کا انعام حاصل کرو۔ چونکہ مولانا طوفانی صاحب کے اس اشتہار کو چناب نگر میں گلی گلی تقسیم کیا گیا تھا۔قادیانی پریس نے الفضل لندن تک اس پر گالیوں کی بوچھاڑ کی۔مگر قادیانی مرد میدان نہ بنے۔سمجھئے صاحب! سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء الی الارض الدنیا قیامت کی نشانی ہے۔قیامت کے قریب سب کچھ ہوگا۔قیامت کب آئے گی۔اس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔اس کے وقوع سے قبل اس قسم کے اعتراضات سنت کفار ہیں نہ کہ طریقہ اخیار۔فافهم!

قادیانی سوال:۵۶

سیدنا مسیح علیہ السلام ومہدی علیہ السلام کس فرقہ سے ہوں گے۔اس وقت دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مختلف مسالک ہیں۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا مہدی علیہ الرضوان کس مسلک کے ہوئے۔نیز ان پر امت کا اتفاق کیسے ہوگا؟

جواب: ا...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت کے جلیل القدر نبی ہیں۔ان کی تشریف آوری کے صرف اہل اسلام ہی نہیں بلکہ اہل کتاب بھی منتظر ہیں۔اسی طرح سیدنا مہدی علیہ الرضوان آنحضرت ﷺ کی امت کے وہ جلیل القدر فرد ہیں جن کی تشریف آوری کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی اس لئے پوری امت ان کی تشریف آوری پر آنحضرت ﷺ کے فرمان کے پورا ہونے کا منظر دیکھنے کی سعادت کے لئے چشم براہ ہے۔اس لئے ان کی آمد پر پوری امت کا ایسا اتحاد واتفاق کا قابل دید منظر ہوگا کہ اس وقت تمام اختلاف ورنجشیں ختم ہوجائیں گی۔ایسا اتحاد واتفاق کا منظر کہ بچے سانپ سے کھیلیں گے۔شیر بکریوں کے ساتھ چرے گا۔پس ان کی آمد پر اتفاق ہوگا نہ کہ اختلاف۔

۲...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وسیدنا مہدی علیہ السلام ایسے مقام پر فائز ہوں گے کہ پوری دنیا ان کی پیروی کرے گی۔جیسا کہ ”یهلك الملل كلها الاملة واحدة“ کا تقاضہ ہے۔پس ان کے آنے پر تفرقہ بازی ختم ہوگی نہ کہ وہ خود تفرقہ کا شکار ہوں گے۔سیدنا مہدی علیہ الرضوان کی بیعت بیت اللہ شریف میں ہوگی۔آج بھی بیت اللہ شریف میں حاضر ہونے والوں کا عموماً منظر یہ ہے کہ ایک ہی امام کے پیچھے تمام فقہوں تمام مسالک وتمام ممالک والے صف آراء ہوتے ہیں تو سیدنا مسیح ومہدی علیہما السلام کی آمد پر امت کی ایسی صف بندی ہوگی کہ اس میں کسی کو کوئی دراڑ تک نظر نہ آئے گی۔ کالجسد الواحد کا منظر ہوگا۔

۳...... دور کیوں جاتے ہیں۔خود پاکستان اور برصغیر میں مشترکہ مقاصد کے لئے اتفاق کی راہیں بنتی رہیں۔تحاریک ختم نبوت میں تمام مسالک اکٹھے ہوئے۔جعلی مہدی وفرضی مسیح مرزا قادیانی کے نظریات کے جواب کے لئے امت اکٹھی ہوئی۔تاکہ سیدنا مسیح بن مریم علیہما السلام اور مہدی علیہ الرضوان کی مسند پر کوئی غلط آدمی براجمان نہ ہو۔ جب ان ہر دو حضرات کے مسند ومقام کے تحفظ کے لئے امت کے اکٹھا ہونے کی لازوال مثالیں موجود ہیں تو ان کی تشریف آوری پر اتحاد ویگانگت کے نہ ہونے کی بات کرنا ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟

۴...... غرض ان کی آمد پر اتفاق ہوگا۔اس وقت اتحاد کا نہ ہونا غلام احمد قادیانی کے کذب کی صریح دلیل ہے۔ بلکہ اس کے ماننے والوں کا لاہوری وقادیانی گروپس میں تقسیم ہونا ”ظلمات بعضها فوق بعض“ کا مصداق ہے۔

قادیانی اعتراض:۵۷

تقدیم وتاخیر الحاد ہے۔

جواب: واؤ جمع کے لئے ہوتی ہے۔ترتیب کے لئے ذیل میں قرآن مجید سے مثالیں ہوں:

”واسجدی وارکعی مع الراکعین“ حالانکہ رکوع، سجود پر بالاجماع مقدم ہے۔ایک جگہ قرآن میں ہے:”ادخلوا الباب سجدًا وقولوا حطة (سورة بقره)“ دوسری جگہ ہے:”قولو حطة وادخلوا الباب

سجدًا (سورۃ اعراف) ’’اگرواؤمیں ترتیب ہوتو ان دونوں میں تعارض لازم آتا۔‘‘ واوحینا الٰی ابراھیم واسماعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسٰی وایوب ویونس وھارون وسلیمان ‘‘ حالانکہ ایوب، یونس، ہارون، سلیمان، حضرت عیسٰی پر مقدم ہیں۔’’قال تعالٰی ماھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیٰ ‘‘ حالانکہ حیاۃ موت پر مقدم ہے۔’’قولہ تعالٰی حتی تستانسوا وتسلموا ‘‘ حالانکہ شرعاً سلام مقدم ہوتا ہے استیذان پر، اور’’ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ ‘‘ جب نازل ہوئی تو صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ پہلے صفا کا طواف کریں یا مروہ کا تو حضور ﷺ نے فرمایا صفا سے اگر واؤ ترتیب کے لئے موضوع ہوتا تو اس سوال کی کوئی حاجت نہ تھی اور جمیع نحاۃ کا اتفاق ہے کہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں مطلق جمع کے لئے ہے۔

قادیانیوں سے سوال

۱...... مرزا قادیانی نے لکھا کہ:’’سچ کی یہی نشانی ہے کہ اس کی کوئی نظیر بھی ہوتی ہے اور جھوٹ کی یہ نشانی ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۹۵)

قادیانی فرمائیں کہ مرزا قادیانی نے کہا کہ میں مسیح علیہ السلام کا بروز ہوں۔ کیا امت میں سے آج تک کسی نے بروز مسیح ہونے کا دعویٰ کیا؟ نہیں تو مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے میں کیا کلام رہ جاتا ہے؟

۲...... مرزا قادیانی نے کہا کہ میں اس صدی کا مجدد ہوں اور اپنا عقیدہ بتایا کہ مسیح فوت ہوگئے۔ ان کی جگہ میں مسیح ہوں۔ کیا تیرہ صدیوں کے کسی مجدد نے اپنا وفات مسیح کا عقیدہ بتایا؟ یا کسی مجدد نے اپنے آپ کو بروز مسیح کہا؟ کوئی اس کی نظیر لاسکتے ہو؟ نہیں تو اگر تیرہ صدیوں کے مجدد صحیح تھے تو مرزا قادیانی غلط اور اگر مرزا قادیانی صحیح تو تیرہ صدیوں کے مجدد غلط۔ مرزائی فیصلہ کریں۔

۳...... مرزا قادیانی نے کہا کہ میں ظلی طور پر محمد رسول اللہ ہوں۔ اس دعویٰ پر پوری امت میں کوئی نظیر قادیانی دکھاسکتے ہیں کہ آج تک کسی امت کے فرد نے خود کو محمد رسول اللہ قرار دیا ہو؟

۴...... مرزا قادیانی نے کہا کہ پوری امت سے نبوت کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶)’’میں ہی مخصوص کیا گیا۔‘‘ یہ الفاظ بتارہے ہیں کہ اس کی امت میں نظیر نہیں۔ مرزا قادیانی کا اقرار ہے جس کی نظیر نہ ہو وہ جھوٹ ہے۔ تو مرزائی بتائیں کہ مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے میں کوئی کسر رہ گئی؟

۵...... کیا تیرہ صدیوں کے کسی ایک مجدد نے کہا کہ عیسٰی علیہ السلام کی قبر کشمیر سری نگر محلّہ خانیار میں ہے۔ کسی ایک مجدد یا تیرہ صدیوں کے کسی ایک قابل مفسر یا قابل ذکر ایک مؤرخ کا قادیانی نام بتاسکتے ہیں۔ قیامت تک؟

۶...... مرزا قادیانی نے (حقیقت الوحی ص۳۱، خزائن ج۲۲ ص۳۳) پر کہا کہ:’’ أانت قلت للناس ‘‘ کا سوال حضرت عیسٰی علیہ السلام سے قیامت کے روز ہوگا۔‘‘ اور (ازالہ اوہام ص۲۴۸، خزائن ج۳ ص۴۲۵) پر کہا کہ:’’یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا............‘‘ کیا ایک ہی واقعہ میں زمانہ ماضی اور مستقبل دونوں پائے جاسکتے ہیں؟

۷...... مرزا قادیانی نے (آئینہ کمالات ص۵۲۶، خزائن ج۵ ص ایضاً) پر لکھا ہے کہ:’’وفات مسیح کا عقیدہ مجھ پر کھولا گیا۔ اس سے پہلے پردہ اخفاء میں رکھا گیا تھا۔‘‘ اگر پردہ اخفاء میں تھا تو پہلے کے بزرگ کیسے قائل تھے۔ اگر وہ قائل تھے تو پھر پردہ اخفاء کیسا؟